قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَکَ کَثْرَۃُ الْخَبِیْثِ (القرآن)

حکیم الاسلامؒ
دارالعلوم دیوبند کی
ایک
مظلوم شخصیت

حیات

خدمات

واقعات

تالیف

محمد سعد صدیقی

رکن شعبۂ تنظیم و ترقی دارالعلوم وقف دیوبند

ادارہ انوار القرآن دیوبند یوپی ۲۴۷۵۵۴

قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكُمْ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ
قرآن کریم

حکیم الاسلام

دار العلوم دیوبند

کی

ایک مظلوم شخصیت

حیات
خدمات
واقعات

جلد دوم

تالیف
محمد اسعد صدیقی
رکن شعبہ تنظیم و ترقی دار العلوم دیوبند

ادارہ انوار القرآن دیوبند (یوپی) ۲۴۷۵۵۴

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب	:	حکیم الاسلامؒ دارالعلوم دیوبند کی ایک مظلوم شخصیت
نام مؤلف	:	محمد اسعد صدیقی، موبائل: 09319255912 , 09359210265
صفحات	:	۵۴۴ (پانچ سو چوالیس)
قیمت	:	....
سن اشاعت بار اوّل	:	نومبر ۲۰۰۶ء
مطبع	:	رمزی آفسیٹ پرنٹنگ پریس دیوبند
کمپیوٹر کتابت	:	الفضل کمپیوٹرس دیوبند (موبائل: 09412525824)
ناشر	:	ادارہ انوار القرآن دیوبند (یوپی) پن کوڈ نمبر: ۲۴۷۵۵۴ موبائل: 09319255912 , 09359210265

ملنے کے پتے

- ادارہ تعلیماتِ اسلام دیوبند
- دارالکتاب دیوبند
- مسعود پبلشنگ ہاؤس دیوبند
- مکتبہ نعیمیہ دیوبند
- فیصل پبلی کیشنز دیوبند
- مکتبہ ملت دیوبند
- مکتبہ جاوید دیوبند
- ازہر اکیڈمی دیوبند

فہرست مضامین

عنوان | صفحہ نمبر

فضل وکمال

- نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو ۸
  مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ صاحب
- حکیم الاسلام ایک ہمہ گیر شخصیت ۱۱
  حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مہتمم دار العلوم (وقف) دیوبند
- نسخۂ انسانیت ۱۵
  حضرت مولانا سید انظر شاہ مسعودی کشمیری رشیخ الحدیث دار العلوم (وقف) دیوبند
- موت العالِم موت العالَم ۲۸
  مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ رسابق مدیر ماہنامہ برہان دہلی
- حکیم الاسلام ایک عظیم شخصیت ۳۳
  شیخ الاسلام علامہ جسٹس مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ
- ایک جامع کمالات شخصیت کچھ باتیں کچھ یادیں ۳۹
  حضرت مولانا امیر احمد صاحب مدظلہ مظاہری، مدرسہ مظہر العلوم شوندت
- عہد ساز شخصیت اور ترجمانِ اسلام ۵۸
  امیر شریعت حضرت مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانیؒ
  سابق جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ
- رُوح دار العلوم کا پیکرِ مجسم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ ۶۰
  حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی راستاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
- حضرت حکیم الاسلام! میری نظر میں ۶۸
  حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب ندویؒ رناظم جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ
- ایک جامع کمالات شخصیت ۷۴
  حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب دار الافتاء دار العلوم دیوبند
- جماعت شیخ الہند کا نورِ نظر ۹۱
  مفسرِ قرآن حضرت مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی دہلوی

عنوان	صفحہ نمبر
● جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم حضرت مولانا محمد حنیف صاحب ملی رشیخ الحدیث مدرسہ معہد ملت مالیگاؤں	۱۰۰
● حکیم الاسلام کے معصوم سراپا کے دل آویز خطوط! حضرت مولانا شاہین جمالی صاحب رشیخ الحدیث مدرسہ امدادالاسلام میرٹھ	۱۱۰
● حضرت حکیم الاسلام کی زندگی کی داستان حظ و کرب حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب مسعودی رشیخ الحدیث دارالعلوم وقف دیوبند	۱۱۶
● حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ ابن الانور مولانا سید محمد از ہر شاہ قیصر صاحبؒ رسابق مدیر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند	۱۲۳
● حکیم الاسلام بحیثیت شاگرد امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ مولانا نسیم اختر شاہ قیصر استاذ وقف دارالعلوم دیوبند، نبیرہ امام العصر حضرت علامہ کشمیریؒ	۱۲۷
● دارالعلوم اور حکیم الاسلام مولانا محمد اسلام صاحب قاسمی راستاذ وقف دارالعلوم دیوبند	۱۳۶
● حضرت حکیم الاسلام مشاہدات و تأثرات حضرت مولانا شاہین جمالی صاحب رشیخ الحدیث امدادالاسلام میرٹھ	۱۴۰
● حکیم الاسلام آسمانِ علم و فضل کے نیر تاباں مولانا مفتی جمیل الرحمن صاحب قاسمی رمہتمم جامعہ رحمانیہ ہاپوڑ	۱۴۵
● آہ! حکیم الاسلامؒ: باتیں ان کی یاد رہیں گی! مولانا بدرالحسن صاحب قاسمی رسابق ایڈیٹر پندرہ روزہ الداعی دارالعلوم دیوبند	۱۶۱
● ہندوستان میں مسلمانوں کی دینی تحریک دارالعلوم دیوبند اور حکیم الاسلامؒ مولانا محمد اسلام صاحب قاسمی راستاذ حدیث وادب دارالعلوم وقف دیوبند	۱۶۴
● وصال حکیم الاسلام: ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے شاہد رام نگریؒ رمدیر ہفت روزہ نقیب پٹنہ	۱۷۱
● حضرت حکیم الاسلام ایک ہمہ جہت شخصیت مولانا نسیم اختر شاہ قیصر استاذ وقف دارالعلوم دیوبند، نبیرہ امام العصر حضرت علامہ کشمیریؒ	۱۷۳
● حکیم الاسلام کی مقبولیت و مظلومیت مولانا ڈاکٹر عبید اقبال عاصم قاسمی صاحب	۱۷۶

صفحہ نمبر	عنوان

- قاری محمد طیب صاحبؒ! چند یادیں ۔۔۔ ۱۸۱
  مولانا عزیز الحسن صاحب صدیقی
- حکیم الاسلام کے علم وفضل کو خراجِ عقیدت ۔۔۔ ۱۹۱
  مولانا عبد القدوس حماد قاسمی صاحب
- علم کا بحرِ ذخار ۔۔۔ ۲۰۱
  ناز انصاری/سابق ایڈیٹر روزنامہ الجمعیۃ دہلی
- ذکرِ طیب ۔۔۔ ۲۰۵
  مولانا قمر عثمانی صاحب/مدرس وقف دار العلوم دیوبند
- ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے! ۔۔۔ ۲۱۴
  مولانا محمد سعید الرحمن صاحب شمس القاسمی/مدیر ماہنامہ نصرت الاسلام (کشمیر)
- حکیم الاسلام اور ان کی شانِ تواضع ۔۔۔ ۲۲۶
  مولانا ارشد اعظمی قاسمی/بنارس
- مولانا قاری محمد طیبؒ ۔۔۔ ۲۳۳
  عشرت علی صدیقی/سابق مدیر روزنامہ قومی آواز دہلی
- سرچشمۂ روحانیت وحکمت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ ۔۔۔ ۲۳۶
  راشد جمال عرشی

خطابت وتصوف اور حکیمانہ باتیں

- حکیم الاسلام اور راہِ تصوف ۔۔۔ ۲۴۰
  خلیفہ حکیم الاسلامؒ حضرت مولانا حکیم محمد اسلام صاحب مہتمم مدرسہ نور الاسلام میرٹھ
- قاری صاحب کا وصفِ خطابت ۔۔۔ ۲۴۷
  حضرت مولانا قاری امیر احمد صاحب مظاہری/مہتمم مدرسہ مظہر العلوم شوندت
- حضرت حکیم الاسلام کا وصفِ خطابت ۔۔۔ ۲۵۲
  حضرت مولانا قاری ادریس صاحب ہوشیار پوری کنال، مرتب خطبات حکیم الاسلامؒ
- حکیم الاسلام اور ان کا سلسلہ بیعت وارشاد ۔۔۔ ۲۶۵
  حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب عالی
  صاحبزادہ شیخ الاسلام حضرت مولانا عبد اللطیف صاحبؒ سابق ناظم مظاہر علوم سہارنپور

عنوان	صفحہ نمبر
● حکیم الاسلام اور ان کی حکیمانہ باتیں حضرت مولانا مفتی محمد واصف صاحب عثمانیؒ / سابق مبلغ دار العلوم دیوبند	۲۷۲
● حکیم الاسلام اور مسند رشد و ہدایت حضرت مولانا محمد اسلام صاحب قاسمی / استاذ دار العلوم وقف دیوبند	۲۷۹
● حکیم الاسلام کی حکیمانہ باتیں! حضرت مولانا عبد العزیز صاحب قاسمی / استاذ حدیث جامعہ عربیہ نور الاسلام، میرٹھ	۲۸۳
● حکیم الاسلام کی شان خطابت حضرت مولانا قمر عثمانی صاحب / استاذ دار العلوم وقف دیوبند	۲۸۹
● خطبات حکیم الاسلام کا اسلامی بیداری اور سماجی اصلاح میں حصہ مولانا احتشام الحق قاسمی / ایم. اے. ایم فل (علیگ)	۲۹۲
● اندازِ حکمت محمد عطاء الرحمٰن خاں جامعی قاسمی	۳۰۴
● حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اور خطابت میں ان کا حصہ و مقام مولانا عمید الزماں قاسمی کیرانوی	۳۰۶
● حضرت حکیم الاسلامؒ اپنے مکتوبات کے آئینے میں مولانا یاسر ندیم صاحب قاسمی دیوبند	۳۱۶

ملک و بیرون ملک کے عربی اخبارات کی نظر میں

● مجلہ البلاغ کویت	۳۲۹
البعث الاسلامی لکھنؤ	۳۳۵
● مجلہ العرب پاکستان	۳۳۵
● جریدہ الرائد لکھنؤ	۳۳۶
● الدعوۃ، دہلی	۳۳۸
● الداعی / دار العلوم دیوبند	۳۳۹
● **ملکی تعزیتی خطوط**	۳۴۶

❁❁❁

فضل و کمال

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رح

نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو

از: مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ صاحب

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی شخصیت زمانی رقبہ کے لحاظ سے بھی بہت وسیع اور جامع تھی، اور معنوی رقبہ کے لحاظ سے بھی زمانی رقبہ تو ۸۸/سال کا ہے، جس میں سے ابتدائی زمانہ نکال دیا جائے تو بھی ۷۰/سال کے قریب ہوتے ہیں، معنوی رقبہ اس لئے وسیع ہے کہ علم وفضیلت، بصیرت، وسعتِ علم اور علم کی پختگی و رسوخ، خدمت دین اور اس کے ساتھ اصلاح و وعظ و ارشاد عوام سے رابطہ تربیت و دعوت و بیعت و ارشاد، ان سب پہلوؤں اور گوشوں پر ان کی زندگی محیط تھی۔

واقعہ یہ ہے کہ شاید (کم سے کم ہندوستان میں) کسی علمی و دینی شخصیت کو کم ایسی ہردل عزیزی عام شہرت و مقبولیت اور مختلف دینی اداروں اور جماعتوں کا اعتماد حاصل ہوا ہوگا، جو ان کو حاصل تھا، اس کے ساتھ ان کو طویل عرصہ تک دارالعلوم دیوبند جیسے عظیم وجلیل اور بین الاقوامی شہرت کے ادارہ کی خدمت اور ترقی کا موقعہ ملا ان کے اس عام مقبولیت اور جامعیت اور ان کی ذات کے اختلاف سے بہت حد تک بالاتر ہونے ہی کا نتیجہ تھا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی صدارت کے لئے (جو ہندوستان کے مختلف الخیال گروہوں، دینی جماعتوں اور اداروں کا نمائندہ ہے) روز اول سے ان کی وفات کے دن تک ان سے زیادہ موزوں اور متفق علیہ صدر نظر نہیں آیا، اور وہ اس عہدہ پر باتفاق آراء اس کے قیام کے پہلے دن سے وفات کے دن تک صدر رہے۔

ان کو نبیرۂ بانیٔ دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ ہونے کی نسبت گرامی کا شرف حاصل تھا اور وہ نصف صدی تک مسلسل اس مؤقر اور عظیم ادارہ کے منصب اہتمام پر فائز رہے اور ان کے دورِ اہتمام میں اس ادارہ نے

ایسی ترقی کی جو اس کے ابتدائی دور کے دیکھنے والوں نے خواب وخیال میں بھی نہ تھی، انھوں نے بڑے بحرانی موقعوں پر اس ادارہ کی حفاظت اور رہنمائی کی، انھوں نے اپنا نام اور زندگی اس ادارہ کے نام اور اس کی زندگی سے وابستہ کر دی تھی کہ ان میں سے ایک کا تصور دوسرے کے ساتھ آتا تھا.

انسان کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے خلاف سننے کی صلاحیت رکھتا ہو اور سخت سے سخت بات برداشت کرے، راقم نے قاری صاحبؒ کو اس معاملہ میں بہت عالی ظرف اور قوی الارادہ پایا، واقفیت رکھنے والے پورے حلقہ میں یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ قاری صاحب نہایت کریم النفس، بڑے شیریں اخلاق، نرم خو اور نرم گفتگو تھے، اقبال نے جو کہا ہے:

نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو

یہ تعریف قاری صاحبؒ پر صادق آتی ہے. قاری صاحبؒ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے دارالعلوم دیوبند کو ایک ہر دل عزیز ادارہ بنایا اور دارالعلوم کو بغیر کسی اختلاف کے عوام سے متعارف کرایا، اور ان کا اس سے تعلق پیدا کیا، تقسیم سے پہلے تحتی برّ اعظم کے دورے کئے تقسیم کے بعد پاکستان بار بار گئے، جنوبی افریقہ کا دورہ کیا، انگلستان گئے اور آخر میں امریکہ گئے.

قاری صاحبؒ عوام کی اصلاح اور وعظ وارشاد میں شیخ وقت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے متبع تھے، حسن تقریر اور دعوتی و اصلاحی رنگ ان کا امتیاز تھا جس سے ہزاروں انسانوں کو فائدہ پہونچا، ہزاروں دلوں میں دین کے احترام کا جذبہ اور علماء کے متعلق حسن ظن پیدا ہو، ایسا خوش بیان مقرر و واعظ وسیع المعلومات اور نورانی شکل کا عالم مشکل سے دیکھنے کو ملتا ہے، جس پر پہلی نظر پڑتے ہی قلب شہادت دیتا کہ یہ فطرتاً معصوم ہیں، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان میں ضرر پہونچانے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، ایسے بے ضرر انسان کی اس خوبی یا کمزوری سے لوگ غلط فائدہ اٹھاتے ہیں

اورعزل ونصب کا بھی وہ نشانہ بن جاتا ہے.

قاری صاحبؒ نہایت متین وباوقار شخص اور تواضع واخلاق کا پیکر تھے، اسی کے ساتھ پرشکوہ اور باوقار بھی، قاری صاحب ندوۃ العلماء کے بھی ایک مقتدر رکن تھے، اوراس کے کارکن اور ذمہ داران کا بزرگوں کی طرح احترام کرتے تھے، آخری بار آپ اسلامک اسٹیڈیز کانفرنس میں شرکت کے لئے ندوہ آئے اور تقریر فرمائی، دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کا رکن ہونے کی بناء پر بھی راقم کو قاری صاحب سے نیاز حاصل ہوتا رہا، اور ہم نشینی کا شرف، بعض مرتبہ ان کو سخت تبصرہ اور تنقید سننی پڑی اور انھوں نے عالی ظرفی اور کریم النفسی کے ساتھ اس کو برداشت کیا، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک سخت جملہ انھوں نے سنا اور کچھ جواب نہیں دیا، ان کے بعض اہل تعلق سے معلوم ہوا کہ اس کے صدمہ سے انکو بخار آ گیا.

قاری صاحبؒ خانوادۂ بانی دارالعلوم دیوبند کے چشم و چراغ تھے، اور راقم سطور حضرت سید احمد شہیدؒ کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے جن سے مولانا نانوتویؒ اور مولانا گنگوہیؒ کا تعلق عقیدت کا نہیں بلکہ عشق کا تھا، اوراس کا اندازہ راقم سطور کے والد ماجد مولانا حکیم سید عبدالحی صاحبؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کی کتاب ''دہلی اوراس کے اطراف'' سے ہوسکتا ہے. جس میں مولانا نے اپنے دیوبند اور گنگوہ کی حاضری اور وہاں کے بزرگوں اور قابل احترام ہستیوں کے سید صاحب کے ساتھ اظہار عقیدت ومحبت کا تفصیل سے تذکرہ کیا ہے، قاری صاحب سے وفات سے چند دن پہلے جب لکھنؤ میں ایک تقریب میں (جس میں ان کو کسی ادارہ یا مکان کے سنگِ بنیاد رکھنے کی زحمت دی گئی تھی) ملاقات ومصافحہ کا شرف حاصل ہوا، مصافحہ کرتے وقت فرمایا کہ کچھ دن آپ کے ساتھ رائے بریلی رہنے کو جی چاہتا ہے. وکفی بہ شرفاً.

افسوس ہے کہ ۶ رشوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۷ رجولائی ۱۹۸۳ء کو انھوں نے اس دنیائے فانی کو الوداع کہا، اور اپنے اسلاف کرام سے جا ملے، جن کی خدمت دین اور اصلاح مسلمین کی یادگاریں ہندوستان بھر میں پھیلی ہوئیں ہیں. وَحَسُنَ اولٰئك رفیقاً.

حکیم الاسلام ایک ہمہ گیر شخصیت

خلیفۂ مجاز جانشین حکیم الاسلام خطیب العصر حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی
مہتمم دارالعلوم (وقف) دیوبند

حق تعالیٰ شانہٗ اپنے ہدایت آفریں علوم بیکراں کو جہاں عادۃً اکثر و بیشتر ''علمی طبقات'' میں تقسیم فرما کر ظہور پذیر کراتے ہیں، وہیں کبھی کبھی خرقِ عادت کے طور پر کسی تکوینی مصلحت کی تکمیل اس طرح بھی فرمائی جاتی ہے کہ کسی ایک شخصیت کے قلب و دماغ کو کمال ایمان، اعمال اور مکارم اخلاق و اخلاص کے ساتھ شرعی علوم کا خزانہ بنا کر اس کی تنہا ایک ذات سے بے حساب علمی شخصیات اور لاتعداد علمی طبقات کے برابر کام لے لیا جاتا ہے اور اس کی روحانیت و معرفت اور اصلاح و ہدایت کے دائرہ افادیت کو لوگوں کی افرادی تعداد، اور زمین کی جغرافیائی حد بندیوں کا پابند نہ رکھ کر اس کی خدمات کو آفاقی اثر آفرینی عطاء کر دی جاتی ہے جس سے اس کا فیضان تمام انسانی برادری تک عام ہو جاتا ہے۔

لیکن بین الاقوامی سطح پر یہ عالمی فیضان ہدایت صرف انہی کی شخصیت سے ظہور میں آ سکتا ہے جن کا علم نہ صرف سیاسی اغرض مندیوں کی گندگیوں سے آلودہ نہ ہو بلکہ ہر طبقۂ انسانیت کے فکر و ذوق معاشرت و تمدن اور رسوم و روایات سے بلند و بالا بھی ہو اور بلا امتیاز سب کے لئے ہدایت آفریں بھی۔

حق تعالیٰ نے شیخ العرب والعجم عارف باللہ جامع علوم و معرفت جملہ اکابر قطب ارشاد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہٗ العزیز مہتمم دارالعلوم دیوبند کی ذات گرامی کو سنت ابراہیمی کے مطابق لاتعداد علمی طبقات کے برابر لافانی و لاثانی دینی خدمات کے شرف سے مشرف فرمایا۔ اور اس روشن حقیقت کے بعد قطب

ارشاد حضرت حکیم الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کے لاتعداد امتیازات عموماً اور یہ فضیلت مآب امتیاز خصوصاً کسی دلیل کا محتاج نہیں رہتا کہ حضرت والاؒ نے اپنے زبان و قلم سے کتاب و سنت کی روشنی میں تعلیمات اسلام کے عالم گیر و آفاقی حقائق کی وہ صحیح اور مؤثر ترین ترجمانی فرمائی ہے کہ جس نے ایشیا، افریقہ، یورپ اور امریکہ کے ایک سو سے زائد ممالک کے کروڑوں سے متجاوز افراد کو دین کا صحیح فہم اور اس پر استقامت عطاء کی ہے اور مسلک حق دار العلوم دیوبند کو فکر ولی اللّٰہی و قاسمی پر اس جامعیت کے ساتھ پیش فرمایا ہے کہ جو بقول علامہ اقبالؒ ''ہر صحیح العقل مسلمان کا مسلک'' قرار پا گیا۔ اس لئے بشہادت و دعاء اکابر حضرت والا اپنے وقیع و وسیع علم و معرفت اور مؤثر ترین اصلاح و ہدایت کے لحاظ سے گذشتہ صدی کی وہ تاریخ ساز و عہد آفرین شخصیت ثابت ہوئے کہ جن کی عالمی دینی رہنمائی، بیکراں علم و معرفت، روحانی انقلاب آفریں اصلاح و ہدایت، مثالی دیانت و امانت، بین الاقوامی فکر قاسمی پر دار العلوم کا نظر و اہتمام، مردم ساز تعلیم و تدریس عالمی مرجعیت و مرکزیت، مدلل ترین تحریر و کتاب، مؤثر ترین تقریر و خطاب، ملت اسلامیہ کی دینی نشأۃ ثانیہ اور دار العلوم دیوبند کو بلاشرکت غیرے عالمی مرکزی اسلامی یونیورسٹی بنا دینے والی بے مثال خدمات جلیلہ کے ذکر جمیل کے بغیر، رمق ایمان شمۂ دیانت اور ذرۂ انصاف رکھنے والے تاریخ ملت کو کبھی مکمل قرار نہ دے سکیں گے۔

ذلك فضل الله يوتيه من يشاء.

تیرہویں صدی کے مسلمانوں کو دینی زندگی بخشنے والے ولی اللّٰہی دہلوی کے حدیثی، لکھنؤ کے فقہی، اور خیر آباد و رامپور کے معقولی مکاتب فکر کو ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کو تاراج کرنے کے بعد فرنگی استبداد نے سرزمین ہند پر اسلام کے استحصال کے لئے تاریخ اسپین دہرانے کے عزم سے ہدف بنایا، وقت کے اس عظیم دینی خطرہ کا حجۃ اللہ فی الارض شیخ الاسلام حضرت الامام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ بانی دار العلوم دیوبند العزیز نے بالہام خداوندی

ادراک فرما کر بظاہر ایک مدرسۂ عربی دارالعلوم دیوبند کی تاسیس فرمائی اور بباطن اس درسگاہ کی تاسیس میں جو وقیع وعظیم فکر قاسمی کارفرما تھا، اس کے مطابق حضرت نانوتویؒ نے مذکورہ بالا مدرسہ اسلامی مکاتب کو یکجا زندہ کر کے اختلاف فکر وذوق رکھنے والے تمام طبقات کو ہمہ جہت دینی سیرابی عطاء کرنے والا ایک جامع ترین مکتب فکر ''دارالعلوم دیوبند'' کی صورت میں ملت اسلامیہ کو عطا فرمادیا. یہی وہ عظیم فکر تھا کہ جس کی بنیاد پر حضرت نانوتویؒ کے شریک عمل وقت کے تمام بزرگوں نے تاسیس دارالعلوم دیوبند کے عمل مبارک میں اپنی شرکت کے باوجود حضرت نانوتویؒ ہی کو متفق علیہ طور پر تحریراً وتقریراً بانی دارالعلوم قرار دیا اور ہمیشہ کے لئے اس تاریخی حقیقت کو جھٹلانے والوں کی زبانوں اور قلموں کو صداقت ودیانت سے محروم فرمادیا.

''دارالعلوم دیوبند'' کی تابناک روایات اسی ہمہ گیر فکر قاسمی سے پیدا ہوئیں اور اسی پر دائر رہیں اور یہ ایک انمٹ حقیقت ہے، اس لئے ماضی کی طرح مستقبل میں بھی یہ روایات ہمیشہ اسی پر دائر وبرقرار رہیں گی.

اسی عنداللہ مقبول فکر قاسمی پر دارالعلوم دیوبند کی عمر کے ابتدائی انسٹھ سال میں پانچ مہتممین نے اپنی مخلصانہ عظیم خدمات کے ذریعہ اس مدرسہ عربی کو ملک گیر دارالعلوم کے مقام رفیع تک پہنچایا اور اس کی عمر کے مابعد کے انسٹھ سال میں تن تنہا قطب ارشاد حضرت حکیم الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کی جامع الصفات عظیم المرتبت عالمی شخصیت نے بلاشرکت غیرے اس دارالعلوم کو ''عالمی مرکزی اسلامی یونیورسٹی'' کے بام عروج تک پہونچایا. دارالعلوم دیوبند کی اس رفعت وعظمت میں عالمی پیمانے پر عظیم ترین کردار جہاں حضرت حکیم الاسلامؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے وقیع وسیع علم نے بصورت تقریر وخطاب ادا کیا ہے وہیں آپ کے مثالی حلم وبردباری نے ان یورشوں اور سازشوں کے دور میں دارالعلوم کی عظمتوں کو چار چاند لگائے ہیں کہ جب مبتذل سیاست کو علمی کم مائیگی کا حجاب بنانے کی بدترین بدعت ایجاد ہو چکی تھی. اور حضرت حکیم الاسلامؒ دارالعلوم کو ان سیاسی

آلودگیوں سے بچانے کے صبر آزما مراحل سے گذرنے کے باوجود دارالعلوم کے لئے عالمی عظمت کے حصول کی جد و جہد سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہیں ہوئے، ایسی صورت حال میں حضرت حکیم الاسلام مہتمم دارالعلوم دیوبند نور اللہ مرقدہٗ کی دارالعلوم کے موقف عظمت کو عالمی بنانے والی ان مخلصانہ تدابیر و خدمات کے مقبول عند اللہ ہونے میں حق شناس، حق گو، اور حق پسند اہل اخلاص و انصاف محبین دارالعلوم کی نہ دورائیں ہیں اور نہ ہو سکتی ہیں کہ جن کے آثار مقبولیت دم واپسی سے قبل اور رفیق اعلیٰ تک پہنچنے کے بعد کھلی آنکھوں ارباب اخلاص و ایمان نے مشاہدہ فرمائے۔

قطب ارشاد حکیم الاسلام حضرت اقدس مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کی خدمات عظیمہ پر اجلاس صد سالہ دارالعلوم منعقدہ ۱۹۸۰ء کی صورت میں حق تعالیٰ نے پوری دنیائے اسلام کو گواہ بنا کر حضرت حکیم الاسلامؒ کے خلاف ان تنگ ظرف معاندین کی یادہ گوئیوں کو ہمیشہ کے لئے اہل ایمان و اخلاص کے لئے قابل نفرت بنا دیا کہ جوامت اسلامیہ کی اس شہادت کبریٰ کے بعد بھی اپنی بد باطنی سے تحریراً و تقریراً کذب بیانیوں، دروغ بافیوں، تہمت طرازیوں اور الزام تراشیوں کے ذریعہ تاریخ ملت میں اک شرمناک باب کا اضافہ کرنے والے تھے۔

قطب ارشاد حضرت حکیم الاسلام نور اللہ مرقدہٗ جو گرانمایہ سرمایۂ علوم ہدایت چھوڑا ہے اس میں ایک سو کے قریب مختلف مسائل مسلک حق کی ترجمان وہ گرانقدر تصانیف ہیں جن میں سے بیشتر کے بارے میں حضرت والا کے حضرات اساتذہ اکابر ومشائخ نے غیر معمولی تحسین کے ساتھ ان کی عظیم ذکاوت کا اعتراف فرمایا ہے۔

وما ذالك على الله بعزيز.

نسخۂ انسانیت

حضرت مولانا سید انظر شاہ مسعودی کشمیری مدظلہ
شیخ الحدیث دارالعلوم (وقف) دیوبند

محمد حسین آزاد" نے آب حیات میں" مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کی نزاکت طبع "لطافت مزاج" کے بہت سے واقعات سنائے ہیں. ارواحِ ثلاثہ میں بھی مرزا کے متعلق کچھ اسی طرح کے واقعات وحکایات موجود ہیں. جنہیں دیکھ کر بے تکلف کہا جاسکتا ہے.

نزاکت اس گل رعنا کی دیکھیو انشا ☆ نسیم صبح جو چھڑ جائے رنگ ہو میلا

ان حکایات وواقعات کی تاریخی حیثیت کچھ بھی ہو لیکن مرزا شہید کی لطافتِ طبع متعلقہ بیانات کی قدر مشترک ہے. لطافت وکثافت کا بھی عجیب معاملہ ہے یہ بود وباش میں بھی میل ملاپ میں بھی عیال اور تحریر وتفسیر میں بھی. کہنا یہ ہے کہ شہید مرزا نے اپنے ایک دوست کی وفات پر تعزیتی خط لکھا ہے. جو آج بھی مرزا کی نگارشات میں موجود ہیں. تعزیتی الفاظ یہ ہیں.

"مرنے والے نسخۂ انسانیت تھے. ان کی موت کا زخم قیامت تک مندمل نہ ہوگا"

خدا جانے جن مرحوم کے لئے تعزیت میں یہ الفاظ مرزا کے قلم سے ٹپکے ہیں وہ کیا کچھ تھے، لیکن حقیقتاً یہ الفاظ اپنے حدودِ اربعہ کے اعتبار سے، بروز اتوار ۱۷ رجولائی ۱۹۸۳ء دن کے سوا گیارہ بجے ایک ناتواں بلکہ ناتوانیوں کا ڈھیر ضعیف الجثہ، بیماریوں کے مسلسل حملوں سے ناچار، رنج وغم کا پیکر، الم واسف کا مجسمہ، شریعت کا قطب مینار، انسانیت کا مجموعہ، فضائل وشمائل کا ہمالہ، حلم ووقار کا کوہِ شوالک، نیکیوں کا بیت المقدس، صلاح وتقویٰ کا کعبہ، مسترشدین کا قبلہ، معتقدین کا محبوب، مخالفین کا ہدف حریفوں کے حریفانہ تیروں کی آماجگاہ یعنی حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب طاب ثراہ پر ہر

طرح صادق ہے. آج سے اٹھاسی سال پہلے مرحوم نے اس عالم رستاخیز میں قدم رکھا اور قدم بھی ایک حظیرۃ القدسی میں، حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کے صاحبزادے مولانا حافظ احمد صاحبؒ کی آغوش شفقت میں حافظ صاحب مرحوم کی شادی پر کافی عرصہ گزر گیا تھا لیکن کوئی بچہ پیدا نہ ہوا اس پر گھر میں بے چینی تھی، متعلقین تڑپتے، اقرباء صورت حال پر بلبلا رہے تھے، حضرت نانوتویؒ کے تلامذہ جو آسمان علم کے آفتاب، ربانیت اور خدا پرستی کے ماہتاب تھے، مضطربانہ دست بدعا ہوگئے، تا آنکہ دیوبند اور اس کے قرب و جوار بلکہ دور دراز علاقوں میں اگر مستجاب الدعوات کا علم ہوتا تو اس سے بھی دعاء کی درخواست کی جاتی، خدا پرستوں کی یہ دعائیں کب خالی جاتیں ”دیر آید درست آید کے مطابق مجیب الدعوات نے خانوادۂ قاسمی کو بچہ ہی عنایت نہ کیا بلکہ مجموعۂ انسانیت عطا کیا، حضرت نانوتوی تو آنکھ بند کر چکے تھے، لیکن دادی نے بلائیں لیں تلامذہ قربان ہوئے. گھر میں شادیانے خوشی کے بجے اور مسرتوں کو طشتوں میں رکھ کر لٹایا گیا. اس نیاز کے ساتھ حضرت کی پرورش کی کہ جب گڈلیوں چلنے لگے تو اصلی گھی کا بھرپور ایک پیپا حضرت مرحوم نے توشہ خانہ میں گھس کر گرادیا. کیسا ڈانٹنا، کیسا ڈپٹنا، کہاں کی دھمکی، کہاں کی وعید، دادی نے پوتے کی اس شوخی پر دیوبند کے گھروں میں اس عنوان کے ساتھ مٹھائی تقسیم کی کہ آج میرے پوتے نے ایک شرارت کی ہے. شعور نے آنکھیں کھولیں. تو اس نومولود کو امام ربانی، قطب عالم، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی گود میں ڈال دیا گیا. حضرتؒ نے آنکھوں سے لگایا. سینۂ معرفت سے چمٹایا، لب مبارک سے بوسہ دیا. بڑھتے بڑھتے کچھ بڑے ہوئے تو ایک روز خانقاہ گنگوہ میں امامِ ربانی کے پاؤں دابنے کے شوق میں دوسرے خدمت گاروں کے ساتھ شریک ہوگئے. امام ربانی بہت ہی نازک مزاج تھے. لطافت طبع مستزاد، بھاری بھرکم ہاتھوں کے ساتھ معصوم ہتھیلیوں کا فوراً ادراک فرمایا. مڑ کر دیکھا تو مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اپنی نازک ہتھیلیوں سے سعادت سمیٹ رہے تھے. امام

ربانی معاً اٹھ کر بیٹھ گئے سینے سے لگالیا. فرمایا کہ تم جس خاندان کے چشم و چراغ ہو اس سے اس طرح کی خدمت لینا میری شقاوت ہوگی کچھ بڑے ہوئے تو شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ سے بسم اللہ کرائی گئی. اس مبارک ابتداء میں سبر علم کے درخشاں ستارے بھی تھے. اور چرخِ معرفت کے مقدس سیارے بھی نے آگے قدم بڑھایا تو علامۃ العصر مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ کی درس گاہ میں زانوئے تلمذتہ کیا. اور وہیں سے سندِ فراغ لی. اب اندرونِ خانہ بڑوں میں شادی کی گفتگو چلی تو دیوبند کے قریب ہی رامپور منیہاران میں مولانا محمود احمد صاحب رامپوری وزیرِ مال ریاست اندر گڈھ، رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند ورئیس رامپور کے یہاں منگنی کی تجویز کی گئی. شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ "پیغام" میں لے کر جاؤنگا. یہ رامپوری رئیس دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الہندؒ کے ارشد تلامذہ میں تھے. شیخ الہندؒ رامپور پہونچے تو مولانا محمود کے گھرانہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کہ استاد آئے ہیں. اور استاد بھی عظیم المرتبت، شیخ الہندؒ نے بیٹھتے ہی فرمایا کہ "بھائی میں استاد کی حیثیت سے نہیں آیا. بلکہ نائی کا کام انجام دینے آیا ہوں" پیغام دیا مجالِ انکار کس کو تھی. تقریب شادی کے موقع پر مولانا خلیل احمد صاحبؒ مہاجر مدنی نے تمنا کی کہ خلعتِ عروسی طیب کے میں زیب تن کراؤں گا چنانچہ کیا. حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے عرض کیا نکاح میں پڑھاؤں گا.

یہ تھا حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا نشو ونما اور اٹھان کہ بزرگ بلائیں لیتے. اہل علم قربان ہوتے، ارباب فضل نثار ہوتے، دلہن رخصت ہو کر رامپور سے چلیں تو دیوبند سے کئی میل آگے نکل کر دارالعلوم کے طلباء نے ڈولہ کو اپنے کاندھے پر اٹھایا اور اسی شان سے لے کر درِ دولت تک پہنچے.

دارالعلوم سے فراغت کے بعد ہی شیخ الہندؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی. خواجہ تاش مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتیٔ اعظم پاکستان تھے. شیخ الہندؒ مستعد برائے ہجرت ہوئے تو دونوں کی اس درخواست پر کہ حضرت اب ہم کس سے رجوع کریں

جواب باصواب تھا کہ ''مولانا محمد انور شاہ سے اصلاحی تعلق کرلیا جائے'' ان کی وفات کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی سے استدعا کی کہ اب ہمارا تعلق مولانا تھانوی علیہ الرحمہ سے کرا دیا جائے. مولانا حبیب الرحمٰن نے سفارشی خط لکھا. مرشد تھانوی اس خانوادہ سے معتقدانہ تعلق کے باوجود بڑے ضابطہ کے انسان تھے. جواب میں تحریر فرمایا کہ ''مولوی محمد طیب کی خدمت اصلاح میری سعادت دین و دنیا ہے لیکن مسترشدانہ خط سفارش کی صورت میں نہیں بلکہ خود مسترشد کا آنا چاہیئے'' چنانچہ عریضہ روانہ خدمت کیا گیا. رمضان المبارک کے مہینے میں مہتمم صاحب مرحوم نے حاضری کی اجازت چاہی اجازت مل گئی. مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی معیت میں تھانہ بھون کا پہلا سفر ہوا. قاری صاحب اپنی خوش الحانی میں شہرہ آفاق ہو چکے تھے. جب تھانہ بھون پہنچے تو خانقاہ میں موجود ذاکرین وشاغلین نے حضرت تھانوی سے عرض کیا کہ ''قاری صاحب سے تراویح میں قرآن پڑھنے کے لئے کہا جائے'' ضابطہ کا جواب یہ تھا کہ ''دل میرا بھی چاہتا ہے مگر استدعا سے گریز ہے چوں کہ جبر کا امکان ہے. کہیں ایسا نہ ہو کہ مولوی محمد طیب صاحب میرے کہنے پر بادلِ ناخواستہ اس صورت کو قبول کریں. بہتر یہ ہے کہ قاری صاحب سے بے تکلف دریافت کیا جائے کہ تراویح کا معمول کیا رہے گا. قاری صاحب سے رجوع کیا گیا تو فرمایا کہ کمرہ میں نوافل میں قرآن شریف پڑھوں گا.'' اس پر تھانویؒ نے درخواست گذاروں سے فرمایا کہ اب جا کر پوچھا جائے کہ بجائے نوافل کے اگر تراویح میں اور خانقاہ کی مسجد میں قرآن شریف پڑھیں تو کیا مضائقہ ہے. قاری صاحب نے اس صورت کو سعادت قرار دیا. حکیم الاسلام امام تھے اور حکیم الامت مقتدی، گویا کہ عکسِ قضیہ کی بھرپور صورت پہلی ہی تراویح سن کر حضرت حکیم الامت باغ و بہار ہو گئے. مجالس میں بار بار تعریف کی خوش الحانی کا دلدادہ اپنے آپ کو بتایا. اور قاری صاحب مرحوم کی سعادت مندانہ افتادِ طبع کی. مداعی کی قلیل مدت میں اس امام رشد و ہدایت نے سندِ خلافت عطا فرمائی. اصلاح باطن کی اس تعمیر کے ساتھ ہی دار العلوم میں معین المدرسی کے

عہدہ تدریس کا کام شروع کیا. گنے چنے تلامذہ اب بھی موجود ہیں. جن کا متفقہ بیان ہے کہ مرحوم قاری صاحب کو زمانہ طالب علمی عہدہ شباب ہی میں عبادت کا ذوق، بندگی کا شوق فرشتوں کی سی معصومیت اور عارفین کی معرفت کا منظر پیش کرنے اسی زمانہ سے تہجد واوابین کا غیر منقطع سلسلہ جاری ہوا جو صبح موت تک چلتا رہا.

معین المدرس سے نیابت اہتمام کی طرف قدم بڑھایا. اور والد مرحوم کی وفات کے بعد حضرت تھانویؒ کی تجویز اور دارالعلوم دیوبند کے اربابِ مشورہ کی تائید سے مہتمم منتخب ہوئے. ساٹھ سال اس عہدہ پر اس شان سے گذارے کہ تاریخ حیرت زدہ ہے. زمانہ آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہا ہے. چشم فلک نے ٹکٹکی لگا رکھی ہے اور ایک عالم غرقِ حیرت ہے. اس طویل عرصہ میں خدا جانے کتنے نشیب وفراز آئے. کتنے سنگلاخ آئے. ہفت خواں آئے. پہاڑوں سی رکاوٹیں کھڑی ہوئیں طوفانوں نے قدم روکنا چاہا فتنوں کے سیلاب امنڈے مخالفتوں کا طوفان ابلا. عداوتوں کی آندھیاں چلیں. مخاصمتوں کے بگولے اڑے اور ایک وقت تو وہ آیا کہ از مبتداہ تا خبر، از اول تا آخر.

سوائے عداوت ومخالفت کے اور کچھ نہ رہا لیکن یہ حلم کا پہاڑ، وقار کا بادشاہ، مکارم اخلاق کا خسرو، شرافت وانسانیت کا شہنشاہ، مروت ووفا کا تاجدار اپنی جگہ سے قطعاً نہیں ہلا. استقامت میں فرق نہیں آیا. طمانیت نے لڑکھڑانا نہ جانا. سب سنا، سب نے کہا. حریف دست گریباں ہوئے. چھوٹوں نے ان کی دستار فضیلت سے کھلواڑ کیا. مگر مرحوم نے نہ کسی کو جواب دیا. نہ کوئی انتقامی کاروائی کی. نہ غیض وغضب کا مظاہرہ کیا. بلکہ غم کا ہمالہ اپنے دل پر لے کر اس دنیاءِ دوں سے رخ موڑ لیا. مہتمم صاحب مرحوم کے اوصاف خصوصی میں حلم تھا. جس کی نظیر ومثال صدیوں کے ارباب انتظام میں نہیں ملتی. تصور کیجئے تین سو کا عملہ ان کے ساتھ تھا. جس میں اچھے بھی تھے. برے بھی. فرض شناس بھی تھے اور لاابالی بھی. خیر بھی وجود میں آتا اور شر بھی. مگر کیا مجال کہ حضرت مہتمم صاحب کے حلم میں کوئی فرق پیدا ہو. جیسا کہ عرض کر چکا ہوں کہ مخالفتوں کا طوفان ہزاروں میل کی رفتار

سے اٹھا اور ان سے مسلسل ٹکراتا رہا مگر ان کے حلم میں ذرہ برابر کمی نہیں آئی۔ ایک شقی نے جب کہ یہ پچاسی سال عمر سے گذر رہے تھے اور زکریا کے لہجہ میں قد بلغت من الکبر عتیا۔ (یعنی بڑھاپے کی وجہ سے ہڈیوں میں بھی گودا نہ رہا کا پیکر بنے ہوئے تھے) ایک بے سروپا نہیں بلکہ فحش داستان نہایت متعفن لب ولہجہ میں ''بعنوان امریکہ میں مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی عشق بازیاں'' اپنے اخبار میں لکھ کر شقاوت ازلی کا مظاہرہ کیا تو دیوبند کے دو نامور صحافی حضرت کے حلم کا امتحان لینے کے لئے یہ اخبار لے کر سیدھے ان کی خدمت میں پہنچے۔ اخبار ان کے ہاتھوں میں تھا۔ عادت یہ تھی کہ جو چیز پڑھنے کو ملتی تو اس کو پورا پڑھ لیتے۔ مصروف مطالعہ ہو گئے۔ پورا مضمون پڑھ ڈالا۔ صحافی ان کے چہرہ وبشرہ کا جائزہ لیتے رہے۔ مگر کیا مجال کہ چہرے پر آثار غضب نمایاں ہوں یا پیشانی پر تلخ احساسات کی کوئی لکیر پڑی ہو۔ مطالعہ سے فراغت پر گردن اٹھی اور لب ہائے نازک پر وہی دلنواز مسکراہٹ کھل گئی۔ دریافت فرمایا کہ یہ اخبار کچھ بک بھی جاتا ہے۔ دونوں نے عرض کیا کہ بکتا ہے اور پڑھا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے تشویش پیدا ہوئی آپ کی خدمت میں تردید کے لئے حاضر ہوئے۔ مگر دونوں کی توقعات پر نہ آنے والا جملہ ارشاد فرما کر برف کے تودے کے تودے گرا دیئے۔

''بھائی یہ میری کتنی بڑی سعادت ہے کہ لوگ مجھے گالیاں دیکر اپنا پیٹ پال رہے ہیں اور مجھے مفت کا ثواب مل رہا ہے۔''

بوڑھے کے اس حلیم جواب پر تو جوان صحافی غرقِ حیرت ہو گئے۔ فتنہ ہی کے دور میں انھیں فاتین بھی کہا گیا اور غاصب بھی۔ بددیانتی کا الزام بھی عاید ہوا۔ اور کذب بیانی کا بھی۔ تا آنکہ ایک پوسٹر نکلا جس کا عنوان تھا: ''الملك الكذاب المغضوب عند الله ورسوله قاری محمد طیب'' حالانکہ کہ اس ملک والکذاب کی صداقتِ لسانی کا یہ عالم تھا کہ ۳۱ر اکتوبر ۸۱ء کو دار العلوم کی مسجد میں خطاب کے دوران شور وغل ہوا اور زبردست دو تین دھماکے اور ان کا گھیراؤ ہوا بڑی مشکل سے ان کو اس گھیراؤ سے

نکالا گیا. سنگباری ہو رہی تھی. لاؤڈ اسپیکر پر قبضہ کر لیا گیا تھا. صبح کو دو مقامی وکیل رپورٹ قلمبند کر رہے تھے جس میں یہ بھی تھا کہ مجھ پر قاتلانہ حملہ ہوا. رپورٹ ترتیب دے کر مرحوم کو سنائی گئی جب مذکورہ جملہ ان کے کانوں میں پڑا تو فرمایا کہ ''میں اس کا مدعی نہیں ہوسکتا'' عرض کیا گیا کہ کیا آپ نے دھاکہ کی آواز نہیں سنی تھی. فرمایا کہ ''ضرور سنی تھی'' پھر یہی تو حملہ تھا. ارشاد ہوا کہ ''میں اس کے باوجود قاتلانہ حملہ کا دعویٰ نہیں کر سکتا'' وکلاء نے کہا کہ اس کے بغیر مقدمہ میں جان نہیں پڑیگی تو جواباً یہ فرماتے ہوئے مجلس سے اٹھ گئے کہ ''میں اسے نہیں جانتا کہ جان پڑیگی یا نہیں؟''

ان کے سب سے بڑے حریف نے ایک موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے یہاں تک کہہ ڈالا کہ ''مجھے اندیشہ ہے کہ مہتمم صاحب کا خاتمہ ایمان پر نہ ہوگا''

ناقل نے یہ جملہ بے کم و کاست خود مرحوم کو سنا دیا. اور اس یقین کے ساتھ کہ کم از کم یہ جملہ اس حلم کے پہاڑ کو آمادہ لرزش کر دیگا. مگر اسے بھی سن کر وہ تکیہ پر سر رکھتے ہوئے بولے ''بھائی یہ خدا جانتا ہے کہ کس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا. کس کا نہیں اور استدلالاً یہ آیت پڑھ دی. **وماتدری نفس ماذا تکسب غداً.**

ان کی وفات کے بعد بنگلہ دیش سے چار رکنی وفدِ علماء برائے تعزیت دیوبند پہونچا تو ان سے معلوم ہوا کہ اسی حریف کو بنگلہ دیش میں عام و خاص نے گھیر کر پوچھا کہ ''مہتمم صاحب جیسے دیرینہ خادم کو دارالعلوم سے کیوں جدا کیا'' تو ظالم کا جواب یہ تھا کہ:

''مہتمم صاحب کو دارالعلوم سے نکالنا دینی فریضہ ہو گیا تھا. چوں کہ انھوں نے دعویٰ نبوت کیا تھا'' مجھے یقین ہے کہ اگر وہ اپنی زندگی میں اس سب سے بڑے باطل اور بھونڈے الزام کو سنتے تو انھیں ذرا بھی اشتعمالک پیدا نہ ہوتی.''

از گجرات تا بمبئی ایک ذمہ دار نے یہ من گھڑت بھی پھیلائی کہ تیسرے سال دارالعلوم کے خزانہ سے ایک لاکھ چھتیس ہزار روپے کی ہونے والی چوری کے مرتکب خود مہتمم صاحب تھے. وہ ٹھیٹھ ایک ڈاکو کی شکل میں منڈاسا بر سر، ڈھاٹا بر رخسار، وقتِ

شب میں خزانہ میں داخل ہوئے. نوٹ دو تھیلوں میں بھر لئے اور سر پر موجود قزاقانہ پگڑی میں سونے کے پتر رکھ لئے. بوڑھا ڈاکو خزانہ سے باہر اندھیرے میں چلا تو کچھ بوجھ کچھ بڑھاپا، اندھیر گھپ. زینہ سے لڑکھڑا کر نیچے گرا. چور چور کا شور شروع ہوا. روشنی کی گئی آدمی دوڑے تو خود مہتمم تھا.

استغفر اللہ والعیاذ باللہ. یہ من گھڑت مرحوم کے کانوں میں پڑ گئی تھی مگر اس ظلم وعدوان کا جواب بھی عبوبانہ وحکیمانہ مسکراہٹ کے سوا کچھ نہ تھا. ہوسکتا ہے کہ ان کے نادان معتقدین سے نادانیاں ہوئیں اور وہ سب مرحوم کے کھاتہ میں لکھی جاتی رہیں. حریف حلقہ میں کسی چھوٹے بڑے کو اس کی توفیق نہیں ہوئی کہ ان سے براہِ راست رجوع کر لے اور ادھر مرحوم کا یہ عالم تھا کہ کھاتے میں درآمد کی جانے والی ان خرافات پر بھی زبان حال سے یہ پڑھتے ہوئے ساکت وصامت رہے.

تا منفعل زر بخش بیجا نیمش ❁ می آرم اعتراف گناہ ناکردہ را

آٹھ سال مکمل خاکسار کی ان کے ساتھ خلوت وجلوت میں شرکت رہی خصوصاً یہ آخری تین سال. فتوی سے لبریز، تیروں کی بھرمار الزامات کی بوچھار نکتہ چینیوں کے طوفانوں میں شب وروز کی یکجائی تھی. وہ اٹھ گئے اور ایک دن اس خاکسار کو بھی کل من علیھا فان کا جام ہونٹوں سے لگانا ہے مجھے ان کی قبر میں نہیں سونا اور نہ ان کو میری قبر میں. حساب کتاب کی بھی یکجائی نہ ہوگی. مگر میں پورے وثوق اور محاسبۂ آخرت کے یقین کے ساتھ شہادت دیتا ہوں کہ انھوں نے اپنے بڑے سے بڑے ستمگار، حریف، درپے آزار، ناشائستہ وناہنجار کے حق میں بھی زبان پوری قوت سے بند رکھی. اسی لب ولہجہ میں جواب والجواب تو درکنار مبنی برحقیقت، مہذّب تردید کے لئے بھی تیار نہ ہوئے. غیبت کا ان کے یہاں پر دروازہ پوری قوت سے بند تھا. بہت کچھ کسی کے حق میں فرماتے تو یہ "بھائی بڑا اچھا آدمی تھا. کاش کہ کسی مفید کام میں لگتا" یا فلاں صاحب تو اپنے ہی ہیں خدا جانے ان کو کیا ہوگیا" حالانکہ کبھی کبھی ان کے متعلقین پر ان

کا یہ انداز گراں گذرتا' وہ مصلحت وضرورت کا تقاضہ سمجھتے کہ حضرت کچھ تو جواب دیں مگر یہاں لاکھوں کروڑوں تیروں کا ایک جواب "نشانہ بننا" تھا نہ کہ "نشانہ لگانا" صورتِ حال پر کبھی بہت ہی دلا سہ زار ہوتے تو فتنہ کے طول وعرض کو واضح کرنے کے لئے فضاء میں اپنی انگشت شہادت گھماتے ہوئے فرماتے کہ "بھائی یہ ہر وقت کی ہو ہو ہمیں تو اچھی نہیں لگتی" ہمارا تو لکھنا پڑھنا ہی ختم ہو گیا۔' وقار اس طرح کوٹ کوٹ کران کی فطرت میں بھرا پڑا تھا کہ کبھی بے وقاری کا کوئی پر تو ان کی زندگی میں نہ نظر آیا.

جس شب میں دارالعلوم پر قبضہ کیا گیا ایک شور تھا اور ایک غل، لاؤڈ اسپیکر سے برابر اعلان ہو رہا تھا کہ:

"قاری صاحب کا جنازہ دارالعلوم سے نکال دیا گیا، اب وہ کبھی لوٹ کر نہیں آئیگا" ہم سے جو ٹکرائیگا پاش پاش کر دیا جائیگا۔"

یہ مبارزانہ جملے مسلسل دارالعلوم کی مسجد کی لاؤڈ اسپیکر سے نشر ہو رہے تھے. وہ حسبِ معمول آخر شب میں تہجد کے لئے بیدار ہوئے. شور ان کے کانوں میں پڑا تو اپنے ایک بیٹے سے دریافت فرمایا کہ "یہ جلسہ اس وقت کہاں ہو رہا ہے" بیٹے نے دفع الوقتی سے کام لیا. ذوق وشوق سے تہجد سے فراغت ہوئی. مرحوم نے منہ میں پان دبایا. پھر پوچھا کہ "اب تک یہ جلسہ ختم نہیں ہوا. عجیب جلسہ ہے کہ ساری رات سے ہو رہا ہے" صبح ہوتے ہوتے دارالعلوم پر غاصبانہ قبضہ کی دلدوز خبران کے کانوں تک پہنچ گئی. مجھے تمام رات دارالعلوم کے جانے سے زیادہ یہ فکر رہا کہ کہیں یہ صدمۂ جانکاہ مرحوم کے لئے جان لیوا نہ بن جائے. صبح درِ دولت پر حاضری ہوئی تو وہ کوہِ وقار تعزیت کرنے والوں کے دہاڑیں سننے کے باوجود تسلی دیتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ "بھائی حکومتیں بدل جاتی ہیں حاکم بدل جاتے ہیں. بادشاہتیں ختم ہو جاتی ہیں، بادشاہ لٹ جاتے ہیں، دارالعلوم کا چلا جانا اور اس پر قبضہ ہو جانا بھی اسی طرح کا ایک واقعہ ہے" اور اس کے بعد یہ فرماتے ہوئے کہ "میں نے اپنے لئے تین چیزیں منتخب کر لیں. سکوت صبر اور

استغناء'' ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گئے.

کانپور کے کچھ لوگوں نے ان کے آخری سفر میں انھیں کریدنا چاہا تو ذرا تلخی کے ساتھ فرمایا کہ میں اس غم کو کھرچ کھرچ کر اپنے دل سے باہر نکالنا چاہتا ہوں اور آپ لوگ مجھے اسی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں''

اس پر مجلس میں سناٹا ہوا اور سوال وجواب کا سلسلہ ہاتھوں سے نکل گیا. ساٹھ سال انھوں نے دارالعلوم کا اہتمام کیا دارالعلوم کی موجودہ تمام ترقیات ان کے میمون عہد کی یادگار ہیں. دارالعلوم ان کے جدّ امجد کا لگایا ہوا گلشن ہے. جس کے بلاشبہ مرحوم باغبان تھے. مگر دارالعلوم کے چلے جانے کے حادثے کے باوجود نہ وہ مضطرب ہوئے نہ ان کے جام صبر وضبط میں کوئی چھلکا لگا. کوئی اور ان کی جگہ پر ہوتا تو تڑپ اٹھتا اور اپنی تڑپ سے ایک عالم کو تڑپا دیتا ان کے مرید بھی تھے. اور معتقد بھی ان کی تحریر جاندار تھی. خطابت کے وہ بادشاہ تھے. دنیا انھیں جانتی تھی، اور وہ عالم میں متعارف تھے. اگر جوابی ومنتقمانہ کارروائی پر اتر آتے یا کم از کم اپنا کیس ہی واقعاتی شکل میں دنیا کے سامنے رکھتے تو حریفوں کے لئے ایک مسئلہ بن جاتے. مگر وہ اپنی زندگی میں شہر خموشاں بنے رہے. حریف ان کی زندہ مزار پر فاتحہ تو کیا پڑھتے اس زندہ درگور کو لاتیں لگاتے رہے. گھونسے چلاتے رہے. منہ چڑاتے رہے. مگر اس عجیب وغریب انسان نے خاموشی کا کفن پاؤں کی انگلی سے تا سر اس طرح پہنا تھا کہ زندہ لاش میں کوئی حرکت وتموج مل ہی نہ سکا.

اور اب تو صرف اتنا ہی ان کے حریفوں سے کہا جا سکتا ہے. **قد تقدم الخصم الی موقع الفصل وانت علی الاثر. متقدم متعلم.**

مگر یقین رکھنا چاہئے کہ ان کی مظلومیت رنگ لائے گی. ان کا صبر ایک نیا تماشہ دکھائیگا. اور اس تماشہ کا شکار ان کے بدترین حریف ہونگے. حلم کے ساتھ خدائے تعالیٰ نے ان کو منکسر المزاجی بقوت عطا کی تھی. چھوٹوں سے بھی معاملہ اس طرح کا فرماتے گویا وہ ان کے بڑے ہیں. اگر کسی کی بات مدلل ہوتی. مقدمہ بھی صحیح اور دلائل بھی

واقعاتی تو پھر بات کسی جانب سے آئے چھوٹا ہو یا بڑا محکوم ہو یا حاکم، ملازم ہو یا آقا. فوراً اسے قبول فرمالیتے. بڑے سے بڑے مجرم کے لئے تنبیہ و سرزنش کا ان کے یہاں جواز ہی نہ تھا. دار العلوم کے ایک دفتر میں کچھ گڑ بڑ ہوئی سب نے ان سے عرض کیا کہ آپ سرزنش فرمائیں ایک عرصہ تک تو اس تلخ فریضہ سے کٹتے رہے. ایک دن بڑے اصرار پر تیار ہوئے. مجرمین کو بٹھایا گیا مرحوم سر بجبیں ہو کر اپنے تمام اطوار و انداز سے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ میں ہی سب سے بڑا مجرم ہوں ایک دل پذیر وعظ ان کے سامنے فرمانے لگے. یہ تلخ فریضہ وہ کس کشمکش سے انجام دے رہے ہیں. اس کا اندازہ آپ کو اس سے ہوگا کہ وہ پسینہ میں شرابور ہو چکے تھے. ندامت سے انھوں نے گردن نہیں اٹھائی. اور جب وہ مجرمین سامنے سے اٹھا دیئے گئے تو سرزنش کے لئے اصرار کرنے والوں سے بڑی تکلیف سے فرمایا کہ "بھائی تم نے مجھ سے بڑا سخت کام لیا"

اگر کوئی ان کی تعریف کرتا اپنی خلقی انکسار کی بناء پر ایک لطیف ترمیم کے ساتھ تعریفی جملہ کو اس طرح واپس فرمادیتے کہ سننے والے عش عش کر کے رہ جاتے. گذشتہ سال سہارنپور میں تشریف فرما تھے. جسے حضرت کی تشریف آوری کی اطلاع ملتی وہ دوڑتا ہوا پہنچ رہا تھا نشست گاہ بھر چکی تھی. اور سامنے بھی آدمی کھڑے تھے. اتنے میں یو پی کے وزیر کابینہ یشپال صاحب پہنچ گئے. انھوں نے بہت سوچ سمجھ کر مجمع کی کثرت پر عرض کیا کہ "حضرت جہاں شہد ہوتا ہے وہیں مکھیاں پہنچ جاتی ہیں" برجستہ فرمایا کہ "بھائی شہد کو بھی تو مکھیاں بناتی ہیں" وزیر موصوف اس برجستگی اور بذلہ سنجی پر انگشت بدنداں رہ گئے.

انتقام ان کے مزاج میں ڈھونڈے سے نہ ملتا حریف حلقہ کے ایک جغادری نے مجھ سے خود کہا کہ "فلاں صاحب کی وفات کے بعد ہمیں یقین تھا کہ مہتمم صاحب" ہمارا تیا پانچہ کریں گے مگر داد دیجئے اس شخص کے مزاج و اخلاق کو کہ منتقمانہ آنکھ بھی ہماری طرف نہ اٹھائی"

دار العلوم کا موجودہ عملہ باستثناء دو چار کے سب ان کے زیر احسان ہیں انھیں

کی شفقتوں اور عنایات نے انھیں برسر روزگار کیا. ترقی دی منصب بڑھایا. پھر اکثریت ان میں سے ایک دشمن کی حیثیت سے سامنے آگئی، مگر اس مردِ درویش نے اس ذلیل مظاہرہ پر کسی دن کسی مجلس میں یہ بھی نہ کہا کہ فلاں صاحب میرے ممنونِ کرم ہیں. یا میں ان کا محسن ہوں'' ان کے سکوت وخاموشی سے بعض اوقات شدید نقصان پہونچتا مگر یہ خاموشی ان کی فطرت ثانی بن چکی تھی.

مجلس شوریٰ کو توڑنے کا ان پر الزام عاید کیا گیا حاشاء وکلا انھوں نے اس طرح کا کوئی قدم نہ اٹھایا تھا بلکہ دلی کنونشن میں جب یہ عوامی مطالبہ ان سے کیا تو اس مطالبہ کی غیر معقولیت پر آدھ گھنٹہ تک بولتے رہے. تقریر کا ٹیپ آج تک موجود ہے. مگر ایک نادان نے ''مجلسِ شوریٰ ٹائیں ٹائیں فش'' کا پوسٹر نکال دیا اور یہ سفاہت و نادانی مرحوم کے کھاتہ میں پہونچی. مگر وہ اس پر بھی خاموش رہے. انھیں اپنے گلشن دارالعلوم سے کس درجہ پیار تھا. اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ دارالعلوم کے دروازے ایک سال سے زائد عرصہ گذرا ان پر بند کر دیئے گئے تھے. اور اس مسلح انداز میں کہ مرحوم کی پرچھائی بھی دارالعلوم پر نہیں پڑ سکتی تھی. مگر ان کی آخری آرزو یہ تھی کہ میرا جنازہ دارالعلوم میں پڑھا جائے. الحمد للہ کے ان کے اقرباء نے اپنے جذبات واحساسات کو ان کی آخری آروز کی تکمیل میں حائل نہیں ہونے دیا. آہ کہ وہ دارالعلوم میں زندہ نہ جا سکے. بلکہ ان کا لاشاہی کاندھوں پر سوار ہو کر دارالعلوم پہونچا. ان کے ساتھ یہ ظلم کرنے والے خدا اور خدا کی خدائی کو کیا جواب دیں گے یقین ہے کہ کوئی عیارانہ جواب اس کے لئے ڈھال بنا لیا ہوگا. اب وہ شہر خموشاں کے مکیں ہیں. اور زبانِ حال سے ان کی نمناک مشیت یہ کہہ رہے ہے.

دم بخود ہیں مقبروں میں ہوں نہ ہاں کچھ بھی نہیں

مگر کیا عجیب ہے کہ چپ ہونے والی زبان احکم الحاکمین کے یہاں استغاثہ کرے. اور اگر ایسا نہیں ہوا تو پھر یہ یقین ہوگا.

قریب ہے یارو روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

وہ تین سال سے مطعون و مجروح کر دیئے گئے تھے ان کی کردار کشی کے لئے جائز و ناجائز، گفتنی و ناگفتنی سب روا کر لیا گیا تھا۔ اب ان کا پورا خاندان دارالعلوم سے باہر ہے۔ نہ کسی کے پاس اقتدار اور نہ کوئی دارالعلوم کے سنگھاسن پر براجمان لیکن ان کا جنازہ جس شان و شوکت سے اٹھا جس اخلاص واحتشام سے اٹھایا گیا وہ گویا کہ قدرت کے اس حکم کی تعمیل ہے۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے اٹھے

موت العالِم موت العالَم

(از: مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ رسابق مدیر ماہنامہ برہان دہلی

وادریغا! دودمان قاسمی کا لعل شب چراغ گم ہوگیا. چمن زار دار العلوم دیوبند کا گل سرسبد مرگ کی بادِ صرصر سے نذر خزاں ہوگیا، بزم علم وعرفان کی شمع فروزاں بجھ گئی، حسن بیان وخطابت کے ایوان مین زلزلہ آ گیا، مسند وعظ و مصطبہٗ ارشاد وہدایت بے رونق ہوگئے، یعنی ۱۷رجولائی کو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کم و بیش ۸۸ربرس کی عمر میں عالم آب وگل کو خیر آباد کہہ کر عالم آخرت کی طرف منتقل ہوگئے. انا للّٰہ وانا الیہ راجعون. شب میں عشاء کی نماز کے بعد ہزاروں ماتم گساروں کے مجمع میں نمازِ جنازہ دار العلوم کے احاطہ مولسری میں ادا کی گئی. اور پھر تدفین جدامجد نور اللہ مرقدہٗ کے پہلو میں ہوئی، اس طرح گویا۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا کا خمیر تھا

کل من علیہا فان. ویبقیٰ وجہ ربك ذوالجلال والاکرام.

حضرت مرحوم جب پیدا ہوئے یہ دار العلوم دیوبند کے اوجِ شباب کا زمانہ تھا، اساتذہ کرام اپنے اپنے فن میں یگانۂ روزگار تھے، جن کے علم وفضل اور مہارت فن کا آوازہ ممالک غیر میں بھی دور دور تک پہونچا ہوا تھا. پھر اس دور کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ اصحاب درس تدریس خود بھی روحانی اور باطنی کمالات کے حامل اور جامع ہوتے تھے، اور ان کے علاوہ تھانہ بھون سہارنپور اور دیوبند میں مستقل طور پر طریقت و معرفت کی درسگاہیں قائم تھیں اور دار العلوم جس کا نام تھا وہ درحقیقت انھیں دونوں قسم کے علوم وفنون کی تعلیم وتربیت گاہ تھی، غرض کہ ایک طرف یہ سرچشمہائے فیض تھے جو پوری آب وتاب کے ساتھ رواں دواں تھے اور دوسری جانب حضرت مرحوم خانوادۂ

قاسمی کے چشم و چراغ ہونے کے باعث ہر ایک کے نورِ نظر اور لختِ جگر تھے اور خود بھی ذاتی طور پر نہایت ذہین اور طباع، روشن ضمیر و نکتہ رس تھے، اور طالب علم کا جوہر فطری رکھتے تھے، پھر کسر کس بات کی تھی، جوان ہوئے تو حافظ قرآن اور قاری خوش الحان ہونے کے ساتھ ایک پختہ استعداد کے بالغ النظر عالم ہوگئے۔

اس زمانہ میں دارالعلوم کے مہتمم اگرچہ حضرت مرحوم کے والد ماجد حافظ محمد احمد صاحب مرحوم تھے لیکن اہتمام کا سارا کام نائب مہتمم مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ کرتے تھے جو عربی زبان کے ادیب اور بلند پایہ شاعر ہونے کے علاوہ حد درجہ ذہین، معاملہ فہم اور اعلیٰ درجہ کے مدبر اور منتظم تھے، سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ بلا کے مردم شناس اور مردم آفریں تھے، وہ مدرسہ کے ہونہار طلبا پر کڑی نگاہ رکھتے تھے چنانچہ اس قسم کے طلبا میں سے جب کوئی فارغ التحصیل ہوتا تو اس کو روک لیتے، اور اس کے ذوق اور استعداد کے مطابق مدرسہ کی کوئی خدمت اس کے سپرد کر دیتے تھے، اسی قسم کے فارغ التحصیل طلباء کے لئے انھوں نے مدرسہ میں معین المدرسین کا ایک شعبہ قائم کر رکھا تھا، حق یہ ہے کہ اپنے اس جوہر مردم شناسی و مردم آفرینی کے زیر سایہ مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ نے نامور اساتذہ علم وفن مقرر اور خطیب، مناظر اور واعظ، مفتی، مصنف، صحافی، شاعر اور ادیب، اس کثرت سے پیدا کئے کہ انھوں نے ملک میں پھیل کر ہر شعبۂ زندگی میں اپنا اثر و نفوذ قائم کیا۔

ظاہر ہے، مولانا کی نگہ دور رس سے معدن قاسمی کا یہ گوہر تاباں کیونکر مخفی رہ سکتا تھا، آپ نے موصوف کو اپنی تربیت خاص کی آغوش میں لے کر اس طرح تربیت کی کہ موصوف کی فطرت وطبیعت کا ایک ایک جوہر قابل نشو ونما پانے اور پروان چڑھنے لگا، چنانچہ آپ درس تو دیتے ہی تھے حسن بیان و خطابت کی خلقی استعداد و صلاحیت کے باعث جلسوں میں تقریر کی غرض سے ادھر ادھر بھی بھیجے جانے لگے، لیکن سوال یہ تھا کہ گلشن دارالعلوم کے اس نہال نو کا آئندہ کیریر (Carier) کیا ہو؟ موصوف میں اہتمام وانتظام کی صلاحیت بہت اچھی تھی، علاوہ ازیں ان اوصاف و کمالات سے بھی متصف

تھے، جو مدرسہ کی ترقی و توسیع میں ممد و معاون ہوسکتی تھیں، ان امور کے پیش نظر مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی نے فیصلہ کیا کہ انھیں آئندہ مدرسہ کا مہتمم ہونا ہے، چنانچہ آپ نے ان کو اپنا معین و مددگار یعنی نائب مہتمم مقرر کرلیا۔

یہ ذکر اس زمانہ کا ہے جب کہ راقم الحروف دارالعلوم دیوبند کا طالب علم تھا.اس کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی کا انتقال ہوگیا تو حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم بنادیئے گئے.اگرچہ آپ کی شہرت اور ملک میں مقبولیت کا آغاز نیابت اہتمام کے زمانہ میں ہی ہوگیا تھا، لیکن مہتمم ہونے کے بعد وقت آیا کہ آپ کے اوصاف و کمالات پورے طور پر ابھریں اور جلا پائیں یہ کمالات تین قسم کے تھے، علمی، عملی، اور اخلاقی، اول الذکر کمال تو یہ تھا کہ علوم وفنون میں پختہ استعداد کے ساتھ ایک طرف حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کی تصنیفات و تالیفات پر گہری نظر رکھتے تھے، اور دوسری جانب حضرت تھانویؒ سے بیعت کا تعلق رکھتے تھے، ظاہر ہے کہ جو شخص ان دونوں نابغہ روزگار بزرگوں کے علوم وفنون پر حاوی ہو اس کو شریعت و طریقت کا رمز شناس و نکتہ داں بننے کیلئے اور کیا درکار ہے پھر اس پر حسن تقریر و خطابت کا ملکہ خداداد سونے پر سہاگہ! گھنٹوں بولتے تھے، زبان بڑی شگفتہ اور شائستہ، کہیں کہیں ظرافت اور مزاح کے چھینٹے، آواز از اول تا آخر یکساں، نہ زیر و بم نہ اتار چڑھاؤ، مگر ساتھ ہی منطقی استدلال اور فلسفیانہ تشقیق، اس لئے تقریر عوام و خواص دونوں کی کام کی، بات سے بات اور نکتہ در نکتہ، پھر معلومات کی کثرت اور طبعیت کی روانی کا یہ عالم کہ کیا مجال، ایک تقریر کا مضمونہ دوسری تقریر میں مکرر آجائے، میرے نزدیک یہ کچھ فیضان حضرت نانوتویؒ اور حضرت تھانویؒ کا تھا۔

عملی کمال یہ تھا کہ کارکردگی کی صلاحیت غیر معمولی تھی، جس کام کو کرتے تھے پوری توجہ اور یکسوئی سے کرتے تھے، ہم نے بارہا دیکھا ہے، ایک مجمع میں بیٹھے ہیں، لوگ بات چیت میں مصروف ہیں، اور آپ ایک گاؤ تکیہ سے ٹیک لگائے اور کاتبوں کی

طرح بیٹھے کوئی مضمون مسلسل لکھے جا رہے ہیں، خالی بیٹھنا تو جانتے ہی نہ تھے، ہر وقت کام سے کام تھا، اخلاقی اعتبار سے وہ اس شعر کا مصداق تھے۔

ہینون لینون ایسارُ ذوو کرم ☆ سواس مکرمۃ ابناء ایسارٖ

خندہ جبیں و شگفتہ، نرم دم گفتگو اور نرم خو، حلیم و بردبار، متواضع و منکسر المزاج پھر ظاہری حسن و وجاہت بھی ایسی کہ ہزاروں میں ایک نظر آتے تھے، حسن قراءت کا یہ عالم کہ وجد آفریں و کیف آور، غرض کہ یہ کمالات سہ گانہ تھے جنھوں نے مولانا کی شخصیت کو برصغیر میں کے علماء میں بہت نمایاں اور ممتاز کر دیا تھا۔ اور آپ سچ مچ سرخیل طائفہ بن گئے تھے، اللہ کے فضل و کرم سے عمر کافی طویل پائی، اس لئے جس طرح آپ کے اہتمام کی مدت دارالعلوم کے تمام سابق مہتمموں کی مدت اہتمام سے زیادہ ہے، اسی طرح مدرسہ میں جو توسیع و ترقی آپ کے عہد میں ہوئی، کسی کے عہد میں نہیں، آپ کی فیض رسائی کا دائرہ برصغیر تک محدود نہیں رہا بلکہ ایشیا اور افریقہ کے دور دراز خطوں کے علاوہ امریکہ اور یورپ پر محیط ہو گیا، اس لئے آپ کا حادثۂ وفات عالم اسلام کا وہ عظیم دوسرا المیہ ہے جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی وفات کے بعد پیش آیا ہے، آپ کے سانحۂ ارتحال سے دارالعلوم دیوبند کا ایک دَور اور ایک عہد ختم ہو گیا۔

مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی اور حضرت قاری صاحب دونوں ہم جماعت اور ہم درس ہونے کے علاوہ وہ بھی صاحبزادہ اور یہ بھی صاحبزادہ، اس لئے ہم مرتبہ ہم مقام بھی تھے۔ اس لئے دونوں میں بڑی دوستی اور بڑی بے تکلفی تھی، لیکن میں ایک جونیر طالب علم تھا، اس لئے حضرت مرحوم سے کوئی سابقہ نہ تھا۔ البتہ ان کے برادر خورد مولوی محمد طاہر مرحوم بڑے ہنسوڑ، خوش مزاج و یار باش انسان تھے، ان سے بڑی دوستی اور بے تکلفی تھی، میں ان کے گھر جاتا اور وہ میرے کمرہ میں آتے، اور ہم دونوں گھنٹوں گپ شپ کرتے رہتے تھے، البتہ ۱۹۶۲ء میں مجلس شوریٰ کا ممبر منتخب ہوا تو اب حضرت مرحوم سے بھی ذاتی تعلقات پیدا ہو گئے جو محض رسمی اور واجبی نہ تھے بلکہ حقیقی اور قلبی و روحانی

تھے، اب ان سے صرف ادب و احترام کا تعلق نہ تھا بلکہ محبت اور تعلق خاطر کا بھی تھا، محبت کبھی یک طرفہ نہیں ہوتی، بلکہ متعدی ہوتی ہے، چنانچہ ادھر بھی ایسا ہی تھا، اس کا پائدار ثبوت یہ ہے کہ حضرت کا ذوق شعر و ادب بھی بڑا پاکیزہ تھا اور خود بھی قادر الکلام شاعر تھے، ایک مرتبہ انھوں نے اپنے ایک قصیدہ کے ایسے چند اشعار خود اپنے قلم سے لکھ کر مجھ کو عنایت فرمائے جن میں ازراہ شفقت بزرگانہ اس ہیچ میرز کی نسبت ایسے خیالات کا اظہار کیا گیا تھا جن کو پڑھ کر میں شرم سے پانی پانی ہوگیا، میں نے یہ تحریر تبرک سمجھ کر حفاظت سے رکھ لی، ایک مرتبہ خیال ہوا کہ تحدیث نعمت کے طور پر ان اشعار کو برہان میں چھاپ دوں لیکن خودستائی کے ڈر سے، جہاں میں برہان کی ڈاک سے اس قسم کے روزانہ دو تین خط نہیں چھاپتا، ان اشعار کو بھی صرف اپنے تک محدود رکھا، آج یہ شفقت و محبت اور التفات خاص و مراعات یاد آتے ہیں تو دل بے چین ہو جاتا اور تڑپ اٹھتا ہے اور یہ حادثہ ملی و قومی ہی نہیں بلکہ ذاتی اور شخصی بھی ہو جاتا ہے، مگر بہر حال بقول غالبؔ:

صبر کرتے ہی بنے گی غالبؔ ☆ واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

❀❀❀

حکیم الاسلام ایک عظیم شخصیت

از: شیخ الاسلام علامہ جسٹس مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی نور اللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی دارالعلوم دیوبند کے اس بابرکت دور کی دلکش یادگار تھی، جس نے حضرت شیخ الہندؒ، حضرت حکیم الامت تھانویؒ، حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ اور ان جیسے دوسرے حضرات کا جلوہ جہاں آراء دیکھا تھا. جس ہستی کی تعلیم و تربیت میں علم و عمل کے ان مجسم پیکروں نے حصہ لیا ہو اس کے اوصاف و کمالات کا ٹھیک ٹھیک ادراک بھی ہم جیسوں کے لئے مشکل ہے. لیکن یہ ضرور ہے کہ حضرت حکیم الاسلام قدس سرہٗ کے پیکر میں معصومیت، حسن اخلاق اور علم و عمل کے جو نمونے ان آنکھوں نے دیکھے ہیں ان کے نقوش دل و دماغ سے محو نہیں ہوسکتے.

حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قدس سرہٗ بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے پوتے تھے. اور اللہ تعالیٰ نے حکمت دین کی جو معرفت حضرت نانوتویؒ کو عطا فرمائی تھی اس دور میں حضرت قاری صاحب اس کے تنہا وارث تھے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے علوم کو جن حضرات نے اپنے مزاج و مذاق میں جذب کرکے انہیں شرح و بسط کے ساتھ امت کے سامنے پیش کیا ان میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی قدس سرہٗ کے بعد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا کوئی ثانی نہیں تھا. حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کو تعلیم سے فراغت کے بعد تدریس و تصنیف کے لئے باقاعدہ وقت بہت کم ملا. اور نوعمری ہی میں دارالعلوم دیوبند جیسے عظیم الشان ادارے کے انتظام و انصرام کی ذمہ داریاں ان کے کندھوں پر آگئیں. ان ذمہ داریوں کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسان کو

عموماً علمی مشاغل سے دور کر کے اس کی علمی استعداد پر بہت برا اثر ڈالتی ہیں. لیکن حضرت قاری صاحبؒ کا معاملہ اس لحاظ سے بھی حیرت انگیز تھا. انتظامی بکھیڑوں میں مبتلا رہنے کے باوجود ان کا علمی مذاق ہمیشہ تازہ اور ان کی علمی استعداد سدا بہار رہی، احقر کے والد ماجد مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ اور حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ بچپن سے ایک دوسرے کے ساتھی اور زندگی کے ہر مرحلے میں ایک دوسرے کے رفیق رہے ہیں، دونوں نے دارالعلوم دیوبند میں ساتھ پڑھا ساتھ فارغ ہوئے، ساتھ ہی پڑھانا شروع کیا، دونوں ایک ہی وقت حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے، اور پھر حضرتؒ کی وفات کے بعد ایک ہی ساتھ تھانہ بھون حاضر ہو کر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور تقریباً دونوں کو ساتھ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی طرف سے خلافت عطا ہوئی. ۱۳۴۵ھ میں سب سے پہلا حج بھی دونوں نے ساتھ کیا. غرض ظاہری تعلیم اور باطنی تربیت سے لے کر سیر و تفریح تک ہر چیز میں دونوں کی رفاقت مثالی رفاقت تھی. پھر جب قیام پاکستان کی تحریک شروع ہوئی اور آزادی ہند کے طریق کار سے متعلق علماء دیوبند کے درمیان اختلاف رونما ہوا تو حضرت والد صاحبؒ کی طرح حضرت قاری صاحبؒ کا نقطہ نظر بھی حکیم الامت حضرت تھانویؒ اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی رائے کی طرف مائل تھا لیکن حضرت قاری صاحبؒ نے اپنے کو عملی سیاست سے بالکلیہ یکسو کر کے ہمہ تن دارالعلوم دیوبند کی خدمت کے لئے وقف کیا ہوا تھا. اس لئے یہ نقطہ نظر اسٹیج پر نہ آ سکا. حضرت والد صاحبؒ قیام پاکستان کے بعد یہاں تشریف لے آئے اور حضرت قاری صاحبؒ کے لئے دارالعلوم کی گراں بار ذمہ داری کے پیش نظر دیوبند چھوڑنے کا سوال ہی نہ تھا. لیکن یہ بات میں نے حضرت قاری صاحبؒ سے بارہا سنی کہ جس روز حضرت مفتی صاحبؒ پاکستان کے لئے روانہ ہوئے اس روز میں دن بھر روتا رہا. آپ نے حضرت والد صاحبؒ کی وفات کے موقع

پر جو تعزیتی مکتوب ارسال فرمایا اس میں بھی لکھا تھا کہ:

"تقسیم ملک کے بعد آپ نے پاکستانی قومیت اختیار فرمائی اور یہاں سے ہجرت فرما کر پاکستان تشریف لے گئے کسی مرنے والے کے لئے بھی اتنا کبھی نہیں رویا تھا جتنا آپ کے فراق پر رویا تھا، یہ حالت دیکھ کر سب گھر والے پریشان ہوگئے تھے کہ آخر کیا حادثہ پیش آگیا جو اتنا گریہ طاری ہے. یہ تعلق کی بناء پر تھا کہ ابتدائے عہد سے ہم رفیق رہے تھے"

اس کے بعد سے وہ ہمہ وقتی رفاقت چھوٹ گئی. قلب وروح کا رشتہ کسی مرحلے پر نہ ٹوٹا ایک مرتبہ حضرت قاری صاحبؒ نے خط میں حضرت والد صاحبؒ کو لکھا کہ:

"کل یہاں مستحسن صاحب فاروقی کے ساتھ مولوی ظہور احمد صاحب نے میری بھی دعوت کی تھی، آپ ہی کے مکان سے متصل منشی بشیر احمد صاحب مرحوم کے مکان میں کھانا کھلایا. مکان دیکھ کر مکینوں کی یاد تازہ ہوگئی اور دیر تک اس تصور میں استغراق رہا."

یہ لکھنے کے بعد حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ نے متمم بن نویرہ کے ان اشعار سے تمثل فرمایا کہ:

وکنا کندمانی جذیمة حقبة ❁ من الدهر حتی قیل لن یتصدعا

فلما تفرقنا کانی ومالکا ❁ لطول اجتماع لم نبت لیلة معا

قیام پاکستان کے بعد بارہا حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کراچی تشریف لائے، اور یہ ممکن نہیں تھا کہ کراچی تشریف لانے کے بعد آپ دارالعلوم تشریف نہ لائیں، چنانچہ ہر بار خدام دارالعلوم کو اپنی شفقتوں سے بہرہ ور فرماتے طلباء اور اساتذہ سے خطاب بھی ہوتا. اور پھر حضرت والد صاحبؒ اور ان کے درمیان جو باغ و بہار مجلس ہوتی اس میں علمی تبادلہ خیال کے علاوہ ماضی کے تذکرے زمانہ طالب علمی کی یادیں، اساتذہ کے واقعات اور نہ جانے کتنے موضوعات پر گفتگو ہوتی اور ہم خدام کو افادات کا

نہ جانے کتنا خزانہ ہاتھ آ جاتا.

اللہ تعالیٰ نے حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کو تصنیف اور خطابت دونوں میں کمال عطا فرمایا تھا. اگرچہ انتظامی مشاغل کے ساتھ سفروں کی کثرت تھی اور یہ سفر حضرتؒ کی زندگی کا جزو لازم بن کر رہ گئے تھے. حساب لگایا جائے تو عجب نہیں کہ آدھی عمر سفر ہی میں بسر ہوئی ہو، لیکن حیرت ہے کہ اتنی مصروفیات کے باوجود آپ تصنیف و تالیف کا وقت نکال لیتے تھے.

چنانچہ آپکی دسیوں تصانیف آپ کے بلند علمی مقام کی شاہد ہیں اور ان کے مطالعہ سے دین کی عظمت و محبت میں اضافہ ہوتا ہے. جہاں تک وعظ و خطابت کا تعلق ہے اس میں تو اللہ تعالیٰ نے حضرتؒ کو ایسا عجیب و غریب ملکہ عطا فرمایا تھا کہ اس کی نظیر مشکل سے ملیگی. بظاہر تقریر کی عوامی مقبولیت کے جو اسباب آج کل ہوا کرتے ہیں حضرت قاری صاحبؒ کے وعظ میں وہ سب مفقود تھے. نہ جوش و خروش نہ فقرے چست کرنے کا اندازہ، نہ پر تکلف لسانی، نہ لہجہ اور نہ ترنم اور نہ خطیبانہ ادائیں لیکن اس کے باوجود وعظ اس قدر موثر دلچسپ اور مسحور کن ہوتا تھا کہ اس سے عوام اور اہل علم دونوں یکساں طور پر محظوظ اور مستفید ہوتے تھے. مضامین اونچے درجے کے عالمانہ اور عارفانہ لیکن الفاظ و معانی کی ایک نہر سلسبیل تھی جو یکساں روانی کے ساتھ بہتی اور قلب و دماغ کو نہال کر دیتی تھی. ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منہ سے ایک سانچے میں ڈھلے ہوئے موتی جھڑ رہے ہیں. ان کی تقریر میں سمندر کی طغیانی کے بجائے ایک باوقار دریا کا ٹھہراؤ تھا جو انسان کو زیر و زبر کرنے کے بجائے دھیرے دھیرے اپنے ساتھ بہا کرلے جاتا تھا.

حضرت قاری صاحبؒ نے مخالف فرقوں کی تردید کو اپنی تقریر کا موضوع کبھی نہیں بنایا لیکن نہ جانے کتنے بھٹکے ہوئے لوگوں نے ان کے مواعظ سے ہدایت پائی اور کتنے غلط عقائد و نظریات سے تائب ہوئے.

لاہور میں ایک صاحب علماء دیوبند کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈہ سے بہت

متاثر اور علماء دیو بند سے بری طرح برگشتہ تھے. طرح طرح کی بدعات میں مبتلا بلکہ ان کو کفر ایمان کا معیار قرار دینے والے اتفاق سے حضرت قاری صاحبؒ لاہور تشریف لائے اور وہاں ایک مسجد میں آپ کے وعظ کا اعلان ہوا. یہ صاحب خود سناتے ہیں کہ میں اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ ان کے وعظ میں اس نیت سے پہنچا کہ انہیں اعتراضات کا نشانہ بناؤں گا اور موقع ملا تو اس مجلس کو خراب کرنے کی کوشش کرونگا لیکن اول تو ابھی تقریر شروع بھی نہ ہوئی تھی کہ حضرت قاری صاحبؒ کا معصوم اور پرنور چہرہ دیکھ کر ہی اپنے عزائم میں زلزلہ سا آگیا. دل نے اندر ہی گواہی دی کہ یہ چہرہ کسی بے ادب، گستاخ یا گمراہ کا نہیں ہو سکتا. پھر جب وعظ شروع ہوا اور اس میں دین کے جو حقائق معارف سامنے آئے تو پہلی بار اندازہ ہوا کہ عالم دین کسے کہتے ہیں؟ یہاں تک کہ تقریر کے اختتام تک میں حضرت قاری صاحبؒ کے آگے موم ہو چکا تھا. میں نے اپنے سابقہ خیالات سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے بزرگان دین کے بارے میں ایسی بدگمانیوں سے نجات عطا فرمائی. برصغیر کا تو شاید ہی کوئی کونہ ایسا ہو کہ جہاں قاری صاحب کی آواز نہ پہنچی ہو. اس کے علاوہ افریقہ، یورپ اور امریکہ تک آپ کے وعظ وارشاد کے فیوض پھیلے ہوئے ہیں اور ان سے نہ جانے کتنی زندگیوں میں انقلاب آیا ہے.

دارالعلوم دیو بند کا منصب اہتمام کوئی معمولی چیز نہ تھی، حضرت قاری صاحبؒ نے پچاس سال سے زائد اس منصب کی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی سے نبھایا. اس دوران دارالعلوم پر نہ جانے کتنے کٹھن اور نازک دور آئے، لیکن حضرت قاری صاحبؒ نے ان تمام جھمیلوں کو نمٹایا اور اپنی ساری زندگی دارالعلوم کی خدمت کے لئے وقف کر دی. سخت سے سخت مرحلوں پر بھی انہیں پرسکون ہی دیکھا. اجلاس صد سالہ کا ہنگامہ دارالعلوم کے منتظمین کے لئے ایک کڑی آزمائش کی حیثیت رکھتا تھا. دیو بند جیسی مختصر جگہ میں لاکھوں افراد کے اجتماع کا انتظام انتہائی مشکل کام تھا. کوئی اور ہوتا تو اس موقع پر اس سراسیمگی سے نجات حاصل نہ کر سکتا لیکن ٹھیک اجلاس کے افتتاح کے روز حضرت

قاری صاحبؒ کے پاس حاضری ہوئی تو حسب معمول انہیں متبسم اور پرسکون دیکھا۔ چہرے پر تھکن ضرور تھی لیکن گھبراہٹ اور پریشانی نام کو نہ تھی۔

افسوس ہے کہ اجلاس صد سالہ کے بعد دارالعلوم دیوبند میں باہمی اختلافات نے جن ہنگاموں کی شکل اختیار کی انھوں نے ماضی کے تمام ہنگاموں کو مات کردیا۔ دور ہونے کی وجہ سے ہمیں تمام حالات و واقعات سے واقفیت تو نہ تھی لیکن اس بات سے دل بے چین تھا کہ اس آخری عمر میں حضرت قاری صاحبؒ پر ان ہنگاموں کی وجہ سے کیا بیت رہی ہوگی؟ اس زمانے کے حالات اس قدر پیچیدہ ہیں اور ان کے بارے میں ملنے والی اطلاعات اتنی متضاد ہیں کہ اب حق و ناحق کا فیصلہ تو شاید آخرت ہی میں ہو سکے گا، لیکن اتنی بات واضح ہے کہ حضرت قاری صاحبؒ کے چھوٹوں نے ان کی نصف صدی سے زائد کی خدمات کا جو صلہ اس آخری عمر میں ان کو دیا ہے وہ انتہائی تکلیف دہ ہے۔ حضرت قاری صاحبؒ کی زندگی تک ایک ضعیف سی امید باقی تھی کہ شاید اس بحران کا کوئی مناسب حل نکل آئے، لیکن اب ان کی وفات نے اس امید کو بھی خاکستر کردیا۔ حضرت قاری صاحبؒ کے دم سے دارالعلوم دیوبند میں بزرگوں کی روایات زندہ تھیں اور اس کے مخصوص مزاج و مذاق کی جھلک باقی تھی اب دارالعلوم کی ان روایات کا اللہ ہی حافظ ہے۔ حضرت قاری صاحبؒ کی وفات بلاشبہ پوری امت کے لئے عظیم سانحہ ہے، وہ ۶؍شوال المکرم ۱۴۰۳ھ کو ہمیں داغ مفارقت دے کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے تھے۔ حضرت قاری صاحبؒ دارالعلوم دیوبند میں سلف کی آخری یادگار تھے۔ ان کی وفات کسی ایک شخص کی وفات نہیں۔ یہ ایک پورے عہد کا اس کے مزاج و مذاق کا اور اس کی دل آویز خصوصیات کا خاتمہ ہے۔ اور اس کے سانحے کی ٹیس نہ جانے کب تک دلوں میں تازہ رہے گی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وما كان قيس هلكه هلك واحد ❁ ولكنه بنيان قوم تهدما

❁❁❁

ایک جامع کمالات شخصیت

کچھ باتیں کچھ یادیں

خادمِ حکیم الامت حضرت مولانا امیر احمد صاحب مدظلہ مظاہری
مدرسہ مظہر العلوم شوندت

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم ❁ کرشمہ دامنِ دِل می کشد کہ جا ایں جاست

حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا سانحہ ارتحال کوئی معمولی حادثہ نہ تھا جس کو سرسری نظر اور بے التفاتی کی نگاہ سے دیکھا جاتا، اور آئے دن کے انقلابات زمانہ اور تغیرات روزگار پر محمول کرلیا جاتا ایسی جامع کمالات علمیہ اور صفات جمیلہ سے آراستہ ہستی کا دنیا سے رخصت ہوجانا امتِ مسلمہ کے لیے سخت محرومی اور حرماں نصیبی ہی کہا جاسکتا ہے، حضرت حکیم الاسلام کی موت حقیقتاً موت العالم موت العالم کا صحیح مصداق ہے جس کا بدل عالم اسباب میں بظاہر ناممکن نہیں نظر آتا ہے، ایسی نادرۂ روزگار ہستی کہیں صدیوں کے بعد عالمِ ظہور میں آتی ہے۔ ؂

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ کے اوصاف کمالیہ اس قدر وسیع و وقیع ہیں کہ ان کو بیان کرنے کے لیے ایک دفتر چاہیے پھر بھی شاید علی وجہ الکمال بیان نہ ہوسکیں ؏

سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

مبدأ فیاض نے ہر وصف اتنی وافر مقدار میں جمع کردیا ہے، اگر صرف ایک وصف ہی کسی انسان کے اندر پیدا کردیا جائے تو اس کے شرف اور عزت و عظمت

وشہرت کے لیے کافی ہو جائے۔

لیس علی اللہ المبستنکر ❁ ان الجمیع العالم فی عالم

یہی وجہ ہے کہ دنیائے اسلام نے ان کی وفات کو زبردست علمی نقصان دینی اعتبار سے عظیم ناقابل تلافی خسران محسوس کیا ہے، ملک اور بیرون ملک میں تعزیتی جلسے ہو رہے ہیں ہر طبقہ کے علماء ومفکرین اور مشاہیر امت غم واندوہ اور سوگ سے بھرے بیانات شائع کر رہے ہیں۔ ہر زبان اور ہر مکتبِ فکر کے اخبارات ورسائل سیاہ کالموں کے ساتھ ماتم کر رہے ہیں۔ اور آپ کے علمی ودینی کارناموں کو پیش کر کے خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں۔ انتہا یہ ہے کہ وہ بد بخت گروہ بھی اس سلسلہ میں پیش پیش ہے کہ جو صد سالہ اجلاس کے بعد اس فرشتہ خصلت انسان پر حضرتؒ پر کرب سبت وشتم اور بے بنیاد الزامات کے تیر ونشتر چلاتا کرتے تھے۔ بعض مدیران اخبار ''حکیم الاسلام نمبر'' نکالنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ میرے بعض دوستوں نے مجھ سے بھی فرمائش کی کہ تو بھی اس سلسلہ میں کچھ لکھ کیوں کہ حضرت سے ۵۰ رسالہ عقیدتمندانہ، ونیازمندانہ تعلق کی بناء پر ان حضرات کو مجھ سے حسن ظن ہے کہ میں بھی اس مجلس غم میں شریک ماتم ہو سکوں گا اور۔

آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں ❁ تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

کا مصداق ہوں گا۔

حالاں کہ میں اپنی کوتاہ قلمی اور عدیم الفرصتی کی وجہ سے اپنے کو معذور سمجھتا ہوں، لیکن احباب کے تقاضے سے مجبور ہو کر حضرتؒ کے کمالات علمیہ وعملیہ، بحر ذخار میں سے چند قطرے پیش کر کے شریک محفل غم ہو رہا ہوں لکھنے والے بہت کچھ رہے ہیں لکھتے رہیں گے، لیکن حضرتؒ کے کمالات کا حق پھر بھی شاید ادا نہ ہو سکے۔

حکیم الاسلامؒ کی پیدائش

معتبر روایت سے معلوم ہوا ہے کہ آپ کی پیدائش ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۷ء یکشنبہ میں ہوئی جس

سے پورے خاندان قاسمی، اور فضلائے دار العلوم دیوبند میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، تاریخی نام مظفر الدین تجویز ہوا، اور اصل نام محمد طیب، خانگی ماحول علمی و دینی تھا، وہی اثرات آپ کے دل و دماغ پر چھا گئے، جب کچھ ہوش و گوش صحیح ہوئے اور یہ سن شعور کو پہنچے تو آپ کی بسم اللہ مشہور اکابر دار العلوم کی موجودگی میں ہوئی۔

وقت کے اکابر علماء و بزرگانِ دین کے علاوہ حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ (والد بزرگوار حضرت شیخ الہندؒ) بھی موجود تھے جنھوں نے بسم اللہ کرائی۔ جو اس وقت کے موجود علماء حضرات میں عمر اور علم و فضل میں ممتاز تھے۔ بسم اللہ کے بعد حاضرین علماء ربانیین نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، اور ظاہر ہے جس دل سوزی، اور خلوص کے ساتھ دعا ہوئی ہوگی اس کے لیے اجابت حق تعالیٰ کے دروازے سے استقبال کے لیے کیوں نہ آئی ہوگی، چناں چہ اسی مجلس بسم اللہ میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ والد بزرگوار حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ نے ایک تہنیت نامہ پڑھا۔

جمع یہ مکتبِ طیب کی مبارک تقریب
کچھ عجب طرح کا جلسہ تھا نئی طرح کی سیر
رب یسر جو کہا اس نے تو بے ردوریا
فضل تاریخ میں بول اٹھا کہ تمم بالخیر
۱۳۲۲ھ

تعلیم قرآن و تجوید

آپؒ کے سوانح نگار کا بیان ہے کہ آپ کے والد محترم مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ کا جذبہ یہ تھا کہ بچہ کو شروع سے ایسے حافظ کے پاس بٹھایا جائے جو اچھا قاری بھی ہو، تاکہ ابتداء ہی سے حروف کے مخارج صحیح طور پر ادا ہوں اور قرآن کو اس کے پورے حقوق کے ساتھ پڑھا جاسکے، چناں چہ اس خدمت کے لیے حضرت حافظ محمد احمد صاحبؒ نے حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ کے مشورے سے مولانا قاری عبد الوحید خاں صاحبؒ الہ آبادی کو منتخب

فرمایا، اور ان کو بطور خاص ذاتی طور پر بلا کر اپنے گھر پر رکھا تا کہ وہ بچہ کی تعلیم و تربیت کا فریضہ ادا کریں اور قاری صاحب کا قیام و طعام اور مشاہرہ سب اپنے ذمہ لیا، جب قاری صاحب موصوف تشریف لے آئے تو حضرت شیخ الہندؒ نے حافظ صاحب سے فرمایا کہ جب قاری صاحب آ ہی گئے ہیں تو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ جناب قاری صاحب کو دارالعلوم ہی میں مدرس رکھ لیا جائے اور یہاں درجۂ تجوید کھول دیا جائے تو ان کا افادہ عام ہو جائے گا اس طرح دارالعلوم میں بھی جو ایک کمی ہے کہ یہاں شعبہ تجوید نہیں ہے وہ بھی پوری ہو جائے گی چناں چہ حضرت ممدوح نے اسے بخوشی منظور فرما لیا۔ اس بارے میں حضرت مولانا محمد طیب صاحبؒ فرمایا کرتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند میں شعبۂ تجوید قائم ہونے کا سبب میں ہوں، اور میں ہی اس شعبہ کا پہلا شاگرد ہوں، اس طرح ابتداء سے انتہا تک آپ کی تمام تعلیم دارالعلوم دیوبند کی آغوش میں ہوئی اور حفظ قرآن مع تجوید ۱۳۲۶ھ گیارہ سال کی عمر میں پورا کر لیا۔ (حکیم الاسلام: ص:۲۶)

حضرت حکیم الاسلام کی خوش الحانی

حضرتؒ کا خود یہ بھی بیان ہے اور دوسرے حضرات کا بھی، کہ ابتداء عمر میں آپ کی آواز بہت شیریں، اور بلند تھی، اور اوّل درجہ کے خوش آواز شمار ہوتے تھے حالاں کہ آپ کی خوش آوازی، اور لطافت آخر تک رہی، اس وقت کے اکابر اور اساتذہ بہت شوق سے آپ کا قرآن پاک پڑھوا کر سنا کرتے تھے، خود پرست مدرسہ حضرت مولانا گنگوہیؒ جب کبھی تشریف لاتے، یا آپ گنگوہ جاتے تو حضرت آپ کو بلاتے اور قرآن پڑھوا کر سنتے تھے، اس وقت آپ کی عمر ۸ ر برس کی ہوگی سن کر بہت خوش ہوتے اور دعائیں دیتے تھے۔ (مجالس حکیم الاسلام: ص:۲۷)

فارسی کی تعلیم

۱۳۲۷ھ سے لے کر ۱۳۲۹ھ تک مسلسل تین سال آپ نے درجۂ فارسی میں رہ کر فارسی کتابیں پڑھیں اور شعبان ۱۳۲۹ھ میں فارسی کا نصاب ختم کر لیا، جس طرح اللہ تعالیٰ نے حفظ و قراءت میں آپ کو اپنے دور

میں ممتاز حیثیت عطا کی تھی اسی طرح فارسی زبان دانی میں بھی آپ کو مہارتِ تامہ حاصل تھی کیوں کہ ابتدائے طالب علمی سے آپ اردو فارسی دونوں زبانوں میں اشعار کہنے لگے تھے۔ یہ فارسی دانی آپ کو اس وقت بہت کام آئی جب آپ نے ۱۳۵۸ھ میں افغانستان کا سفر کیا تھا، اور دار العلوم دیو بند کے ایک نمائندے کی حیثیت سے وہاں کے اہل علم، اور اربابِ حکومت کے مہمان ہوتے تھے اس سفر کی روئیداد سے ظاہر ہے کہ آپ نے وہاں فارسی زبان میں عام طور پر تقریریں فرمائیں، اور لوگوں سے اسی زبان میں گفتگو کی افغانستان کے زمانۂ قیام میں متعدد مواقع میں مختلف موضوع پر برجستہ اہل علم کے مجمع میں تقریریں کیں، اور مختلف سوالات کے جوابات دیئے جس سے وہاں کے اہل علم آپ کے علم وفضل سے کافی متاثر ہوئے۔ (مجالس حکیم الاسلام ملخصاً: ص:۲۹)

تعلیم عربی

۱۳۲۹ھ میں فارسی کی تعلیم سے فارغ ہو کر ۱۳۳۰ھ سے درجہ عربی میں داخل ہوگئے ابتدائی کتب بھی آپ نے اس وقت کے اکابر علماء سے پڑھیں مثلاً علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ علامہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت شیخ الہندؒ سے بھی کافیہ کا حصہ کچھ پڑھا اس کے علاوہ مولانا اعزاز علی صاحب حضرت مولانا رسول خاں صاحب سے بھی آپ نے بعض کتب پڑھیں، مشکوٰۃ شریف اور مسلم شریف اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب سے پڑھیں، دورہ کی کتابیں حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب، اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، اور حضرت العلامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ سے، یہ وہ صاحبِ علم وفضل ہستیاں ہیں جو اپنے وقت کے ہر علم وفن کے بے مثال وبے نظیر اساتذہ ہیں اس طرح آپ نے ۱۳۳۷ھ میں دار العلوم دیو بند سے فراغت حاصل کر لی اور حافظ وقاری ہونے کے ساتھ آپ عالم فاضل ہوگئے۔

حضرت حکیم الاسلامؒ صراحت کے ساتھ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے علم حدیث سے لگاؤ اور مناسبت حضرت والد محترم مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ کے درس سے حاصل ہوئی، ان کا بیان بہت دلنشیں، اور مؤثر ہوتا تھا، اور حدیث کی تشریحات اور اس کے

معانی پر دسترس اس حضرت شاہ صاحبؒ (مولانا محمد انور شاہ کشمیری صاحبؒ) کے ذریعہ حصہ میں آیا اور مسائل کی تعبیر و تفہیم کا انداز حضرت مولانا شبیر احمد صاحبؒ سے سیکھا۔

تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے خوشنویسی جلد بندی بھی آپ نے دار العلوم میں رہ کر سیکھی۔ (مجالس حکیم الاسلام: ص:۳۴)

علمی مناسبت ومہارت

علمی مناسبت ومہارت آپ کو طالب علمی کے زمانے سے حاصل تھی، تقریر وتحریر دونوں کا ذوق تھا زیادہ محنت سے طبعیت گھبراتی نہیں تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ خداداد ذہانت علم فراست علمی ذوق وسعتِ مطالعہ اور کتب بینی سے دلچسپی شروع سے تھی۔ قوت حافظ بھی قابل رشک عطا ہوا تھا اسی کے ساتھ جو ماحول آپ کو میسر تھا وہ کم لوگوں کے حصہ میں آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلامی مسائل واحکام کو دلائل عقلیہ سے اس طرح عام فہم بنا کر بیان کرتے ہیں کہ ہر دل دماغ بڑی خوشی سے قبول کرلیتا، اور بے حد خوشی محسوس کرتا جس مسئلہ پر گفتگو کرتے اس کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہنے دیتے تھے، آپ کے استاذ محترم محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا کشمیریؒ کو آپ کی تقریر بہت پسند تھی، اپنے زمانہ صدارت میں وہ آپ کو مختلف مجلسوں میں اور جلسوں میں تقریر کے لیے بھیجتے رہتے تھے بسا اوقات اپنے ہمراہ بھی لے جاتے تھے۔ (مجالس حکیم الاسلام: ص: ۳۵، ملخصاً)

بیعت وسلوک

چوں کہ علم ظاہری کے ساتھ علم باطنی بھی ضروری ہے کیوں کہ بغیر صفائے کے باطن کے شریعت پر عمل ناقص ہی ہوتا ہے اور قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے اس لیے حضرت حکیم الاسلامؒ جب علم ظاہر سے فراغت حاصل کر چکے اور درس وتدریس میں مشغول ہو گئے تو تزکیہ باطن اور تصفیۂ قلب کی طرف متوجہ ہوئے جو بغیر کسی مرشد کامل کی رہنمائی کے عادۃً محال ہے، اس لیے تلاش مرشد ہوئی اس دور میں سب سے بڑے عالم اور بزرگ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ تھے آپ نے انھیں کی طرف رجوع کیا، ابتداءً تو کسی مصلحت

سے انکار کیا لیکن بعد میں بیعت فرمایا۔ اس کے چند ماہ بعد ہی حضرت شیخ الہندؒ کی وفات ہوگئی اس کے بعد آپ نے اصلاح باطن کا تعلق اپنے محترم استاذ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری صاحبؒ سے قائم کیا، مگر جب حضرت کشمیری دیوبند چھوڑ کر ڈابھیل تشریف لے گئے تو آپ کی حاضری کی نوبت کہاں رہتی اور ہوتی بھی تو بہت کم آتی اس لیے ضرورۃً والد بزرگوار حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب کے مشورہ سے حضرت تھانویؒ کی طرف رجوع کیا اور حضرت والا کی خدمت اس مقصد کے لیے خط لکھا، حضرت والاؒ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تو میری اولاد ہے جب بھی فرصت ہو فوراً آجاؤ، اسی اثناء میں رمضان المبارک کا مہینہ آگیا، آپ نے تراویح میں ڈیڑھ ڈیڑھ پارہ سنا کر بیس تاریخ کو قرآن ختم کر دیا اور آخر عشرہ میں تھانہ بھون حضرت کی خدمت میں گذارنے کے ارادے سے حاضر ہوگئے۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی تکلف اور تکلیف نہ ہو تو ان دس دنوں میں قرآن پاک تراویح میں تین تین پارے یومیہ سنا دو۔ قاری صاحبؒ نے بخوشی منظور کر لیا، چوں کہ جوانی کا عالم تھا آواز بلند تھی، اور خوش الحانی میں شہرت تھی، تمام مساجد سے بکثرت عوام وخواص ذوق وشوق سے خانقاہ کی مسجد میں قرآن سننے کی غرض سے آنے لگے، اور مسجد سے باہر حوض اور مدرسہ کا صحن لوگوں سے بھرا ہوا رہتا تھا۔

قرآن شریف پورا ہونے پر حضرتؒ نے تعلیم وتربیت شروع فرمادی، اور ذکر وشغل کے طریقے بتلائے اور آپ حضرت کی تعلیم کے مطابق عمل کرتے رہے، کئی سال گذرنے کے بعد آپ نے حضرت حکیم الامتؒ سے بیعت کی درخواست کی حضرت نے فرمایا کہ ضرورت تو ہے نہیں مگر جب آپ کے دل کی خواہش ہے تو بہتر ہے اور بیعت فرما لیا۔

حضرت تھانویؒ سے خلافت

حضرت مرشد تھانویؒ کی تعلیم رنگ لائی اور تھوڑے دنوں کے بعد آپ کا شمار حضرت والا کے ممتاز لوگوں میں ہونے لگا، خط وکتابت اور آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہا جو کچھ ادھر

سے ہدایتیں ہوتی تھیں، ان پر آپ پورا عمل کرتے تھے، ایک دن حضرتؒ کا ایک گرامی نامہ موصول ہوا، اس میں آپ نے تحریر فرمایا:

"بیساختہ میرے دل میں یہ وارد ہوا ہے کہ میں تجھے خلافت دوں اس لیے میں تم کو خلافت دیتا ہوں جو کوئی بہ نیت اصلاح وتربیت آئے اسے توبہ کرادیا کرو، اور مشائخ کے معمولات تلقین کردیا کرو، اصلاحی باتیں پوچھے بتادیا کرو، اور جو کوئی بیعت ہونا چاہے اسے بیعت کرلیا کرو، یہ تمہارے لیے بھی نافع ہوگا اور مستفیدین کے لیے بھی"۔

اس اجازت نامہ کے بعد جو کوئی آپ سے بیعت ہونے کی درخواست کرتا آپ قبول فرمالیتے، اور اپنے سلسلہ میں بخوشی داخل فرمالیتے، آج ملک کا کوئی گوشہ اور حصہ ایسا نہیں ہے جہاں آپ کے متوسلین کی بڑی تعداد نہ ہو، ہندوستان کے علاوہ یہ سلسلہ غیر ممالک میں بھی پھیلا ہوا ہے۔ سعودی عرب افریقہ، پاکستان، بنگلہ دیش، انگلستان، سری لنکا۔ برما۔ اور ایران میں بھی بکثرت لوگ داخل سلسلہ ہیں، اور بہت سے لوگوں کو آپ سے اجازت بیعت بھی حاصل ہے۔ (مجالس حکیم الاسلام: ملخصاً: ص:۴۳)

خطابت: خطابت اور تقریر و بیان انسان کا اعلیٰ جوہر ہے اس کا منتہائے کمال یہ ہے کہ سامعین مسحور ہو کر رہ جائیں جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان من البیان لسحرا۔ بعض بیان سحر (جادو) کا حکم رکھتا ہے۔ یہ کمال کسی کسی ہی کو قدرت کی طرف سے عطا ہوتا ہے، حضرت حکیم الاسلامؒ کو قدرت کی طرف سے یہ کمال بھی انتہائی درجہ میں عطا فرمایا گیا تھا، ہزاروں اور لاکھوں کے مجمع میں گھنٹوں آپ کا بیان ہوتا تھا، لیکن خوبی یہ کہ نہ آپ تکان محسوس کرتے، نہ مجمع تھکتا، نہ اکتاتا، پورا مجمع گوش برآواز، اور تصویر حیرت بن کر متوجہ رہتا اور کانّہم علی رؤسہم طیور کا منظر ہوتا، پھر مضامین ہر قسم کے، ہر ذوق کے لوگوں کے لیے وجہ تسلی اور موجب تشفی مجھے یاد آتا ہے کہ ۱۹۴۸ء میں امریکہ اور برطانیہ کی سازش سے حکومت اسرائیل فاتح ہوئی اور تمام دنیائے اسلام نے

اس کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ہڑتال کی اور جلسے کر کے لیے غم وغصہ کا اظہار کیا، تو اہل میرٹھ نے بھی سخت احتجاجی جلسہ کیا، اور جلوس نکالا، شہر کی وسیع جامع مسجد میں جلسہ ہوا تو بے پناہ مجمع تھا۔ حضرت نے تقریر فرمائی اور عجیب وغریب تقریر فرمائی جس سے سامعین پر وجد وحال کی کیفیت طاری ہو رہی تھی بعد نماز جمعہ کے جو تقریر شروع ہوئی تو عصر کی اذان پر آپ نے ختم کرنا چاہا، مگر چوں کہ حاضرین مزید سننے کے لیے بیتاب وبیقرار تھے اور نہ چاہتے کہ تقریر ختم ہو، چاروں طرف سے شور اٹھا کہ مضمون ابھی ختم نہیں ہوا اہم یہ مضامین مکمل سننا چاہتے ہیں چناں چہ آپ نے مجمع کے جذبات کی رعایت کرتے ہوئے بعد نماز عصر پھر تقریر شروع کر دی، یہاں تک کہ مغرب کی نماز کا وقت آگیا، اور پھر بھی مضامین کی آمد جاری تھی، آپ نے ختم کرنا چاہا تو پھر مجمع بے قابو ہو گیا، اور مزید بیان کی خواہش کی۔ آپ نے فرمایا کہ چوں کہ مجھے اسی گاڑی سے دیوبند جانا ہے، میں وعدہ کرتا ہوں کہ عنقریب کسی موقعہ پر اہل میرٹھ کی خواہش پوری کردوں گا، تب مجمع مطمئن ہوا۔ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کا سالانہ جلسہ ۱۹۴۷ء سے قبل بڑی شان وشوکت کے ساتھ ہوتا تھا، ۱۳۵۰ھ میں جو احقر کی طالب علمی کا زمانہ تھا اسی شان کے ساتھ جلسہ ہوا صبح کی نشست میں شہر کی وسیع جامع مسجد میں جلسہ منعقد ہوا، وقت کے تمام اکابر علماء موجود تھے جن میں حضرت مولانا مدنیؒ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری، خاص طور پر قابل ذکر ہیں معمول کے مطابق حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ نے تحریک صدارت کرتے ہوئے قرعہ فال بنام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند ڈالا، تائید اور مزید تائید ہوئی اور آپ اسٹیج پر تشریف لے گئے جلسہ کی کارروائی سے پہلے ہی آپ نے صدارت کی تحریک وتائید پر معذرت کرتے ہوئے نہایت عاجزانہ انداز میں تقریر فرمائی جس میں خاص طور پر اس تاریخی واقعہ کا ذکر کیا جو حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں پیش آیا تھا، جس میں اہل شام یا فلسطین نے

اپنی شکست کا اعتراف کرنے اور قلعہ کی کنجیاں حوالہ کرنے کے لیے یہ شرط لگائی تھی کہ امیر المومنین خود بنفس نفیس آئیں چناں چہ حضرت عمرؓ خود ایک غلام کو ہمراہ لے کر اور اونٹ پر سوار ہو کر شام پہنچے، اور راستہ میں باری باری ایک منزل پر خود اونٹ پر سوار ہوتے تھے اور غلام مہار پکڑ کر آگے چلتا تھا، اور دوسری منزل پر غلام اونٹ پر سوار ہوتا تھا اور آپ مہار پکڑ کر آگے آگے چلتے تھے، اور پھر شام پہنچنے کے وقت غلام کی باری اونٹ پر بیٹھنے اور امیر المومنین کی باری اونٹ کی مہار پکڑ کر چلنے کی تھی غلام کے انکار کرنے پر بھی حضرت عمرؓ اس کے خلاف پر راضی نہ ہوئے، آپ نے فرمایا یہی صورت موجودہ علماء کی موجودگی میں میری صدارت کی ہے، اس واقعہ کو آپ نے ایسے دلنشیں اور موثر انداز میں بیان کیا کہ چاروں طرف سے سبحان اللہ کی آوازیں آرہی تھیں اور مجمع پر ایک محویت کی کیفیت طاری تھی۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ علی گڑھ یونیورسٹی میں تشریف لے گئے، وہاں آپ کی تقریر کا پروگرام رکھا گیا تقریر کا موضوع فلسفہ اور سائنس تھا یونیورسٹی کے بڑے بڑے سائنس داں پروفیسر ولکچرار حضرات کا مجمع تھا، آپ نے سائنس کے حقائق وفوائد اور اس کے نقائص پر ایسی بے نظیر تقریر کی کہ ان لوگوں کی آنکھیں کھل گئیں، اور بے ساختہ کہہ اٹھے کہ یہ باتیں تو ہمارے وہم وگمان اور حاشیۂ خیال میں بھی نہ آئی تھیں، آپ کی تقریر کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے قصبہ شاہجہاں پور ضلع میرٹھ میں بابو الہام اللہ خاں صاحب نے آپ کے لیے آموں کی دعوت کی آپ کی آمد پر کافی مجمع ہو گیا، مجمع کی خواہش ہوئی کہ حضرت کچھ مختصر سی تقریر فرمادیں، آپ نے لفظ ''الہام'' پر تقریر فرمائی جس میں علوم ومعارف کے دریا بہادیے اور مجمع انگشت بدنداں ہو کر رہ گیا۔

ایک بار مدرسہ مدینۃ العلوم اکلہ خانپور ضلع میرٹھ کے سالانہ جلسہ میں تشریف لائے طبیعت ناساز تھی، معذرت کرتے ہوئے چند منٹ علم کے فضائل پر جو تقریر کی وہ

ایسی عجیب وغریب تھی کہ آج تک اس کی لطافت اور شیرینی محسوس ہوتی ہے۔ کئی سال گذرے کہ حضرت والا ہمارے مدرسہ مظہر العلوم شوندت کے سالانہ جلسہ میں تشریف لائے، مہمانِ جلسہ میں ایک شاعر کوثر قریشی بھی میرٹھ سے تشریف لائے تھے۔ کوثر صاحب نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ ایک نعت پڑھی، حضرت والا اس نظم سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ نے اسی نظم کو موضوع بنا کر کئی گھنٹے سیرت پر تقریر فرمائی، الغرض خطابت کا کمال صانع قدرت نے آپ کو ایسا عطا فرمایا تھا کہ اس کی مثال موجودہ دور میں دور دور تک نظر نہیں آئی۔ یہ اللہ کی دین ہے سچ ہے کہ ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست ❁ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

فاتح ممبئی

اس سلسلہ میں ایک واقعہ بہت ہی اہم اور عجیب یاد آیا اس کو بیان کر کے اس موضوع کو ختم کرتا ہوں۔

ممبئی قدیم سے اہل بدعت کا مرکز رہا ہے علمائے دیوبند سے اہل بدعت نے وہاں کے مسلمانوں کو اس قدر بدظن اور متنفر کر رکھا تھا کہ نہ صرف یہ کہ ان کی تقریر سننا گوارا نہ کرتے تھے۔ بلکہ اگر کوئی دیوبندی عالم وہاں کی کسی مسجد میں پہنچ جاتا تھا تو مسجد کو دھلواتے تھے، اور اگر کسی نے بھول کر کسی دیوبندی عالم سے مصافحہ کر لیا تو ہاتھوں کو صابن سے دھوتے تھے بہت سے اکابر علما کی وہاں توہین وتذلیل ہوئی، یہ بدترین طرز عمل وہاں کے مسلمانوں کا ایک مدت تک رہا، اسی دوران اور انھیں حالات میں حضرت حکیم الاسلام وہاں تشریف لے گئے اور وہاں آپ کی تقریر کا اعلان ہوا تو اہل بدعت نے آپ کے خلاف ایک قد آدم پوسٹر شائع کیا جس میں یہ لکھا گیا کہ کفارِ دیوبند میں یہ شخص اکفر الکفار ہے کیوں کہ دیوبند کے تمام بڑے بڑے کفار سے اسے نسبت حاصل ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ کا مرید ہے، حضرت تھانویؒ کا مجاز ہے، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا مخصوص شاگرد ہے اور حضرت قاسم العلوم نانوتویؒ کا سگا پوتا ہے اس لیے اس میں ساری نسبت کفریہ جمع ہیں، سنی بھائیوں کو چاہیے کہ اس کی صورت بھی

نہ دیکھیں، ورنہ ایمان کے سلب ہو جانے کا خطرہ ہے، عجیب اتفاق کہ یہ پوسٹر ہی اس جلسہ میں جس میں آپ کی تقریر ہونے والی تھی، لوگوں کی غیر معمولی حاضری کا سبب بن گیا، لوگوں نے کہا کہ دیکھنا تو چاہیے کہ آخر اتنے بڑے ''کافر'' کی صورت وشکل کیسی ہوگی، اور وہ کیا کیا کفریہ باتیں لوگوں سے کرے گا اس وعظ میں اتنا بڑا مجمع ہوا کہ ممبئی کی تاریخ میں اتنا بڑا مجمع لوگوں کا بیان ہے کہ دیکھنے میں نہیں آیا پرانے قبرستان کے میدان میں جلسہ تھا تا حد نظر پورا میدان انسانوں سے بھرا ہوا تھا، لوگوں کا محتاط اندازہ ہے کہ تیس چالیس ہزار کا مجمع تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سارا ممبئی ٹوٹ پڑا ہے، اس دن آپ کا وعظ تقریباً تین گھنٹے ہوا مجمع پر سکوت طاری تھا، آپ حسبِ دستور مثبت انداز میں تقریر فرما رہے تھے آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی کے حوالے، اکابر اولیاء اللہ کے واقعات اور اپنے اسلاف واکابر کی خدمات کا تذکرہ بڑے موثر انداز میں بیان فرما رہے تھے کہ سامعین نے غیر معمولی اثر لیا، اور پورے ممبئی میں مشہور ہو گیا کہ اگر علمائے دیوبند ایسے ہوتے ہیں تو پھر ان سے بہتر کوئی ہو ہی نہیں سکتا، اور نتیجہ یہ نکلا کہ ان محلوں سے تقریر کی دعوتیں آنی شروع ہوگئیں جو خالص مخالفین علمائے دیوبند کہلاتے تھے، پھر انتیس دن تک مسلسل روزانہ آپ کی تقریریں ممبئی کے مختلف محلوں میں ہوتی رہیں، جن میں عوام وخواص کا بڑا مجمع ہوتا تھا، اس پر علامہ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ صدر المدرسین دار العلوم دیوبند نے حضرت حکیم الاسلامؒ کو ''فاتح ممبئی'' کا خطاب عطا فرمایا آپؒ کی تقریر کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ حالات کتنے ہی ناسازگار اور ماحول کتنا ہی ناخوشگوار ہو لیکن اپنی متانت اور سنجیدگی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے اور کٹر سے کٹر مخالفین کے حق میں کوئی دل آزار کلمہ زبان سے نہیں نکالتے۔ چناں چہ پچھلے سال ۱۹۸۳ء کی بات ہے کہ آپ ہمارے یہاں مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں حسبِ معمول تشریف لائے حالاں کہ وہ وقت وہ تھا جب دار العلوم دیوبند پر ایک بدقماش گروہ نے رات کی تاریکی میں پی.اے.سی. کی سازش

اور ناپسندیدہ عناصر کی مدد اور ناپختہ ذہن طلبہ کی شرکت سے قبضۂ مخالفانہ کرلیا تھا اور یہ گروہ حضرتِ والا کو ہر قسم کے اوچھے ہتھیاروں سے زخمی اور بے بنیاد الزامات سے بدنام اور مطعون کررہا تھا مگر آپ نے دورانِ تقریر کوئی لفظ اس گروہ کے متعلق اپنی زبان سے نہ نکالا بلکہ صرف یہ فرمایا کہ دارالعلوم دیوبند بیمار ہے، جس طرح انسانوں کو بیماری لاحق ہوتی ہے، اداروں کو بھی مرض لاحق ہوجاتا ہے، اور جس طرح جب کوئی انسان بیمار ہوتا ہے تو اس کے حق میں دعائے صحت کی جاتی ہے آپ بھی دارالعلوم کی صحت وسلامتی کے لیے دعا کیجئے یہ ہے انسانی شرافت، اور عالی ظرفی کا نمونہ اور تسلیم ورضاء کا اعلیٰ مقام جو اہل اللہ ہی کا حصہ ہے۔

تصنیف وتالیف جس طرح آپ تقریر کے میدان کے شہسوار ہیں تحریر کے بھی مردِ میدان ہیں چناں چہ پچاس سے متجاوز آپ کی تصنیفات ہیں، جو مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں، ہر تصنیف علمی کمالات کا آئینہ ہے، اور جو طرز استدلال تقریر کا ہے وہ ہی تحریر کا ہے کہ بڑے سے بڑے اور مشکل سے مشکل مضمون کو عقلی ونقلی دلائل سے اس طرح حل کردیتے ہیں کہ قاری کے لیے سمجھنے میں کوئی اشکال اور الجھن باقی نہ رہ جائے۔

شاعری اسی کے ساتھ آپ کو مبدأ فیاض کی طرف سے شاعری کا ذوق بھی نوعمری ہی سے بمقدار وافر ملا ہے، حالاں کہ آپ کو شاعری سے شغف نہیں ہے کیوں کہ اس میں انہماک تو بیکار لوگوں کا مشغلہ ہے اور آپ جیسے علمی مزاج اور دارالعلوم جیسے مرکزی ادارہ کے اہتمام وانتظام میں ہر وقت مشغول انسان کے لیے شاعری کی گنجائش ہی کہاں نکل سکتی ہے، مگر اس کے باوجود سخن سنجی، اور سخن فہمی اور قادر الکلامی میں آپ کسی بڑے سے بڑے شاعر سے پیچھے نہیں رہے، اس کا ایک نمونہ آپ کی ایک عجیب وغریب کتاب ''آنکھ کی کہانی'' میں ملتا ہے جس کی وجہ تصنیف یہ ہوئی کہ آپ کی آنکھ کا آپریشن علی گڑھ میڈیکل اسپتال میں ہوا، آپریشن کی حالت میں آپ

کو کافی مدت تک بے حسن وحرکت رہنا پڑا آپ نے اس بیکار وقت کو کارآمد بنانے کے لیے آنکھ ہی سے متعلق اشعار لکھوانا شروع کر دیئے۔ اشعار کیا تھے آنکھ کے متعلق جمیع مالہ وماعلیہ اور اس سلسلہ میں وہ وہ حقائق ومعارف کے دریا بہائے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اور حضرت کا ذہن کہاں کہاں پہنچا ہے اور طبیعت کی جولانی نے کیا کیا رنگ دکھلائے ہیں جب کہ عام آدمی ایسی حالت میں ہوش وحواس اور عقل وخرد بھی کھو بیٹھتا ہے۔

اخلاق سیرت

انسان کے اندر صورت کی پاکیزگی کے ساتھ جب سیرت کی عمدگی بھی جمع ہو جائے تو سونے پہ سہاگہ کا کام انبیاء علیہم السلام بھی اس صفت عالیہ میں دوسروں سے بدرجہا بلند اور ممتاز ہوتے ہیں، توانکے نائبین کے اندر بھی یہ امتیازی صفت دوسروں کے مقابلہ میں بدرجہ اتم موجود ہونی چاہیے، کیوں کہ یہی وہ پرکشش خوبی ہوتی ہے جو اپنوں اور غیروں کے دلوں کو ان کی طرف کھینچتی، اور مائل کرتی ہے، اور ان کی تعلیم پر عمل کرنے کے لیے ابھارتی ہے اور اکساتی ہے۔

حضرت حکیم الاسلامؒ کی ذات میں صانع قدرت سے حسن صورت حسن صوت کے ساتھ حسن سیرت کو بھی بدرجہ اتم جمع کر دیا ہے آپ کی زندگی کے مختلف احوال، اور مختلف حالات میں یہ صفت ہر موقعہ پر نمااں اور ممتاز نظر آتی ہے دوستوں میں دشمنوں میں غریبوں اور مسکینوں میں اور دولت مندوں اور اقبال مندوں میں کسی جگہ بھی آپ کی یہ صفت طیبہ نظروں سے اوجھل نہیں ہوتی، بیشمار ایسے واقعات ہیں جن کو مشاہدہ کی آنکھوں نے دیکھا ہے اور ایک دنیا نے داد دی ہے اور اس کے کچھ نمونے سطور بالا میں بھی ضمناً آچکے ہیں، اس کی تفصیل کے لیے یہ سلسلہ طویل ہو جائے گا، مختصر یہ کہ حضرت والا سراپا خلق عظیم، رفق وملاطفت کے پیکر مجسم لطف وکرم مس ی صاحبِ الطاف وکرم صبر ورضا میں یگانہ رُوزگار اپنوں اور غیروں کے مونس وغمگسار اور تواضع وفروتنی میں بے نظیر وبے مثال تھے، ایک طرف اگر صورت میں فرشتہ نظر آتے تھے، تو دوسری طرف سیرت میں بھی فرشتہ ہی معلوم ہوتے تھے، کہاں تک آپ کے

صفات کمالیہ کو بیان کیا جائے بس ع

خاموش از بیان او حد بیانِ او

اور پھر ؎

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید ❁ لیک حیرانم کہ سیرت راچساں خواہد کشید

اور یہ بھی ؎

شاہد آں نیست کہ موئے ومیانے دارد ❁ بندہ طلعتِ آں باش کہ آنے دارد

اہتمام دار العلوم دیوبند

یوں تو حضرت حکیم الاسلامؒ کی عمر کی پوری مدت خدمت علم ودین میں گذری، لیکن اس سلسلہ میں آپکا سب سے بڑا کارنامہ دار العلوم دیوبند کا ۶۰ سالہ اہتمام ہے، دار العلوم جو محض ایک عربی مدرسہ تھا اس کو آپ نے اپنی انتھک محنت ولگن اور پرُ خلوص شبانہ روز جدوجہد سے دار العلوم بنایا جس کے لیے ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر دار العلوم کا پیغام لوگوں تک پہنچایا، اور پھر ملک ہی نہیں بیرونِ ملک یعنی پاکستان افغانستان عرب ممالک، افریقہ، یورپ، اور امریکہ تک میں جا کر دار العلوم کے نام اور پیام اور اسکی علمی ودینی خدمات سے لوگوں کو روشناس کرایا۔

حرم میں دیر میں آتش کدہ اور کیسہ میں ❁ کہاں کہاں ترا عاشق تجھے پکار آیا

اور دار العلوم کی معنوی خوبیوں کے ساتھ ظاہری شان وشوکت بھی آپ ہی کی مساعی جمیلہ کی رہین منت ہے، آپ ہی کے دور اہتمام میں متعدد جدید علمی شعبے قائم ہوئے، اور کروڑوں روپیہ کی پرشکوہ عمارتیں دار العلوم کی زینت بنیں، چند ہزار کے بجٹ سے ترقی کر کے پچھتر لاکھ کا بجٹ بنا، اور دار العلوم کی حیثیت علمی درسگاہ، یا ادارہ کی نہیں بلکہ ایک بین الاقوامی یونیورسٹی اور دنیائے اسلام کے مرکزی جامعہ کی ہوگئی، پھر اس کا جشن صدسالہ اجلاس جو ۱۹۸۰ء میں منعقد ہوا وہ تو دنیائے اسلام کا ایک عجیب وغریب اور عظیم اجتماع، اور بے نظیر اجتماع تھا کہ ہندوستان تو کجا روئے زمین پر ایسا عظیم الشان

چشم فلک نے بھی نہ دیکھا ہوگا۔ ہندستان کے گوشہ گوشہ سے اور دنیائے اسلام سے لاکھوں فرزندانِ توحید کھنچ کھنچ کر دیو بند کی سرزمین پر جمع ہو گئے، جس میں ملک و بیرون ملک کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور بزرگانِ دین اور امین سلطنت اور مفکرینِ ملت نے جمع ہو کر دارالعلوم اور اس کے عظیم الشان مہتمم حضرت حکیم الاسلامؒ کو خراجِ عقیدت پیش کیا، اور آپ کی علمی خدمات کو سراہا۔

ہر کمالے را زوالے

لیکن آہ! بقول حضرت حکیم الاسلامؒ ابھی ابن جشن صد سالہ کی کامیابی پر خوشی بھی نہ منانے پائے تھے کہ دارالعلوم اور اس کے اجلاس صد سالہ کو نظر لگ گئی ۔

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ❁ عیب نماید ہنرش در نظر

ہوا یہ کہ ایک حاسد اور ناحق شناس سیاسی گروہ جو اپنی ناشائستہ حرکات سے رسوائے عالم ہو چکا تھا، اور حکومت پرستی اور جاہ طلبی میں بدنام ہونے کی وجہ سے عامۃ المسلمین کی نظروں سے گر کر ایک محدود طبقہ کے خول میں بند ہو کر رہ گیا تھا اس کو دارالعلوم اور اس کے مخلصین ارباب اہتمام خصوصاً حضرت حکیم الاسلام کی مقبولیت اور عالمی شہرت خار کی طرح کھٹکنے لگی اسی نے صد سالہ اجلاس سے ۱۵ رسال قبل دارالعلوم پر قبضہ کرنے کی اسکیم بنائی، جس کو اخبار مدینہ بجنور نے اسی وقت طشت از بام کر دیا تھا، اس اسکیم کے عمل میں لانے کے لیے بتدریج ہر قسم کے ہتھکنڈے اور پروپیگنڈے کیے گئے بالآخر صد سالہ اجلاس کے موقعہ پر میدان میں آ کر اوّلاً عالمی موتمر" کے نام سے فضلائے دارالعلوم کو گمراہ کرنے کے لیے ایک جماعت بنائی جس کا مقصد اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل، اور دارالعلوم کی تخریب تھا، ارکانِ شوریٰ مدرسین کو اپنانے اور ناپختہ ذہن طلبہ کو بھی مختلف تدابیر سے ہموار و گمراہ کیا گیا، دارالعلوم میں آئے دن ہنگامے، فسادات، اور شورش برپا کی گئی، بالآخر ۲۳؍۲۴؍مارچ ۱۹۸۱ء کو درمیانی شب میں پی.اے.بی. کی سازش، ناپسندیدہ عناصر کی مدد اور سادہ لوح طلبہ کی شرکت سے دارالعلوم پر قبضہ کر لیا گیا، آہ! کس

قدر روح فرسا، اور جانگداز منظر تھا کہ جب ڈاکوؤں کی طرح رات کی تاریکی میں ''انما نحن مصلحون'' کا نعرہ بلند کرنے دارالعلوم پر شب خون مار کر دارالعلوم کی عمارت کو تاخت وتاراج کیا۔ اور طالبان دارالعلوم کو زدوکوب اور تحقیر وتذلیل میں کوئی کسر نہ چھوڑی، اور وہ حرکتیں کیں جن کو دیکھ کر شیطان بھی شرما جائے۔ع

وائے گر در پس امروز بود فردائے

پھر دنیا والوں کی آنکھ میں دھول جھونک دینے اور اپنے شیطانی فعل کے جواز کے لیے وہ کذب وافتراء سے کام لیا گیا کہ ابلیس نے بھی کانوں پر ہاتھ رکھ لئے ہوں گے، اس سلسلہ میں حضرت حکیم الاسلامؒ ان کے اہل خانہ، اور ان کے خدام پر انتہائی بے بنیاد الزامات واتہامات لگائے، اور گمراہ کن تقریر وتحریر، اور پروپیگنڈہ سے ان کو بدنام کرنے کی انتہائی مذموم کوشش کی، حضرت کے بعض خدام نے تو کچھ دفاع کیا، لیکن خود حضرت والاؒ نے اپنی زبان اور قلم سے ان خرافات میں پڑنا بھی اضاعت وقت تصور کیا، اور صبر وضبط کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا، حقیقتاً آپ مقامِ صبر کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے، اور یہی اہل اللہ اور اہل حق کی شان ہوتی ہے لیکن ظاہر ہے کہ انسان تھے بشری تقاضوں اور فطری لوازمات سے مبرا نہ تھے، نہ انسانی احساس سے خالی تھے صبر نام ہے زبان اور دیگر اعضاء جوارح پر قابو رکھنے کا نہ کہ دلی احساس کے فقدان کا ان حالات سے متاثر ہونا لازمی تھا بقول احسان دانش ۔

احساس کبھی دل سے جدا ہو نہیں سکتا ❁ انسان ہے انسان سے جدا ہو نہیں ہوسکتا

اس کا ثبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے بھی ملتا ہے جنگ احد میں وحشی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ کو بڑی بے رحمی وبے دردی سے شہید کیا اور آپ کا کلیجہ چبایا مثلہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپ کی لاش کی حالت دیکھی تو بے حد متاثر ہوئے اور چچا کے انتقال پر قسم تک کھالی، لیکن وحشی کے مسلمان ہونے کے بعد آپ نے فرمایا کہ ان وحشی عنداللہ کوئی مواخذہ نہیں ہے مگر چوں کہ تمہاری صورت

دیکھ کر مجھے اپنے چچا حمزہؓ کی مظلومانہ شہادت اور لاش کی بے حرمتی اور چہرہ کا مثلہ ہونا یاد آجاتا ہے اس لیے تم میرے سامنے مت آیا کرو، حالاں کہ وحشی سچے مسلمان ہوکر داخل صحابہؓ ہوچکے تھے۔ الغرض انبیاء تک اس قسم کے حالات سے متاثر ہوجاتے ہیں تو کسی امتی کا متاثر ہونا کوئی تعجب خیز یا حیرت انگیز بات نہیں ہے چناں چہ حضرت حکیم الاسلام بھی بہت متاثر تھے۔ اور آپ اس غم میں گھل کر محض پوست واستخواں کا مجموعہ ہوکر رہ گئے تھے، مولانا علی میاںؒ نے ان حالات کی صحیح تصویر کھینچی ہے ان کو (حضرت حکیم الاسلام) کو اپنی زندگی کے آخری مرحلہ میں اس عظیم روحانی صدمہ اور جگر خراش احساس سے دوچار ہونا پڑا۔ اور زندگی کے آخری دن اس ادارہ کی ذمہ داری سے الگ ہوکر گذارنے پڑے، جو ان کے دادا کا لگایا ہوا باغ، ان کے اپنے خون پسینہ سے سینچا ہوا چمن، ان کی عزت کا نشان اور ان کے تسکین قلب کا سامان تھا۔

ایفائے وعدوعہد

انسان کے اعلیٰ اخلاق میں ایک وصف ایفائے وعدہ بھی نہایت قابل قدر وصف ہے جس کی تاکید قرآن وحدیث سے ثابت ہے، حضرت حکیم الاسلام میں یہ وصف بھی بدرجہ اتم موجود تھا، آپ جب کسی سے کسی قسم کا وعدہ کرتے تھے ہر ممکن طریقہ سے اس کو نباہنے، اور پورا کرنے کی سعی بلیغ فرماتے تھے خواہ اس میں آپ کو کسی قسم کی تکلیف ہوتی اور اپنی شایانِ شان سہولت مہیا نہ ہوتی، اس کے مشاہدات متعدد مرتبہ اور تجربات بارہا پیش آئے، اب سے تقریبا پینتالیس سال قبل جب احقر مدرسہ اشرفیہ قصبہ شاملی میں مدرس تھا حضرت والا نے عقیدت اور نیازمندانہ تعلق کی بناء پر جلسہ کے لیے دعوت دی، آپ نے بے تکلف منظور فرمالی، اور ایک خادم کو ہمراہ لے کر مظفرنگر بذریعہ ریل وہاں سے مدرسہ اشرفیہ قصبہ شاملی بذریعہ بس تشریف لے آئے پھر بس اڈہ سے پیدل ہی مدرسہ میں پہنچ گئے۔

مدرسہ مظہر العلوم کے سالانہ جلسہ کے لیے جب بھی دعوت دی بڑی خندہ جبینی کے ساتھ منظور فرمالیا اور ہمیشہ بروقت تشریف لائے، حالاں کہ راستہ ناہموار، اور خام

تھا، بعض مرتبہ راستہ کی ناہمواری کی وجہ سے گاڑی سے نہ پہنچ سکے، اور کافی دور پیدل چلنا پڑا مجھے بڑی خفت وندامت ہوتی، اور معذرت کرنی پڑتی لیکن آپ کی پیشانی پر اس تکلیف کی وجہ سے شکن تک نہ پڑی بعض دفعہ دعوت دینے کے لیے خود حاضر ہوتا تو فرماتے آپ نے کیوں سفر کی زحمت کی، ایک پوسٹ کارڈ لکھ دیا ہوتا احقر عرض کرتا کہ حضرت آپ کی زیارت بھی تو مقصود سفر تھی وہ کیسے وصل ہوتی۔

ایسا کبھی نہیں ہوا کہ حضرات کو دعوت دی گئی ہو حضرتؒ نے وعدہ فرمالیا ہو اور اس کو پورا نہ کیا ہو ایفائے عہد بھی آپ کی ذات کا ایک نمایاں وصف تھا زندگی کے ہر لمحہ میں وہ اس پر عمل پیرا رہے۔

عرض حضرت کی ذاتِ اقدس علم وکمال اور اخلاق ویسرف کی تمام خوبیوں کی جامع تھی اور ہر خوبی نے آپ کے قلبِ اور فکر میں جگہ بنالی تھی کہ ہر لمحہ ان کا صدور ہوتا رہتا تھا۔

عہد ساز شخصیت اور ترجمانِ اسلام

امیر شریعت حضرت مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانیؒ
سابق جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کے وصال سے ایک عہد کا خاتمہ ہوگیا. ان کی شخصیت ایک ایسی کڑی تھی جو حال کو ماضی سے جوڑتی تھی اور جنھیں دیکھنے سے اسلاف اور اکابر کی یاد تازہ ہوتی تھی ان خیالات کا اظہار امیر شریعت حضرت منت اللہ صاحب مدظلہ نے اپنے تعزیتی پیغام میں فرمایا ہے. آپ نے لکھا ہے کہ حضرت حکیم الاسلام کو خدائے تعالیٰ نے قرآن وحدیث پر گہری نظر دی تھی. وہ اسلام کے اصول و اساس، فلسفہ وحکمت کے رمز شناس تھے. اور انہیں علم وحکمت کی تشریح وتفصیل، اظہار و بیان کی بے پناہ صلاحیت دی گئی تھی، مشکل سے مشکل موضوع پر وہ گھنٹوں اتنے آسان اور دل نشین انداز میں اظہار خیال فرماتے تھے کہ سننے والے کے دل میں بات اترتی چلی آتی تھی. اپنی اس صلاحیت اور خصوصیت کے لحاظ سے وہ منفرد شخصیت کے مالک تھے. ان کے وصال سے دنیا اسلام کے سب سے بڑے ترجمان سے محروم ہوگئی.

حضرت امیر شریعت نے تحریر فرمایا ہے کہ ان کی شخصیت عہد ساز تھی، انھوں نے "مدرسہ اسلامی عربی" دیوبند کو ترقی دی. اور دار العلوم دیوبند بنا دیا. دیوبند کے مدرسے کا یہ علمی، دینی اور انتظامی سفر حضرت حکیم الاسلام کی سربراہی میں طے ہوا. وہ تقریباً ۵۸/ سال تک اس ادارہ کے سربراہ رہے. اس طویل عرصے میں مختلف صلاحیتوں وخصوصیتوں کے حامل مختلف ممالک کے ہزاروں طلبہ عالم دین بنے اور اس طرح انھوں نے براہِ راست ہندوستان اور دوسرے ممالک کے دینی، سیاسی اور سماجی ماحول پر اثر ڈالا ہے خود حضرت حکیم الاسلام کے خطبات اور مواعظ نے علماء دانشوروں اور عالم لوگوں کو

متاثر کیا ہے اور ملک کے دینی ماحول کی تیاری اور سماجی اصلاح کے کام میں ان کا اہم حصہ رہا ہے. اس طرح ان کی ذات نے اس پورے عہد کو متاثر کیا ہے. جس میں ہم زندگی گذار رہے ہیں.

حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی نے فرمایا ہے کہ اسلام پر کسی بھی پڑنے والی آنچ کو دور کرنے کے لئے وہ برابر آمادہ رہتے تھے، مسلم پرسنل لاء میں ترمیم کا مسئلہ اٹھایا تو انھوں نے دیوبند میں ابتدائی غور وفکر کے لئے اجلاس طلب کیا. اور پھر بمبئی پہنچ کر مسلم پرسنل لاء کنونشن کے لئے فضاء ہموار کی. اور ۷۲ھ میں وہ تاریخی کنونشن ہوا. جس نے عوام اور حکومت دونوں ہی کو اپنی طرف متوجہ کرلیا. کنونشن کے نتیجہ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی تشکیل ہوئی تو انھیں متفقہ طور پر بورڈ کا صدر بنایا گیا. اور آخر تک وہ اس منصب پر فائز رہے. بورڈ نے اس عرصہ میں جو خدمات انجام دیں. وہ انھیں کی سربراہی میں انجام پائی ہیں.

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا وصال اسلام کے رمز شناس دین وشریعت کے ترجمان ایک عالم باعمل، روحانی پیشوا، اور ایک عہد ساز شخصیت کا انتقال ہے. خدا تعالیٰ ان کے مراتب بلند فرمائے اور ان کی قبر پر ہمیشہ رحمت کی بارش برسائے. آمین.

رُوح دار العلوم کا پیکرِ مجسم حکیم الاسلام

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ

از: حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی

استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ایسی کسی شخصیت پر قلم اٹھانا جو عبقری صفت اور گوناگوں خصوصیات کی حاصل ہو، کاتب کے لئے ایک طرح کا امتحان ہوتا ہے، ایسے ہی جامع صفات اور مجموعۂ کمالات افراد میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی بھی تھی۔ چنانچہ یہ عاجز سرگشتہ و حیران ہے کہ اس گل سرسبد و صد رنگ کے کس رنگ کو چنے اور کس سے صرف نظر کرے اور اس کے سامنے یہ شاعرانہ تخیل۔

دامن نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار ❁ گل چیں ز تنگئ داماں گلہ دارد

حقیقت بن کر کھڑا ہو گیا، حکیم الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کی ذات میں تو واقعۃً گلہائے گوناگوں، اس طرح جمع و پیوست ہو گئے تھے کہ ان کا شمار مشکل ہے، لیکن راقم نے مرحوم کی زندگی کا وہ پہلو پیش کرنا طے کیا جس کا سامنے لانا کم سے کم راقم کی نظر میں جتنا زیادہ مناسب بلکہ ضروری ہے اتنا کسی اور پہلو کا نہیں ہے۔ یعنی فکر دار العلوم کی اشاعت و حفاظت میں حکیم الاسلام کا حصہ اس عنوان و موضوع کا قدرتی تقاضہ ہے کہ پہلے "دار العلوم کا فکر" (جو مجموعہ ہے ایک خاص مسلک، مشرب اور منہج کا) معلوم ہو، یہاں یہ حقیقت ظاہر کئے بغیر نہیں گذرا جا سکتا کہ "فکر دار العلوم کا یکجا تفصیلی اور جامع تعارف، تحریری شکل میں آج ہمیں اسی کی زبانِ قلم سے معلوم ہو سکتا ہے جو آج کے تذکرہ کا موضوع ہے، اس کے بعد "مسلک دار العلوم" نامی رسالہ کے مصنف (حکیم الاسلام ہی

کے الفاظ میں اس کا تعارف سنئے'' علمی حیثیت سے یہ ولی اللّٰہی جماعت، مسلکاً اہل سنت والجماعۃ ہے، جس کی بنیاد کتاب وسنت، اجماع وقیاس پر قائم ہے، اس کے نزدیک تمام مسائل میں اولین درجہ نقل روایت کو اور آثار سلف کو حاصل ہے، اس کے یہاں کتاب وسنت کی مرادات محض مطالعہ سے نہیں بلکہ اقوالِ سلف اور ان کے متوارث مذاق کے حدود میں رہ کر، نیز اساتذہ وشیوخ کی صحبت وملازمت اور تعلیم وتربیت ہی سے متعین ہوسکتی ہیں. اسی کے ساتھ بطریقِ اہل سلوک جو رسمیات، رواجی طریقوں اور نمائشی حال وقال سے مبترا اور بری ہے. تزکیۂ نفس اور اصلاح باطن بھی اسکے مسلک میں ضروری ہے. اس میں ہر (دینی) فتنہ کی مدافعت بھی داخل ہے. خواہ وہ (فتنہ) نقل و روایت کی راہ سے آیا ہو، یا بے لگام عقلیت (نیچریت) کی راہ سے (اس فتنہ نے) خواہ شرک و بدعت کا روپ دھارا ہو. یا الحاد و بے دینی اور آزاد خیالی کا، حقیقی دیوبندی کی پہچان حضرت حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحبؒ ہی کے الفاظ میں یہ ہے کہ اس میں علمی وقار، استغناء، فروتنی ایثار وزہد، صفات جمع ہوتی ہیں. لیکن کبر ونخوت (نہیں ہوتی) اور نہ ذلت (کہ عزت نفس پامال کرلیں) جہاں یہ علم واخلاص کی بلندیوں پر پہنچ کر عوام سے بلند ہوجاتے ہیں، وہیں تواضع کی وجہ سے عوام میں ملے رہتے ہیں. مجاہدہ ومراقبہ کی وجہ سے خلوت پسند ہونے کے معنی فقہیہ سے لڑنا یا فقہیہ ہونے کے معنی محدّث بیزار ہونے یا علم وکلام میں مہارت کا تقاضہ تصوف بیزاری نہیں، بنابریں دینی شعبوں کے تمام ارباب فضل وکمال (کیا محدثین و متکلمین، کیا فقہاء کیا اصولین و منطقین) ان کے یہاں سب واجب الاحترام ہیں. لیکن ان تمام شعبوں میں سب سے زیادہ اہمیت اس جماعت کے نزدیک تعلیم علومِ نبوت کو حاصل ہے.

مرحوم کے فکر دارالعلوم کی اشاعت وحفاظت میں حصہ کے جائزہ سے پہلے یہ بھی ضروری معلوم ہورہا ہے کہ دیکھا جائے کہ خود موصوف اس فکر سے کتنے ہم آہنگ تھے، اس فکر کے پہلے جزو مسلک میں سب سے اہم مقام علوم نبوت کا ہے اور ان کی تعلیم و

تعلّم کا بتایا گیا ہے، چنانچہ اس بارے میں موافق و مخالف سب ہی متفق ہیں. کہ مرحوم کا علمی مقام بہت بلند تھا، واقعہ یہ ہے کہ علم کے بعض شعبوں میں ملک کے خواہ دوسرے علماء امتیاز رکھتے ہوں، لیکن مجموعی طور پر مطالعہ کے تنوع، وسعت اور عمق میں موصوف کا پایہ اگر سب سے بلند نہیں تو کم سے کم یہ کہ بہت بلند تھا. اور مشکل علمی مضامین، بالخصوص نصوصِ متعارضہ اور سلف کے اقوال مختلفہ میں تطبیق دے کر، اور ان کی مراد متعین کر کے واضح، عام فہم، دلنشین اور شیریں انداز سے پیش کرنے کے کمال میں اب کوئی حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے بعد ان کا ثانی نہ تھا.

موصوف کے تبحر علمی اور وسعت نظر کی چھاپ عوام ہی نہیں علماء تک پر کس درجہ کی تھی اس کا اندازہ کرنے کے لئے شاید یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ آج نہیں بلکہ تیس چالیس سال قبل بھی جب کہ آج کل کا جیسا قحط الرجال، بھی نہ تھا، بعض اہل علم تک یہ کہتے سنے گئے کہ ''ہندوستان کے سارے علماء کا مجموعی علم ایک طرف اور تنہا حکیم الاسلام مولانا طیب صاحبؒ کا علم ایک طرف'' ظاہر ہے کہ یہ قول مبالغہ سے خالی نہیں تھا لیکن اس سے بہر حال اتنا تو ثابت ہوتا ہی ہے کہ اہل علم کے نزدیک بھی ممدوح علمی طور پر فرد مایہ نہ تھے، بلکہ ممتاز ترین علماء کی صف میں شامل سمجھے جاتے تھے.

موصوف کے ذوق علمی کے تمام دوسرے مذاقوں پر غالب ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے منصب اہتمام پر فائز ہونے کے باوجود تصنیف و تالیف کا سلسلہ مستقل جاری رکھا، حالانکہ دار العلوم کے اہتمام کی مصروفیات قطعی طور پر اس کی اجازت نہ دیتی تھیں کہ اس ہجوم کار میں آدمی علمی کاموں کے لئے وقت نکال سکے.

موصوف کے علمی مقام پر سب سے بڑھ کر شہادت وہ بیانات بھی ہیں جو ان کے حادثہ وفات پر زبانی یا تحریری تمام قابل ذکر علماء اور دوسرے طبقات کے آئے. ان میں موافق و مخالف سب ہی نے دوسری خوبیوں کے ساتھ علمی بلندی کا بھی اعتراف و اظہار کیا ہے، بلکہ ایک بہت قابل احترام بزرگ حضرت گنگوہیؒ کے حفید رشید وسیع

العلم کثیر المطالعہ حکیم مولانا ننھے میاں صاحب نے تو یہ تک فرمایا "عجزت النساء إن یلدن مثل طیب. (اب طیب کا ثانی پیدا کرنے سے عورتیں عاجز ہیں) اس سے بھی زیادہ قوی دلیل موصوف کے ذوق علمی کی یہ ہے کہ اہتمام کے متنوع اور تھکا دینے والے بے پناہ مشاغل، نیز دیگر میدانوں میں سرگرم عمل رہنے کے باوجود ساری عمر موصوف نے علم ومطالعہ سے اپنا رشتہ قائم رکھا علم سے اس وابستگی کا یہ اثر تھا کہ کچھ عرصہ تک فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ جیسے جلیل القدر محدث کی وفات کے بعد (اس کے علاوہ بھی دیگر مواقع پر) دار العلوم جیسی ممتاز درسگار میں صحیح بخاری جیسی ادق واعلیٰ کتاب کا دورۂ حدیث جیسی اہم جماعت کے طلبہ کو (جس میں ایک خاصی تعداد ماہر اساتذہ تک کی شامل ہوا کرتی تھی) نہایت کامیابی کے ساتھ درس دیا۔

فکر دار العلوم کے علمی تقاضہ کے ساتھ دیگر اوصاف وتقاضے مثلاً تصلّب فی الدین، دینی حمیت اسلاف کی عظمت، فرق باطلہ کا حکیمانہ ردعمل، حقیقی تصوف سے (تزکیہ واحسان) مناسبت، تواضع استغناء وغیرہ اوصاف تو موصوف میں اس طرح جمع ہو گئے تھے کہ ان کا کٹر سے کٹر دشمن بھی انکار کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا ہے کم سے کم ادھر تیس چالیس سال کے اندر ان کے جیسے پایہ کے کسی شخص کے یہاں، ان کی جیسی تواضع کا تجربہ ومشاہدہ کسیکو مشکل سے ہی نصیب ہوا ہوگا، اسی طبعی تواضع کا یہ اثر تھا کہ ان کے ایک معاصر نے جو عمر میں بھی ان سے کم ہیں، جب ان سے معافی طلب کی تو ان کی متواضعانہ طبیعت پر سخت بار ہوا اور اس کا اظہار ایسے الفاظ میں کیا جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں موصوف نے انہیں جواب دیا۔

آں محترم سے زیادہ کون جانتا ہے کہ میں نے اپنے چھوٹوں کو بھی کبھی خطاوار نہیں سمجھا، کہ ان کی زبان پر معافی کی بات آئے۔

تزکیہ واحسان کی صفت میں امتیاز سند کے لئے یہی کافی ہے کہ موصوف اپنی جماعت اور اپنے وقت کے سب سے متقی عالم حضرت شیخ الہندؒ کے دست گرفتہ اور اپنے عصر

کے سب سے بڑے مصلح اور بے مثال مربی حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ ومجاز تھے.

فرق باطلہ کی حکیمانہ تردید میں مرحوم کے حکیمانہ اسلوب کی شہادت کے لئے بر صغیر کے مشہور مسلم صحافی اور مبصر ماہر القادری صاحب مرحوم کا وہ تبصرہ کافی ہے، جس میں ماہر صاحب نے اپنے پشتینی مسلک، کٹر بریلویت سے ہٹ کر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی ہی تقریر دلپزیر کے اثر سے صحیح العقیدہ بن جانے کی تفصیل اور دیگر بہت سی مفید باتیں اپنے شہرۂ آفاق ماہنامہ "فاران" کراچی میں تحریر فرمائی تھیں (جو بعد میں کتابی شکل کے انداز میں بھی شائع ومقبول ہوا) اس وصف کی سب سے نمایاں مثال، اور جیتی جاگتی تصویر بمبئی شہر ہے کہ جہاں موصوف کے حکیمانہ خطابات ہی کے ذریعہ ابتداءً فضا بدلی اس کے بعد ہی اہل حق کو وہاں پاؤں نکالنے کے لئے زمین مل سکی.

یہ فکر موصوف کے جسم وروح میں اس طرح پیوستہ ہوکر رچ بس گئی تھی کہ ان کی ذات ہی مجسم فکر قاسمی اور سراپا دار العلوم بن گئی تھی، ان کی وفات پر متعدد اہل علم اور اصحابِ فکر ودانش نے جو یہ لکھا ہے کہ انھوں نے اپنی ذات کو دار العلوم میں اس طرح گم کر دیا تھا کہ ایک کا تصور دوسرے کے بغیر ممکن نہ رہا تھا، اس میں نہ غلط بیانی ہے نہ مبالغہ کیوں کہ وہ جس جگہ گئے (اور دنیا کا کون سا اہم حصہ ہے جہاں وہ نہیں گئے؟ کیا امریکہ یورپ کیا افریقہ وایشیاء) فکر دار العلوم کے ساتھ پہنچے، بلکہ ان کی تنہا ذاتِ گرامی کی بدولت مدرسہ دیوبند، مدرسہ سے دار العلوم پھر عظیم جامعہ بنا. اور شہروں سے لیکر قصبات ودیہات تک دار العلوم کی صدا ان کی ہم آہنگ آواز بن کر اس طرح پہنچی کہ وہاں کے حساس دلوں کی دھڑکن اور ان کی اپنی آواز بن گئی.

اوپر دار العلوم کے مسلک ومشرب کے تذکرہ میں ذکر آیا کہ اس کے مقاصد میں ہر دینی فتنہ کی مدافعت بھی شامل ہے. اس بارے میں مہتمم صاحبؒ کے پاس ایک روشن، بلکہ عالم آشکارا کارنامے کا تذکرہ کافی ہوگا. ہندوستان میں جب مسلمانوں کے عائلی قوانین (نکاح، طلاق، میراث وغیرہ جنہیں مسلم پرسنل لاء کہا جاتا ہے) کے خلاف کچھ

نام نہاد مسلمانوں کی طرف سے حکومت کی ایماء پر زبردست مہم چلائی گئی اور اس کا پورا خطرہ پیدا ہوگیا کہ شریعت اسلامیہ کے جن چند قوانین پر عمل کرنے کا مسلمانوں کو ہندوستانی دستور کی رو سے حق باقی رہ گیا ہے بس وہ بھی اب چھینا جانے والا ہے. اور پارلیمنٹری جمہوریت جو دراصل اکثریت کا نام ہے، کی لاٹھی سے اس کے کچلنے کی تیاریاں آخری مراحل پر ہیں. تو سب سے پہلے اسی دارالعلوم کہ جس کے قیام اور وجود کا اصل باعث ہی دین وشریعت کی حفاظت وبقاء ہے، کے سربراہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ بے چین ہوگئے اور پھر بہت سی حکیمانہ تدابیر اختیار کیں، جس کا ثمرہ بالآخر تمام ہندی مسلمانوں کے واحد متفقہ پلیٹ فارم (آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ) کی شکل میں برآمد ہوا. اور ایسے مختلف افکار ونظریات رکھنے والے افراد پر مشتمل بورڈ کی صدارت کے لئے موصوف سے زیادہ موزوں تر اور کوئی شخصیت پورے ہندوستان میں نہ مل سکی. چنانچہ وہی از روز اول تا آخر حیات اس کے صدر رہے.

تاریخی خط مرحوم کا وہ آخری مطبوعہ خط پیش کیا جا رہا ہے، جس کے حرف حرف سے سوز دروں، دارالعلوم اور اس کے مسلک و جماعت کی حفاظت کے لئے بیقراری اور اس کی (اختلاف کے زمانے میں) زبوں حالی پر دل فگاری ٹپک رہی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ وہ خط روشنائی سے نہیں خونِ جگر سے لکھا گیا ہے. اس خط سے اور باتوں کے ساتھ مرحوم پر لگائے جانے والے الزامات، ضعف دماغی سے لے کر قوت فیصلہ سے محرومی اور دوسروں کے زیر اثر ہونے تک کی حقیقت بھی اہل نظر پر آشکارا ہو جاتی ہے. لیجئے اس تاریخی خط کے اہم حصّے کو ملاحظہ کرکے آج پھر اس پیکر اخلاص ومجسمۂ اخلاق کی یاد تازہ کر لیجئے.

”دارالعلوم دیوبند صرف ایک مدرسہ نہیں بلکہ اللہ کی امانت ہے، آج کے دینی دور میں دین کے ہر شعبہ میں امت کی رہنمائی اور عوام امت کی خدمت اس کا نصب العین رہا ہے، آج اس کا کیا حال ہے؟ اور ہم اللہ کے سامنے مسئول ہیں، یہ ہے وہ سوز جس

سے میرا جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا ہے، نہ اپنی ذات کا غم ہے نہ اپنے عزیزوں کا بلکہ غم دارالعلوم کا ہے جماعت جو ایک سو سولہ برس تک اوروں کے لئے ہدایت تقویٰ اور توحید کی علامت تھی بکھر کر رہ گئی ہے یہی میری بیماری ہے، اس عالم بیچارگی اور بیماری میں آپ کا مکتوب گرامی ملا جسے میں اپنے لئے اور دارالعلوم کے لئے روحانی صحت مندی کی علامت سمجھتا ہوں، معاملہ ہم میں سے کسی کی ذات کا نہیں بلکہ ہمارے اسلاف کی یادگار دارالعلوم کا ہے، ہم سب اپنی خطاؤں کی معافی اللہ سے مانگیں اور کچھ مانگیں تو دعا مانگیں علی ہم سب کو توفیق نصیب ہو اور آخرت کی جواب دہی سے نجات ملے، زندگی کی آخری آرزو اور آخری دعاء یہ ہے کہ دارالعلوم کا پہلا رنگ جس میں روحانیت تھی، خلوص تھا اور سب ایک تھے اور فیصلے ایک رائے سے ہوتے تھے پھر بحال ہو جائے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کے حکیم الاسلامؒ کے بارے میں اعترافات وتاثرات:

آخر میں موصوف کی مختلف الجہات خوبیوں کے اعتراف پر مشتمل، ایک ایسی شخصیت کی تحریر کے اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں جس سے زیادہ اس وقت معروف تذکرہ نگار اور وسعتِ نظر میں ممتاز اور کوئی شخصیت نظر نہیں آتی یعنی حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ جنھوں نے اپنی تازہ تصنیف "پرانے چراغ" (حصہ سوم) شائع کردہ مکتبہ فردوس لکھنؤ میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ پر بھی طویل تاثراتی مضمون لکھا ہے (از ص ۱۴۱ تا ۱۴۴) اس کے جستہ جستہ حصے ملاحظہ کیجئے، علم وفضیلت، بصیرت، وسعت علم اور علم کی پختگی ورسوخ، خدمت دینی اور اس کے ساتھ اصلاح وعظ وارشاد عوام سے رابطہ تربیت و دعوت وبیعت وارشاد، ان سب پہلوؤں اور گوشوں پر ان (حضرت مولانا طیبؒ) کی زندگی محیط تھی. (ص ۱۴۱) "ان کے دورِ اہتمام میں اس ادارہ نے ایسی ترقی کی جو اس کے ابتدائی دور کے دیکھنے والوں کے خواب وخیال میں بھی نہ تھی" (ص ۱۴۲)

"قاری صاحبؒ، عوام کی اصلاح اور وعظ وارشاد میں شیخ وقت حکیم الامت

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اسلوب کے متبع تھے، حسن تقریر اور دعوتی و اصلاحی رنگ ان کا امتیاز تھا. جس سے ہزاروں انسانوں کو فائدہ پہنچا، ہزاروں دلوں میں دین کے احترام کا جذبہ اور علماء کے متعلق حسنِ ظن پیدا ہوا، ایسا خوش بیان مقرر و اعظ، وسیع المعلومات اور نورانی شکل کا عالم مشکل سے دیکھنے کو ملتا ہے. جس پر پہلی نظر پڑتے ہی قلب شہادت دیتا کہ یہ فطرۃً ''معصوم'' ہیں.

''قاری صاحبؒ نہایت متین و باوقار شخص اور تواضع و اخلاق کا پیکر تھے'' (ص۱۲۳)

سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے.

حضرت حکیم الاسلام! میری نظر میں

(از: حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب ندویؒ / ناظم جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی زندگی کے بے شمار پہلو ہیں جن پر واقف کار حضرات اپنے اپنے انداز سے لکھیں گے. راقم الحروف ان سے بہت قریب سے واقف نہیں ہے اس لئے اپنے لئے یہ عنوان اختیار کیا ہے کہ اس میں واقعات سے زیادہ ذاتی مشاہدات اور تاثرات کے اظہار کا موقع ہے.

حضرت قاری صاحب کے انتقال پر راقم الحروف نے الرشاد میں جو اداریہ لکھا تھا اس میں بہت سی باتوں کے ساتھ اپنے اس تاثر کا بھی اظہار کیا تھا کہ اپنی نظروں نے طبقۂ علماء میں دو ایسی باوقار دینی شخصیتوں کو دیکھا ہے کہ جو اپنے پر وقار نورانی اور معصوم چہروں کے ساتھ جس مجمع میں پہونچ جاتے تھے پوری مجلس پر چھا جاتے تھے، اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ رحمت کے فرشتوں کا نزول ہو رہا ہے ایک حضرت الاستاذ مولانا سید سلیمان ندویؒ دوسرے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ.

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ بانی دار العلوم حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی نسبت اور مولانا تھانویؒ کی خلافت کی وجہ سے تو قابل احترام تھے ہی مگر ذاتی طور پر بھی اپنے علم و فضل اعتدال و توازن اور شیریں مقال کی وجہ سے پورے حلقۂ علماء میں ایک ممتاز شخصیت ہی کے مالک نہیں بلکہ اس حلقۂ کے گل سرسبد تھے، انھوں نے دس پانچ سال نہیں بلکہ نصف صدی دار العلوم دیوبند کی جو بے لوث خدمت انجام دی ہے ممکن ہے کہ وہ موجودہ تاریخ سازی کی نذر ہو جائے مگر ہندوستان کی علمی و دینی تاریخ سے ان کی خدمت کے نقوش تاباں کو مٹایا نہیں جا سکتا. جس وقت ان کو اہتمام کا عہدہ سپرد کیا گیا تھا دار العلوم کے حلقہ کے اندر اور اسکے حلقہ کے باہر بڑی بڑی

شخصیتیں موجود تھیں. مگر سب کی نظر انتخاب اسی ۲۸/۲۹ برس کے نوجوان پر پڑی. اور انھوں نے بزرگوں کے حسن ظن کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ آگے چل کر بذات خود ایک بڑی شخصیت بن گئے. جس وقت انھوں نے اہتمام سنبھالا دار العلوم دیوبند ایک متوسط درجے کا مدرسہ تھا. جسے انھوں نے اپنے حسنِ انتظام سے ہندوستان کا جامع ازہر بنا دیا. ان کی غیر معمولی صلاحیت ہی تھی کہ جب وہ کچھ دنوں کے لئے پاکستان چلے گئے اور وہاں کی شہریت اختیار کر لی تو دار العلوم دیوبند کے اس وقت کے شیخ الحدیث اور صدر مدرس حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا ابوالکلام آزاد اور جواہر لال نہرو سے سفارش کر کے ان کو دوبارہ ہندوستان واپس لائے. جب مولانا آزاد نے مولانا مدنی سے کہا کہ کیا آپ کو کوئی دوسرا قاری طیب نہیں ملتا. جو آپ انکے بلانے پر اصرار کر رہے ہیں؟ تو انھوں نے جواب میں کہا کہ ہاں مجھے دوسرا قاری طیب نہیں مل رہا ہے.

مولانا مدنیؒ کے ان کو دوبارہ لانے میں جہاں ان کی صلاحیت کو دخل ہے وہیں یہ احسان شناسی بھی تھی کہ آزادی سے پہلے مولانا مدنی کے غیر معمولی سیاسی انہماک کی وجہ سے جب بھی مجلس شوریٰ میں یہ مسئلہ اٹھایا جاتا اور دار العلوم کے بعض اکابر بھی ناگواری کا اظہار فرماتے کہ اس سے دار العلوم کی دینی و علمی حیثیت کو نقصان پہونچ رہا ہے تو قاری صاحب ہی کی شخصیت تھی کہ مولانا مدنیؒ کا یہ کہہ کر دفاع کرتے تھے کہ اگر ان کے سیاسی انہماک سے کچھ نقصان پہنچتا ہے تو ان کی برگزیدہ زندگی اور درس حدیث سے دار العلوم کو فائدہ بھی پہنچ رہا ہے اس کو پیش کر کے اس مسئلہ کو ہمیشہ دبا دیا کرتے تھے.

قاری صاحب کی ایک خاص خصوصیت عام مدارس اسلامیہ سے ان کا تعلق تھا. وہ اگر کسی گاؤں کے کسی مکتب کے جلسہ میں بھی بلائے جاتے تھے تو اس میں بھی اسی اہتمام و انشراح کے ساتھ شریک ہوتے تھے. جس طرح کسی بڑے مدرسہ کے جلسہ میں وہ شریک ہوتے تھے. خود جامعۃ الرشاد میں ان کو جب بھی بلایا گیا تو پورے انشراح قلب کے ساتھ شریک ہوئے، خود جامعۃ الرشاد کی ابتداء ۱۹۶۲ء میں ایک کرایہ کی عمارت اور مسجد

میں ہوئی مگر ۱۹۶۵ء میں اس کی جدید عمارت کا سنگ بنیاد جن علماء وصلحاء کے ہاتھوں رکھا گیا ان میں خاص طور پر حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے اس کی پہلی اینٹ رکھی اس موقع پر انھوں نے مدرسہ کی افادیت پر جو مؤثر تقریر کی اس سے متاثر ہو کر شہر اعظم گڈھ جیسے غریب مقام کے باشندوں نے کئی ہزار روپے کی رسید کٹوائی۔

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ دوسری بار اس وقت تشریف لائے جب جامعۃ الرشاد کی طرف سے مشرقی اضلاع کے عربی مدارس کے ذمہ داروں کی مجلس بلائی گئی تھی، اس وقت مدرسہ کا ہال جہاں بنا ہوا ہے، وہاں ایک بڑا چھپر پڑا ہوا تھا۔ اسی چھپر میں مجلس ہوئی قاری صاحب مجلس سے کئی گھنٹہ پہلے تشریف لے آئے اور مجلس کے بعد بھی کئی گھنٹے اسی چھپر کے نیچے لیٹے رہے اور فرماتے رہے کہ آج اس میں بیٹھ کر بزرگوں کی یاد تازہ ہوگئی۔ انھوں نے اپنے معائنہ میں لکھا کہ جو کام کسی بڑے مدرسہ کو کرنا چاہئے بحمد اللہ وہ جامعۃ الرشاد کر رہا ہے، تیسری بار قاری صاحب ۱۹۶۷ء میں دستار بندی کے جلسہ میں تشریف لائے۔ اسی موقع پر انھوں نے اسلامی ہاسٹل کا بھی معائنہ کیا جو جامعۃ الرشاد کی طرف سے انگریزی طلبہ کی تربیت کے لئے قائم کیا گیا تھا انھوں نے ہر موقع پر اپنا معائنہ بھی تحریر فرمایا جو ان کی اعلیٰ ظرفی کا ثبوت ہے۔ ان کی ہمت افزائی اور اعلیٰ ظرفی جامعۃ الرشاد ہی کے ساتھ مخصوص نہیں تھی بلکہ کسی بھی مدرسہ کی طرف سے جب ان کو مدعو کیا جاتا تھا تو وہ اس انشراح کے ساتھ تشریف لے جاتے تھے کہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ان کے نزدیک اس مدرسہ کی بھی اتنی ہی اہمیت ہے جتنی کسی بڑے دار العلوم کی ہے۔

حضرت قاری صاحب کی ایک بڑی خصوصیت ان کی طبعی شرافت، مروت اور نرم خوئی تھی، انھوں نے زندگی میں شاید ہی کسی کے آبگینہ دل کو ٹھیس پہونچائی ہو۔ جن لوگوں نے اس پیرانہ سالی میں ان کے معصوم دماغ کو مجروح کیا اور بے داغ شیشہ دل کو چور چور کر ڈالا ان کے ساتھ بھی انھوں نے کبھی تلخ کلامی نہیں کی۔

ان کی علالت کے آخری زمانے میں مولانا منظور صاحب نعمانی ممبر مجلس شوریٰ

دارالعلوم دیوبند جنھوں نے ان کے خلاف بہت کچھ لکھا تھا بلکہ بعض ناگفتنی باتیں بھی لکھ ڈالی تھیں معافی کا خط لکھا تو انھوں نے جواب میں انھیں لکھا کہ میرا ذاتی کوئی معاملہ نہیں ہے، اور نہ مجھے کوئی شکایت ہے. دارالعلوم کا معاملہ ہے اس سلسلہ میں آپ اس کے ذمہ داروں ہی سے معافی مانگیں تو بہتر ہے اس جواب میں قدرے ناراضگی کا اظہار ہے مگر انداز کتنا شریفانہ ہے.

مجلس شوریٰ کے بعض ممبران بسا اوقات ان کے خلاف بہت سخت انداز اختیار کرتے تھے اور ان کے بہت سے کئے ہوئے اقدامات کو رد کرا دیتے تھے مگر وہ کبھی چیں بہ جبیں نہیں ہوتے تھے اور نہ اپنے کارناموں اور شخصیت کی بنا پر ان کی ان باتوں کو بے وزن سمجھتے تھے اور نہ یہ کوشش کرتے تھے. مجلس شوریٰ سے یہ کانٹا نکل جائے، اس کے برخلاف ایک بڑے ادارے کی مجلس انتظامیہ میں لکھنؤ کے ایک مرحوم ممبر صاحب نے کچھ اعتراضات کر دیئے تو ادارے کے ذمہ دار صاحب بلڈنگوں کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ آپ لوگوں کو یہ سب کچھ نظر نہیں آتا صرف اعتراض کرنا آتا ہے.

ببلبیں تفاوت رہ از کجا تا بکجا۔ دارالعلوم دیوبند میں اساتذہ کا ایک گروپ ہمیشہ قاری صاحب کا مخالف رہا مگر انھوں نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا. ممکن ہے کہ کسی مخصوص وجہ سے کسی کی علیحدگی ہوئی ہو مگر عام طور پر انکا طرز عمل یہی رہا. یہی حال طلبہ کے ایک گروپ کا رہا مگر وہ ہمیشہ ان کو معاف ہی کرتے رہے.

ان کی یہ نرم خوئی ان کے مخالفین کے نزدیک سب سے بڑا قصور تھی. ظاہر ہے کہ نرم آدمی کے گرد کچھ غلط لوگ بھی جمع ہو جاتے ہیں اور ان سے غلط کام بھی کرا لیتے ہیں مگر اس کی وجہ سے ان کے کارناموں کو جب بھی نظر انداز کیا جائے گا تو اس کا نتیجہ پیرانہ سالی میں دارالعلوم سے ان کی علیحدگی نہیں بلکہ حضرت عثمانؓ جیسے جلیل القدر صحابیؓ کی شہادت کی صورت میں بھی ظاہر ہو چکا ہے.

۶۵، ۱۹۶۴ء میں ایک بار دارالعلوم میں کچھ مالی بحران پیدا ہو گیا تو قاری

صاحب نے ذاتی طور پر خود جدو جہد کی اور اسکے لئے حضرت مولانا وصی اللہ صاحبؒ اور بعض دوسرے بزرگوں سے دعا کی درخواست کی اس خط سے متاثر ہوکر مولانا وصی اللہ صاحبؒ نے اپنی عام عادات کے خلاف دارالعلوم کیلئے مالی اعانت کی اپیل کی جس سے دارالعلوم میں ہزاروں روپئے پہنچ گئے.

اوپر عرض کر چکا ہوں کہ وہ اعتدال توازن اور نرم خوئی کا مجسمہ تھے، کسی مسئلہ کے سلسلہ میں وہ شدت کو پسند نہیں کرتے تھے اسی طرح ہندوستان کی مسلم جماعتوں کے سلسلہ میں بھی ان کا طرز عمل ہمیشہ اعتدال کا رہا. یہی وجہ تھی کہ وہ ہر طبقہ میں قبول کرلئے جاتے تھے.

۱۹۴۰ء میں ندوہ کے طلبہ کا ایک وفد دارالعلوم دیوبند کے لئے گیا تھا. اس وقت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ حیات تھے. انھوں نے اور قاری صاحب نے وفد کا اعزاز کیا اور ان کے استقبال میں مسجد کے اندر ایک جلسہ کیا. جس میں قاری صاحب نے تقریر فرمائی. اور اکبر الہ آبادی کا وہ مشہور قطعہ پڑھا جس میں دارالعلوم دیوبند ندوہ کا اور علی گڈھ کی خصوصیات کا ذکر کیا ہے.

سیاست میں بھی ان کا طرزِ عمل انتہا پسندی کا کبھی نہیں رہا. وہ دارالعلوم کے مصالح کو پیش نظر رکھتے تھے ایمر جنسی کے زمانہ میں ان کے ایک بیان سے کچھ لوگوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ فیملی پلاننگ کے موافق ہوگئے ہیں. حالانکہ ایسا نہیں تھا. ان کے بیان کا خلاصہ یہ تھا کہ کسی مسئلہ میں جائز اور ناجائز کا فتویٰ دینا دارالعلوم کے دارالافتاء کا کام ہے اور وہ فتویٰ دے چکا کہ یہ جائز نہیں. البتہ یہ مسئلہ چونکہ نیا ہے اس لئے اس پر علماء کو غور کرنا چاہئے کہ اس کی کچھ صورتیں بعض حالات میں مباح ہوسکتی ہیں یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے.

اللہ تعالیٰ نے ان کو علمی و دینی حیثیت کے ساتھ دنیاوی وجاہت سے بھی نوازا تھا اسی وجہ سے ان کے گھر اور معاشرتی زندگی میں جو رکھ رکھاؤ تھا وہ بھی بہت کم سوادلوگوں

کی نظروں میں کھٹکتا اور وہ اس کو ان کا سب سے بڑا عیب بنا کر پیش کرتے تھے.

کور بختاں با رز خواہند ❁ مقبلاں راز وال نعمت وجاہ

بہر حال دارالعلوم میں تعلیم ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی اور نظر و انتظام چل رہا ہے اور چلتا رہے گا مگر ان کی ذات سے جو اس کو دینی و علمی وقار حاصل ہوا تھا وہ آسانی سے پورا نہیں ہوگا.

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ قاری صاحب کو اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے اور ملک کی امانت دارالعلوم کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور اخلاص وللہیت جو اس ادارہ کی سب سے بڑی خصوصیت تھی اس کے کارکنوں اساتذہ اور طلبہ کے سینوں میں پھر سے جاگزیں کر دے.

❁❁❁

ایک جامع کمالات شخصیت

از: حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب
دار الافتاء دار العلوم دیوبند

اچھی طرح یاد ہے کہ سب سے پہلے حکیم الاسلامؒ کو میں نے شہر مونگیر کے ایک عظیم الشان اجلاس میں دور سے دیکھا جب آپ کرسی پر بیٹھے وعظ کر رہے تھے، وعظ اس قدر دل آویز و دل پزیر تھا کہ پورے مجمع میں کہیں سے کھانسنے کی آواز تک نہیں آ رہی تھی، ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ واعظ جادو کر رہا ہے اور پورا مجمع ہمہ تن گوش ان کی طرف متوجہ سکتہ کے عالم میں ہے، خود اپنا بھی اس وقت یہی احساس تھا کہ آپ سے بڑھ کر موثر بولنے والی شخصیت دوسری نہیں ہے دو ڈھائی گھنٹہ رات کے دس بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک مسلسل بولتے رہے، لیکن مجمع جب وہاں سے اٹھا تو سب کی زبان پر تھا کہ تقریر جلد ختم ہوگئی، کاش کچھ دیر تک اور حضرت مہتمم صاحب بولتے رہتے، اور ہم لوگ سنتے رہتے، تقریر کا عنوان تھا، یبنی اقم الصلوٰۃ دَامُرِ بالمعرف والنھی عن المنکر واصبر علی مااصابک ان ذالک من عزم الامور. (لقمان ۲۰)

حضرت مہتمم صاحب کی زبان بہت شیریں، لب ولہجہ بڑا ہی خوشگوار، اور انداز بیان ہلکا پھلکا بہت سلیس و دلنشیں تھا، قرآن پاک کی آیتیں، احادیث نبوی کے ٹکڑے اور صحابۂ کرامؓ و اولیاء اللہ کی تاریخ واقعات اس طرح تقریر میں برجستہ پڑھتے اور بیان کرتے جاتے کہ سننے والا محو حیرت رہ جاتا، پوری تقریر مربوط مدلل اور ذہن وفکر کو متاثر کرنے والی تھی، اپنا تاثر یہی تھا کہ اس قدر بلیغ، عام فہم اور موثر وعظ کبھی اور سننے میں نہیں آیا، یہ حقیقت ہے کہ آپ جہاں تقریر کرنے گئے چھا گئے، نہ گھن گرج، نہ نشیب و فراز، نہ ہاتھ پاؤں کے اشارے، سنجیدہ و متین اور صاف وشستہ انداز، کہا جاسکتا ہے کہ

آپ بلاشبہ اپنے دور کے بے مثال واعظ ومقرر اور جاندار خطیب تھے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب تک وہ تقریر ذہن کے گوشوں میں گونج رہی ہے۔

اب تک دور سے ہی سنا تھا اور دور سے ہی دیکھا تھا، ان دنوں خاکسار دار العلوم معینہ سانحہ ضلع مونگیر کی صدارت تدریس کی خدمت انجام دے رہا تھا، اور اس مدرسہ کو خس پوش چھپر سے پختہ بلڈنگ میں منتقل کرنے کی جدوجہد میں ہمہ تن مصروف تھا، ۳۰ر جون ۱۹۵۶ء کو دار العلوم دیوبند (یوپی) کا ایک لفافہ ڈاک سے موصول ہوا، حیرت ہوئی کہ دیوبند میں میرا کوئی نہیں، کس نے یاد کیا، کھولا تو دار العلوم کے پیڈ پر ٹائپ شدہ خط ملا۔

حضرت المحترم زید مجدکم السامی۔

سلام مسنون، نیاز مقرون، صحتوریٔ مزاج کا خواہاں ہوں، اس وقت ایک خاص ضرورت سے عریضہ لکھ رہا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس وقت دار العلوم کے شعبہ تبلیغ اور یہاں کے نشر واشاعت کو ایک ایسے فاضل کی ضرورت ہے، جو صاحب قلم، خوش تحریر، اور شرعی مسائل وحقائق کو دلنشیں پیرایہ میں اچھے اسلوب کے ساتھ، موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق پیش کرنے پر قادر ہو، بالخصوص مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کے ان نظریات کا جو اہل سنت والجماعت کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں، اصول ودلائل کی روشنی میں تجزیہ کر کے ان کا کھرا اور کھوٹا واضح کرسکتا ہو، نیز مخالف تحریرات سے انصاف واعتدال کے ساتھ اخذ کرنے اور اس پر سنجیدہ گرفت کرنے کا سلیقہ رکھتا ہو، اور معاندین کے شبہات واعتراضات کا شرعی مواد کی روشنی میں متانت کے ساتھ جواب دینے کی اہلیت رکھتا ہو، ساتھ ہی اکابر دار العلوم کے بتلائے ہوئے اسالیب بیان وعنوانات کلام پر، ان کے ذوق وفکر کی روح کو محفوظ رکھتے ہوئے، اچھے ڈھنگ سے ان کے مقصود کی ترجمانی کرسکتا ہو، اور اسی کے ساتھ احیاناً دار العلوم کی ضروریات یا بیرونی دعوت پر حسب موقع تقریر دبیان پر بھی قادر ہو۔

اس سلسلہ میں مختلف شخصیتوں کے نام کے ساتھ جناب کا اسم گرامی بھی سامنے

آیا، بندہ کا حسن ظن تو ذات سامی کی نسبت جو ہے وہ ہے، اور وہی اس تحریر کا باعث ہوا ہے لیکن درخواست یہ ہے کہ معیار بالا کی رو سے اپنے بارے میں خود جناب بے تکلف اظہار خیال فرمادیں، کہ ان خدمات مطلوبہ کو جذبات مذکورہ کے ساتھ انجام دے سکیں گے یا نہیں؟ اگر دے سکیں تو مطلع فرمادیں تاکہ میں مجلس انتخاب میں اسم گرامی کو اپنی سفارش کے ساتھ پیش کرسکوں، ساتھ ہی اگر کوئی مقالہ یا رسالہ یا مضمون یا تالیفات میں سے ہو تو اسے بھی ارسال فرمادیں، خواہ مطبوعہ ہو یا مخطوطہ،

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ والسلام

محمد طیب

مہتمم دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۱/۱۹۷۵

خاکسار نے اس خط کو بڑی عقیدت ومحبت کی آنکھوں پڑھا دل نے گواہی دی کہ ایک عالم ربانی ایک گمنام ناچیز کی عزت افزائی فرمارہا ہے، اور غالباً دوتین مرتبہ پڑھا، یہاں یہ ظاہر کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ اب تک میں تحریر کی جامعیت اور قیود و شرائط میں حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کا قائل تھا، اور بحمد للہ اب تک ہوں، مگر اوپر کا خط پڑھ کر حیرت زدہ رہ گیا، اور تحریر بالا کی جامعیت اور شرائط وقیود دیکھ کر دنگ تھا کہ اس میں حکیم الامت کی تحریر کی پوری جھلک موجود تھی، اس پہلی تحریر کو اپنے نام سے پاکیزہ لب ولہجہ میں پڑھ کر دلی مسرت ہوئی، اور میری خود اعتمادی کو مہمیز لگی اور سمجھا کہ ایک گمنام، طالب العلم، اور نوعمر مدرس کو اس طرح خطاب فرمایا گیا، یہ محض رب العالمین کا فضل وکرم ہے، حضرت والا کا وعظ جلسہ میں سن چکا تھا، اب قلمی تحریر دیکھی دل دماغ میں عظمت اور تقدس پیوست ہوگیا اور یقین کرنا پڑا کہ جیسا سنتا تھا، ویسا ہی بلکہ اس سے کچھ زیادہ پایا، پھر قدرت نے مجھے سانحہ سے دیوبند پہونچادیا اور زندگی میں بالکل پہلی مرتبہ ۳ر صفر ۱۳۷۶ھ کو خدمت میں حاضر ہوکر اطمینان کے ساتھ ملاء کریمانہ اخلاق سے ملے بیان نہیں کرسکتا، پھر تو یہ دستور ہوگیا کہ دن کے کسی حصہ میں

حضرت مہتمم صاحبؒ کی مجلس میں پابندی سے چلا جاتا، اور رات میں حضرت مدنیؒ کے درس بخاری میں حاضری دیتا، سال بھر پوری پابندی کی اور اس طرح مدت کی حسرت پوری ہوئی اور اپنے ان دونوں بزرگوں سے استفادہ کا موقع حصہ میں آیا۔

حضرت مہتمم صاحبؒ کی مجلس کے متعلق پورے تیقن کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اس دور میں ایسی عالمانہ مجلس اور حکیمانہ باتیں ناپید ہیں۔ اب اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ مسلسل گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ طلبہ اور علماء مختلف علمی سوالات کرتے اور حضرت مہتمم صاحبؒ برجستہ ان کا جواب دیتے اور کتاب وسنت سے دلائل بھی پیش کرتے جاتے اور عقلی طور پر ذہنوں میں واضح کرنے کی سعی فرماتے، نہ کسی پر تنقیدی تبصرہ ہوتا، نہ کسی کی غیبت خالص علمی، دینی مسائل پر مسلسل گفتگو، کسی کا نام آیا تو بڑے ادب کے ساتھ نام لیتے اور اس کے فضائل ومناقب بھی بیان کرتے، اکابر دارالعلوم سے بہت گہری مناسبت اور دلچسپی تھی، ہر مجلس میں ان کے دوچار تاریخی حقائق کا تذکرہ ضرور آتا، سیرت سازی کا انداز ایسا دیکھنے میں نہیں آیا، کہ ایک سال رمضان کی مجلسوں کی تقریر یا گفتگو کے لئے بعض لوگوں نے ٹیپ ریکارڈ کا انتظام کیا، اور خاکسار نے ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے ان باتوں کو مرتب کیا جو "حکیم الاسلام اور ان کی مجالس" کے نام سے کتابی شکل میں بہت پہلے چھپ کر شائع ہو چکی ہے، اس کتاب کو پڑھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت مہتمم صاحبؒ کی مجلس میں کتنے اور کیسے علوم ہوا کرتے تھے، اور اندازِ بیان کس قدر دلچسپ ہوتا تھا دنیا جانتی ہے کہ حضرت کا دل کینہ کپٹ اور میل کچیل سے بالکلیہ پاک وصاف تھا، دارالعلوم کے اساتذہ اور دوسرے علماء کا بڑا احترام فرماتے۔

- مزاج خالص علمی اور دینی تھا، اہل علم کی بڑی قدر ومنزلت فرماتے تھے، میں جس سال نیا نیا یہاں آیا، سات آٹھ ماہ کے بعد دارالعلوم معینہ سانحہ سے ایک محضر نامہ آیا کہ ہمارے مدرس جو آپ کے یہاں گئے ہیں ان کو واپس فرمادیں، اس دن مجھے اپنے دولت خانہ پر حضرت نے یاد فرمایا، جب میں حاضر ہو گیا تو اندر سے تشریف

لائے، اور بیٹھ گئے، مزاج پوچھنے کے بعد کہنے لگے کہ آپ کے مدرسے سے ایک لمبا چوڑا محضر نامہ ملا ہے، اس سلسلہ میں کچھ دریافت کرنا ہے، پہلے دارالعلوم کے فضائل و حالات پر مختصر روشنی ڈالی، پھر فرمایا کہ جب آدمی نئی جگہ آتا ہے تو نئے حالات سے سابقہ پڑتا ہے، نئے ماحول میں کچھ افراد موافق ہوتے ہیں کچھ مخالف، کوئی تعریف کرتا اور کوئی تنقید، مگر یہ سب عارضی باتیں ہوتی ہیں. اور تھوڑے دنوں کے بعد آدمی کا ایک مقام بن جاتا ہے. پھر یہ سب بیان کر کے فرمایا کہ میں تو آپ سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ گھبرا تو نہیں گئے ہیں؟ میرے جواب کے بعد فرمایا مجھے آپ کا لحاظ وخیال ہے. دارالعلوم میں اہل علم کی تعداد میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں، سیاسی تو بہت سارے علماء ہونے لگے مگر اہل علم کمیاب ہوتے جارہے ہیں. اس کمی کا مجھے احساس ہے آپ جانتے ہیں آج کل ذوق علمی نایاب ہے، حالانکہ اصل چیز یہی ہے، علم پر تھوڑی دیر بولتے رہے، پھر اصل گفتگو پر آئے، آپ نے اپنی دو ضرورتیں بتائی ہیں، یہ دونوں پوری ہونگی اور دونوں کا ہی انتظام کرونگا، آپ بالکل مطمئن رہیں، اب میں آپ کے مدرسہ کو جواب لکھ دونگا، آپ کو جو ضرورت ہو مجھ سے آکر بیان کریں.

حضرت مہتمم صاحبؒ کی ان باتوں سے میں کافی متاثر ہوا اور اب تک جیسا میں نے ان کو سمجھا تھا اس کا تیقن بڑھتا ہی چلا گیا، مجھے یاد نہیں کہ اس کے بعد کبھی بھی میں اپنا کوئی مسئلہ چھبیس سال میں لے کر حضرت کی خدمت میں گیا یا اپنے سلسلہ میں کوئی بات کہی. مگر اس کا یقین رہا کہ مہتمم صاحبؒ کی نظرِ عنایت منعطف ہے. اہتمام کے نام جب کوئی علمی و تحقیقی سوال آتا تو عموماً میرے نام بھجوادیتے. میں جواب لکھ کر دفترِ اہتمام کے سپرد کر دیتا، حضرت نظرِ ثانی کر کے اسے بھجوادیتے.

دو سال بعد دارالعلوم معینہ کے اصرار پر ایک دفعہ مجھے تین ماہ کی رخصت لے کر وہاں جانا پڑا. حضرت مہتمم صاحبؒ نے اس وعدہ پر چھٹی بلا مشاہرہ منظور فرمادی کہ اس تین ماہ کے بعد فوراً حاضر ہو جاؤں گا. رخصت پر میرے چلے جانے کے بعد کچھ

لوگوں نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ میری واپسی نہیں ہوگی، اس لئے میری جگہ دوسرے صاحب کو رکھ لیا جائے، یہ باتیں حضرت مہتمم صاحبؒ سے بھی بار بار کہی گئیں اور مختلف لوگوں کے ذریعہ کہلوائی گئیں. حضرت نے ان کی باتوں پر اعتماد کرنے سے پہلے اپنے قلم سے مجھے باضابطہ ایک خط لکھا اور میری رائے معلوم کی اور اس کی حقیقت کیا ہے. خط یہ تھا.

حضرت المحترم زید مجدکم السامی.

سلام مسنون نیاز مقرون، الحمدللہ بعافیت ہوں، امید ہے کہ آپ بھی بعافیت ہونگے، آپ نے تین ماہ کی رخصت حاصل کی ہے. جس کا تقریباً ایک تہائی حصہ پورا ہو چکا ہے، مجھے اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا ہے کہ رخصت تو ایک ضابطہ کی چیز ہے وہ اپنی جگہ ہے، پوچھنا یہ ہے کہ اس رخصت کے بعد حقیقتاً ارادہ واپسی کا ہے یا نہیں؟ اگر ارادہ ہے تو آپ اسے قطعیت کے ساتھ تحریر فرمادیں لیکن اگر واپسی کا قصد نہ ہو، یا تردّد ہو تو عرض یہ کرنا ہے کہ اس منصب کے لئے جس پر کام کر رہے ہیں ایک موزوں شخصیت مل رہی ہے جو اپنی قابلیت اور وجود استحقاق کی بنا پر واجب التوجہ ہے. اگر آپ کی تشریف آوری نہ ہو تو ان سے بات چیت کی جائے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ضابطہ سے الگ ہو کر اپنا حقیقی منشاء واضح فرمادیں آنے کی صورت میں آپ ہر حال مقدم ہیں. ساتھ یہ بھی کہ اس رخصت کے بعد کوئی رخصت نہ لیں اور وہ منظور بھی نہ ہو سکے گی اسکے ختم پر جو حقیقی ارادہ ہو اس سے قطعیت کے ساتھ مطلع فرمادیں.

امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہوگا پرسانِ حال حضرات کی خدمت میں سلام مسنون.

والسلام

محمد طیب از دیو بند ۸/۷/۱۱/۱۸ھ

یہ ایک اجنبی ملازم کے ساتھ ہمدردی اور انصاف کا عالم تھا خط بار بار پڑھا کہ ایک طرف آپ پر کس قدر دباؤ ہے، دوسری طرف ایک اہل حق کے حق کی کس قدر پاس داری ہے، اور آپ کو یہ معلوم ہو کر حیرت ہوگی کہ حضرت والا نے اپنا یہ خط رجسٹرڈ

بھجوایا، معمولی ڈاک سے نہیں بھیجا.

۲/ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ کو خاکسار نے جواب میں لکھا کہ حاضری کا ارادہ ہے وہاں جو کچھ کہا جارہا ہے وہ غلط ہے انشاء اللہ خاکسار دارالعلوم دیوبند واپس آئے گا.

حضرت والا کو جب میرا یہ جواب موصول ہوگیا تو پھر اس کا جواب بقلم خود تحریر فرمایا وہ مکتوب گرامی بھی پڑھا جائے.

حضرت المحترم زید مجدکم السامی.

سلام مسنون، نیاز مقرون گرامی نامہ نے مشرف فرمایا، سابقہ عریضہ کا مقصد صرف آمد کا متعین کرانا تھا، سو وہ ہوگیا، اب خواہ ابھی آپ تشریف لے آئیں. یا رخصت پوری کر کے آئیں. بعض لوگوں نے وثوق سے چونکہ یہ بیان کیا کہ آپ کا ارادہ واپسی کا نہیں ہے اس لئے عریضہ بھیجنے کی ضرورت پیش آئی، سو الحمد للہ بات صاف ہوگئی...... دعا کا مستدعی ہوں.

والسلام

محمد طیب از دیوبند ۲/۶/۷۸ھ

آپ اندازہ لگائیں حضرت اقدس مہتمم صاحبؒ کو اپنی ذمہ داری اور دوسروں کے حقوق کا کتنا لحاظ و پاس تھا، اور اپنے ماتحت کام کرنے والوں کی دل جوئی کس طرح کیا کرتے تھے، حضرت مہتمم صاحب کی بڑی خوبی یہ تھی کہ سب پر نظر رکھتے تھے کہ کون کیسا ہے اور کیا کر رہا ہے، جفاکش، محنتی کارکن کو بہت پسند فرماتے تھے، یہ درست ہے کہ ایک معمولی مفاد پر بہت طبقہ غلط فہمیوں کا شکار بنانے کی جدو جہد میں بھی مشغول رہتا تھا، جیسا کہ ہر بڑے کے ساتھ ہوا کرتا ہے، مگر حضرت اپنی فطری ذہانت اور سالہا سال کے تجربہ کے بعد ان کی باتوں میں عموماً نہیں آتے تھے اور صحیح نتیجہ تک پہونچنے کی سعی فرماتے تھے اور اسے پا بھی لیتے تھے.

جن دنوں میری چھٹی ختم ہو رہی تھی اس زمانہ میں حضرت اقدسؒ ۶/محرم

۱۳۷۹ھ کو افریقہ روانہ ہو گئے روانہ ہوتے ہوئے دفتر کو تاکید فرما گئے کہ یاددہانی کا ایک خط دارالعلوم دیوبند معینہ سانحہ میرے نام بھیج دیا جائے چنانچہ اس وقت کے نائب مہتمم حضرت مولانا مبارک علی صاحبؒ کی طرف سے یاددہانی کا خط موصول ہوا.

محترمی زید مجدکم

بعد سلام مسنون آنکہ آپ کی رخصت قریب الختم ہے، لہٰذا آپ کو جلد پہونچ جانا چاہئے. حضرت مہتمم صاحب کے گرامی نامہ سے کیفیت واضح ہو چکی ہے کہ اس کی رو سے مزید رخصت کا قصد نہ فرمائیں اس کے لئے حالات مساعد نہیں ہیں لہٰذا آپ کا دارالعلوم میں واپسی کا قصد ہے تو فوراً تشریف لاکر اپنے کام میں لگ جائیے. تاخیر نہ فرمائیے حضرت مہتمم صاحب ۶ / محرم ۱۳۷۹ھ کو افریقہ تشریف لے جاچکے ہیں امید ہے آپ مع الخیر ہونگے. والسلام

محمد مبارک علی

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند ۱۳/۱/۷۹ھ

یہ خط بھی بذریعہ رجسٹری بجھوادیا گیا، مجھے غالباً ۲۳ / محرم سے حاضر ہونا تھا. بحمد للہ میں وقت پر دارالعلوم حاضر ہو گیا اور اپنی مفوضہ خدمت انجام دینا شروع کردی.

اسی طرح ایک دفعہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مدلل ومکمل پر بحیثیت مرتب نام کا مسئلہ سامنے آیا تو دفتر نے نہ معلوم کس کے مشورہ سے میرا نام حذف کردیا اور صرف شعبہ ترتیب فتاویٰ لکھا ہوا رہنے دیا، جب یہ مسئلہ میرے سامنے آیا میں نے کہا اس میں میرا کوئی نقصان نہیں، ذمہ داری ہلکی ہو جائیگی مگر یہ بات دوسروں تک پہونچی، بعض ممبران شوریٰ نے یہ بات سنی تو ان کو حیرت ہوئی کہ بغیر نام اس کی غلطیوں کی ذمہ داری کس پر ڈالی جائے گی، انھوں نے دفتر اہتمام کو اس طرف توجہ دلائی بالخصوص امیر شریعت حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی مدظلہٗ نے.

حضرت مہتمم صاحبؒ پاکستان تشریف لے جاچکے تھے مولانا عبدالحق صاحب

پیشکار نے مجھے بلایا اور کہا یہ صورت ہے آپ مناسب سمجھیں تو ایک خط حضرت مہتمم صاحبؒ کے نام لکھ دیں میں اس کو اپنے خط کے ساتھ پاکستان بھجوا دونگا. حضرت کے خط آجانے کے بعد بات صاف ہوجائے گی چنانچہ میں نے فتاویٰ دارالعلوم کے ٹائٹل پر مرتب کے نام لکھے جانے کے سلسلہ میں دریافت کیا کہ حضرت کی رائے کیا ہے؟ چنانچہ حضرت والا نے پاکستان سے جواب میں یہ خط لکھا.

محترمی زید مجدکم السامی

سلام مسنون، اخلاص مقرون، گرامی نامہ ملا میں آج ہی سرگودھا پہونچا ہوں، پرسوں لائل پور کیلئے روانگی ہے، جولائی کے پہلے ہفتہ میں دیوبند پہنچ جانے کی توقع ہے. انشاءاللہ.

فتاویٰ دارالعلوم کے سلسلہ میں ٹائٹل پر بحیثیت مرتب فتاویٰ آپ کا اسم گرامی آنا میرے خیال میں قابل اعتراض نہ ہونا چاہئے، بلکہ حق پسندی کا تقاضہ یہی ہے کہ یہ نام آنا آپ کا حق ہے، جب کہ اول سے آخر تک محنت آپ کی ہے احقر کی رائے آپ کے گرامی نامہ کے بعد یہی ہے کہ نام کی تصریح ضرور ہونی چاہئے.

امید ہے کہ آپ بعافیت ہونگے، دعا کا خواستگار ہوں، حضرت مفتی صاحب اور دوسرے بزرگوں سے بشرط ملاقات و یاد سلام فرمادیں. مولوی عبدالحق صاحب کا خط مل گیا ہے ان کو سلام فرمادیں.

محمد طیب از سرگودھا مدرسہ سراج العلوم

یوم چہار شنبہ ۸۲/۱/۹ھ

یہ مکتوب گرامی براہ راست دارالافتاء کے پتہ پر خاکسار کے نام موصول ہوا، میں اسے لے کر نائب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا پیشکار اور نائب صاحب نے مشورہ کے بعد سید محبوب رضوی صاحب مرحوم کو بلا کر فرمایا کہ اس بلاک میں مرتب کے نیچے اور شعبہ ترتیب کے اوپر محمد ظفیر الدین کسی کاتب سے بڑھوا دیں چنانچہ اس طرح فتاویٰ

دارالعلوم پر خاکسار کا نام جو خارج کیا جا چکا تھا ٹائٹل پر لکھا گیا اور وہ برابر چلا آرہا ہے اور بحمداللہ اس وقت تک فتاویٰ کی بارہ جلدیں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں اور ہر سال دو تین جلدوں کے نئے اڈیشن چھپتے ہیں اس سال ایران کے ایک عالم نے فتاویٰ دارالعلوم کو فارسی میں منتقل کرانے کی اجازت بھی حاصل کی ہے، خدا کرے یہ کام کر رہے ہوں.

فتاویٰ پر نام کے قصے کے بعد ہی اسی سال دو چار ماہ بعد نہ معلوم کس وجہ سے یہ حادثہ پیش آیا کہ مجلس شوریٰ نے مجھے دارالافتاء سے کتب خانہ دارالعلوم دیوبند میں منتقل کر دیا، اور میرے فرائض میں کتب خانہ کی نئی ترتیب و تنظیم داخل فرمائی، گویا میری ذمہ داری یہ طے پائی کہ اوقات مدرسہ میں کتبخانہ کی تنظیم و ترتیب کا فریضہ میں ادا کروں اور خارج اوقات میں ترتیب فتاویٰ دارالعلوم کی خدمت انجام دینے کی جدوجہد کروں.

بحیثیت ملازم شوریٰ کا یہ حکم ماننا تھا. آپ کو یہ معلوم ہو کر تعجب ہوگا کہ فتاویٰ کی پہلی جلد کے سوا بقیہ گیارہ جلدیں خارج اوقات کی ہی مرتب کی ہوئی ہیں اور یہ سارا کام حضرت مہتمم صاحب کی سرپرستی میں انجام پایا ہے کوئی شبہ نہیں کہ یہ تبادلہ میرے لئے تکلیف دہ ثابت ہوا، جب تبادلہ کا یہ حکم آیا میں وہ کاغذ لے کر حضرت مہتمم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضرت! یہ کیا ہوا؟ فرمانے لگے سو سال سے زیادہ ہو گیا کتب خانہ کی ترتیب و تنظیم نہیں ہوئی ممبران شوریٰ کو بھی اس کی شکایت ہے اور دوسرے اہل علم کو بھی جب کسی کتاب کی ضرورت ہوتی ہے اس کی تلاش میں کئی کئی دن لگ جاتے ہیں. اس جگہ کے خواہش مند دوسرے کئی حضرات تھے کہ ان کا وہاں تقرر کر دیا جائے مگر ممبران شوریٰ کی رائے متفقہ طور پر آپ کے لئے ہوئی. جس میں خود میں بھی داخل ہوں. لہٰذا آپ اسے منظور کر کے کام شروع کر دیں، میں نے عرض کیا حضرت یہ تو میرا استنزل ہو گیا، میری تنخواہ ناظم کتب خانہ سے اس وقت زیادہ ہے پھر کتب خانہ میں ترقی کی کوئی منزل نہیں، یہاں میرے لئے ترقی کے مواقع تھے، میں نے محسوس کیا کہ میری باتوں سے متاثر ہوئے اور آپ کی سمجھ میں یہ بات آگئی، تھوڑی دیر خاموش

رہے فرمایا دارالعلوم کی علمی خدمت سمجھ کر یہ کام کریں، انشاء اللہ برکت ہوگی، اور میں آئندہ آپ کا خیال رکھوں گا، پھر دارالافتاء میں لے آؤں گا، وہاں دو ایک آدمی اور تھے، انھوں نے مذاقاً کہا کہ تم جمعیتی ہو اور ناظم کتب خانہ بھی سیاسی ہیں، دونوں کو یکجا کر دیا گیا ہے میں نے دیکھا کہ یہ سنتے ہی حضرت کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا فرمانے لگے یہ سب بیہودہ باتیں ہیں، پیش نظر دارالعلوم اور اس کی خدمت ہے اور یہی رہنی چاہئے، پھر تھوڑی دیر دارالعلوم کی برکات پر بولتے رہے اور مجھے مطمئن فرماتے رہے اور کہنا چاہئے حضرت کی تقریر سے میرے دل کا بوجھ بڑی حد تک ہلکا ہوگیا.

یہاں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت مہتمم صاحبؒ کا ذہن وفکر دارالعلوم اور اس کی خدمت کے گرد کام کرتا تھا اور اپنے ملازم کی دلدہی اپنا اہم فریضہ سمجھتے تھے اور جب کوئی خدمت میں حاضر ہوتا تو اس کو مطمئن کر کے واپس فرماتے تھے.

حضرت مہتمم صاحبؒ بڑی خوبیوں کے مالک تھے محاسن اخلاق اور اخلاص ومروت کے پیکر تھے. اللہ تعالیٰ نے ساری سادگی کے باوجود بڑا رعب ووقار عطا کر رکھا تھا، بڑے بڑے عظیم المرتبت انسان آپ کے سامنے آکر مرعوب ہوجاتے تھے، جاہ جلال، رعب و دبدبہ، اور شرافت ومروت چہرہ سے عیاں تھی، یہی نہیں کہ وہ عوام کے سامنے بے جھجک تقریر فرماتے بلکہ علماء کرام اور صوفیا عظام کے مجمع میں جب بولتے تو اندازہ ہوتا کہ آپ کا مطالعہ کس قدر وسیع تھا، حافظ قرآن اور قاری تو تھے ہی لیکن اسی کے ساتھ ان احادیث کا بڑا ذخیرہ برزبان تھا، جن کا تعلق عوام وخواص کے اعمال واخلاق اور عقائد سے ہے.

دارالعلوم میں جب تقسیم انعام کا جلسہ ہوتا تو عام طور پر حضرت مہتمم صاحب کی معرکۃ الآرا تقریر ہوتی، سارے علیا کے اساتذہ، تمام شعبہ جات کے نظماء مفتیان کرام اور پورے دارالعلوم کے طلبہ موجود ہوتے تقریر کالب ولہجہ بڑا ہی دلنشیں ہوتا علماء جھوم جاتے تھے اور یہ کہہ کر اٹھتے تھے کہ حضرت مہتمم صاحب کو خطاب کا حق ہے، جیسا مجمع ہوتا اور جہاں جس طرح کا موقع ہوتا اسی انداز کا خطاب بھی ہوتا تھا.

حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب صدر المدرسین وشیخ الحدیث دار العلوم کی وفات کے بعد جب سوال پیدا ہوا کہ بخاری شریف کا درس کون دے، تو تمام اساتذہ اور اراکین شوریٰ نے اس خدمت کے لئے حضرت اقدس کا انتخاب کیا، حالانکہ عرصہ سے درس وتدریس کا سلسلہ تقریباً بند سا تھا، مگر باوجود حضرت والا نے تین چار ماہ بخاری شریف کا درس دیا اور جمعہ کو طلبہ کو پڑھایا، کتابی صلاحیت بھی بہت اچھی تھی، چونکہ جوانی میں مستقل یہ خدمت انجام دے چکے تھے، اور مشکوٰۃ شریف کا درس اور اسی طرح حجۃ اللہ البالغہ کا درس تقریباً پوری عمر دیتے رہے، آپ کا ذہن ہر وقت حاضر ہوتا تھا، دماغ بیدار پایا تھا اور فکر صحیح اور دور رسی حصہ میں آئی تھی، اللہ تعالیٰ پر پورا اعتماد تھا، دار العلوم کے اہتمام نے اعتماد کو اور پختہ کر دیا تھا، جب کوئی یہ بات ذہن نشیں کر دیتا حضرت یہ کام دار العلوم میں بہت ضروری ہے، اور مفید بھی اگر یہ بات سمجھ میں آ گئی فوراً اس پر عمل کرتے کچھ لوگ کہتے حضرت بڑا خرچ ہے روپۓ کہاں سے آئیں گے؟ فرماتے یہ خدا کا کام ہے، میرا کام ابتداء کر دینا ہے، تکمیل وہ کریگا، یہ بھی کہتے زندگی کا تجربہ ہے کہ جو کام دار العلوم کا شروع کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا، حضرت مہتمم صاحب کے زمانہ میں بحیثیت صدر جمہوریہ پہلے راجندر پرشاد آۓ اور پھر فخر الدین علی احمد دونوں ہی حضرات دار العلوم اور اس کے مہتمم کے اخلاق سے خوش ہو کر گئے اور زندگی بھر مہتمم صاحب کے مدح خواں رہے، عرب ممالک کے سیکڑوں وفود مختلف مواقع سے آتے رہتے ہیں مہتمم صاحب سے ملکر بہت خوش ہوتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آواز میں بڑی کشش دے رکھی تھی، حکیمانہ انداز بیان کا سبھوں پر ہی کم وبیش اثر پڑتا تھا، رجسٹر معائنہ جات سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے۔

سرکاری مہمانوں سے کبھی کبھی الجھن محسوس فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے ہم فقیروں کے یہاں ان بادشاہوں اور ان کے پیروکاروں کا کیا کام، انھیں دیکھ کر کبھی مجھے وحشت ہوتی ہے، حکومت کی امداد سے بانی دار العلوم حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم

نانوتویؒ نے روک رکھا تھا اس لئے کبھی دارالعلوم نے سرکاری امداد قبول نہیں کی، ہندوستان کی آزادی کے بعد مختلف حلقوں سے کہنا چاہئے دباؤ ڈالا گیا کہ اب حکومت سے امداد قبول کرنے میں کیا مضائقہ ہے. لیکن حضرت مہتمم صاحب قبول کرنے سے ہمیشہ سے گریز اختیار کیا کرتے اور کسی نہ کسی طرح ٹال جاتے فرماتے تھے جب مسلمان دارالعلوم کی ساری ضرورتیں پوری کردیتے ہیں پھر حکومت وقت کی امداد کیوں قبول کی جائے.

طبیعت میں غایت درجہ تواضع تھی، کبھی بھی کبر وغرور کا شائبہ نہیں دیکھا گیا، بارہا دیکھا کہ جب دارالعلوم میں تقریر کیلئے کھڑے ہوئے فرمایا کہ آپ کی ہی طرح ایک ادنیٰ طالب علم ہوں. مجھ میں اگر کچھ اچھی بات پائی جاتی ہے وہ دارالعلوم کا اور اس کے اکابر کا صدقہ ہے معمولی سے معمولی آدمی سے بھی بڑے تپاک سے ملتے یہ بھی فرماتے تھے کہ میں جہاں جاتا ہوں دارالعلوم میرے ساتھ ہوتا ہے. یہ واقعہ ہے کہ دارالعلوم کو بین الاقوامی ادارہ بنانے میں حضرت کا بڑا ہاتھ ہے یورپ، امریکہ، افریقہ اور عرب ممالک جہاں تشریف لے گئے اولاً تذکرہ دارالعلوم کا فرمایا، دارالعلوم آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا، آپ دارالعلوم کے نشان بن گئے تھے جہاں دارالعلوم کا نام آتا ساتھ ہی آپ کا نام آتا اور جہاں آپ کا نام آتا دارالعلوم کا نام آتا، دونوں نام لازم وملزوم سے ہوگئے تھے.

اللہ تعالیٰ نے زبان میں بڑی تاثیر دے رکھی تھی، جو بات کہتے ایسا معلوم ہوتا کہ دل میں اتر گئی، یہی وجہ ہے کہ سیکڑوں بدعتی خاندان دیوبندی **المسلک** ہوگئے اور بدعات وخرافات سے توبہ کی پھر علماء دیوبند کے گرویدہ ہوگئے، جو فرماتے مثبت انداز میں فرماتے، مناظرہ اور بحث ومباحثہ کی عادت نہیں تھی. برا تو اپنے دشمن تک کو نہیں کہتے تھے، ذہن وفکر تعمیری تھا، تخریب سے ذرا بھی لگاؤ نہیں رکھتے تھے، تخریب کاروں سے متنفر اور دور رہنا پسند کرتے تھے.

تصوف میں پہلے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن عثمانیؒ، پھر محدث کبیر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ اور اخیر میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے وابستہ ہوئے، اور

خرقہ خلافت اسی دربار سے عطا ہوئی، حضرت نانوتویؒ کی نسبت کی وجہ سے سارے بزرگ آپ سے خصوصی تعلق رکھتے تھے، اور آپ کی طرف متوجہ رہتے تھے خود ذاتی اوصاف وکمالات کے بھی آپ مالک تھے، علم وفضل چہرہ مہرہ سے ظاہر ہوتا تھا. ارشاد و بیعت کا مشغلہ بھی تھا مگر پہلے دارالعلوم پھر کچھ اور، کھلے عام ارشاد و بیعت کا مشغلہ نہ تھا. اگر کسی نے اصرار کیا تو بیعت فرمالیا، اس معاملہ میں طبیعت میں بے نیازی کی شان تھی یہی وجہ ہے کہ آپ کے مسترشدین میں خواص زیادہ ہیں اور وہ بھی اہل علم اور سنجیدہ ومتین، خاموش مزاج لڑنے جھگڑنے سے گریزاں اور اپنے کام سے کام رکھنے والے، پھر بھی ملک اور بیرون ملک میں آپ کے فیض یافتوں کی کافی تعداد ہے، اس راستہ سے بھی ایک بڑے طبقہ نے آپسے فائدہ اٹھایا، ایک گرامی نامہ میں لکھتے ہیں.

محترمی ومکرمی   سلام مسنون.

سلام مسنون، نیاز مقرون، گرامی نامہ نے مشرف فرمایا، میں اپنی عدیم الفرصتی کے بارہ میں کیا عرض کروں، چار پانچ سو آدمیوں سے سابقہ روزانہ تعلیم وتلقین اور تقریر کا سلسلہ رات ودن کے مختلف حصوں میں رہتا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وابستہ لوگوں کی تعداد کم ہونے کے باوجود خاصی ہوا کرتی تھی، لیکن یہ سب خدمت خاموشی کے ساتھ انجام پائی تھی، کیوں کہ نہ کوئی مہمان خانہ تھا، نہ خانقاہ تھی، نہ مریدین کا سال کے کسی حصہ میں کہیں اجتماع ہوتا تھا، جب کبھی حضرت کی سوانح مرتب ہوگی تو ممکن ہے اس میں اس کی کچھ تفصیل آئے.

بڑی خوبی یہ تھی کہ مہتمم صاحب قدس سرہٗ صاف باطن تھے، قلب میں کہیں کھوٹ نہیں تھا، جس سے جتنا تعلق ہوتا، اس کا لحاظ وپاس تھا، اور موقع پاکر اس کا اظہار بھی فرمادیا کرتے تھے، ایک دفعہ پاکستان تشریف لے گئے، اور قیام لمبا ہوگیا، تو دیوبند سے مختلف لوگوں نے لکھا کہ حضرت والا کی جدائی بہت محسوس ہورہی ہے، جلد تشریف لے آئیں. اسی زمانہ میں خاکسار کے اس طرح کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا.

سلام مسنون، نیاز مقرون، گرامی نامہ باعث شرف وانبساط ہوا، نامۂ محبت نے دل میں یاد ومحبت میں تموج پیدا کردیا. یہ محبت نہ مٹنے کی چیز ہے، نہ مٹائی جاسکتی ہے، انشاء اللہ یہ یاد آخرت تک ساتھ جانے والی ہے. اس لئے باقی ہے اور باقی رہے گی، یہاں کے عزیزوں اور دوستوں نے ویزہ اکتوبر تک بڑھوایا ہوا ہے، اور اسی کے تحت پروگرام ہیں، جلسوں کے سلسلہ کی بات آپ جانتے ہیں کہ جلسے والے سب کچھ گوارہ کر لیتے ہیں، لیکن پروگرام کے بارے میں جان لڑادیتے ہیں. میرٹھ، بمبئی وغیرہ میں بارہا اس کی نوبت آئی کہ مجھے بخار شدت کا چڑھا ہوا ہے لیکن جلسے والوں نے اپنی بدنامی کے تصور پر دوسرے کے آرام کو نثار کردیا، اس لئے پروگرام بہر صورت پورے کرنے پر مجبور ہوگیا ہوں، آپ حضرات کی یاد دل میں کتنی ہے؟ الفاظ میں لانے کی چیز نہیں.

ایسی ہی یادیں کچھ ادھر بھی ابھری ہوئی ہیں، وقد یوذیٔ من المقت الجیب. یہاں سب اعزہ بعافیت ہیں، ملنے کے لئے دوسرے شہروں سے بھی لوگ آتے رہتے ہیں، وہاں سب پرسان حال حضرات کی خدمات میں سلام مسنون پہونچادیا جائے. والسلام

محمد طیب، از کراچی نمبر ۱۸ رناظم آباد نمبر ۱ ر

مکان زاہر قاسمی، ۷/۷/۸۸ء

حضرت مہتمم صاحبؒ میں جہاں بے انتہا مروت تھی وہیں بے پناہ شفقت ومحبت کا بھی جذبہ تھا، اپنے چھوٹوں پر مہربان تھے، جب میں پہلے سال دارالعلوم میں آیا، تو مجھ سے جو کام متعلق تھا، وہ تصنیف وتالیف کا تھا، جماعت اسلامی کے دینی رجحانات، میری پہلی کتاب تھی جو دارالعلوم دیوبند سے شائع ہوئی رمضان قریب آیا تو زندگی بھر کی عادت رمضان گھر گذارنے کی تھی، یہاں معلوم ہوا کہ شعبہ جات دیگر کو رمضان کی چھٹی نہیں ملتی ہے. میں نے خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ رمضان گذارنے کی اجازت وطن میں دیدیں فرمایا ضابطہ میں آپ کے شعبہ کی چھٹی نہیں ہے، میں نے کہا پھر میرا کیا ہوگا، میری اداسی دیکھ کر فرمانے لگے، تصنیف وتالیف کا کام آپ گھر بھی تو کرسکتے ہیں، میں

نے جواب دیا ضرور کرتا رہوں گا، اس کے بغیر تو وقت ہی نہیں گذرے گا، فرمانے لگے اچھا پھر پینسل لیکر کچھ لکھنے لگے، وہ کاغذ میری طرف بڑھا کر فرمایا اس مضمون کی درخواست لکھ کر پیش کریں. میں نے وہ کاغذ لے لیا وہ باضابطہ درخواست کا مضمون تھا اسے نقل کر کے پیشکار صاحب کے حوالہ کر دیا دوسرے دن پیشکار صاحب نے بتایا کہ آپ کی درخواست منظور ہو گئی ہے. جب بھی یہ واقعہ یاد آتا ہے حضرت والا کی شفقت بیتاب کر دیتی ہے، کیا آدمی تھے، واقعی فرشتہ خصلت اور معصوم کردار کے مالک تھے، کبھی کسی معمولی سے معمولی انسان کا بھی دل توڑنا پسند نہیں کیا، انشاءاللہ برزخ و آخرت میں حضرت کی بھی دلجوئی و دلداری ہوگی، اور اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ایسی شفقت و محبت کا معاملہ کریں گے جیسی اس کی رافت و رحمت کی شان ہے.

اخیر بیماری میں دیکھا کہ غم والم نے خون نچوڑ لیا تھا، ذہنی وفکری اذیت نے نڈھال کر دیا تھا، مگر جب بھی کوئی ملنے حاضر ہوتا چہرہ پر وہی بشاشت ہوتی اور مسکراتے ہوئے مزاج پوچھتے، ڈیڑھ ماہ اس طرح گذارا کہ کھانا بالکل نہیں کھایا، مگر چہرہ کی رونق میں کوئی فرق نہیں دیکھا گیا، گفتگو کا وہی انداز رہا جو پہلے تھا، جب قلم لے کر بیٹھتے تو اس کمزوری میں بھی گھنٹوں لکھتے چلے جاتے، گفتگو ہمیشہ علمی دینی فرماتے تھے.

ایک بار فرمانے لگے ایک حدیث ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی رکھی۔

وضع كفه بين كتفي حتى و جدت بر دانا مله بين ثديي. یہ حدیث کہیں آئی ہے کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا حضرت یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں بھی آئی ہے فرمانے لگے اسے نقل کر کے حوالہ بھیج دیں اس کی ضرورت ہے. میں سوچتا رہا کہ اتنے دنوں سے بیمار ہیں کھانا بند کر رکھا ہے، خود سے اٹھ بیٹھ نہیں سکتے مگر علم کے ساتھ یہ وابستگی ہے چنانچہ میں نے وہ حدیث نقل کر کے حضرت کے پاس بھیج دی. اس لمبی بیماری میں مجھے یاد نہیں کہ خود سے کبھی بیماری یا کمزوری کا شکوہ زبان پر آیا ہو گفتگو

ہوتی تو یا کوئی علمی مسئلہ بیان کرتے یا دارالعلوم کی تعلیم کے متعلق پوچھتے کہ تعلیم ہو رہی ہے؟ جواب عرض کیا جاتا حضرت تعلیم جاری ہے فرماتے الحمدللہ مقصد تعلیم وتربیت ہی ہے، اکابرواسلاف کا جو مسلک ومشرب ہے اس میں فرق نہیں آنے دینا چاہئے.

کبھی کبھی بڑی حسرت کے ساتھ فرماتے کہ اپنی جماعت میں پھوٹ پڑگئی اسے ختم ہونا چاہئے یہ بھی ایک دن فرمایا کہ اختلاف ظاہر ہونے کے بعد تقریریں میں نے تقریباً بند کردیں، شرم معلوم ہوتی ہے کہ ان حالات میں دوسرے کو خطاب کروں، جب اپنے گھر میں اختلاف جاری ہے، ذہن وفکر ہمیشہ بیدار رہا، ایک لمحہ کے لئے بھی غفلت میں نہ پایا گیا موت بھی ایسی ہوئی کہ کسی کو خبر نہیں ہوئی، بات کرتے کرتے، ذرا سانس تیز ہوئی ایک دومنٹ میں اعلیٰ علیین روح پہنچ گئی جنازہ میں اتنا بڑا مجمع ہوا کہ بوڑھے تک یہ کہتے نہیں تھکتے کہ آج سے پہلے کسی جنازہ میں اتنے آدمی نہیں دیکھے گئے اور نہ کبھی دیوبند میں اتنے بڑے مجمع کا تصور ہوسکتا تھا.

❁❁❁

جماعت شیخ الہند کا نورِ نظر

از: مفسّر قرآن حضرت مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی دہلوی

وہ پیکر حلم وحیا جس کی مظلومیت کئی سال سے موضوع بحث بنی ہوئی تھی اور جس کی بے چارگی پر عالم اسلام کا ہر دردمند انسان آنسو بہا رہا تھا بالآخر زمانہ کی دست درازیوں کی تاب نہ لاکر اپنے دادا ابا کے پہلو میں آسودۂ راحت ہوگیا۔

وحشت وشیفتہ اب مرثیہ کہویں شاید ❁ مرگیا غالب آشفتہ بیاں، کہتے ہیں

یہ قاسم العلومؒ کے پہلو میں کون سکون سے لیٹا ہوا ہے؟ یہ ولی اللّٰہی علوم کا وارث ہے، یہ فکر قاسمی کا ترجمان ہے، یہ محدث کشمیری کی آخری یادگار ہے، یہ شیخ تھانویؒ کے میکدہ کا آخری ساقی ہے، یہ شیخ الاسلام مدنیؒ کا نورِ نظر ہے، یہ جماعت شیخ الہند کی آبرو ہے۔

اب ہم اسے تلاش کریں گے کہ ہزاروں کے مجمع میں کھڑا ہوکر اپنی حسین صورت، حسین سیرت اور دل فریب لب ولہجہ میں دین حق کا پیغام دلوں میں اتار دے، لیکن ہمیں وہ نظر نہ آئیگا۔

ہم چراغ لے کر ڈھونڈیں گے کہ علماء ومشائخ کی آبرو بن کر کوئی سامنے آئے، لیکن ہمیں ناکامی ہوگی۔

جسے دیکھ کر چمنستانِ قاسمی کے پودوں پر بہار آجاتی تھی، وہ نہ رہا، جس کا نام لے کر فرزندانِ دارالعلوم فخر سے سر اونچا کرتے تھے، اسے ہمارے ہاتھوں سے چھین لیا گیا۔

معاصرانہ رقابت کا سب شکار ہوئے لیکن، اس جیسا مبتلا اور محسود نہ دیکھا۔

کون ہوتا ہے حریف مئے مرد افگن عشق ❁ ہے مکرر لب ساقی پہ صدا میرے بعد

حضرت مولاناؒ نے دارالعلوم دیوبند کو عالم اسلام کے کونہ کونہ میں ایشیا کی ایک عظیم دینی یونیورسٹی کے طور پر متعارف کرایا۔ اور آپ کی عظیم علمی اور روحانی شخصیت

اکابر اور اساتذہ دارالعلوم کی علمی اور روحانی عظمت کے تعارف کا ذریعہ ثابت ہوئی۔

دارالعلوم نے آپ کے ساٹھ سالہ دور میں غیر معمولی ترقی کی اور ہر شعبہ کامیابی کی انتہائی معراج پر پہونچا۔

اجلاس صد سالہ کی بے مثال کامیابی کا سہرا آپ ہی کی کامیاب قیادت کے سر ہے۔ اس اجلاس نے دشمنانِ حق کے دلوں پر لازوال صداقتِ اسلامی کی دھاک بٹھادی۔

اجلاس کی کامیابی کے بعد یہ عظیم دینی اور ملی ادارہ جن آزمائشوں میں گرفتار ہوا، اگر وہ نہ ہوتا تو دارالعلوم ایک نئے دورِ ترقی میں داخل ہو جاتا، اور مسلمانانِ عالم کی دینی اور سماجی ضرورتوں اور مشکلات میں عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق رہنمائی کا فرض ادا کرتا۔ جس طرح دارالعلوم نے ماضی کے ہر انقلاب کا چیلنج قبول کر کے مسلمانوں کی دینی اور ملی رہنمائی کا فرض انجام دیا ہے، نئے تعمیری مقاصد کے لئے اور وہ بھی ملی امتحان کے نازک دور میں دارالعلوم جیسے دینی ادارہ کو مضبوط اور مستحکم قیادت کی ضرورت تھی۔ اور اس کے لئے ابھی انتظار کرنا ہوگا اور دیکھنا ہوگا۔

"صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے"

حکیم الاسلامؒ نے علمی اور روحانی سرگرمیوں اور دارالعلوم جیسے بین الاقوامی ادارہ کے کامیاب اہتمام کے ساتھ ساتھ ہندوستانی مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کی جدوجہد میں بھی بھرپور حصہ لیا۔

آپ نے جماعت شیخ الہند کے شانہ بشانہ ۱۹۴۷ء کے ہمت شکن حالات کے اندر ملی تعمیر کے کاموں میں قائدانہ شرکت فرمائی۔

عوامی تقریروں اور خطبات کے ذریعہ مسلمانوں کے اندر اجتماعی حوصلہ پیدا کیا، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسین احمد مدنی، مفتی محمد کفایت اللہ، مولانا احمد سعید اور مولانا حفظ الرحمٰن کے رفیق کار کی حیثیت سے احیائے ملت کی تحریک میں معاون و مددگار رہے۔

دینی تعلیمی تحریک کے سلسلے میں آپ کے فاضلانہ خطبات ہمیشہ روشنی دیتے

رہیں گے۔

ہندوستان کے قومی سیاسی حلقوں نے سیکولر ہندوستان کی تعمیر وترقی کے معاملہ میں آپ کی رہنمائی سے زبردست فائدہ اٹھایا، اس سلسلہ میں مذہبی پیرایہ کے اندر فرقہ پرستی کے خلاف حضرت حکیم الاسلامؒ نے اہم کتابیں چھوڑی ہیں، جو ہندوستان جیسے ملک میں دینی تعلیم ودعوت کا کام کرنے والوں کے لئے مشعل ہدایت ہیں۔

ہندوستان میں بعض نام نہاد ترقی پسند مسلمان مسلم پرسنل لاء کے خلاف شکوک و شبہات پیدا کرتے رہتے ہیں اور مسلمانوں کے مذہبی تشخص کو ختم کرنے کی غرض سے یکساں سول کوڈ کا مطالبہ کرنے والوں کے ہاتھوں میں کھیلتے ہیں۔

اس سلسلے میں حکیم الاسلامؒ نے مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر کی حیثیت سے مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کی تحریک میں قائدانہ رول ادا کیا اور اپنی دانشمندانہ رہنمائی سے تحریک کو تقویت پہنچائی۔

دارالعلوم کے کاز کی اشاعت وتبلیغ کی ذمہ داریوں نے حکیم الاسلامؒ کو بڑی کتابوں کی تصنیف وتالیف سے باز رکھا لیکن آپ کے حکیمانہ قلم سے جو کتابیں وجود میں آگئیں ان میں سے ہر کتاب اپنے عنوان اور افادیت کے لحاظ سے بڑی اور ضخیم کتابوں پر بھاری ہیں۔ علاوہ اس کے آپ نے مختلف علوم وفنون کی کتابوں پر جو مبسوط مقدمات تحریر فرمائے ان میں سے ہر مقدمہ اور ہر تبصرہ اس فن کا نہایت جامع اور محققانہ تعارف ہے۔ مولانا احمد سعید صاحب کے ترجمہ کشف الرحمٰن پر حضرت کا مقدمہ تحریر ہے جو کتاب الٰہی کا مختلف خصوصیات پر ایک جامع تبصرہ ہے اور کتاب وسنت کے باہمی تعلق پر نہایت مکمل اور محققانہ مقالہ ہے۔

مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کی تقریر بخاری (فضل الباری) پر حدیث نبوی کے تعارف اور حجت شرعی ہونے کی تحقیق بڑے سائز کے (۲۱) صفحات پر مشتمل ہے اور اس عنوان پر ایک مکمل کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

مولانا کی تصنیفات پر مستقل تبصرہ وتعارف کی ضرورت ہے جس کے لئے علیحدہ مضمون درکار ہے۔

حکیم الاسلامؒ علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل. کا صحیح مصداق تھے، وہ گلستانِ محمدیؐ کا شگفتہ پھول تھے اور ہر طرف نبوت محمدیؐ کا رنگ ونور بکھیرتے پھرتے تھے یا پھر بقول اکبر.

محمدؐ پھول ہیں اور واعظ صبا ہیں ❁ کہ پھیلاتے پھریں بوئے محمدؐ

وہ مسند درس پر بیٹھے تو دنیائے تعلیم وتدریس پر اپنا سکہ بٹھا دیا، انھوں نے قلم ہاتھ میں لیا تو اسلام کی حکمتوں اور دین کی بصیرتوں کے موتی بکھیر دیئے. اور خواص وعوام دونوں کو دین برحق کا شیدائی بنا دیا، ان پر ولی اللٰہی توسع اور قاسمی محبت و جمال کا رنگ غالب تھا، مگر امام ربانی حضرت گنگوہیؒ کے اصلاحی درد سے بھی آپ کا دل خالی نہیں تھا.

بدعت وضلالت کے جو آہنی قلعے توپ کے گولوں سے نہیں ٹوٹتے تھے وہ آپ کی شہد سے زیادہ شیریں باتوں سے سرنگوں ہو جاتے تھے، اور ان سب باتوں کا سب کو اعتراف تھا اور ہے اور ہمیشہ رہے گا لیکن

حسد سزائے کمالِ سخن ہے کیا کیجئے ❁ ستم بہائے متاعِ ہنر ہے کیا کہئے

زندگی کی سخت آزمائش وہ ہے جو اپنوں کے ہاتھوں پیش آئے اور زندگی کی اس منزل میں پیش آئے جس منزل میں آدمی دو چار گھڑی کا آرام چاہتا ہے، اس آزمائش میں ثابت قدم رہنا علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کا آخری اور مکمل ثبوت ہے.

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کی ساٹھ سالہ خدمات کے بعد جس امتحان میں ڈالے گئے اور پھر اس امتحان میں حضرت حکیم الاسلامؒ نے جس حلم وکرم کا مظاہرہ کیا وہ صرف ایک عالم کے بس کی بات نہیں تھی بلکہ ایک عارف کامل ہی اس دشوار گذار منزل پر ثابت قدم رہ سکتا تھا.

حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحبؒ نے اضطراب و بے قراری کی یہ ساری

گھڑیاں ایک عارف باللہ کی طرح گذاریں.

اس ساری کش مکش میں نیک نیت لوگ بھی تھے اور حاسد و معاند بھی، لیکن مولانا نے کسی کے خلاف زبان نہ کھولی، البتہ قانون قدرت کی پکڑ بہت سخت ہے، وقت فیصلہ کرے گا کہ اس صف میں ذاتی بدخواہ کون کون تھے اور نیک نیت کون کون؟

کچھ ہو رہے گا عشق و ہوس میں بھی امتیاز ❁ آیا ہے اب مزاج ترا امتحان پر

زندگی کی سخت ترین آزمائش میں حکیم الاسلامؒ نے جو اسوۂ حسنہ چھوڑا وہ سلف صالحین کی یاد تازہ کرتا ہے، تاریخ کو انتظار رہے گا کہ جن گوشوں سے عقل و شعور کے متاثر ہونے کی آواز سنائی دے وہ زندگی کی اتنی ہی سخت آزمائش میں گرفتار ہو کر عقل و شعور میں مرد آہن ہونے کا ثبوت پیش کریں.

یہ عقل و شعور اور بڑھاپے اور کمزوری کا طعنہ دینے والے جس تلوّن و تنزل کا مظاہرہ کر چکے ہیں، ملی تاریخ ہمیشہ اس پر ہنستی رہے گی، ان کے تدین کا مذاق اڑاتی رہے گی، ان کے اندر دارالعلوم کے لئے خیر خواہی کا جذبہ کتنا ہے؟ اس کی آزمائش کے بغیر ان کی زندگی کا ادھورا باب ختم نہیں ہو سکتا.

ہمارا امتحان لیتے ہو لیکن ❁ تمہارا بھی اسی میں امتحاں ہے

اوپر عرض کیا گیا کہ حضرت قاری صاحب نے زندگی کی اس آزمائش کا ایک عالم کی طرح نہیں بلکہ ایک عارف کامل کی طرح سامنا کیا، وہ اس باب میں صبر و حلم کا ایسا نمونہ چھوڑ گئے جو ہم سب کے لئے ایک چیلنج ہے.

وہ اس شیخ کبیر کی مانند تھے جس کے لاڈلے بیٹے کو اس کے اپنے بیٹے ہی کنویں میں ڈال آئے تھے، پھر وہ کس کے خلاف زبان کھولتا، صبر جمیل، صبر جمیل کے نعرے لگا کر اپنے آپ کو تسلی دیتا رہا.

حضرت عثمانؓ نے اپنی زندگی کی سخت آزمائش میں ایک مخالف صاحبزادے سے بس اتنا ہی کہا.

بھتیجے! تمہارا باپ تو اس داڑھی کی بڑی عزت کرتا تھا، بڑے باپ کے بیٹے نے اتنا سن کر حضرت عثمانؓ کی ڈاڑھی چھوڑ دی اور پیچھے ہٹ گیا، لیکن دشمنوں کے خلاف تلوار اٹھانے کی آپ نے اجازت اس لئے نہ دی کہ دوستوں کی کرم فرمائیاں بھی سامنے تھیں.

تیری محفل سے اٹھاتا، غیر مجھ کو کیا مجال ❁ دیکھتا تھا میں کہ تو نے بھی اشارہ کر دیا

امام بخاریؒ صحیح بخاری کی جمع و ترتیب سے فارغ ہو کر اسی ۸۰ برس کی عمر میں اپنے وطن بخارا آئے تا کہ حدیث رسول کی خدمت اور حفاظت کی خاطر در بدر کی ٹھوکریں کھانے کے بعد بڑھاپا اپنے بال بچوں میں گذاریں. لیکن ابھی آزمائش کی آخری منزل باقی تھی، بخارا میں آپ کے حلقۂ درس کی کامیابی حاکم بخارا کی آنکھوں میں کھٹکنے لگی، امام کو حکم بھیجا کہ میرے لڑکوں کو گھر پر آکر حدیث پڑھایئے، امام نے انکار کر دیا، حاکم وقت کا غرور جوش میں آ گیا، علماء بخارا کو بلا کر امام بخاری کو بخارا سے نکالنے کی تدبیریں سوچی گئیں، علماء شہر نے یہ تدبیر نکالی کہ امام کو بدعقیدہ ثابت کیا جائے اور اس طرح عوام میں امام کے خلاف غم وغصہ پیدا کیا جائے.

چنانچہ باکمال علماء نے خلق قرآن کے پرانے مسئلہ میں امام الحدیث کو الجھا دیا، درس حدیث کے دوران قرآن کریم کے حادث اور قدیم ہونے کی بحث زندہ کر دی گئی، امام بخاریؒ اس مسئلہ میں حضرت امام احمد ابن حنبل کے مسلک پر تھے، کلام لفظی اور کلام حقیقی کے فرق کو عوام کیا سمجھیں، امام کے خلاف پروپیگنڈہ شروع ہو گیا، اسماعیل بخاری بدعقیدہ ہو گئے حاکم شہر نے فائدہ اٹھایا، امام کو شہر بخارا سے نکل جانے کا حکم دے دیا، امام مستجاب الدعوات تھے، مزاج میں جلال تھا، خالص علمی اور تحقیقی مزاج جلالی ہوتا ہے، تہجد میں حاکم کے لئے بددعا کر دی. خداوندا! اسماعیل پر تیری زمین تنگ ہو گئی ہے، اب اسے اپنے پاس بلا لے اور جس نے اس بوڑھے کو بے وطن کیا ہے اسے بھی وطن میں رہنا نصیب نہ ہو. دعا قبول ہوئی، ادھر امام اس دنیائے دَنی کو چھوڑ کر خدا کو پیارے ہوئے، ادھر حاکم وقت پر خلیفہ کا عتاب نازل ہوا، اور اسے بال

بچوں سمیت بخارا سے ذلت و رسوائی کے ساتھ نکلوا دیا گیا۔

امام بخاریؒ وطن سے بے وطن ہو کر سمرقند جاتے ہوئے اپنے رشتہ داروں کے پاس خرتنگ میں مقیم تھے، وہیں وصال ہوا. تاریخ میں اس بدنصیب حاکم بخارا کا نام خالد ابن احمد ذہلی ہے. لیکن جمال قاسمی کا پیکر حسین جلال سے بالکل خالی تھا، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کا جمال اور شانِ عبدیت ان کے تمام معاصرین میں ان کو ممتاز درجہ دیتی ہے، اور یہ رنگ عشق نبویؐ سے پیدا ہوتا ہے، حضرت نانوتویؒ پر عشق نبوی کا غلبہ تھا ان کے علم نے ان کے عشق سے شکست کھائی تھی، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی فرماتے تھے. مولانا قاسم! اتنی تواضع اختیار نہ کرو، علم کی شان بھی برقرار رکھو، لیکن مولانا قاسم عشق نبوی میں فنائیت کا مقام رکھتے تھے، یہی رنگ ان کے پوتے میں نظر آیا.

امام بخاریؒ کو غصہ آ گیا، لیکن حکیم الاسلام کو کبھی غصہ اور غضب کی حالت میں نہیں دیکھا گیا، ابلیس لعین نے یاروں کو ٹٹکاری دے کر بدتمیزی کے بڑے بڑے طوفان برپا کئے، لیکن واہ رے جانشینِ قاسمؒ و انورؒ، اشرفؒ و حسین احمدؒ تیرے دل میں کسی قسم کا نہ خوف پیدا ہوا نہ غبار و کدورت نے راہ پائی. تو نے شیطان لعین کو ہر بازی میں پیدل سے مات دیدی. اس مادی دنیا میں عروج و زوال، آرام و تکلیف کا آنا معمولی بات ہے اور موت و زندگی کا بھی چولی دامن کا ساتھ ہے، لیکن اخلاقی کردار پر کبھی زوال نہیں، یہ وہ جوہر ہے جس کی تابانی ہر آن بڑھتی رہتی ہے۔

وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلیٰ. میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے.

قاسم و محمود اور انور و حسین احمد کا وہ لاڈلا جنتی تھا، اور اس کے اخلاق حمیدہ اور کریم النفسی اس کے جنتی ہونے کا واضح ثبوت تھا قرآن کریم نے کہا ونزعنا مافی صدورھم من غل الخ. ہم اہل جنت کے سینوں سے حرص و ہوس اور باہمی رنجش و کدورت کے جذبات کو نکال دیں گے تاکہ یہ لوگ جنت میں مکمل آرام و سکون کی زندگی گذاریں.

حکیم الاسلامؒ کے اخلاق شریفانہ کا ان کے دشمن کو بھی اعتراف ہے ان کا سینہ دنیا میں بھی بے کینہ رہا اور وہ اسی سینۂ روشن کے ساتھ اپنے مولا سے جا ملے، وہ دنیا میں رہ کر جنتی تھے تو پھر کیوں نہ امید قوی کی جائے کہ جنت میں بھی ان کا شاندار استقبال ہوا ہوگا۔

یہ کس بہشت شمائل کی آمد آمد ہے ❁ کہ غیر جلوۂ گل رہ گذر میں خاک نہیں

موت سے کس کو چھٹکارا ملتا ہے، محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: اِنَّکَ میتٌ وانھم میّتون، ثم انکم یوم القیٰمۃ عند ربکم تختصمون۔

لیکن افسوس اور قلق اس کا ہے کہ ملت اسلامیہ ہند خاص طور پر قحط الرجال کا شکار ہے، اور علماء کے نام پر شر العلماء کا دور دورہ ہے، علم دین کو بدنام کرنے والے نمودار ہو رہے ہیں، دنیا کے لئے دین کو قربان کرنے والوں کا زور شور ہے۔ امام شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ اگر مسیحی علماء کو دیکھنا ہو تو اس امت کے زر پرست علماء کو دیکھو اور اگر یہودی علماء کی زیارت کرنی ہو تو علماء ومشائخ کی اس اولاد کو دیکھو جو اپنے باپ دادا کی جھوٹی تعریفیں کر کے ان کے نام کی روٹیاں کھاتی ہیں۔

فکر اس کا ہے ورنہ موت کے برحق ہونے میں کسے کلام ہو سکتا ہے۔

حجاج ابنؔ یوسف نے بڑے بڑے لوگوں کو تہ تیغ کر دیا ان میں صحابہ کرام بھی تھے اور تابعین عظام بھی وہ اس بات کو برداشت نہیں کرتا تھا کہ آل نبی کو نبی کی ذریت کہا جائے، ان مظلومین میں حضرت سعید ابن جبیر بھی تھے، حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے ایک روز حجاج کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کیا گذری؟ بولا۔ ہر مقتول کے بدلہ میں مجھے قتل کیا گیا اور پھر زندہ کیا گیا لیکن سعید ابن جبیر کے بدلہ میں ستر دفعہ قتل کیا گیا۔ علامہ دمیری نے حیٰوۃ الحیوان میں یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھا کہ ایک صحابی کے بدلے میں تو حجاج ایک ہی دفعہ قتل کی سزا پائے گا مگر ایک تابعی کے بدلہ میں ستر دفعہ سزاء کا مستحق ہو؟ پھر علامہ نے خود ہی اس کا جواب دیا کہ سعید جس وقت مارے گئے اس وقت کوئی ان جیسا نہ تھا جو ان کی جگہ پُر کرتا۔ ان سے پہلے جو حضرات صحابہ وتابعین

مارے گئے ان کی جگہ بھرنے والے موجود تھے.

مولوی اور علماء روزانہ پیدا ہو رہے ہیں. اور ہوتے رہیں گے لیکن وہ علماء جو کا بنیاء بنی اسرائیل کا مقام رکھتے ہیں وہ بہت مشکل سے پیدا ہوتے ہیں. میر صاحب نے کہا ہے:

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں ❁ تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

ایک روز عالم گیرؒ اپنے استاد ملا جیون کے ساتھ کسی سفر پر روانہ ہوا، سواری کے لئے ہاتھی لایا گیا، عالمگیر سپاہی آدمی تھا. جست لگا کر ہاتھی کی پیٹھ پر سوار ہو گیا لیکن ملا جی آہستہ آہستہ بڑی احتیاط سے ہاتھی پر سوار ہوئے، عالمگیر دیکھ رہا تھا، ہنس کر بولا، استاد محترم، آپ کو اپنی جان بڑی پیاری ہے؟ ملا جی نے جواب دیا عالمگیر! تیرے بعد تیرا جانشین تیار ہوگا وہ تیری جگہ سنبھال لیگا. میرا جانشین بڑی مشکل سے پیدا ہوگا، زندگی کا بڑا حصہ چراغ کے سامنے اوندھا پڑا رہیگا. تب اس قابل ہوگا.

حضرت حکیم الاسلامؒ کے بارے میں یہ چند سطریں سچی عقیدت کے تحت تحریر کی گئی ہیں. کوئی منفی جذبہ کارفرما نہیں.

میں نے اپنے شیخ اور استاد حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کی زبان مبارک سے یہ سنا ہے کہ: میں خاندان قاسمی کا غلام ہوں. ادنیٰ غلام ہوں.

جب دارالعلوم کا تاریخی ابتلاء شروع ہوا تو حضرت مدنیؒ کے یہ الفاظ میرے کانوں میں گونجتے تھے. اور میں حالات کی نزاکتوں کو دیکھ کر ششدر رہ جاتا تھا.

اپنے شیخ و استاذ کے واسطے سے اس خاندان کا جو احترام مجھے ملا ہے میں اسے کیسے فراموش کر سکتا ہوں.

❁❁❁

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم

از: حضرت مولانا محمد حنیف صاحب ملی
شیخ الحدیث مدرسہ معہد ملت مالیگاؤں

یہ عالم آب وگل دنیائے کون وفساد ہے. یہاں ہر آنے والا جانے کے لئے آتا ہے، حضرت الاستاذ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا حادثۂ وفات بالکل متوقع تھا. اخبارات اور دوستوں کے خطوط کے ذریعہ حضرت کی صحت سے متعلق خبریں آنے لگیں تو دل نے بڑے اندیشے کے ساتھ یہ دھڑکا محسوس کیا بالآخر وہ وقت آ ہی گیا کہ حضرت مہتمم صاحب اپنے رب کے حضور پہنچ گئے.

فان ما کنا نحذر قد وقع. جس کا ڈر تھا وہ ہو کر رہا.

حضرت مہتمم صاحب جس عظیم ترین منصب کے مالک اور اسلاف کے نمونۂ کامل تھے، آج نقطۂ نظر کا اختلاف رکھنے والوں کو بھی اس کا شدید اعتراف ہے ان کی جدائی پر صدمہ برداشت کرنے والے دل اور اثر لینے والے ضمیر اس وقت تک اشکبار رہیں گے جب تک یہ حادثہ تازہ رہے گا. بلکہ حضرت کی یاد ہر نازک موڑ اور ہر تقریب کے موقع پر خون کے آنسو رلائیگی. عمر عزیز کے اخیر حصہ میں جن دوستوں نے حضرت کو حریف بنا کر خوب خوب لکھا آج ان کی پشیمانی کا یہ حال ہے کہ یالیتنی مت قبل هذا کہہ کر غم غلط کر رہے ہیں، لیکن کیا کوئی نوشتۂ تقدیر بھی بدل سکتا ہے. ہمیں یقین اور اطمینان ہے کہ مہتمم صاحب نے ملت کی عظمتوں کے لئے جو خطوط عمل اور خدمت دین کے ان مٹ نقوش ثبت کئے ہیں. آج بظاہر اس کو نظر انداز کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں، لیکن اما ما ینفع الناس کے حتمی فیصلہ کے مطابق ظلم اور ستم گر زمانہ کبھی نہیں مٹا سکتا، بلکہ چشم عالم ایک بار پھر وہ دلکش اور جلوہ افروز منظر دیکھے گا جو حضرت کے

دورِ اہتمام کا اہم ترین کارنامہ ہے۔

خوش قسمتی سے اس فرومایہ راقم کو بھی حضرت سے شاگردی کی نسبت حاصل ہے، اس نسبت پر تعزیت کے لئے حضرت کے مکان دیوبند کو حاضری کا موقع بھی ملا. افسوس کہ کل تک حضرت کا سادہ مکان جو علوم و معارف کے ساتھ انوار و تجلیات کا مرکز تھا اب وہاں سکوت سناٹا نظر آتا ہے، تاہم جب باپ کا علم بیٹے کو وراثۃً ہوتا ہے تو قدرت کے غیبی تصرفات اس امانت کے لئے نہ صرف نمودِ کامل بلکہ کامل حفاظت کا سامان بنتے ہیں، حضرت نے اپنے خانوادہ میں علم و معرفت کی جس شان سے تخم ریزی کی ہے، انشاء اللہ آئندہ بھی اس کے اثرات باقی رہیں گے، حضرت مولانا محمد سالم صاحب خلفِ اکبر ہیں، جو بلاشبہ اپنے والد کے سچے جانشین ہیں، حضرت مہتمم صاحبؒ کا وصال پوری ملت اسلامیہ کا وہ جانکاہ حادثہ ہے، جس پر ساری کائنات اشکبار ہے، وصال کے وقت موسم خوب گرم تھا، بارش کا نام ونشان بھی نہ تھا، وصال پر فلک ناصبور نے بھی آٹھ آٹھ آنسو بہائے، جسے تمام لوگوں نے محسوس کیا، حقیقت یہ ہے کہ حضرت کے وصال سے علم و معرفت کا آفتاب، کاروان فضل وکمال امام علم و تقویٰ امت کے مسائل کا گرہ کشا حکیم الاسلام اور ہمہ گیر انسانی اوصاف وکمالات کا پیکر اٹھ گیا، سچ ہے۔

کہاں کہاں دلِ صد چاک اشک خوں روئے
دیا ہے داغ جدائی کا اک مسیحا نے

حضرت مہتمم صاحب اپنے بزرگوں کی آخری نشانی تھے، وہ حکیم الامت کے جانشین، علوم انور شاہ کے امین، امانت ومسلک دارالعلوم کے بیباک نقیب اور مذہب اسلام کے سچے ترجمان تھے. انھوں نے اپنی ذات سے نصف صدی تک طلبۂ علم کو فیضیاب کیا، وہ نہ صرف دارالعلوم کے باوقار اور موثر مہتمم تھے، بلکہ علوم شرعیہ کے مایۂ ناز مبلغ اور قابل فخر استاذ بھی تھے، علوم نبوت اور دارالعلوم کی خدمت یہی حضرت کی زندگی کا روشن مشن تھا، مولانا کا صبر وشکیب، صبر ایوبی کا اعلیٰ نمونہ تھا. اپنے پرایوں کی بے

وفائیاں اور طعن، تشنیع پر عمر کے آخری حصہ میں حضرت نے صبر کے دامن کو ہاتھ سے جانے نہ دیا، انتقام لینا تو وہ جانتے ہی نہیں تھے، ان کی زبان ہر خورد وکلاں کی تعریف میں تر تھی. ان کی مجلسیں غیبت سے پاک ہوتی تھیں، ہنگامۂ دارالعلوم کے دوران جو کچھ ہوا، اسے حضرت ابتلاء سمجھ کر برداشت کرتے رہے لیکن اللہ رے صبر کہ کبھی کسی کے خلاف اپنی زبان سے کوئی ناشائستہ لفظ بھی استعمال نہیں کیا، مجھے مولانا ازہر شاہ صاحب نے بتایا کہ جو لوگ حضرت کی مخالفت میں سرگرم تھے، جب معافی طلب کرنے آئے تو حضرت نے بلا کسی تامل کے معاف کردیا. مولانا منظور صاحب نعمانی جن کے فکر وقلم نے حضرت کے خلاف محاذ آرائی میں سب سے نمایاں رول ادا کیا ہے اور سینکڑوں صفحات سیاہ کئے حضرت کو معافی نامہ لکھا تو اس پر حضرت نے فرمایا کہ مجھے آپکی ذات سے کوئی شکایت نہیں ہے، اس لئے معافی کا کیا سوال؟ حضرت مہتمم صاحب نے مولانا منظور کے معافی نامہ کے جواب میں جو کچھ تحریر فرمایا اس سے اہل اللہ اور خاصانِ خدا کی یاد تازہ ہوجاتی ہے. مہتمم صاحب لکھتے ہیں ''اس عالم بے چارگی میں آپ کا مکتوب گرامی ملا، جسے میں اپنے لئے اور دارالعلوم کے لئے روحانی صحت مندی کی علامت سمجھتا ہوں، آں محترم نے معافی کے الفاظ لکھے ہیں، آں محترم سے زیادہ کون جانتا ہے کہ میں نے اپنے چھوٹوں کو بھی کبھی خطاوار نہیں سمجھا کہ ان کی زبان پر معافی کی بات آئے، معاملہ ہم میں سے کسی کی ذات کا نہیں، نہ معافی کا ہے بلکہ ہمارے اسلاف کی یادگار دارالعلوم کا ہے، ہم سب اپنی خطاؤں کی معافی اللہ سے مانگیں، دعا مانگیں، ہم سب کو توفیق نصیب ہو اور آخرت کی جوابدہی سے نجات ملے''

دارالعلوم دیوبند کا دور اہتمام اور انتہائی فرض شناسی اور چابک دستی کے ساتھ دارالعلوم کی ترقی مولانا کی زندگی کا وہ عظیم کارنامہ ہے جسے وقت کا مورخ نمایاں اور سنہرے حرفوں سے لکھے گا. مولانا کی استقامت پسند طبیعت نے یہ بتادیا کہ صحرا کو چمن اور ویرانے کو مرغزار کس طرح بنایا جاتا ہے، وطن عزیز کا دورِ غلامی خصوصاً خود کفیل

مدارس کے لئے ایک چیلنج تھا، انگریز کی شاطرانہ چالوں نے ارباب فکر ونظر علماء کے ہوش اڑادیئے تھے، انگریز کی آخری کوشش تھی کہ مسلمانوں کو نہ صرف ان کی تہذیب بلکہ مقامات مقدسہ سے بھی دست بردار کردیا جائے، چنانچہ آئے دن یہ مدارس حکومت کی ریشہ دوانیوں کا نشانہ بنتے رہے. پھر دارالعلوم دیوبند جو اُم المدارس ہے وہ انگریزوں کے دست بُرد سے کیسے محفوظ رہتا، اہل نظر جانتے ہیں. کہ ۵۶ رسالہ دور اہتمام میں بڑے حوصلہ شکن حالات آئے، دارالعلوم کی خانہ تلاشی، کبھی پاکستانی طلبہ کی تحقیق، کبھی پاکستانی سراغ رساں مرکز کہہ کر بدنام کرنے کی کوشش اور کبھی مقامی شر پسندوں کی شرارت جیسے متعدد حربے غیروں کی طرف سے دارالعلوم کی عظمت کو تاراج کرنے کے لئے استعمال ہوتے رہے، مگر حضرت مہتمم صاحب کا علم وتدبر ہر موڑ پر رنگ لایا. اور کسی حکومت وقت اور جماعتوں کو حضرت نے دخل در معقولات کا کوئی موقعہ نہ دیا. ٹھیک اس وقت جب کہ پورے ملک میں انگریزوں کے خلاف الاؤ دہک رہا تھا، دارو گیر اور قید وبند کے گہرے بادل ملت اسلامیہ پر منڈلا رہے تھے، مہتمم صاحبؒ نے نزاکت کا احساس فرمایا. اور دارالعلوم کے نظام تعلیم کو ذرا بھی متاثر نہیں ہونے دیا. اکابر علماء اور حضرت مدنیؒ کی مسلسل گرفتاری بھی دارالعلوم کے لئے ایک سخت ابتلاء تھی لیکن حکیم الاسلام حضرت مولانا طیب صاحبؒ کی دور بینی اور وقت شناسی نے دارالعلوم کی ہر طرح سے حفاظت فرمائی، آزادی مل جانے اور تقسیم ملک کے بعد جو دن آئے، وہ اور بھی زیادہ سنگین تھے، سارا ملک ہنگامۂ کشت وخون میں ڈوبا ہوا تھا، قوم ووطن اور ذات کے نام پر جتنا زبردست قتل عام ہوا، اس کی تلخ یادیں آج بھی ذہنوں میں تازہ ہیں. لازمی طور پر اس کا سب سے زیادہ نشانہ مسلمان اور اسلامی آثار بنے، دارالعلوم جو ملت کا عظمت کا نشان اور پیام اسلامی کا ترجمان ہے اس کا بھی متاثر ہونا فطری تھا، لیکن خدا کی غیبی مدد نے حضرت مدنی اور دوسرے اکابر کی رہنمائی میں حکیم الاسلام مولانا طیب صاحبؒ کو وہ حوصلہ بخشا کہ فرقہ پرست اور سپہ زور طاقتوں کے ہر حملے کو پسپا

کر کے چھوڑا، دارالعلوم کی عظمت وتحفظ کی خاطر حضرت نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا، جسے تذکرہ نگار حضرت کے ذکر سے کبھی جدا نہیں کر سکتے؟ اس زمانہ میں پاکستان سے آنے والی امداد بلکہ اوقاف کی آمدنی کا مسئلہ بھی الجھ رہا تھا، وہ حضرت ہی کی حکمت عملی تھی، کہ امداد بحال ہوئی، اور حکومت ہند نے خود اسے ضروری اور ملک کی آبرو سمجھ کر بحال کیا، دارالعلوم خدانخواستہ جب گردش میں آئے گا تو اس ملت کو اس مردِ مجاہد اور پیرو دانا کی یاد خون کے آنسو رلائے گی.

مولانا مرحوم اسلامی اقدار کے عظیم داعی ملی روایات کے زبردست حامی تھے، انھوں نے ایک سکنڈ کے لئے بھی غیر اسلامی زندگی برداشت نہیں کی، ان کا فکر وقلم اور ان کی ظاہری اور معنوی توانائیاں طاغوتی تحریکات کے لئے آتش فشاں تھیں.

قادیانیت، بہائیت، مغربیت اور نظریہ دوقرآن، جیسے فتنے پاکستان میں سر اٹھا رہے تھے، تو مولانا نے اپنے قلم گہربار اور زبان فیض ترجمان سے ڈٹ کر مقابلہ کیا، بلکہ پسپا کر کے دم لیا، مولانا کی ذات مسلک اعتدال کے لئے میزان عدل تھی، وہ کتاب وسنت کے خلاف ادنیٰ سی فروگذاشت برداشت نہیں کر سکتے تھے، مزاج انسانیت نواز تھا لیکن گروہِ باطل کے لئے وہ تیر پیکاں اور طوفان بکف تھے، رموز زمانہ کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر ہی حضرت نے زبان وقلم کا استعمال فرمایا. وہ اس شعر کی عمدہ اور عملی تصویر تھے۔

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

میری طالب علمی کا زمانہ تھا، ۵۷ء میں محمود احمد عباسی نے اپنی کتاب خلافت ویزید کے ذریعہ یزید کو حق پرست ثابت کرتے ہوئے اس کی نسبت علماء دیوبند کی طرف کر دی. اور اس طرح مسلک دارالعلوم کو بدنام کرنے کی گھناونی سازش کی، اس فتنہ کو اس وقت کے زمانہ ساز اخبارات نے بھی خوب ہوا دی. اس لئے سب سے پہلے دیوبند کی سرزمین سے اس مرد حق آگاہ نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور

مدرسہ کی مسجد میں، اساتذہ طلبہ اور معززین شہر کے ایک احتجاجی جلسہ کے ذریعہ اس ناپاک سازش کو بے نقاب فرمایا اور حکومت ہند سے مطالبہ کیا کہ اس کتاب کے ذریعہ مسلمانوں کے اندر انتشار اور بے چینی پیدا ہونے کا خطرہ ہے، اس لئے کتاب کی رائلٹی اور ناشر سب پر سخت ترین قانونی چارہ جوئی ہونی چاہئے، حکومت نے بروقت کتاب کو ضبط کر کے ملت کو بڑے انتشار سے بچالیا، پھر حضرت مہتمم صاحبؒ نے مسلک حق کی ترجمانی کے لئے انتہائی موثر، شگفتہ اور دلائل وحقائق سے معمور کتاب ''شہید اعظم ویزید''، لکھی جسے نہ صرف علماء بلکہ ارباب نظر نے خوب پسند کیا. یہ اقدام حضرت مہتمم صاحب کی زندگی کا زرین کارنامہ ہے.

دارالعلوم دیوبند کی عالمی مقبولیت کے ساتھ عالمی اسلامی یونیورسٹی بنانے میں حضرت مہتمم صاحب نے جس بے جگری کے ساتھ جہاں گیر پیمانہ پر مختلف ممالک کا سفر کیا ہے، اسے کبھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور نہ حضرت کے اس مخلصانہ کارنامہ کا دنیا کوئی بدل پیش کرسکتی ہے، حضرت کے ان دوروں ہی کا نتیجہ ہے کہ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں دارالعلوم کا روحانی فیض نہ پہنچا ہو. اور جہاں فضلاء دیوبند دین کے مختلف شعبوں میں نہایت اہم اور وقیع خدمت انجام نہ دے رہے ہوں. ہندوستان میں دینی مدارس کی تاریخ ایسے آفاقی اور ہمہ گیر طوفانی سفر کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے، اپنے اسلاف کی اس مقدس امانت کے لئے حضرت قاری صاحب نے جوانی کی توانائی اور عہد پیری کا فکر و تجربہ سب کچھ قربان کردیا اور دارالعلوم کی ترقی کے لئے ایسا بے لوث اہتمام کیا کہ لفظ مہتمم ان کے نام کا جز بن گیا.

اب انھیں ڈھونڈ چراغِ رخ زیبا لے کر

حضرت مہتمم صاحب کی سیاسی بصیرت کا رشتہ حضرت شیخ الہندؒ سے ملتا ہے، دارالعلوم جب کسی سیاسی مشکل میں گرفتار ہوا تو حضرت نے اس کے لئے ہر امکانی کوشش فرمائی، حکومت کی طرف سے جب کبھی مسلم مسائل کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلی گئی

یا مسلمانوں کے پرسنل مسائل میں حق تلفی کی گئی تو مہتمم صاحب خاموش تماشائی نہیں بنے رہے چنانچہ مسلم اوقاف پر جب کبھی حکومت نے مشکوک نظر ڈالی تو حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی رفاقت میں مرحوم قاری صاحب نے بھی زبان وقلم سے اس کے خلاف جہاد کیا۔ پرسنل لاء بورڈ کا قیام اور اس کی صدارت کے ساتھ مولانا کا قلمی جہاد تو ان کی کتاب زندگی کا عہد آفریں باب ہے۔ ایوان حکومت سے لے کر ایک معمولی عہدہ دار کی زبان پر یہی تھا کہ بس ملک کے باسیوں کا سِول کوڈ یکساں ہونا چاہئے، اس زہر آلودِ فکر کی پشت پر حکومت کا ہاتھ تھا۔ انتہاء یہ ہے کہ سرکاری مسلمانوں کی زبان پر بھی بس یہی ورد تھا۔ ایسے نازک موقعہ پر عروس البلاد بمبئی میں ملک گیر پیانہ پر مولانا نے بڑی جراءت۔ وحکمت سے تمام مکتب فکر کے علماء، دانشور، تعلیم کے ماہر، ماہرین قانون اور سنجیدہ غیر مسلموں کی کانفرنس طلب کی اور بڑی شان بے نیازی کے ساتھ حکومت کو للکار کر فرمایا تھا کہ "مسلمان اپنی زندگی سے دست بردار ہوسکتا ہے لیکن اپنے پرسنل لاء اور شریعت سے کسی وقت دست بردار نہیں ہوسکتا" مولانا کی بروقت رہنمائی اور صورِ اسرافیل نے ملت کے افراد میں ایسی گرمی پھونک دی کہ خواب غفلت میں پڑی ہوئی ملت بیدار ہوئی۔ نام نہاد مسلمانوں اور حکومت کو بھی بالآخر یہ کہنا پڑا کہ حکومت مسلم علماء کے بغیر مسلم پرسنل لاء میں ترمیم کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ پرسنل لاء بورڈ کا قیام اور اس کی کانفرنس جہادِ زندگانی میں مولانا کا وہ کارنامہ ہے جسے تاریخ بھلا نہیں سکتی، مولانا کی زندگی میں خدمات کا یہ وہ گوشہ ہے جس نے انہیں نہ صرف یہ کہ علماء کا نقیب بلکہ جامع اوصاف شخصیت کا مالک بنا دیا ہے۔

حضرت مہتمم صاحب اپنے علم وتقویٰ کے ساتھ حدیث میں بھی ایک خاص مقام رکھتے تھے انھوں نے برسوں دیوبند میں رہ کر حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت مولانا محمد انور شاہؒ کے علوم کی اشاعت کی ہے۔ حدیث کے نکات، رموز واشارات، حقائق وحکم اور نکتہ آفرینی میں دست گاہ رکھتے تھے۔ پھر اندازِ بیان اس حقیقت آفرینی کے ساتھ سونے پر

سہا گہ تھا. حدیث کی تشریح میں وہ بیک وقت متعدبہ توجہ فرماتے تھے، جس سے ان کی بالغ نظری، نکتہ رسی اور ژرف نگاہی کا اندازہ ہوتا ہے. خدا نے ان کی زندگی میں اتنی برکت رکھی تھی کہ بیک وقت علماء کرام کی چھ چھ پشت کے استاذ تھے، ان سطروں کے راقم کو بھی ۱۹۵۹ء میں مسلسل ۳/ ماہ حضرت سے حدیث شریف پڑھنے کی سعادت حاصل ہے. ان کے فضل وکمال اور تفوقِ علمی کا یہ عالم تھا کہ ایک حدیث پر خوب شرح کے ساتھ گھنٹوں بحث فرماتے تھے، اگر اثناء درس کسی طالب علم نے کچھ دریافت کرلیا تو پھر حضرت کی موزوں اور عبقری اور ہمہ گیری طبعیت کی نکتہ آفرینی نہ پوچھئے، حضرت کی زبان سے ایسے صدف پارے نکلتے تھے کہ بس سنتے رہئے اور سر دھنتے رہئے، موطا امام مالکؒ کے درس میں "اشتکت النار الی ربها" اس حدیث پر حضرت نے تقریباً دو گھنٹہ تقریر فرمائی، رفیق محترم مولانا عبدالحمید صاحب ازہری نے ایک خالص علمی سوال کیا. تو حضرت نے پورے شرح وبسط کے ساتھ سائنسی نقطۂ نظر سے حدیث کے ایسے مخفی گوشوں کو بے نقاب کیا جس کا لطف آج بھی غور کرنے کے بعد نہیں جاتا مولانا کی وہ پوری تقریر بعد میں ماہنامہ نقش دیوبند میں شائع ہوئی. بلاشبہ قاری صاحب مرحوم اپنے جدّ امجد حجۃ الاسلام مولانا قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کے علم لدنی کے جانشین تھے جس کی جھلکیاں ان کے مواعظ حسنہ میں بکثرت دیکھی جاسکتی ہیں. انھوں نے زبان وقلم سے دین کی سچی اور بے مثال خدمت کی ہے جیسا کہ ان کی سینکڑوں وقیع تصنیفات سے اندازہ ہوتا ہے. اسی نکتہ آفرینی اور وقیقہ سنجی نے انہیں سارے عالم کے لئے حکیم الاسلام بنادیا. خطابت ان کا خاص جوہر تھا جس میں ان کا کوئی مقابل نہ تھا. ان کی زبان میں بلا کی کشش تھی. حضرت کی تقریر کیا تھی ایک جادو تھا جو دل ودماغ کو یکساں متاثر کرتا ہے. جملوں کی بندش، حکیمانہ اندازِ تفہیم، عربی فارسی اور اردو اشعار کا برمحل اور برجستگی سے استعمال، زبان کی شیرینی، حکایات وامثال کے ساتھ مقصد کی تشریح تو قاری صاحب ہی کا حصہ تھا. پھر دریا کی روانی کی طرح حضرت

پہروں تقریر کرتے لیکن کوئی اکتاہٹ نہیں محسوس ہوتی تھی. بلاشبہ سحبانِ وائل قیس بن ساعدہ جیسے ممتاز مقررین کا دور حضرت کی تقریر سے تازہ ہو جاتا تھا، حضرت نے مخالفتوں اور دشمنی کے ماحول میں جب تقریر کی تو مخالفتوں کا فسوں اور عداوتوں کا انداز بھی ٹوٹ گیا اور مخالفین نے بہرحال اعتراف کر ہی لیا ایسے نامور افراد اور ممتاز ہستیاں صفحۂ دہر پر ہمیشہ پیدا نہیں ہوتیں. حضرت کی جدائی ملت کا ناقابل تلافی نقصان ہے.

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں ❁ تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

حضرت کی خوردنوازی نے نہ جانے کتنوں کو شہرت کے آسمان ہفتم پر پہنچا دیا. ان کی شرافت نفس تھی کہ ہم جیسے گمنام فرد مایہ طالب علم کو بھی اپنے قلم گہربار سے نوازتے رہے. اور اپنی زریں نصیحتوں سے سرفراز فرماتے رہے. ان کی عظمت کا بڑا نشان یہ تھا کہ وہ چھوٹوں کو بھی بذریعہ خط مخاطب فرماتے تھے، وصال سے چند ہفتہ پہلے ۹ ررمضان کو حضرت نے مجھے جو خط لکھا ہے اس پر میں اپنے مضمون کو ختم کر رہا ہوں. ملاحظہ ہو.

محترم ومکرم جناب مولانا محمد حنیف صاحب زید کرمکم

سلام مسنون. نیاز مقرون! مزاج گرامی.

عرصے سے بیمار ہوں. عدم اشتہاء کی وجہ سے غیر معمولی نقاہت وضعف بھی مستقل مرض بن گیا ہے. اس عرصہ میں مختلف علاج تبدیل کیے گئے، مگر معتد بہ فائدہ نہیں ہوا. بحمد اللہ چند روز سے قدرے افاقہ ہے. دعا کا طالب ہوں. اس وقت دارالعلوم جامع مسجد کے لئے فراہمی چندہ کے سلسلے میں جناب مولانا محمد یحییٰ صاحب صاحبزادے حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدنیؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں. موصوف کے لئے مناسب قیام کا انتظام فرمادیں اور اصل مقصد میں مکمل تعاون اور رہنمائی فرمائیں. چونکہ بے سروسامانی کے عالم میں یہ نظام قائم کیا گیا ہے ہر ایک ضرورت کی چیز از سرنو مہیا کی جارہی ہے. اس لئے کثیر سرمایہ کی ضرورت ہے، اور آپ سے خصوصی توجہ اور تعاون کی درخواست ہے.

امید کہ مزاج سامی بعافیت ہوگا. ماہ مبارک کی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں.

والسلام

محمد طیب، ۹ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

بہر حال مہتمم صاحب کا وصال پوری ملت کے لئے نا قابل تلافی سانحہ ہے بظاہر آج مولانا ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن وہ اپنی زریں خدمات، روشن کارنامے، والہانہ سرفروشی، اور نا قابل تسخیر اخلاق و عادات کے ساتھ امر ہیں. اور قیامت تک رہیں گے. ہمارے لئے ان کی زندگی پیغام فکر و عمل اور تاریخ دعوت و عزیمت ہے. ہماری دعا ہے کہ مولیٰ کریم حضرت کو ان کی بے لوث خدمات کا عظیم ترین صلہ دے. اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے. (آمین)

حکیم الاسلام کے معصوم سراپا کے دل آویز خطوط!

از: حضرت مولانا شاہین جمالی صاحب
شیخ الحدیث مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ

بیس برس پہلے مظفر نگر میں میں نے ایک ایسے بزرگ کا جلوہ دیکھا تھا جو اخلاق و کردار سے لیکر رفتار و گفتار تک "فرشتوں کی دنیا کا انساں" یا انسانوں کی دنیا کا فرشتہ" معلوم ہوتا تھا حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالرحیم صاحبؒ تلمیذ رشید حضرت شیخ الہندؒ کے پاس مہینے دو مہینے میں وہ ضرور رونق افروز ہوتے تھے اور جب بھی تشریف لاتے انجانے طور پر دل مسرتوں سے لبریز ہو جاتا. آنکھوں میں جیسے کچھ چمک سی آجاتی اور طالب علمانہ حرکات وسکنات میں شوخی وشرارت کی جگہ متانت وسنجیدگی پیدا ہو جاتی اور دل چاہنے لگتا کہ انھیں چپکے چپکے پہروں دیکھتا رہوں اور حقیقت یہ ہے کہ گھنٹوں ان کا شرفِ دیدار حاصل رہتا پھر بھی دل ونظر کے سیر ہونے کا سوال ہی نہیں اٹھتا تھا، یہاں تک کہ وہ واپس تشریف لے جاتے اور میں جگر کے اس شعر کی صداقت آزمانے کے لئے تنہا رہ جاتا.

وہ کب کے آئے اور گئے بھی نظر میں اب تک سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں وہ پھر رہے ہیں یہ آرہے ہیں وہ جا رہے ہیں

ملکوتی جمال کا یہ پیکر اتنا دلکش اتنا پاکیزہ اور اتنا زیب نظر تھا کہ بعد وصال بھی اس کے بزرگانہ خدوخال کا قلمی خاکہ اور اس معصوم سراپا کا عکسِ جمیل کاغذ کے صفحہ پر نکہت ونور اور قوسِ قزح بن کر بکھر جانا چاہتا ہے.

گداز دودھیا بدن حسنِ یوسفؑ کی طرح جلوہ فگن، متوسط قد وقامت جسمانی و روحانی حسن ووقار کی علامت، پاک وصاف سینہ علم وفضل کا سفینہ، بڑی سیاہ آنکھیں. حکمت و دانش کی دو گہری جھیلیں آنکھوں کے حلقوں پر سیاہ سفید بھووں کی کمان. تیرگی

شام میں نمودِ سحر کا اعلان. چوڑی تابناک پیشانی خدا کے حضور سر بسجود رہنے کی نشانی. روشن چہرہ بدر و ہلال نہیں آفتاب و ماہتاب. چہرے کے دائرے پر مشرع سفید داڑھی. آئینۂ جمال پر بزرگانہ جلال کی مینا کاری. سر پر عالمانہ ہیئت کے کٹے ہوئے سفید بال اور اس پر اونچی دیوار کی دو پلی طیب کیپ گویا ولهُ الجوار المنشئٰت فی البحر کاالاعلام. بدن پر موسم کے مطابق سرد و گرم فسٹ کلر کی شیروانی، نزاکت و نفاست کی کہانی، بیش قیمت کپڑے کا لمبا کرتہ اور گول موری کا پاجامہ، تراش و خراش اور لباس میں بزرگی کا خبرنامہ، اس قلمی خاکے کی عظیم شخصیت کو دیوبند کے عوام و خواص مہتمم صاحب اور باہر کی دنیا میں لوگ ''حکیم الاسلام'' کے بلند لقب سے پکارتے تھے وہ منھ کھولتے تو لب گل سے پھول جھڑتے اور جب وہ نہیں بولتے تو صدف میں موتی پلتے تھے. ان کے لہجے کا ترنم، شملہ کی پہاڑی ندیوں کا جلترنگ اور کشمیر کے آبشاروں کی موسیقی تھی اور بول بول کی مٹھاس قند و شکر جیسی تھی، ان کی تقریر علم و فن کی خشک زمین کے لئے برسات اور تحریر قاری کے دل پژمردہ کے واسطے آب حیات تھی، لفظ لفظ میں علم و حکمت کا گہر اور جملے جملے میں معرفت کا سمندر پوشیدہ ہوتا تھا. دو تین گھنٹے کی تقریر دلپذیر اسرار شریعت کی حکیمانہ تعبیر و تفسیر اور کمال یہ کہ ہر ایک کے لئے پر اثر و بے نظیر ہوتی تھی. ہر بات میں حکمت اور ہر حکمت میں کوئی بات پیدا کر لینے کی گرانمایہ دولت صرف آپ ہی کے لئے عطیۂ قدرت تھا اور دوسروں کے لئے تو فقط قابل رشک و حسرت ہے. پنڈت دیانند جی سرسوتی نے حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کی تقریر سنکر کہا تھا کہ ان کی زبان پر سرسوتی (علم کی دیوی) بولتی ہے اور اگر وہ ان کے پوتے حکیم الاسلام کی بات سنتے تو ضرور یہ کہتے کہ ان کے شبد شبد میں سرسوتی رس گھولتی ہے.

حکیم الاسلام جسمانی روگ کے طبیب نہیں بلکہ لاعلاج روحانی مرضوں کے خاندانی حکیم تھے، آپ کے حکیمانہ کلمات نے سینکڑوں دلوں میں ایمان و یقین کا بیج بویا اور ایمان و اسلام کے ہزاروں نازک پودوں کو آب حکمت سے سیراب کر کے آپ

نے تناور درخت بنایا. عقلی و نقلی شکوک وشبہات کی ہزاروں گرہیں آپ کے ناخن علم و حکمت نے آن کی آن میں کھول دی تھیں. حکمتِ قاسمی کی بلندیوں تک آپ کی رسائی اوران کے علوم و معارف پر آپ کو عبور اور دسترس حاصل تھی، سننے والے جب آپ کی بات سنتے تو سر دھنتے اور مجلس سے اپنی تنگ دامانی کا گلہ لے کر اٹھتے تھے اس لئے کہ:

دامانِ نگہ تنگ وگلِ حسنِ تو بسیار ❁ گلچیں بہارتو ز داماں گلہ دارد

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ماڈرن ماحول میں آپ کی ''سائنس اور اسلام'' اور ڈارون کے نظریۂ ارتقاء کی جگہ انسانی عظمت کا مسئلہ اور نئی تہذیب و تمدن کی چکا چوند میں ''آفتابِ اسلام'' کا جلوہ بالکل ہمیشہ نمایاں دکھائی دیتا رہے گا.

مجھے کچھ معتمد اہلِ علم نے بتلایا کہ ۲۵، ۳۰ برس پہلے میرٹھ شہر کے اندر حکیم الاسلام کی ایک ہفتے کی تقریر سے عوام میں اتنا شدید اسلامی تاثر پیدا ہوگیا کہ ان کی تقریر پر امتناعی حکم لاگو کرنا پڑا.

حکیم الاسلام کے اندازِ خطاب. ان کے اسلوبِ بیان، اور تقریر کے لب ولہجہ کو نہ الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے، نہ دوسرے کی زبان میں نقل کیا جا سکتا ہے، وہ تمام عالم میں اپنے طرز کے منفرد خطیب اور شرعی اصرار و حکم بیان کرنے میں حکیم لبیب تھے.

مذہبی گروپ اور جماعتی عصبیت سے ان کا مزاج بالکل جوڑ نہیں کھاتا تھا. وہ سیاسی پلیٹ فارم پر کسی زمانے میں مسلم لیگ کے حامی ضرور رہے، لیکن اس میدان میں بھی تعصب سے دامن بچالینا ان کی زندہ کرامت ہے، اسلامی فرقوں کے درمیان ان کی ذات اتنی معتدل، اتنی متوازن اور اتنی غیر جانب دار رہی کہ دوست دشمن سب ان کی عظمت و بلندی کے معترف تھے. جماعت اسلامی پر علماء دیوبند کی نکیر بلکہ سیاسی محاذ آرائی کی وجہ سے شدید تنقید و تحریر کے طویل دور میں حضرت مہتمم صاحب کی شخصیت افراط و تفریط سے کبھی آلودہ نہیں رہی اور یکساں طور پر ہر حلقے میں قابلِ احترام بزرگ کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے رہے.

سیاسی ذہن وشعور کو خدا ہدایت دے کہ اس نے انسانوں کو اتنے مختلف خانوں میں بانٹ دیا ہے کہ ان کا ایک انسانی شرافت اور صالح قدروں کے پیکر میں سمٹ آنا ایک مشکل اور دشوار کام بن گیا ہے، تاہم حضرت مہتمم صاحب کی شخصیت مستثنیات میں سے ہے کہ سیاسی دائرہ بندیوں میں بھی آپ اپنی علیحدہ شان اپنا منفرد وقار قائم رکھنے میں کامیاب رہے اور کسی سیاسی جماعت کو آپ کے قول وفعل سے کبھی کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی۔

جون ۱۹۷۵ء تا ۱۹۷۷ء ایمرجنسی کے تاریک دور میں فیملی پلاننگ کے مسئلے نے جہاں عوام کو جھنجھوڑ رکھا تھا، وہیں علماء اس کے جواز وعدم جواز میں دو انتہائی رخ پہ جا رہے تھے، عین اس وقت آپ نے اس مسئلہ کو اجتہادی مسئلہ قرار دیکر اہل علم ودانش کے لئے غور وفکر کی راہ کھول دی تھی، اور اب آئندہ جب بھی اس مسئلہ پر قطعی فیصلہ ہوگا اس میں مہتمم صاحب کے فکر وخیال کی روشنی ضرور پائی جائیگی۔

حضرت مہتمم صاحب کے گنگا جمنی مزاج نے دارالعلوم دیوبند کے مسلک اعتدال اور ساری دنیا میں اسکے بزرگوں کی قابل تقلید مثال کو استحکام بخشا ہے اور دلوں کی گہرائیوں میں اسکے واسطے جگہ بنائی ہے۔ اب آپ ہی کی شخصیت پندرہویں صدی کے آغاز اور چودہویں صدی کے خاتمہ پر عالمِ اسلام کیلئے فکری قیادت فراہم کر رہی تھی، کاش اس تاریخ ساز شخصیت کو سارے عالم انسانی کی عمریں لگ جاتیں۔ اور وہ صدی در صدی رہنمائی کے ہر موڑ پر روشنی بکھیرنے کیلئے موجود رہتے۔

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب دارالعلوم دیوبند کے صرف مہتمم ہی نہیں بلکہ فتنوں کے سیلاب میں ایک ایسی مضبوط چٹان تھے جس سے ٹکرا کر تمام دھارے خود ہی اپنا رخ پھیر لینے پر مجبور تھے۔ لیکن جس دن سے یہ "پہاڑ ہل گیا" ہے سیلاب کا زور تصورات کے بہت سے محلوں کو تنکوں کی طرح بہائے لئے جا رہا ہے۔

ہمیں اردو ادب کی تاریخ سے شکایت ہے کہ کم وبیش ڈیڑھ سو کتابوں کا یہ عظیم مصنف آج بھی ادب کی دنیا میں غیر معروف اور تاریخ ادب کے صفحات میں گمنام ہے

حالانکہ اس عظیم صاحب قلم اور صاحب طرز ادیب کو اس کی خدمات پر اردو ادب کا بلند مقام ملنا چاہئے تھا. ہم یہ تو مان سکتے ہیں کہ مولانا طیب صاحب کے قلم میں شبلی کا زور بیان اور ابوالکلام آزاد کی شوکت الفاظ یا عبدالماجد دریا آبادی کی زبان نہیں مگر ہم یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ اردو ادب کیلئے ان کی خدمات کسی دوسرے مصنف سے کسی درجہ میں کم ہیں. ان کی آنکھ کی کہانی خود ان کی زبانی اردو شعر و ادب کا نقش لاثانی ہے.

میرے نزدیک دارالعلوم دیوبند اور حضرت مہتمم صاحبؒ ایک دوسرے کا صحیح تعارف ہیں. اگر کوئی مہتمم صاحب کو جاننا چاہے تو بس اس کے سامنے دارالعلوم کا آئینہ رکھ دیجئے. مہتمم صاحب کی علمی، سیاسی، فکری اور عملی اخلاقی زندگی کا ہر ہر گوشہ چمک اٹھے گا اور اگر کسی کو دارالعلوم کے بارے میں معلومات حاصل کرنی ہوں تو اسے مہتمم صاحب کا آئینہ دکھائیے کہ اس میں دارالعلوم کے علم و فن کی پوری کائنات تابناک نظر آئے گی.

مہتمم صاحب اپنی نرم پالیسی اور شان صدیقی کی بناء پر دارالعلوم کے دل کی دھڑکن تھے، عام طور پر کہا جاتا ہے کہ انھوں نے آج تک اپنے قلم سے کسی ادنیٰ ملازم کو بھی برخاست نہیں کیا. ان کی اسی ادا پر طلبہ، اساتذہ اور عملہ سب فریفتہ و گرویدہ تھے، اور یہی چیز پوری دنیا میں دارالعلوم کو بحیثیت ادارہ ایک مثالی مہتمم کی ناقابل فراموش خدمات سے ممتاز کرتی ہے جس کی دوسری کوئی مثال مشکل ہی سے کہیں مل پائے گی.

میں نے حضرت مہتمم صاحب سے مشکوٰۃ شریف پڑھی ہے اور مجھے ذاتی طور پر تجربہ ہے کہ مہتمم صاحب چھوٹوں پر شفقت اور ہر ایک کے لئے رافت و رحمت کا مجسمہ تھے ابھی کوئی چار سال پہلے کی بات ہے کہ میں نے اپنے لڑکے محمود الرحمٰن سلمہٗ کی پیدائش کی ایک تقریب میں حضرت کی شرکت کو ضروری سمجھ کر خدمت میں حاضری دی، مدعا عرض کیا منظوری عطا ہوگئی پھر کسی ضروری سفر کی مجبوری سے شرکت غیر یقینی ہوگئی تو آپ نے مدرسہ اصغریہ میں مجھے اس کی اطلاع کرائی پھر سفر سے واپسی پر مجھے طلب فرمایا اور خود ایک تاریخ دے کر پچھلے وعدے کی مکمل تلافی فرمادی.

حضرت مولانا عبدالرحیم کے ساتھ میں دارالعلوم میں داخل ہونے سے بہت پہلے بارہا حاضر ہوا۔اور طیب منزل کے ملاقاتی کمرے میں جس کی چاروں دیواروں پر آویزاں ملکی وغیر ملکی سیکڑوں سپاس ناموں کے فریم حضرت مہتمم صاحب کی عالمی مقبولیت کا پتہ دیتے تھے، گھنٹوں ان سے شرف ملاقات حاصل رہا، پھر بھی نگاہ کبھی آسودہ نہیں ہوئی اور دل اندر سے یہی کہتا رہا کہ حضرت مہتمم صاحب کی شخصیت سپاس ناموں کے فریم میں نہیں دل کے آئینہ خانے میں سجانے کے لائق ہے۔

حضرت مہتمم صاحبؒ حیات کی ۸۸ منزلیں طے کر چکے تھے، لیکن ضعف پیری اور نقاہت جسمانی کے باوجود تسلسلِ سفر کا یہ عالم تھا کہ دیوبند میں قیام کا وقفہ ہمیشہ سفر سے مختصر ہی رہتا تھا۔

زندگی خود ایک سفر ہے لیکن ان کی منزل اسلام اور دارالعلوم کے عشق کی معراج تھی اور یقین ہے کہ اس کے صلے میں ان کو جو زندگی ملی ہے وہ موت کے ہاتھوں محفوظ ہے۔عارف شیرازی نے سچ کہا ہے:

ہرگز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوامِ ما

❁❁❁

حضرت حکیم الاسلام

کی زندگی کی داستان حظ و کرب

از: حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب مسعودی مدظلہ
شیخ الحدیث وصدر مدرس دارالعلوم وقف دیوبند

کس قدر خوش نصیب ہے وہ انسان جسے حسب و نسب کی شرافتیں گھر کا پاکیزہ ماحول شریف الطبع والدین، ظاہر و باطن کی تربیت، علم و تعلم کیلئے یگانۂ روزگار شخصیتیں ملی ہوں واقعی اس سے بڑھ کر کوئی سعید اور جسکے حصے میں یہ سب امتیازات ہوں اس سے بڑھ کر کوئی بخت آور نہیں.

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کو یہ سب سعادتیں لگے بندھے انداز میں نہیں بلکہ وافر میسر تھیں. ان کی ددیہال میں حضرت نانوتویؒ کا نام نامی کافی ووافی ہے، ننھیال دیوبند کی ایک شریف بلکہ اشرف خانوادۂ گھر کا ماحول علمی، تعلیم اور تعلم کا سلسلہ فخر روزگار شخصیتوں تک پہنچتا ہے، روحانی تربیت کے لئے مجدد وقت سے وابستگی ہے، خود طبعاً شریف حلم کے پیکر، بُزرگانہ اداؤں کا مرقع.

اب ذرا تفصیل اس اجمال کی سنئے والد مولانا حافظ احمد صاحبؒ مزاج کے خسرو پیدا ہوئے. یہ وہ دور تھا کہ جب نسبتیں سب سے زیادہ بارآور چیز تھیں. پھر ان کی نسبت حضرت نانوتویؒ ایسے فرد فرید سے، تجویدی لب ولہجہ میں گفتگو کرتے، مکلّف زندگی بلکہ ٹھاٹ باٹ، لب ولہجہ شاہانہ مگر سینے میں دل برف کی سل بگڑتے تو جوالہ، سنبھلتے تو برگِ گل، طلباء کے ساتھ تعلق دیدنی وشنیدنی، کوئی طالب علم بیمار ہوتا تو عیادت کے لئے بار بار اس کی رہائش پر پہنچتے، اگر اس کی موت ہو جاتی تو حجرہ کے سامنے بیٹھ کر تعزیت لیتے

کیا مجال کوئی استاد اور کارکن حافظ صاحب کو تعزیت نہ پیش کرے۔

مسجد کا بڑا احترام ملحوظ تھا، اوابین وہیں پر ادا کرتے ایک روز صحن مسجد میں کسی طالب کو ٹانگ پر ٹانگ رکھے ہوئے پایا پھر کیا تھا حافظ صاحبؒ کا غضب اُبل پڑا تادیب کے ساتھ کھانا بند دو ایک روز کے بعد اسی طالب علم کے حجرے کے سامنے سے گذر رہے تھے، دیکھا کہ وہ کھا رہا ہے دریافت کرنے پر تفصیل معلوم ہوئی تو خود بھی اس کے ساتھ دیوار گریہ ہوگئے، گھر لے آئے اور ہمیشہ کے لئے وہ دسترخوان قاسمی کا خوشہ چیں ہوگیا۔

بھولے اتنے کہ انگریزی دونی اور چونی میں فرق نہ کرتے کسی ملازم پر بگڑتے تو فرماتے تم اپنی اس حرکت پر مباح الدم ہو چکے ہو یا تمہارا یہ جرم گردن زدنی ہے مہتمم صاحبؒ کی مرحومہ والدہ مرقع حیا، چہرہ پر معصومیت، گفتگو معصوم بچوں کی طرح بلکہ محسوس ہوتا کہ بات چیت میں فراخ ذہن ہیں اس کم گفتاری کے نتیجہ میں بہت سے گناہوں سے خود کو بچالیا تھا۔

سردی میں سبز کاہی شال جس پر چھوٹے پھول ہوتے گرمیوں کا لباس عموماً ڈھاکہ کی چکن دوپٹہ بھی اسی کا ہوتا جواں بخت بیٹے کے جب اسفار عالمگیر انداز میں شروع ہوگئے تو کبھی فرماتیں کہ "طیب جب خدا تعالیٰ رزق تقسیم کر رہا تھا تو تیرے حصہ کو دنیا میں بکھیر دیا" ہمارے یہاں عموماً تشریف فرما ہوتیں خصوصاً میرے برادرِ بزرگوار کی شادی جب رامپور ہوئی تو چند روز مسلسل قیام رہا ایسی نیک بخت بیبیاں کم از کم پون صدی پہلے کی دلآویز یادگار تھیں نئی نسل کے طمطراق نے تو انھیں آثار قدیمہ کی فہرست میں داخل کر دیا۔

بے ہمہ و باہمہ اس قدر معصوم کہ ایک قریبی عزیز نے سو روپے کا وہ نوٹ جس سے بچے کھیلتے ہیں امانتاً ان کے پاس رکھوا دیا اور حسب ضرورت وہ پانچ دس لیتا رہا ایک دن اماں بی اس نوٹ کو دیگر کسی خادم سے بازار سے کچھ منگانے لگیں تو راز کھلا کہ سب جعل و فریب تھا، غرضیکہ نیکی و شرافت، معصومیت و محبوبیت مہتمم صاحب مرحوم کے حصہ

میں طرفین سے آئی.

شعور نے آنکھ کھولی تو یہ عصر دارالعلوم کا خیر القرون تھا، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اگرچہ بینائی جاتی رہی تھی تاہم حیات تھے، بارہا اپنے سینۂ بے کینہ بلکہ معرفت وعرفان کے گنجینہ سے مہتمم صاحبؒ کو مس کیا، شیخ الہندؒ کا دست شفقت سر پر رہا، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت علامہ ابراہیم بلیاویؒ سے ابتدائی اسباق لئے. حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ نے بڑا وقت آپ کی تعلیم کے لئے صرف کیا اور پھر دارالعلوم جو اس وقت ممتاز شخصیتوں کا کہکشاں تھا ان میں سے ہر ایک افادہ کے لئے سرگرم گویا کہ:

میں چمن میں چاہے جہاں رہوں مرا حق ہے فصل بہار پر

آخر کار اپنے وقت کے محدث جلیل ابن حجر عصر اور ثانی ابن ہمام علامہ کشمیریؒ کے اتھاہ علم سے سیرابی کے لئے مستعد ہو گئے اور جم کر استفادہ کیا تا آنکہ جس شب میں علامہ اس خاکدانی ارضی کو چھوڑ رہے تھے عصر تا مغرب اپنی معروف کتاب "مشاہیر امت" کے لئے بسلسلۂ ابوالحسن کذاب استفادہ فرماتے رہے.

روحانی تربیت کے لئے مولانا مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ کی رفاقت میں سفر شروع ہوا اولاً حضرت شیخ الہندؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی ان کی وفات کے بعد حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ پر نظر جا ٹکی سادگی یہ برتی کہ مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ مدیر اہتمام سے سفارشی خط لکھوایا.

تھانہ بھون کا یہ فقیر غیور بڑے ضابطہ کا انسان تھا جواب آیا "کہ اس خاندان کی خدمت میرے لئے سعادت ہے، لیکن استفادہ کیلئے مستفید کا عریضہ مطلوب ہے، نہ کہ کسی مخدوم کی سفارش".

مہتمم صاحبؒ فرماتے کہ پہلا سفر مفتی شفیع صاحب کے ساتھ رمضان المبارک میں ہوا خیال یہ تھا کہ صاحبزادہ نوازی کا مظاہرہ ہوگا، لیکن خانقاہ تھانہ بھون میں چند ساعتی سکون کے بعد اپنے وقت کے حکیم حاذق کا پیغام پہنچا، چونکہ آپ استفادہ کے

لئے آئے ہیں، اس لئے کھانے کا نظم خود فرمایئے، تبرعاً یہ بھی بتاتا ہوں کہ یہاں خانقاہ میں چھ پیسے کے عوض صبح وشام کا کھانا میسر ہے جس کی تفصیل کھانے کے علاوہ ایک چراغ، سرسوں کا تیل اور اس میں فتیلہ بھی ہے۔

دیوبند میں مہتمم صاحبؒ کا معمول تراویح کے بعد چائے، بے تکلف احباب بذلہ سنجی وغیرہ تھا، تھانہ بھون میں بھی اس معمول کو نبھانا چاہا خلیفہ اعجاز صاحب نے حکیم وقت کے کانوں تک یہ بات پہنچائی فرمایا کہ "براہ راست تو خطاب نہ کیا جائے لیکن آج اگر یہ حادثہ پیش آئے تو حجرہ کے سامنے بآواز بلند اعلان ہو کہ خانقاہ کا معمول تراویح کے بعد ذکر وفکر ہے نہ کہ مجلس آرائی"۔

مربی نے انتباہ میں رعایت ملحوظ کی مستفدین کے پاس گوش شنوا تھا، اس لئے اس لطیف تنبیہ پر معمول بدل گیا، مرحوم پر تحمل، حلم، تواضع اور نبوی اخلاق کا ایسا غلبہ تھا کہ ان مواقع پر بھی تہدید و وعید تو درکنار واجبی تنبیہ سے بھی گریز کرتے، جہاں انتباہ نظم وانتظام کا ضروری حصہ ہے، چنانچہ ایک بار دارالعلوم کے اہم شعبہ میں خرد برد کا حادثہ پیش آیا، مہتمم صاحب نے کمیٹی تشکیل دی تحقیقات شروع ہوگئیں، میں اس زمانہ میں ناظم مجلس تعلیمی تھا، میرے زبردست اصرار پر کہ کمیٹیوں سے کچھ بھی نہیں ہوگا، آپ براہ راست محاسبہ فرمائیں، بڑی ردوقدح کے بعد تیار ہوئے اور اس شان سے کہ مجرموں کے سامنے خود سب سے بڑے مجرم بن گئے سر بہ جیب آنکھیں بند اور نرم گداز لہجہ میں امانت ودیانت کے اہتمام پر ایک دل پذیر وعظ فرمایا وہ سمجھ رہے تھے کہ مخاطب کے پاس گوش حق نیوش ہے اور یہ وعظ کام کر جائے گا حالانکہ لاتوں کے بھوت باتوں سے کب مانتے ہیں۔ یا بقول اقبال۔ ؎

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے، ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

عمر بھر میں اس جبریہ کارروائی پر خود غایت حیاء سے پسینہ میں شرابور ہوگئے۔

مجرمین سامنے سے ہٹے تو مجھ سے فرمایا کہ "مولوی انظر شاہ تم نے مجھ سے بہت سخت کام لیا، ہمیشہ فرماتے کہ "بھائی کام ضابطہ سے زیادہ رابطہ سے لینا چاہئے" یہ ٹھیک بھی تھا لیکن تاوقتیکہ خیر القرون کا ڈوبتا سورج دل ودماغ پر سایہ فگن تھا پھر جب فضا بدل گئی، خیر اٹھ گئی شر نے قدم جمالئے نیکی رخصت ہوئی اور بدی نے اپنی حکومت قائم کرلی تو رابطہ کا اصول ختم ہوکر ضابطہ پر عمل کی ضرورت تھی، مگر سچی بات یہ ہے کہ وہ جس سانچہ میں ڈھالے گئے تھے، اس میں گرفت ومواخذہ، احتساب ومحاسبہ راہ نہیں پاسکتا تھا، لاریب کہ پیدا کردہ مشکلات مسائل اور مصائب کے بہت سے طوفانوں میں انھوں نے اپنے مزاجی ساخت اور ناخن تدبیر سے رشتۂ کار میں پڑی ہوئی گرہیں کھولیں لیکن خاتمۂ عمر پر وہ زبان حال سے کہتے:

بیچارگی میں غالب کچھ بن پڑے تو جانوں

انھیں اپنے بزرگوں سے عشق تھا وعظ ہو کہ تقریر، مجلس ہو کہ مستفدین کا حلقہ ہر جگہ اکابر کا وقیع تذکرہ فرماتے۔

ہندوستان کی سرحدوں کو توڑ کر دارالعلوم کا تعارف، بزرگوں کی معرفت ان کے اسی معمول کا دلآویز ثمرہ ہے، بہت سے گمنام متعارف ہوگئے۔

بہت سے نامور جاوید بن گئے، کاش کہ وہ اپنی سوانح جس کے لئے میں نے بہت اصرار کیا قلمبند فرماتے تو ایک صدی کی داستان علم وعمل مرتب شکل میں ملتی، حالانکہ وہ لکھنے کے سلسلہ میں چابک دست تھے مجمع ہو یا رزم وبزم کاغذ اٹھاتے اور لکھنے میں ڈوب جاتے، ریل بھاگ رہی ہو، ہوائی جہاز پھلانگیں لگا رہا ہو مگر ان کے اس شغل میں کوئی فرق نہ پڑتا۔

پھر خدا جانے وہ اپنی سوانح کی تالیف سے کیوں گریز کرتے رہے علماء نے لکھا ہے کہ ایمان کھل ظاہر پر آجائے تو اسلام ہے اسلام سرایت کرتے ہوئے باطن پر ضوفگن ہو تو ایمان ہے اسی طرح نفاست ان کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھری گئی تھی،

خود نفیس، پوشاک نفیس گفتگو نفیس، وعظ نفیس، تحریر نفیس، گویا کہ سراپا نفاست، کھانے میں پسندیدہ امر یہ تھا کہ دستر خوان لگا دیا جائے انھیں جو چیز پسند ہوگی خود ہی اٹھالیں گے اگر میزبان زبردستی کھلانا چاہتا تو قدرے ترش ہوکر فرماتے کہ ''بھائی کھانے کا تعلق رغبت سے ہے ترغیب سے نہیں''۔

ایک دعوت میں مولانا فخر الحسن صاحب مرحوم بار بار رائتہ اٹھا کر پیش کرتے اور کہتے کہ رایت فرمایا کہ جی ہاں رأیت غالباً اس وقت رائتہ مرغوب نہ تھا۔

مجھ پر شفقت کی خاص نظر تھی اور میری گستاخیوں پر مکدر نہ ہوتے کبھی حاضر ہوتا تو فرماتے ''تشریف لائیے مولانا'' خود ہی ایک بار فرمایا کہ بھائی تمہیں مولانا کہتے ہوئے تکلف ہوتا ہے جی چاہتا ہے کہ جیسے میں سالم کہتا ہوں، اسی طرح تمہیں بھی انظر کہوں، میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو میری سعادت ہوگی اور آپ کا غایت تعلق جو میرے لئے وسیلۂ نجات ہوگا۔ انشاء اللہ۔

میری گستاخیاں بعض اوقات ان کے تکدر کو فرحت وانبساط میں بدل دیتی تھیں، مدراس کے ایک سفر میں نمازِ فجر کے بعد کسی بات پر ان کی طبیعت قدرے مکدر ہوگئی، ناشتہ کے دستر خوان پر تشریف لانے کے بجائے اپنے کمرہ میں قلم کاغذ لے کر بیٹھ گئے میں معمولاً تفریح سے لوٹا تو ان کے کمرے کے باہر یہ منظر دیکھا کہ مدراس کے بہت سے رئیس التجار سہمے ہوئے کھڑے ہیں معلوم ہوا کہ حضرت ناشتہ کے لئے تشریف نہیں لا رہے ہیں اور تحریری شغل میں منہمک ہیں، میں سیدھا کمرے میں حاضر ہوا تو لکھنے میں مستغرق تھے، میں نے ہنستے ہوئے عرض کیا، لگتا ہے آج آپ نے بھوک ہڑتال کردی، جب نظر اٹھاتے تو چشمہ کے عقب میں داہنا حاجب تن جاتا نظر میری طرف اٹھا کر فرمایا کہ تمہیں ہر وقت مذاق کی سوجھتی ہے، لہجہ تکلف آمیز تھا، میں نے جرأت پائی تو عرض کیا کہ ویسے تو کوئی نقصان نہیں البتہ دوسروں کے لئے مسئلہ پیدا ہوگیا ہے، فرمایا کیوں؟ عرض کیا آپ نے ہاتھ کھینچ لیا، یہ فرماتے ہوئے اٹھے کہ بھائی پھر بھی نہیں چھوڑتے، دستر خوان پر تشریف فرما

ہوئے تو وہی بذلہ سنجی اور نکتہ طرازی پھر یہ نشست دوپہر تک چلتی رہی.

دارالعلوم سے آپکو اس درجہ تعلق تھا کہ میری موجودگی میں ایک صاحب کا تجوید میں تقرر رہوا، کسی نے کان میں چپکے سے کہا کہ امیدوار کا تعلق فلاں گروپ سے ہے، جھنجھلا کر فرمایا، اس سے کیا ہوتا ہے کہ فلاں سے ہے فلاں سے نہیں، دیکھنا یہ ہے کہ دارالعلوم کیلئے بھی مفید ہیں یا نہیں.

غرضیکہ وہ ایک شجر سایہ دار تھے، جس کے گھنے سائے میں دوست دشمن اپنوں اور غیروں نے راحت و آسودگی پائی اور جب یہ درخت خشک ہونے لگا تو قافلہ آگ لگا کر آگے بڑھ گیا، خاتمۂ عمر پر جس کرب، بے چینی، دل ودماغ کی چبھن روح اور جسم کی خلش میں ان کو الجھادیا گیا اگر کوئی ان سے ان کا حال پوچھتا تو وہ کہتے اور اس بیان میں صادق ہوتے.

نہ پوچھ حال مرا وہ چوب خشک صحرا ہوں ❁ لگا کے آگ جسے کارواں روانہ ہوا

آخر کار دل کا زخم رستا رہا جب کوئی بوند باقی نہ رہی تو وہ زبان حال سے یہ کہتے ہوئے ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے.

الٰہی کس بے گناہ کو مارا سمجھ کے قاتل نے کشتنی ہے
کہ آج کوچہ میں اس کے شور بایّ ذنب قتلتنی ہے

ان کے مرقد کی لوح اگر مجھ سے لکھوائی جاتی تو میں یہ شعر جو صورت واقعہ کا بھر پور عکاس ہے لکھتا.

❁❁❁

حکیم الاسلام حضرت مولانا
قاری محمد طیب صاحب نوراللہ مرقدہ

ابن الانور مولانا سید محمد ازہر شاہ قیصر صاحبؒ سابق مدیر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند

پچھلی تاریخ میں نہیں بلکہ خود اپنے دور اور اپنی زندگی کے رواں دواں اوقات اور اس زندگی کے پیچ وخم کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبوت ختم اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا دروازہ بلاشبہ بند کر دیا گیا ہے، مگر امت کی سطح پر اب بھی ان سے مصلحین امت، علماء حق اور قوم وملت کو زندگی کی نئی تب وتاب بخشنے والے مردانِ کار دنیا میں آتے رہتے ہیں، جن کی قابل تقلید زندگی، بے غرض عمل، علم وعرفان کی گہرائیاں بابرکت صحبت، اور ہمہ گیر تبلیغی اور اخلاقی سرگرمیاں ملت کو از سر نو زندگی بخشتی ہیں، اس سلسلہ میں امام احمد بن حنبل، ابن تیمیہ، مجدد الف ثانیؒ، خواجہ معین الدین چشتی، سید احمد شہیدؒ، حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند، مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کا نام لینا غلط نہ ہوگا، یہ حضرات بعض وقت تو امت کی زندگی کے کسی ایک گوشے میں تجدید وتذکیر کا کام کرتے ہیں، بعض وقت اصلاح وتعمیر کیلئے ان کے سامنے امت کی زندگی کے بہت سے شعبے ہوتے ہیں، اور وہ سب ہی شعبوں میں اپنی کارکردگی کا اثر چھوڑ جاتے ہیں.

حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحبؒ نے تقریباً ۸۷ ر برس کی عمر پائی عمر کے ابتدائی ۲۰ ر سال چھوڑ کر جو تعلیم اور تربیت کی نذر ہو گئے بقیہ ۶۷ ر برس انھوں نے درس وتدریس، تصنیف وتالیف، دارالعلوم جیسے عظیم الشان ادارہ کی تعمیر وترقی، دنیا کے مختلف طبقوں میں بسنے والے کروڑوں مسلمانوں کو قرآن وسنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لانے کے لئے ہزاروں میل کے سفر، دن رات دینی مذاکرت، بیعت وارشاد کی لائن پر ہزاروں افراد کی اخلاقی اور مزاجی تربیت اور ملی اداروں میں کام کرنے والے

افراد کی نگہداشت میں گذارے۔

حضرت مرحوم ایک بیحد مصروف زندگی کے انسان تھے مزاجاً بھی نفاست پسند تھے کہ ان کے اوپر کی کئی پیڑھیاں خوشحال زمینداروں اور قصباتی رئیسوں کی پیڑھیاں تھیں اچھا لباس اور گھر کا اچھا ماحول پسند فرماتے تھے، مگر اسی نفاست پسندی کے ساتھ سخت کوش اور اوقات کے سخت پابند تھے، سفر میں ہر طرح کی صعوبت بآسانی برداشت کرتے تھے، سفر وحضر میں کھانا اگر معمول کے مطابق نہیں ملتا تھا تو کبھی ناگواری کا اظہار نہیں فرماتے تھے، غریب سے غریب کسی انسان کے دستر خوان پر بیٹھ کر انھیں دال بھات کھانے میں بھی کوئی عذر نہ تھا، ان کی خندہ روئی، چہرہ کی مسکراہٹ، لب ولہجہ کی شیرینی، بڑی نرمی اور آہستگی کے ساتھ اصلاحی اقدامات کو آگے بڑھانے کا طریقہ ان کے اِردگرد کے لوگوں کو متاثر کرتا تھا، اصلاح کے لئے ان کا طریقہ سخت گیری کا نہیں تھا، بلکہ وہ اپنے ماحول میں اپنے اوقات کے انضباط اور اپنے اخلاق کی مضبوطی سے تغیر پیدا فرماتے تھے، غریبوں کی مالی مدد فرماتے تھے، مگر بہت پوشیدہ طور پر اس طرح کہ لینے اور دینے والے ہاتھ کے سوا اور کسی کو اس کا پتہ نہ چلے، امانت کی ذمہ داری خوب سمجھتے تھے، اگر کوئی شخص انہیں دس روپے بھی کسی دوسرے شخص کو پہونچانے کے لئے دیتا تھا، تو پوری کوشش فرماتے تھے، کہ جسے امانت دینی ہے اس تک خود پہنچ کر امانت سپرد کردیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کی ادائیگی میں ان کا غیر معمولی شغف انتہائی طور پر حیرت انگیز تھا، مغرب کے بعد چند نوافل میں قرآن کریم کے ایک دو سپاروں کی تلاوت ان کا معمول تھا اور اس معمول کو وہ ہوائی جہاز، ریل، ہوائی اڈوں اور ریلوے اسٹیشنوں پر بھی پورا فرماتے تھے، مجلس کے اوقات متعین تھے اس سے زائد وقت مجلس میں صرف نہیں فرماتے تھے، تحریر وتصنیف کی دنیا الگ تھی، اور اس دنیا سے بھی ان کی وابستگی دائمی تھی، تقریر کی خوبیاں اور کمالات ان پر نازل ہوئی تھیں، سوتے سوتے بھی تقریر فرماتے اور نیند کی یہ تقریریں بھی انتہائی مربوط مؤثر اور منطقی لحاظ سے مکمل ہوتی

تھیں، ان کی نیند کی تقریروں کے بہت سے کیسٹ لوگوں کے پاس موجود ہیں، جنہیں سنکر قطعاً اس کا اندازہ نہیں ہوتا کہ یہ بیداری کی تقریریں ہیں یا نیند کی تقریریں، گھنٹہ گھنٹہ بھر کی پوری تقریر بلند آواز اور اپنے مخصوص لہجہ میں سوتے سوتے فرمادیتے تھے، اور خود انھیں اس کا احساس نہ ہوتا کہ وہ کیا کررہے ہیں۔

اپنے اساتذہ، مشائخ اور بزرگوں کے بیحد مداح، ان کی روایات وکمالات کے عاشق، ان کی بارگاہ میں بیحد مؤدّب تھے، اپنے جدّ امجد حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانیٔ دارالعلوم دیوبند کے علوم پر غائر نظر تھی، جنھیں اپنی سادہ زبان میں اس طرح بیان فرماتے تھے کہ معمولی سی استعداد کا انسان بھی ان سے مستفید ہوتا تھا، علمی لائن پر اپنے اساتذہ محدث عصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے بیکراں علوم کے قدردان تھے، حضرت علامہ انور شاہ محدث کشمیریؒ سے تعلق خاطر غیر محدود تھا، جب بھی محدث جلیل کا ذکر چھڑ جاتا تو وہ ان کے ذکر خیر میں مستغرق ہو جاتے ان کے علوم، ان کے درس اور ان کی ذاتی زندگی کی ایک داستان انکی زبان پر آجاتی سیاست و جہاد میں حضرت شیخ الہندؒ کی مردانہ وار سرگرمیوں کے ورق کے ورق انھیں محفوظ تھے، بعض دفعہ دیر تک حضرت کی زندگی کے اس پہلو پر روشنی ڈالتے تھے۔

منجملہ اور اوصاف کے حضرت مہتمم صاحبؒ کا ایک وصف خصوصی یہ تھا کہ وہ خلوت وجلوت میں کبھی کسی کی غیبت اور برائی نہیں فرماتے تھے، سیاسی اور انتظامی معاملات میں ان پر مخالفین نے سیکڑوں دفعہ یورش اور یلغار کی دوسرا کوئی ہوتا تو ان کے صبر آزما الزامات اور بدترین لب ولہجہ سے یقیناً مشتعل ہوجاتا مگر حضرتؒ دارالعلوم کی شوریٰ کے جلسوں سے باہر آتے تو ان کے ماتھے پر ایک بھی شکن نہ ہوتی اور انہی لوگوں سے جو خفیہ منٹگوں میں اچھل اچھل کر ان پر حملے کرتے تھے ان کا لب ولہجہ انتہائی نرم، ادب آمیز اور مشفقانہ ہوتا ہم لوگ عمر بھر حضرت کے قریب رہے، خلوت وجلوت کے ساتھی رہے مگر بہت سی تلخیوں کا ہمیں بروقت نہ علم ہوسکا اور نہ احساس ان ہی تلخ واقعات کی

گونج جب کبھی باہر اٹھی تو ہمیں معلوم ہوا کہ فلاں جلسۂ شوریٰ میں فلاں صاحب نے یہ دریدہ دہنی کی تھی اور فلاں میٹنگ میں فلاں صاحب اس طرح مقابلہ پر آ گئے تھے۔

حضرتؒ کی زندگی اپنے کمالات معنوی وظاہری کے ساتھ بے حد وسیع اور ہمہ گیر ہے ان کے اخلاق واعمال، ان کے درس وتدریس ان کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف افریقہ، امریکہ، لندن اور ممالک عرب تک ان کے اصلاحی مواعظ دارالعلوم میں ان کی ۶۰ / سالہ خدمات دارالعلوم کی علمی اور عملی زندگی کو منظم کرنے کے لئے ان کی بھرپور جدوجہد بیعت وارشاد کے گوشوں میں ان کی امتیازی خصوصیات، ان کی دیانت، حلم، بردباری شرافتِ طبعی اور شرافتِ نسبی جمعیۃ العلماء ہند کے تعمیری دور سے ان کی وابستگی اوراس کے بہت سے اجتماعات میں ان کے معرکۃ الآراء خطبات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں مذہبی شعور کے احیاء کے لئے ان کی ابتدائی خدمات مسلم پرسنل لاء بورڈ کے پلیٹ فارم پر مسلمانوں کے شخصی اور قومی حقوق کے تحفظ کے لئے ان کا قائدانہ کردار ارالعلوم کے بے مثال صدسالہ اجتماع جو اس کا نقطۂ عروج تھا اور جسے دیکھ کر سلمانوں کے شاندار مستقبل کا اندازہ کرکے مخالفین نے وہیں سے دارالعلوم کے لئے ,وال کے حالات پیدا کئے اپنے اساتذہ کا احترام اوران کی اولاد سے ان کا مشفقانہ طرزِ عمل، طلبائے علوم دینیہ پر ان کی لگاتار شفقت، اپنے مخالفین ومعاندین سے چشم پوشی کی عادت، ان کے لاتعداد ملکی وغیر ملکی سفر مسلم لیگ اور کانگریس کے سیاسی مراعات کے تحریکی دور میں دارالعلوم کے مفاد کی خاطر ان کا محتاط طرزِ عمل، دارالعلوم کے انتظامی معاملات میں ان کے بے نظیر تدبر اور مدبرانہ حکمت عملی کے صدہا واقعات نرمی اور شفقت کے ساتھ دارالعلوم کے سیکڑوں افراد پر مشتمل عملہ سے ان کی درسی اور انتظامی خدمات کی تکمیل کرالینے کا مخصوص طریقہ یہ سب عنوانات حضرت کی صدابہار زندگی کے پھیلے ہوئے گوشے ہیں، جن میں سے ہر ایک پر ایک مفصل مضمون لکھا جانا چاہیے، کسی ایک مضمون میں ان سب کا احاطہ ناممکن ہے۔

حکیم الاسلام بحیثیت شاگرد
امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ

از: مولانا نسیم اختر شاہ قیصر/استاذ وقف دارالعلوم دیوبند
نبیرہ امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ

انسانی زندگی رشتوں کے درمیان بٹی ہوئی ہے، ماں باپ اور اولاد کا رشتہ، بھائی بہن کا رشتہ، شوہر بیوی کا رشتہ یہ تمام رشتے محترم بھی ہیں اور قابل عزت بھی ان رشتوں کے سرے انسان کو ڈھونڈنے اور تلاش کرنے سے مل جاتے ہیں، مگر دنیا کا ایک رشتہ ایسا بھی ہے جس کا چلن عام ہے اور جس کو استاد اور شاگردوں کا رشتہ کہا جاتا ہے، لیکن تلاش بسیار کے بعد بھی اس کا سرا ہاتھ نہیں آتا دنیا کے اس کونے سے لیکر اس کونے تک زندگی کے ہر شعبے اور ہر میدان میں استاد اور شاگرد کا یہ تعلق قائم ہے اور جب سے انسان نے اس دنیا میں قدم رکھا اسی وقت سے اس رشتے کی ابتدا ہوئی اور دنیا کے اختتام تک اسی کا سلسلہ چلتا رہے گا، ہم بہت تلاش کرنے اور تحقیق کی وادیوں میں کچھ حاصل کرنے کے لئے نکلتے ہیں، تو کتاب برحق قرآن کریم میں انسان کے اول استاد کی حیثیت سے ہمیں یہ نام ملتا ہے، قرآن کا ارشاد ہے کہ وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا.

اور سکھلا دیئے اللہ نے آدم کو نام سب چیزوں کے.

قرآن کے اس اعلان کے بعد خالق کائنات کی ذات اقدس انسان کے اول استاد کی حیثیت سے سامنے آتی ہے تخلیق آدم کے مرحلے سے فارغ ہونے کے بعد رب العالمین نے فرشتوں کی موجودگی میں آدم کی خلافت کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ان سب کو ایک امتحان سے گذارا اور اسی کے درمیان آدم کو نام سکھلانے کا

اعلان فرمایا اس طرح حضرت حق جل مجدہٗ کی ذات اقدس کے ذریعہ یہ مرحلہ تکمیل کو پہنچا پھر خلافت انسانی کا دور شروع ہوا تو استادی اور شاگردی کا یہ تعلق اس قدر مضبوط و مستحکم اور وسیع ہوتا چلا گیا کہ آج زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جہاں یہ عمل کارفرمانہ ہو ایک ڈاکٹر ایک وکیل ایک جج ایک آفیسر سے لیکر ایک چپراسی ایک بڑھئی ایک معمار تک سب اس رشتے کی مضبوط زنجیروں میں بندھے ہوئے ہیں، ایسا نہیں ہوا کہ کوئی آدمی ماں کے پیٹ سے تعمیر کا فن سکھا سکھایا ہوا ہو یا کوئی بچہ وکالت پر مکمل عبور کے ساتھ اس دنیا میں آیا ہو بلکہ ایک ماہر معمار کی سرپرستی سے ہی اس بچے کی تعمیری صلاحیتیں کھل کر سامنے آئیں اور وہ کچھ سیکھ سکا ایک ماہر اور کامیاب وکیل کی نگرانی اور توجہ سے ہی ایک کم عقل اور کم فہم بچہ وکالت کی باریکیوں اور نزاکتوں کو مرحلہ وار سمجھنے کے قابل ہو سکا، اگر خود کسی شخص کو آپ کسی میدان اور کسی فن پر خود بخود کچھ کرتے اور بناتے دیکھتے ہیں تو لازمی طور پر اس شخص کی کاوشوں میں کوئی نقص، کوئی جھول، ضرور ہوگا، جس پر ممکن ہے اس کے ہمعصروں کی نظر نہ پڑے لیکن اس کے بعد آنے والی نسلیں اس کی خرابیوں اور نقائص پر ضرور مطلع ہو جائیں گی ثابت ہوا، کہ صدیوں سے انسانی سانسوں کے ساتھ ساتھ قدم سے قدم ملا کر استاد اور شاگرد کا یہ سلسلہ چل رہا ہے.

اب آیئے ایک دوسری دنیا کی طرف نظر ڈالیں جسے علم کی دنیا کہا جاتا ہے اس دنیا میں استاد اور شاگرد کا جو رشتہ ہے اس کی اپنی ایک شان ہے ایک عظمت ہے اور اپنا جداگانہ انداز ہے دنیا کے کسی فن کو سیکھنے یا جاننے کے لئے رات دن شدید محنت، خلوص، استاد کا احترام اور دشواریاں اور پیچیدگیاں اس راہ کا اصل سامان ہیں، جو ان پر قابو پالیتا ہے، کامیاب ہو جاتا ہے، علم دین کی طلب اور اس کے حصول کی خواہش جن دلوں میں پیدا ہوتی ہے، ان کے جذبات دوسرے ہوتے ہیں، ان کے خیالات میں فرق ہوتا ہے، اور ان کے فرائض کا دائرہ یکسر مختلف ہو جاتا ہے، اس میدان میں عقیدت و

محبت احترام وادب اور تقدس و پاکیزگی کا وہ شدید جذبہ درکار ہوتا ہے، جس سے واقعی کچھ پایا اور حاصل کیا جاسکے، یہاں لاپرواہی سے اجتناب اور استاد کی عظمت کو ہر وقت سامنے رکھنا ضروری ہوتا ہے، اگر ایسا نہیں ہوتا یا کچھ لوگ اپنے آپ کو اس قابل نہیں بناپاتے تو وہ علم سے یکسر محروم رہ جاتے ہیں، اور ہمارے اور آپ کے درمیان پھیلے ہوئے ہزاروں انسانوں میں ایسے لوگوں کا مل جانا مشکل نہیں ہے.

علم کی عظمت کا اندازہ آپ حضرت امام اعظمؒ کے اس مشہور واقعہ سے لگا سکتے ہیں کہ ایک بار کسی مسئلہ کے سلسلہ میں آپ نے کسی بھنگی سے کچھ دریافت فرمایا بھنگی کے جواب پر آپ ہمیشہ اس کی عزت کرتے رہے وہ اس لئے کہ ایک مسئلہ کو حل کرنے اور سلجھانے میں آپ کو اس کا تعاون حاصل ہوا تھا.

پھر تاریخ انسانی میں ایسے شاگردوں کی بھی کمی نہیں، جنھوں نے عمر بھر اس جانب اپنے پاؤں نہیں کئے جدھر ان کے استاد کا مکان یا رہائش گاہ تھی. عقیدت واحترام کے ان ہی پاکیزہ جذبات کی بنا پر اسلامی تاریخ میں ایسی نادرہ روزگار شخصیتیں ملتی ہیں جن کا بدل یہ دنیا پیش کرنے سے عاجز ہے.

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد حضرت امام محمدؒ اور حضرت امام یوسفؒ کا جواب کون پیش کرتا ہے یا ابن تیمیہ کے شاگرد ابن قیم کا بدل کون لاسکتا ہے، خود ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے شاگرد مولانا عاشق علی شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی مثال کہاں مل سکتی ہے یا ماضی قریب میں بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے شاگرد مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ، شیخ الہندؒ مولانا عبدالرب بانی مدرسہ عبدالرب دہلی کے علوم وکمالات کو چیلنج کرنے کی ہمت کس میں ہے غرض کہ ہر دور اور ہر زمانے میں ایسی صاحب کمال اور صاحب علم ہستیاں موجود ہیں جو خود بھی بلند مراتب پر فائز تھیں اور جن کے شاگردوں نے بھی علم کے میدان میں نمایاں اور گرانقدر خدمات انجام دیں.

دارالعلوم دیوبند ہندوستان میں گذشتہ ایک صدی زائد سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ

کا فریضہ انجام دے رہا ہے، اس ادارے نے اپنی زندگی میں جو عظیم افراد پیدا کئے ہندوستان کی تاریخ میں اس کی مثال کسی دور میں نہیں ملتی، ایک سے ایک بڑھ کر عظیم ہستی اور صاحب علم یہاں ملتا اور نظر آتا ہے، لیکن اس عظیم علمی مجلس میں مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ دارالعلوم دیوبند نے اپنے دور کی ایک ایسی شخصیت کو جنم دیا کہ جس پر وہ اپنی زندگی کے آخری سانسوں تک بجا طور پر فخر کرسکتا ہے، امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی شخصیت کمالات علمی اور خدمات کا ہر طبقہ معترف ہے آپ اپنی علمی عظمت کی بناء پر جو مقام رکھتے ہیں وہ تو ظاہر ہے مگر ایک وصف آپ کو اکابر دارالعلوم میں بہت ممتاز اور نمایاں کرتا ہے کہ آپ کے حلقۂ درس اور آغوش علم سے ایسے افراد اور شاگرد سامنے آئے جنھوں نے دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ کر علم کے چھوٹے بڑے ہزاروں چراغ روشن کئے بلاشبہ گذشتہ ۳۵/۴۰ سال کے عرصہ میں علماء کا جو طبقہ ہندوستان اور دیگر ممالک میں نمایاں اور ممتاز رہا اس کو حضرت کشمیریؒ کی شاگردی کا فخر حاصل ہے، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ، مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مفکر ملت مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ، مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا حامد الانصاری غازی، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا منظور نعمانی، مولانا محمد میاں دیوبندیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا سید احمد رضا، مولانا محمد انوری فیصل آباد، مولانا غلام اللہ خانؒ، مفسر القرآن مولانا محمد چراغ گوجرانوالہ، مولانا قاضی شمس الدین، مولانا قاضی زین العابدین، مولانا شمس الحق افغانی، علامہ محمد شریف کشمیری اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ وغیرہم ایسے آفتاب و ماہتاب ہیں، جن کو حضرت امام العصرؒ کے شاگرد ہونے کا فخر حاصل ہے۔

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب نور اللہ مرقدہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند بلاشبہ ان عرفانی اور آفاقی شخصیات میں سے تھے، جو چرخ کی ہزاروں گرشوں کے بعد جنم لیتی

ہیں اور چشم فلک جن کا صدیوں اور سالوں انتظار کرتی ہے وقت قدم قدم پر رک کر اور سنبھل کر ایسے افراد کو بناتا ہے، سنوارتا ہے اور تراشتا ہے، تب کہیں جا کر ایک گوہر نایاب، ایک ولی کامل ایک مرد باصفا کا جنم ہو پاتا ہے۔

حضرت حکیم الاسلامؒ کی شخصیت کے گو مختلف پہلو ہیں اور ہر پہلو کا تقاضا ہے کہ اس پر لکھا جائے ارباب علم کا یہ مجمع یقینی طور پر اچھے انداز میں روشنی ڈال سکے گا۔

حضرت علامہ کشمیریؒ اور حضرت حکیم الاسلامؒ کے ایک استاد اور ایک شاگرد کی حیثیت سے تعلقات کو جاننے کے لئے ہمیں بہت دور تک جانا ہوگا۔

حضرت کشمیریؒ اپنے بچپن میں دیوبند آئے تو سب سے پہلا واسطہ ان کا خاندان قاسمی سے پڑا خاندان قاسمی کے سربراہ حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند اور ان کی والدہ ماجدہ یعنی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کی اہلیہ محترمہ نے انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور ان کی تعلیم و تربیت اور پرورش کا بہتر سے بہتر انتظام کیا۔

اس پرمسرت ماحول میں حضرت علامہؒ کو اپنی ذہانت و ذکاوت کے جوہر دکھانے اور مختلف علوم وفنون پر کامل دسترس حاصل کرنے کا موقع ملا۔ اس وقت مشاہیر علم وادب کا ایک گروہ تھا، جس میں حافظ محمد احمدؒ، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ، مولانا عبیداللہ سندھیؒ، مولانا محمد میاں منصور انصاریؒ، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ یہ سب اہل علم ایک جگہ جمع تھے، اپنے فکر ونظر سے قومی اور علمی مسائل کی گتھیاں سلجھا رہے تھے، یہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کی تعلیم کا زمانہ تھا، انھوں نے حضرت علامہ کشمیریؒ سے بیحد علمی استفادہ کیا، ان کی رہنمائی میں بڑے بڑے علمی مسائل کی تہہ تک پہنچے۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ نے صرف خارج میں حضرت کشمیریؒ سے علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں بلکہ دو سال ان کے سامنے دورۂ

حدیث کی سماعت کی سفر و حضر میں حضرت کشمیریؒ کے ساتھ رہے اپنی تحریر و تقریر پر حضرت علامہ کشمیریؒ سے اصلاح لیتے رہے چنانچہ حضرت علامہؒ کی سوانح عمری ''حیات انور'' میں جابجا حکیم الاسلامؒ نے اپنے استفادات کا ذکر کیا ہے، حضرت علامہ کشمیریؒ بلا مبالغہ دس سال حضرت حافظ محمد احمد صاحبؒ کے مکان پر مقیم رہے. ان کے دستر خوان پر کھانا کھایا اور علمی منزلیں طے کیں.

علامہ کشمیریؒ کے حکیم الاسلامؒ کے بزرگوں اور بڑوں سے جو تعلقات رہے اور جس محبت و خلوص کا خاندان قاسمی کے سرپرستوں نے آپ کے ساتھ معاملہ فرمایا اس کا اثر فطری طور پر حضرت حکیم الاسلامؒ اور حضرت کشمیریؒ کے دلوں پر بھی پڑا اور استاد و شاگرد کا رشتہ جو آگے چل کر قائم ہوا، اس میں ایک خلوص اور قدیم تعلق بھی شامل ہو گیا اور اس طرح حضرت حکیم الاسلامؒ حضرت علامہ کشمیریؒ کے قابل فخر شاگرد بنے اور آپ نے علمی مسائل اور علمی گتھیوں کو سمجھنے اور سلجھانے میں علامہ کشمیریؒ سے کافی رہنمائی حاصل کی، حضرت حکیم الاسلامؒ نے دورانِ تعلیم علامہ کشمیریؒ کی تقریر و درس کو ضبط قلم کرنے کا بھی اہتمام فرمایا اور اس پر کافی محنت کی خود تحریر فرماتے ہیں کہ:

میں نے ان مختلف الانواع کو دیکھ کر ایک املا کی کاپی تیار کی جس کے لمبے چوڑے اوراق میں چھ سات کالم بنائے اور ہر کالم کے اوپر والے سرے پر فنون کے عنوان ڈال دیئے یعنی مباحث حدیث مباحث تفسیر، مباحث عربیت (نحو و صرف) مباحث فلسفہ و منطق، مباحث ادبیات، مباحث تاریخ وغیرہ.

پھر علوم عصریہ کے لئے ایک کالم رکھا کیوں کہ موجودہ دور کے فنون جیسے سائنس، فلسفہ، جدید، ہیئت، جدید وغیرہ کے مباحث بھی بذیل بحث حدیث درس میں آتے تھے، میں کالم واران مباحث کو املا کرتا جاتا تھا.

ان فنی مباحث کے کالموں کے بعد کاپی کے کنارے کالم پر حضرت ممدوح کی رائے اور محاکمہ کا تھا جس کے سرنامہ پر عنوان تھا، ''مآل الاستاذ'' اس میں وہ فیصلے

درج کرلیا کرتا تھا، جو مسائل کی تدقیق و تنقیح کے بعد بطور آخر نتیجہ کے حضرتؒ یہ کہہ کر ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں کہتا ہوں.

افسوس یہ بیاض جو تقریباً چار پانچ صد صفحات پر مشتمل تھی ایک کرم فرما طالب علم نے مستعار مانگی اور میں نے اپنی طالب علمانہ ناتجربہ کاری سے چند روز کے لئے ان کے حوالے کردی انھوں نے وہی کیا جو کتاب کو عاریۃً مانگنے والے طلباء کرتے ہیں، چند دن بعد میرے مطالبہ پر فرمایا کہ میں تو دے چکا ہوں آپ کو یاد نہیں رہا، نتیجہ یہ ہوا کہ ان مغالطوں سے عاجز آ کر میں نے اس ذخیرے سے صبر کرلیا.

جس کو کافی عرق ریزی اور محنت سے تیار کیا تھا، حیات انور ص ۲۱۵ / حضرت علامہ کشمیریؒ کا یہ علمی ذخیرہ جو حضرت حکیم الاسلامؒ نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے جمع کیا تھا اگر محفوظ رہ جاتا اور چھپ کر سامنے آ جاتا تو اندازہ ہوتا کہ حضرت حکیم الاسلامؒ نے کس جانفشانی کا مظاہرہ کیا تھا اور ان کو اپنے استاذ کے علوم سے کس درجہ مناسبت تھی، حضرت حکیم الاسلامؒ نے بحیثیت شاگرد علامہ کشمیریؒ دوران درس علمی مجلسوں نجی ملاقاتوں سے بہت کچھ حاصل کیا، جہاں کہیں الجھے شبہ ہوا یا مسائل کی گہرائی تک نہیں پہنچ پائے وہاں حضرت علامہؒ سے رجوع کیا. جس زمانے میں حضرت حکیم الاسلامؒ نے ”نونیۃ الآحاد“ نامی تصنیف فرمائی اس زمانے میں آپ کو اپنی کتاب کے سلسلہ میں ابوالحسن کذّاب کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی ضرورت پیش آئی تو آپ علامہ کشمیریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اپنی اس ملاقات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں.

میں نے عرض کیا حضرت ابوالحسن کذّاب کا ترجمہ نہیں ملتا اس کے بارے میں نشان معلوم کرنے حاضر ہوا ہوں؟ فرمایا ادب و تاریخ کی کتابوں میں فلاں فلاں مواقع کا مطالعہ کیجئے تقریباً آٹھ دس کتابوں کے نام دے دیئے میں نے عرض کیا حضرت مجھے اس شخص کی پوری تاریخ نہیں معلوم کرنی صرف اس کی صفت کذب و دروغ گوئی کے حالات معلوم کرنے ہیں مگر ان کا کوئی عنوان کسی کتاب میں نہیں

ملتا کہ اس کے نیچے ان خاص واقعات کا مطالعہ کرلوں، فرمایا مولوی صاحب آپنے بھی کمال کیا صفت کذب کون سی روح ہے کہ لوگ اس پر عنوانات قائم کر کے اس کے واقعات دکھلائیں، کسی مذموم صفات و افعال کا تذکرہ ضمناً اور اضطراراً آ جاتا ہے، عنوانات ہمیشہ کمالات پر قائم کئے جاتے ہیں، نہ کہ نقائص و عیوب پر ان کتابوں میں فلاں فلاں مقام دیکھ لیجئے ضمناً اس کیفیت کذب کا بھی تذکرہ کہیں نہ کہیں مل جائے گا میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے تو کتابوں کے اتنے اسماء بھی یاد نہ رہیں گے چہ جائیکہ ان کے یہ مضامین اور مواقع محفوظ رہیں، نیز انتظامی مہمات کے بکھیڑوں میں اتنی فرصت بھی نہیں کہ چند جزوی مثالوں کے لئے اتنا طویل و عریض مطالعہ کروں بس آپ ہی اس شخص کے کذبات اور دروغ گوئی سے متعلق واقعات کی دو چار مثالیں بیان فرمادیں، میں ان ہی کو آپ کے حوالے سے جز و کتاب بنا دوں گا اس پر مسکرا کر ابوالحسن کذاب کی تاریخ اس کی سن ولادت سے بیان فرمانی شروع کر دی جس میں اس کے جھوٹ کے عجیب و غریب واقعات بیان فرماتے رہے، آخر میں سن وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ شخص مرتے مرتے بھی جھوٹ بول گیا اور پھر اس جھوٹ کی تفصیل بتائی.

حیرانی یہ تھی کہ یہ بیان ایسے طرز سے ہو رہا تھا کہ گویا حضرت ممدوح نے آج کی شب میں مستقلاً اس کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے جو اس بسط سے سن وار واقعات بیان فرما رہے ہیں. (حیات انور، ص: ۲۲۷، ۲۲۸)

غرض کہ حضرت حکیم الاسلامؒ نے اپنے استاذ حضرت علامہ کشمیریؒ سے کافی علمی استفادہ حاصل کیا وہ صحیح معنی میں حضرت کشمیریؒ کے قابل فخر شاگرد تھے، حضرت حکیم الاسلامؒ کو اپنے استاد سے بے پناہ محبت و تعلق رہا، جس کا بارہا اظہار بھی ہوا، اور ہزار ہا تقریروں اور تحریروں میں آپ نے اپنے استاذ کے تذکرے سے اپنے اس تعلق کو مضبوط اور مستحکم بنایا جہاں کہیں تذکرہ آتا جب کبھی دارالعلوم کی بات چلتی اکابر کی یادیں تازہ کی جاتیں تو کیا

مجال کہ حضرت حکیم الاسلامؒ حضرت کشمیریؒ کے طویل تذکرے کے بغیر بات مکمل کر دیتے اپنے استاد کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے، آپ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

اگر کسی شخص نے کسی کی برائی یا فضول بات شروع کی تو معاً فرماتے کہ بھائی ہمیں اس کی فرصت نہیں ہے کوئی مسئلہ ہو تو پوچھو ہمارا وقت ایسی باتوں کے لئے فارغ نہیں۔ (حیات انور، ص:۲۲۳)

اور علامہ کشمیریؒ کی اس حد درجہ احتیاط اور عادت کریمہ کا مشاہدہ خود ہم نے اپنی آنکھوں سے حضرت حکیم الاسلامؒ کی مجلسوں اور نشستوں میں دیکھا جب کبھی حضرتؒ کی مجلس میں اس قسم کی بات کی جاتی جس سے کسی کی تحقیر یا جھوٹا ظاہر کرنا مقصود ہوتا تو حضرتؒ ایسی بات کے لئے منع فرما دیتے، زندگی کے آخری دو تین سال جو شدید ابتلا و آزمائش کے تھے، ان میں بھی حضرتؒ نے جھوٹی باتوں سے اپنی مجلس کو پاک رکھا جو اس بات کی علامت ہے کہ حکیم الاسلامؒ حضرت کشمیریؒ کے نہ صرف علمی جانشین اور قابل فخر شاگرد ہی تھے، بلکہ ان کی اداؤں اور عادات کو بھی اپنے اندر سمو لیا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ علامہ کشمیریؒ جیسی نادرۂ روزگار شخصیت روز جنم نہیں لیتی اور نہ حضرت حکیم الاسلامؒ جیسا شاگرد روز پیدا ہوتا ہے، اب تو ان نورانی شخصیتوں کے واقعات ہی ہیں، جن میں ہمارے لئے ایک سبق عمل موجود ہے خدا ان دونوں عظیم ہستیوں کو اپنی رحمتوں سے نوازے۔ آمین!!

دارالعلوم اور حکیم الاسلام

از: مولانا محمد اسلام صاحب قاسمی/استاذ وقف دارالعلوم دیوبند

ہندوستان میں مسلمانوں کے دینی اور ثقافتی ورثے کے تحفظ کی علامت دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم کی عالمگیر شہرت، بے پناہ ترقی حکیم الاسلام حضرت اقدس مولانا قاری محمد طیب کے ساٹھ سالہ زریں دور اہتمام کی رہین منت ہے۔

یہ دونوں باتیں ایسی اٹل حقیقتیں ہیں جن کی حقانیت پر تاریخ ملک وملت شاہد ہے، ہند و بیرون ہند مسلم علماء سربراہان قوم دانشوران ملک اور عام مسلمان بھی اس بات کے معترف ہیں، دارالعلوم کے ۲۵/ ہزار براہ راست فیض یافتہ اور لاکھوں بے ضابطہ مستفید ہونے والے افراد کی علمی، دینی، ملکی اور ملی خدمات اس کی بین دلیل ہے برّ اعظم ایشیاء کے علاوہ یورپ، امریکہ اور افریقہ کے ممالک میں دارالعلوم کی آواز پہنچنا اور کروڑوں افراد کا اس کے قائد اعظم سے مستفید ہونا اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کے انقلاب کی ناکامی کے بعد جب پورے ملک میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا علماء کرام کی جماعت جس نے انگریزی اقتدار کی مخالفت کی تھی، بیدردی کے ساتھ تہ تیغ کردی گئی، برصغیر کے مسلمان موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا تھے، ان کے پاس جان و مال کی دولت باقی نہیں رہی حتیٰ کہ انگریز حکومت نے دینی درسگاہوں کے خاتمہ کا سلسلہ شروع کر دیا اور مسلمانوں کے دینی جذبات اور اسلامی غیرت وحمیت کو بھی بیدردی سے کچل دیا گیا، دینی رہنماؤں کے لئے یہ ایک نازک ترین اور صبر آزما دور تھا، انھوں نے دیکھا کہ اب دین بھی خطرے میں پڑ چکا ہے اسلامی تہذیب وتمدن کو مٹانے کی کوششیں ہورہی ہیں، ایسے حالات میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند اور ان کے رفقاء نے اسلامی

تعلیمات کے بقاء وتحفظ کتاب وسنت کی ترویج واشاعت اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے پورے برصغیر میں مدارس دینیہ کی بنیاد ڈالنے کا سلسلہ شروع کیا، اسی جذبے کے تحت ۱۲۸۳ء میں دیوبند میں ایک اسلامی مدرسہ کی داغ بیل ڈالی گئی۔

ایک استاد اور ایک شاگرد سے شروع ہونے والے اس اسلامی مدرسہ نے آگے چل کر عظیم دارالعلوم کی شکل اختیار کی اور اپنی زائد از سو سالہ تاریخ میں برصغیر کے مسلمانوں کی دینی وعلمی سربراہی حاصل کی، یقیناً دارالعلوم دیوبند چودھویں صدی ہجری کی تمام اسلامی اور ملکی تحریکات میں ہراول دستہ کی حیثیت رکھتا ہے، دارالعلوم عالم اسلام کا ایک بین الاقوامی مذہبی اور علمی ادارہ ہے جسے ملت اسلامیہ کے قلب کی حیثیت حاصل رہی جس کے فیض یافتہ افراد اسلامی زندگی کے ہر میدان میں خدمات انجام دے رہے ہیں، فضلائے دارالعلوم نے کتاب وسنت کی راہ میں مجاہدانا قدامات غیر اسلامی تہذیب تمدن کے خلاف جد و جہد میں سب سے نمایاں کردار ادا کیا، چنانچہ ۱۹۸۰ء میں اجلاس صد سالہ دارالعلوم کے شرکاء نے ایک سو بیس سال کی عظیم خدمات کا اعتراف کیا اور سربراہان ملک وقوم نے خراج تحسین پیش کیا۔

دارالعلوم دیوبند کی ترقی، اس کی بین الاقوامی شہرت، اور ملت اسلامیہ کی قیادت کا جو درجہ حاصل ہوا وہ اس کی نصف صدی زندگی گذارنے کے بعد ہوا، اور یہ وہ دور ہے جس کی قیادت یگانۂ روزگار جانشین حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہتمم دارالعلوم دیوبند۔نے کی، دارالعلوم کی عظمت ورفعت کی تاریخ کا وہ تابناک دور ہے جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی ان کے دور میں دارالعلوم کا علمی ودرسی عروج اس درجہ کا تھا کہ دارالعلوم کی آغوش علم وتربیت سے پرورش پاکر نکلنے والا ہر فاضل اپنی جگہ آفتاب وماہتاب تھا، اسی دور کی خصوصیت امام العصر حضرت الاستاذ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا علمی درس ہے جن سے فیضیاب ہونے والا ہر فرد امام العصر بن گیا۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ ساٹھ سال تک دارالعلوم کے مہتمم رہے اور اس طویل ترین مدت میں بہت سے نازک مراحل بھی آئے لیکن انھوں نے اس علمی مرکز کو ہر خطرہ سے نکالا اور اس پر آنچ نہ آنے دی، ان کے دورِ اہتمام ہی میں دارالعلوم کی شہرت کو چار چاند لگا اور وہ عروج کے منازل طے کرتا رہا. حکیم الاسلام نے اس کی آواز و شہرت پوری دنیائے اسلام اور ایشیاء یورپ، امریکہ اور افریقہ کے مختلف گوشوں تک پہنچا دیا. وہ دارالعلوم کے مسلک و مقصد کی اشاعت اور تبلیغ دین کے لئے ملکوں ملکوں سفر کرتے رہے اور چونکہ ان کو خدا کی جانب سے خطابت کا ملکہ حاصل تھا، ملک و بیرون ملک میں ان کی تقاریر کی دھوم تھی اس لئے انھی اسٹیجوں سے دارالعلوم کا تعارف کراتے رہے، اور مسلک اکابر دیوبند کی اشاعت کرتے رہے جس کی وجہ سے دارالعلوم کا حلقۂ اثر بہت وسیع ہو گیا اور ہر جگہ کے عوام و خواص اس سے اچھی طرح روشناس ہو گئے ان کی کوششوں سے دارالعلوم دیوبند ایک عالمگیر اور بین الاقوامی ادارہ بن گیا اور خود حضرتؒ کی شخصیت کو دارالعلوم اور مسلک دیوبند کا واحد نمائندہ اور ترجمان خیال کیا جانے لگا اور اپنی صلاحیت، اعتدال پسندی اور میانہ روی کی وجہ سے مسلم پرسنل لاء بورڈ کی صدارت کو اس طرح زینت بخشی کہ انھیں بلا تفریق مسلک و مشرب تمام مسلمانوں کا دینی سربراہ تسلیم کیا گیا.

جہاں دارالعلوم دیوبند کا نام آتا ہے ذہن فوراً ہی اس کے معمار اعظم اور قائد حکیم الاسلام حضرت اقدس مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، وہ اس طرح کہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ اور دارالعلوم ایک ہی اسم کے دو مسمی تھے، حضرتؒ کی ذات کو دارالعلوم سے علیحدہ کر کے خود دارالعلوم کا تصور دھندلا پڑ جاتا ہے.

مگر اس جماعت دیوبند کے چند جاہ پسند عناصر اور منصب پرست افراد کی جانب سے حضرتؒ کے آخری ایام حیات میں سازشوں کے ذریعہ یہ کوشش کی گئی کہ ان دو ناموں (دارالعلوم اور حکیم الاسلامؒ) میں تفریق کر دی جائے اور دنیا جس نام

سے دارالعلوم کو جانتی ہے اس کو اس ادارہ سے علیحدہ کردیا جائے، اس کے لئے فتنہ برپا کئے گئے، سازشیں رچائی گئیں، دولت لٹائی گئی حکومت وقت کی وفاداری کے صلہ بخشا گیا منصب سہارا بنا اور دارالعلوم کی عمارتوں پر غاصبانہ قبضہ کرلیا گیا، چنانچہ انھیں عمارت مل گئی مقدس روایات پامال ہوگئیں روح نکل گئی ڈھانچہ کھڑا رہا، بنی بنائی ''دوکان'' مل گئی مگر گدڑول'' نہ مل سکی جس کے نام سے دارالعلوم کی عظمت کو پہچانا گیا اور اس نشان عظمت شخصیت کی آخری ایام حیات میں دارالعلوم کے لئے بجا تھی، جنھوں نے فرمایا تھا:

''نہ اپنی ذات کا غم ہے نہ اپنے عزیزوں کا بلکہ غم دارالعلوم کا ہے، جو جماعت ایک سو سولہ برس تک اوروں کے لئے ہدایت وتقویٰ اور توحید کی علامت تھی بکھر کر رہ گئی، یہی میری بیماری ہے زندگی کی آخری آرزو اور آخری دعاء یہی ہے کہ دارالعلوم کا پہلا رنگ جس میں روحانیت تھی، خلوص تھا اور سب ایک تھے اور فیصلے ایک رائے سے ہوتے تھے، پھر بحال ہوجائے.

کاش کہ حضرتؒ کی یہ آخری آرزو پوری ہوجاتی! تو پھر ڈھانچہ کو روح مل جاتی، اس کی عظمت برقرار رہتی اور دارالعلوم ہندوستانی مسلمانوں کی عظمت کا نشان ہوتا کسی ایک فرد یا جماعت کی آماجگاہ نہ بنتا.

حضرت حکیم الاسلام مشاہدات وتاثرات

(از: حضرت مولانا شاہین جمالی صاحب/ شیخ الحدیث امداد الاسلام میرٹھ

۱۶ جولائی ۱۹۸۳ء کی ایک اداس رات میں دیو بند سے ۱۲/ سو کلو میٹر دور نیپال کی سرحد کے قریب مشرقی چمپارن کے ایک گاؤں میں اپنی خواب گاہ پر بڑے کرب و اضطراب کے ساتھ کافی رات گئے تک میں کروٹیں بدل رہا تھا، نیند آنکھوں سے اس طرح دور تھی جیسے میں دیو بند سے دور تھا، پھر نہ جانے کس وقت آنکھ لگ گئی اور ذہن کے پردہ پر ایک عجیب وغریب واقعہ تھرتھرانے لگا. میں نے دیکھا:

دارالعلوم دیو بند کے قریب جنوب کی سمت میں واقع قبرستان قاسمی کے ایک گوشے میں کھڑا ہوں. حضرت اکابر امام انقلاب حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیو بند، اسیر مالٹا شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سامنے ہیں، یہ حضرات خوشیوں سے پھولے نہیں سما رہے ہیں. اسی درمیان میں نے دیکھا کہ ایک سفید ریش بزرگ کو جن کے وجود پر فرشتوں کے تقدس کا گمان گزر رہا تھا، سب سے پہلے حضرت مدنی نے سینے سے لگایا پھر حضرت شیخ الہند نے اپنے کاندھوں پر اٹھا لیا. پھر ان سے حجۃ الاسلام بانی دارالعلوم دیو بند حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ صاحب نے اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا اور اپنے سر کے اوپر بلند کیا اس وقت میں نے سنا یہ تینوں اکابر فرط مسرت سے یہ فرما رہے تھے کہ:

"جسے خدا نے بلند کیا ہو اسے ہم کیوں نہ اپنے سروں کے اوپر اٹھائیں."

پھر میں نے دیکھا کہ ان اکابر کے ارد گرد ایک بڑا مجمع اکٹھا ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد ایک بڑے جلوس کی شکل میں تبدیل ہو گیا. جلوس میں سب سے آگے یہ تینوں اکابر اسی فرشتہ صفت انسان کو اٹھائے ہوئے چل رہے ہیں، اس کے بعد پھر مجمع ان کی

طرف لپک گیا، اور لوگ انھیں ایک دوسرے کے سر پر بٹھاتے ہوئے چلتے رہے، اخیر میں یہ مجمع ایک وسیع عریض پر فضا باغ میں داخل ہوا اور وہیں ایک استقبالیہ جلسہ منعقد کیا گیا، جس میں اکابرین نے ان بزرگ کی آمد پر اپنی مسرتوں کا اظہار کیا اور انھیں اپنے لئے بار بار قابل فخر قرار دیا. ابھی جلسہ چل ہی رہا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی. میں اس منظر سے بیداری کے بعد بھی دل میں ایک عجیب فرحت وطمانیت محسوس کر رہا تھا، تاہم مجھے یہ فکر بے چین کئے ہوئی تھی کہ آخر وہ کون سے بزرگ ہیں جن کا اتنا شاندار استقبال اکابرین واساطین اہل فضل وکمال نے کیا ہے؟

میں نے کئی لوگوں سے پوچھا کہ آج ملک میں کسی بزرگ کے انتقال کی خبر تو نہیں آئی؟ آج کوئی خاص واقعہ تو کہیں سے سننے میں نہیں آیا؟ مگر کون پتہ دیتا کسے معلوم تھا کہ آج ایک آفتاب روپوش ہو گیا ہے. آخر شام کو غروب آفتاب کے بعد ایک صاحب نے ریڈیو کی خبر کے حوالہ سے بتایا کہ آج علم وحکمت کے آفتاب درخشاں حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کو پردۂ خاک میں چھپا دیا گیا. انا اللہ وانا الیہ راجعون.

اے خاکِ تیرہ خاطر مہماں نگاہ دار ❁ ایں نورِ دیدہ ماسک کہ در بر کشیدۂ ای

خبر ایسی وحشت اثر تھی کہ دل بیٹھ گیا آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اور مجھے رات کے خواب کی تعبیر سمجھنے میں ذرا بھی دیر نہیں لگی، بلکہ آئینہ دل پر جس واقعہ کا انعکاس ہوا تھا، اب میں کھلی آنکھوں اس کی صداقت کو دیکھ رہا تھا.

حضرت حکیم الاسلام کو میں نے سب سے پہلے حضرت شیخ الہندؒ کے راز دار تلمیذ باوقار حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم مدرسہ مرادیہ مظفر نگر کے پاس دیکھا. میں اسی سال اپنے وطن سے مظفر نگر حاضر ہوا تھا، اور عمر کے اس دور سے گزر رہا تھا جو بچپن اور جوانی کے درمیان ہوتا ہے. مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب پہلے پہل میں نے حضرت حکیم الاسلام کے ملکوتی پیکر کو دیکھا تو دل انجانے طور پر مسرتوں سے لبریز ہو گیا، اور میں ان کی دلکش شخصیت کے دیدار میں کھو گیا، پھر جب حضرت الاستاذ نے حضرت قاری صاحبؒ کی

خدمت کے لئے مجھے منتخب کیا تو ایسا محسوس ہوا کہ مجھے کوئی عزیز ترین سرمایۂ حیات مل گیا ہے، اس کے بعد میں مسلسل سات سالوں تک حضرت حکیم الاسلام کے کلمات طیبات اور علوم دینیہ کے رموز ونکات سنتا رہا. پھر حضرت الاستاذ مولانا عبدالرحیم صاحب قدس سرہٗ کے ہمراہ "طیب منزل" دیوبند میں جس کی تمام دیواروں پر دنیا بھر کے ارباب علم وفضل کے سپاسنامے اور خراج ہائے عقیدت کے جاذب نظر گلدستے اور کلمات تحسین کے فریم سجے ہوئے تھے، حضرت حکیم الاسلام قدس سرہٗ کے ساتھ کھانے اور علمی مجالس کے خزانے سمیٹنے کی سعادت بیس بائیس برسوں تک حاصل ہوتی رہی. مگر اپنا حال یہ رہا کہ کسی بھی ملاقات کے بعد دوسری ملاقات کی تشنگی بڑھتی رہی. اور ہمیشہ یہ احساس لیکر اٹھا کہ:

دامانِ نگہ تنگ وگلِ حسنِ تو بسیار ❁ گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد

دارالعلوم کے زمانۂ قیام میں کئی نشیب وفراز دیکھے، حضرت حکیم الاسلام کا استقبال بھی دیکھا، جس کی نظیر آج تک دوسری جگہ نظر نہیں آتی، دیوبند کے اسٹیشن سے دارالعلوم تک سڑک کے دونوں کنارے طلباء علماء اور عقیدت مندوں کا ہجوم اور فلک شگاف نعروں کی گونج استقبالیہ جلسے صدارتی خطبے تشنگانِ علوم کو پند ونصائح، اسٹرائک اور مقاطعات میں دوررس نتائج کے حامل فیصلے. صلابت رائے اور استقامت کے بے مثال نمونے، یہاں تک کہ اجلاس صدسالہ مارچ ۱۹۸۰ء میں حضرت کے کمالات کی چاندنی اور ان کی عالمی مقبولیت کے جلوے زمین کی پستی سے آسمان کی بلندی تک حضرت اقدس کے غلغلے پھر سقوط دارالعلوم کے دور میں حضرت والا کی ژف نا ہی اور بوڑھے نحیف اور لاغر جسم میں صبر کی جوانی اپنے بدخواہوں تک کیلئے عفو درگذر کی فراوانی. اور حالات کے سامنے سپر انداز نہ ہونے کی کہانی، اور اپنے اکابر اسلاف کے نمونے پر حضرت کی قربانی سب کچھ میں نے اپنی انہیں آنکھوں سے دیکھا اور انھیں کانوں سے سنا اور ان سارے مسرت آگیں لمحوں، پر آشوب حالات اور ابھرتے ڈوبتے لیل ونہار اور روح افزا اور غم انگیز عنوانات میں حضرت حکیم الاسلام کے چہرۂ انور پر کبھی کوئی گرد نہیں

دیکھی، وہ ان سب آئینوں میں برسات کی دھلی ہوئی چاندنی کی طرح اور بھی نکھرے ہوئے نظر آتے ہیں اور ان کی عظمت کے نقوش تابندہ تر ہوتے چلے گئے آج میں تصور کی نگاہ سے جب ان حالات وواقعات کی طرف دیکھتا ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ حضرت کی درخشندہ شخصیت کے تمام خط وخال اور فضل وکمال نگاہوں میں سمٹ آئے ہیں:

وہ کب کے آئے بھی اور گئے بھی نظر میں اب تک سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں وہ پھر رہے ہیں۔ یہ آ رہے ہیں وہ جا رہے ہیں

اور اسی کے ساتھ ساتھ حضرت کے بہت سے پروردۂ نعمت لوگوں کو حضرت کی شخصیت کو قتل کرنے کے جرم پر پاکیزہ گنہگار کی طرح کھڑا دیکھ رہا ہوں ان میں سے کچھ لوگوں کو زندگی کے عذاب میں دل فگار اور کچھ کو اپنے جرم عظیم کی سزا میں گرفتار اور کچھ کو اپنے کئے کی پاداش بھگتنے کے لئے تیار پاتا ہوں۔

کائنات کے صفحات پر حقائق کی تحریر ثبت ہو چکی ہے، اور وقت کے مؤرخ کا قلم سب کچھ لکھ چکا ہے حقائق کی تصویروں کو کچھ دیر کے لئے چھپایا تو جاسکتا ہے مگر مٹایا نہیں جاسکتا۔

قریب ہے یار روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خوں کیونکر
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ ایک ایسے شجر سایہ دار تھے جس میں پورے ہندوستان کے علماء کو وقار واحترام کی پناہ نصیب تھی، اور جس دن سے اس ''شجر طیب'' پر تیشہ آزمائی ہوئی اس دن سے علماء کا وقار مجروح اور احترام گمنام ہوگیا اور اب سب چلچلاتی دھوپ میں کھڑے ہوئے اپنی عظمت رفتہ پر آنسو بہا رہے ہیں اور کوئی اشک شوئی کرنے والا نظر نہیں آ رہا ہے۔ علم وحکمت کے دھارے خشک ہوگئے ہیں۔ بام و در پر افسردگی طاری ہے اور چمنستان حیات سے موسم گل رخصت ہو چکا ہے، ہر طرف صرف زرد پتوں کی بہار دکھائی دیتی ہے۔

ویراں ہے میکدہ خم وساغر اداس ہیں ❁ تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

حضرت حکیم الاسلام کی ولایت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ اپنے بڑے سے بڑے مخالف کے لئے انھوں نے کبھی نہ برا سوچا نہ برا کیا یہاں تک کہ ناگفتہ بہ حالات میں بھی ان کی زبان سے کلمۂ صبر وشکر کے سوا کبھی کچھ اور نہیں نکلا، اور ان کے کان سبحان اللہ کبھی کسی کی غیبت سے آلودہ نہیں ہوئے اور نصف صدی سے زائد عرصہ تک دار العلوم کے زمانۂ اہتمام میں طلباء اساتذہ اور ملازمین میں سے کسی ایک کو قسم کھانے کے لئے بھی شکایت کا موقع نہ ملا. گویا وہ انسانوں میں فرشتوں کا سا تقدس لے کر آئے تھے اور اپنے دامن حیات کو انسانی داغ دھبوں سے پاک صاف سمیٹ کر لے گئے.

حضرت حکیم الاسلام کو پوری زندگی علم وحکمت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی، وہ کسی مسئلہ پر گفتگو کرتے تو محسوس ہوتا کہ ان پر الہام ہو رہا ہے اور شکوک وشبہات کی ساری گرہیں کھلتی چلی جا رہی ہیں. کمال یہ ہے کہ حضرت کے مزاج میں مزاح بھی شامل تھا مگر کیا مجال کہ کسی وقت مزاح اپنے معیار سے گر جائے اور اس میں کوئی بصیرت افروز تلمیح شامل نہ ہو، مثال کے طور پر یہ واقعہ کہ وفات حسرت آیات سے چند دن قبل میں حاضر خدمت ہوا مولوی محمد اسحاق صاحب رحیمیہ کتبخانہ والے وہیں موجود تھے. انھیں معلوم تھا کہ حضرت قاری صاحب کو خربوزے کا بڑا شوق ہے. کہنے لگے حضرت! دیوبند کے علاقے کے خربوزے دستیاب ہیں آپ فرمائیں تو لاؤں؟ ارشاد فرمایا "بھائی دیوبند کے خربوزے تو اتنے پھیکے ہوتے ہیں کہ ان پر بورا ڈالو تو وہ بھی پھیکے ہو جائیں" اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے دیوبند کے خربوزوں یعنی سیاست کی دھوپ میں پکے ہوئے لوگوں کو جو چکھنے سے پہلے شیریں گفتار وشیریں کردار نظر آتے ہیں لیکن چکھتے ہی ان کا پھیکا پن نمایاں ہو جاتا ہے، جس کا تلخ تجربہ بہت سے لوگوں کو سقوط دار العلوم کے وقت ہو چکا ہے. ہو بہو ایسا ہی پایا جیسا کہ حضرت نے مزاحاً ارشاد فرمایا تھا. واضح رہے کہ خربوزے کی اصل خربزہ ہے جس کے معنی ہیں دھوپ میں پکا ہوا پھل. لہٰذا اسی معنی میں حضرت کے حکیمانہ جملے پر غور کیا جائے.

حکیم الاسلام

آسمانِ علم وفضل کے نیّر تاباں

از: مولانا مفتی جمیل الرحمن صاحب قاسمی مہتمم جامعہ رحمانیہ ہاپوڑ

دارالعلوم دیوبند الہامی ادارہ اسلامی علوم وفنون کا سرچشمہ دلِ روشن اور ضمیر تاباں کا جیتا جاگتا نمونہ حق گوحق پرست قافلہ سالاروں کا قزلباش، سید الطائفہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی کی دعاء نیم شب کا ثمرہ قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کے مقدس خواب اور دیرینہ آرزو کی تعبیر و تکمیل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا مداوائے سوزِ دروں، حضرت مولانا رفیع الدین حضرت حاجی عابد حسین حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی، حضرت مولانا حافظ محمد احمد کے حسن تدبیر ونظر کا مظہر، شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن، خاتم المحدثین حضرت مولانا انور شاہ کشمیری کے فکر وتدبر کا محور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا حسین احمد مدنی رئیس المفسرین حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، امام المعقول حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی، فخر الاسلام حضرت مولانا سید فخر الدین احمد کے علمی فکری روحانیت تصرف کا شاہکار، جہاد حریت کا مرکز، تحریک اسلامی کے تشخص کا داعی اور نقیب، یقین و کردار کا قندیل روشن، اسلامیانِ ہند کا دھڑکتا ہوا دل.

علماء دیوبند اور تحریک آزادی

۱۸۵۷ء کا منحوس انقلاب مغلیہ خاندان کی آخری سلطنت دہلی تا پالم کا خاتمہ فرنگیوں کے غاصبانہ قبضہ کی تکمیل، سبز پرچم تہ خاک، نشانِ صلیب قلعۂ معلی پر آویزاں، انتشار افراتفری کا پُرآشوب ماحول، مسلمان کہاں جائیں کہاں رہیں؟ دین پر استقامت

امرمحال، الحاد و دہریت کے مبلغ سرگرم عمل، ارتداد کی مساعی تیز تر، کون تھا جو کفن بردوش میدان میں آیا وقت کی کشتی کو پار لگایا، پادریوں سے مناظرے کئے فرنگیوں کی طاغوتی قوت سے ٹکرلی. شاملی میں میدان کارزار گرم کیا حق پرستوں کے اکھڑے قدم جمائے، دینی تشخص کے ساتھ ملک میں جینے اور مرنے کا عہد لیا. یہ وہی اکابر ملت اور اساطین امت ہیں جنھوں نے اجتماعیت برقرار رکھنے اسلامی اقتدار و روایات کو تابندہ رکھنے اور دعوت وعزیمت کے رجال کار تیار کرنے کے پیش نظر دارالعلوم دیوبند کی بنیاد ڈالی اس کو پروان چڑھایا علم وفن کو فروغ دیا. دعوت وتبلیغ کا کام سرانجام دیا. جہاد شاملی سے ریشمی رومال تحریک تک، تحریک خلافت سے اسارت مالٹا تک سرفروشی اور قربانی کے مراحل سے گذرے اور موقف حق سے سرموانحراف گوارہ نہ کیا.

یہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد مظہر نانوتوی، مولانا محمد منیر نانوتوی، حافظ ضامن شہید کی مقدس جماعت ہے جس نے شاملی میں میدانِ جہاد گرم کیا. یہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن ہیں، جنھوں نے اسارت مالٹا کا تنگ وتاریک پرآشوب مرحلہ طے کیا، یہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری ہیں، جنھوں نے تفسیر حدیث، اسلامی فقہ، اور علوم معقولہ کو فروغ دیا اور تحریک حریت میں سرگرم عمل رہے، یہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ہیں، جنھوں نے شریعت وطریقت کی تعلیم تلقین سے ایمان ویقین کا استحکام اور فکر اسلامی کی ترویج کی. یہ مولانا حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ دہلوی مفتی اعظم ہند، سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلوی، مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن کا کارواں ہے، جس نے ۱۹۴۷ء میں آزادی وطن تقسیم ہند، انتقال آبادی کے بعد پیدا ہونے والے خوفناک مسائل کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کو واجبی وآئینی حقوق دلائے.

جامع ترین شخصیت

ان انفاسِ قدسیہ اور اساطین امت کے فکر وعمل کی جامع ترین شخصیت منصۂ شہود پر رونق افروز ہوئی جس نے فخر الاماثل، محبوب العلماء حکیم الاسلام جیسے القاب پائے مکارم اخلاق، حسن انتظام حلم و بردباری اور جہد مسلسل سے دارالعلوم کو آفاقیت بخشی، بین الاقوامی دینی مرکز بنایا. فکر قاسمی اور جماعت دیوبند کو عزت رفعت ومقبولیت کا مقام بلند عطا کیا.

حکیم الاسلام کی نشو ونما

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے اس گہوارۂ علم و آگہی میں آنکھیں کھولیں جو وقت کا عظیم علمی خانوادہ، مسلکِ حق کا داعی، دینی وملی قیادت کا سپہ سالارِ اعظم تھا.

آپ کے جدامجد عارف باللہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی علمی و روحانی ضیاپاشیوں سے بقعۂ نور بن کر جگمگانے والے کاشانے، آپ کے والد ماجد حضرت مولانا حافظ محمد احمد کے حریم مقدس میں آپ کی ولادت باسعادت اور پرورش و تربیت کے پاکیزہ مراحل تکمیل کو پہونچے سمع و بصر کا ادراک قال اللہ قال الرسول کی مبارک فضاؤں میں قوت سے فعل کی طرف آیا. قوت گویائی کا آغاز کلمات حق کی پرتاثیر صدا سے ہوا. حافظ محمد احمد صاحب کا آستانہ کیا تھا اکابر دارالعلوم کا مرکز ثقل، مسندِ دعوت وارشاد، دقائق وحقائق پر غور وفکر کی شبانہ روز جد وجہد، جہاں حکیم الاسلام طفولیت کے مراحل طے کر رہے تھے، حضرت شیخ الہند، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا عبید اللہ سندھی اور دوسرے زعماء ملت کی ملی اور اجتماعی مسائل پر گھنٹوں گفتگو جاری رہتی اور اس ماحول میں حضرت حکیم الاسلام کے علم وتدبر اور فراست و آگہی میں روز بروز اضافہ ہوتا.

تعلیم وتدریس

ان مباحث سے مستفید ہونے کے ساتھ حضرت طالب علمی کے تقاضوں سے غافل نہ ہوتے، اکتساب واستفاد کے ساتھ سبق و آموختہ یاد کرنے کی جد وجہد جاری رہتی، قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد

قواعد تجوید کی کتابیں پڑھیں بعد ازاں درس نظامی کی تعلیم مکمل کی، اکیس سال کی عمر میں فراغت کے بعد دارالعلوم میں بلا معاوضہ خدمت تدریس انجام دی اور علوم متداولہ کی بیشتر کتابوں کا درس دیا، مسجد دارالعلوم میں نماز پنجگانہ اور جامع مسجد میں نماز جمعہ کے امام و خطیب رہے، فخر الاسلام حضرت مولانا سید فخر الدین اور استاذ الاساتذہ حضرت مولانا شریف الحسن دیوبندی کی وفات کے بعد درس بخاری کی مسند پر رونق افروز ہوئے .اور درس حدیث کا حق ادا کیا.

مدارج سلوک اور خلافت

زمانہ تعلیم میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا حضرت کی وفات کے بعد خاتم الفقہاء والمحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے زیر سایہ مراحل سلوک طے کئے پھر حکیم الامتِ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے آپ کو خلعتِ خلافت حاصل ہوئی.

آپ کے ظاہر و باطن قال و حال پر شیخ کا رنگ غالب رہا، استغناء علمی دبدبہ جرأت حوصلہ مندی، اصول پسندی تواضع اخلاق وضعداری، کرم گستری، جیسے آپ کے اوصاف عالیہ حضرت تھانویؒ کی تربیت کا ثمر خوش اثر تھے، آپ آسمانِ علم و فضل کے نیر تاباں بن کر چمکے اور گلشنِ علوم محمدیؐ کے گل سرسبد بن کر مہکے. خوش کلامی شیریں بیانی، نیک خوئی، پاکیزگی، بے باکی نرم دم گفتگو گرم دم جستجو کے آئینہ دار، مردِ آہن جو سرخیل علماء، فخر حکماء، رآس الاتقیاء کی حیثیت سے افقِ علمی پر درخشاں ہوئے اور طالبین و عارفین کو شادکام کر گئے، حضرت حکیم الاسلام کی ذات والا صفات نے مرشد تھانوی کے علوم و معارف کے امین کی حیثیت سے دعوت وارشاد اور اصلاحِ امت کا فریضہ انجام دیا.

اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل اس کی ادا دل فریب اس کی نگہ دل نواز

نرم دم گفتگو گرم دم جستجو ❁ رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز

تصنیف و تالیف و کمال خطابت

سیرت مقدسہ، اسلامی معاشرت، ارکانِ دین، فقہ حنفی، اصول دعوت و تبلیغ

اسلام اور دیگر مذاہب کے تقابلی مطالعہ اور متعدد کتابیں لکھیں۔

وعظ و تقریر کی خداداد وصلاحیت سے گمراہی اور بے دینی کا قلع قمع کیا، مسلک دیو بند کو فروغ دیا دنیا کے چپہ چپہ میں جماعت دیو بند کا تعارف کرایا۔ لاکھوں افراد بدعات وخرافات سے توبہ کر کے مسلک حق کے حلقہ بگوش ہوئے۔

پاکستان، افغانستان، ترکی بلاد، عرب، افریقہ، برطانیہ، امریکہ اور دوسرے ملکوں میں کروڑوں فرزندانِ توحید آپ کے حکیمانہ خطاب اور دعوت وارشاد سے مستفید ہوئے۔ دین حق پر جمے، دعوت حق اور خدمت خلق میں لگے، رسولِ خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو فروغ دیا۔ سچے دین کے داعی اور مبلغ بنے خطابت میں آپ کا حکیمانہ انداز ضرب المثل بن گیا۔ پورے عالم میں آپ ایک پاکباز عالم، صالح مفکر، خداترس دانشور ممتاز خطیب کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ خالص علمی تحقیقی اور فلسفیانہ ذوق ومشرب کے ساتھ شیرنی گفتار کی خاص جھلک سامعین کو ہمہ تن گوش بنا دیتی، علماء حکماء وکلاء، جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور عوام سب یکساں طور پر مستفید اور محظوظ ہوتے، ہر طبقہ کی دلچسپی اور طلب کا ذخیرہ حضرت کے کلماتِ طیبات میں موجود تھا۔

سب کی زبان حال از دل خیز د بر دل ریز د کا اعتراف کرتی، زبان و بیان کا شستہ شگفتہ اور برجستہ ہونا کمالِ علمی اور علو مرتبت کی غمازی کرتا اور کل اناء یترشح بمافیه کا سماں آپ کے فضل وکمال کا ترجمان بن جاتا۔

بمبئی میں آپ کی شیریں بیانی کا منظر

فراغت کے بعد میدانِ خطابت میں قدم رکھتے ہی بمبئی کے ناخوش گوار ماحول میں وعظ فرمایا۔ بعض اہم علماء ناکام ہو کر چلے آئے، کوئی شخص بھی علماء دیو بند کا نام یا کلام سننے کو تیار نہ تھا۔ اساتذہ واکابر کے حکم پر بمبئی پہونچے، پیار بھرے انداز سے دینی بھائیوں کو پکارا حکیمانہ تقریر فرمائی، بریلوی بھائی آپ کے

ہاتھ پر بیعت ہوئے، جماعت دیوبند سے نفرت اور غلط فہمی کا خاتمہ ہوا مواعظ کا سلسلہ چند ہفتے جاری رہا اکابر نے فاتح بمبئی کے خطاب سے آپ کو سرفراز فرمایا۔

ترے گفتار میں تھی جوہر کردار کی آب ❁ یاد آئے گا سدا تیرا کہا تیرے بعد
قاسم علم تھا اک تیرا وجودِ طیب ❁ کون ہے نائب محبوب خدا تیرے بعد

مسلم یونیورسٹی میں خطاب

علی گڈھ مسلم یونیورسٹی میں متعدد مرتبہ خطاب ہوا اسلام داعیٔ امن ہے۔ جدید سائنس اسلامی فنون وعلوم سے ماخوذ ہے۔ اسلام نے نظام امن نافذ کیا، جیسے اہم موضوعات پر حکیمانہ کلام فرمایا بعض اساتذہ اور ماہرین تعلیم نے کہا ہم نہیں سمجھتے تھے کہ مولوی طبقہ اسلامی فلسفہ پر اتنی گہری نظر رکھتا ہے۔ قدیم وجدید کلیات پر اتنا حادی کہ پی ایچ ڈی کے ڈگری یافتہ اس کے سامنے طفلِ مکتب نظر آئیں۔ حضرت حکیم الاسلام کے خطاب نے علماء کی عظمت کا لوہا منوایا اور اسلامی اصول وقواعد کی برتری واضح فرمائی۔

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ ❁ مٹتے نہیں ہیں دیر سے جن کے نشاں کبھی

داعیانہ عزیمت

حضرت حکیم الاسلام شرافت و مروت حلم و انکساری کا پیکر تھے، حق پرستی اور حق گوئی میں نہایت بے باک نڈر اور جری تھے، سخت سے سخت آزمائش نے آپ کے پائے استقامت کو کبھی لرزہ براندام نہیں کیا باطل کو حق نہ کہا زہر ہلاہل کو قند نہ کہا بے خوف ہو کر آئینِ جواں مرداں کی پاسداری فرمائی۔

آزاد ہندوستان میں قومی دھارے کے متوالے اور برخود غلط نام نہاد روشن خیال مسلمانوں نے مسلم پرسنل لاء میں اصلاح وترمیم کا بیڑہ اٹھایا شریعت کو بدلنے کی سازش کی مسلم زعماء بے چین ہو گئے، بمبئی میں مسلم پرسنل لاء بورڈ کا کنونشن ہوا۔ اس نازک وقت میں حضرت حکیم الاسلام کو کنونشن کا صدر بنایا گیا۔ حضرت ممدوح نے اپنے خطبۂ صدارت میں موقف حق واضح فرمایا شریعت کے احکام میں سرمو ترمیم برداشت نہ کرنے کا اعلان کیا، تعدد ازدواج اور دیگر عائلی قوانین پر طعنہ زنی کرنے والوں کو

دندان شکن جواب دیا، اقتدارِ وقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسلامی شریعت میں ترمیم و تنسیخ سے باز رہنے کی آگاہی دی. آپ نے فرمایا.

مسلم پرسنل لاء بورڈ کا خطبۂ صدارت

آج پرسنل لاء کے نام پر ان تبدیلیوں کا مواد بنام اصلاح و ترمیم پیش کیا جارہا ہے، یہ اصلاح اس قسم کی ہے جس طرح قرنِ اول کے منافقین اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ کے نعرے کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے لیکن عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَ نے کھلا اعلان فرمادیا اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَالٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ.

نام نہاد روشن خیال طبقہ کی جانب روئے سخن منعطف کرتے ہوئے حضرت اقدس نے فرمایا:

مجھے اس وقت ایک سخت لفظ کہنے پر معاف کیجئے کہ وہ سماج کتنا دیوث ہے جو لاکھوں ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کو بازار میں بیٹھنے کی اجازت دیتا ہے، اور چار شادیوں کی محض اجازت اور وہ بھی خاص شرائط عدل و دیانت سے مشروط اجازت پر اعتراض کرتا ہے.

عدل و قانون کے ذمہ دار ارباب اقتدار کو اپنے اٹل فیصلے سے آگاہ کرتے ہوئے حضرت حکیم الاسلام نے اعلان کیا:

"میں اس اجتماع کے موقع پر اپنے تمام علماء کرام اور دانشورانِ محترم کی طرف سے یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اپنے اس عقیدے پر اٹل ہیں کہ جس طرح خدائے بزرگ و برتر نے اپنے نظامِ خلق کو اپنی سچی فطرت پر قائم کیا ہے. جس میں تبدیلی ناممکن ہے. لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ اسی طرح اس نے اپنے نظام امر کو بھی جس کا نام دین ہے اپنی فطرت کی اساس پر قائم کیا ہے، اس لئے اس میں تبدیلی ممکن نہیں لَا تَبْدِيْلَ بِكَلِمٰتِ اللّٰهِ یہ قانونِ فطرت ہے. اور فطرت تبدیل نہیں ہوسکتی، اگر کوئی زمین آسمان چاند سورج اور کواکب و نجوم کو نہیں بدل سکتا صرف اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، تو دین کے کلیات و جزئیات، احکام و آداب، اخلاق و عقائد، معاملات و معاشرت اور

اجتماعی قوانین تک کی فطری حدود کو نہیں بدل سکتا. وہ صرف فائدہ اٹھانے کے لئے اتارے گئے ہیں، بدلنے کے لئے نہیں لائے گئے. بدلنے کی جب بھی سعی لاحاصل کی جائے گی، تو خدائی حدود تو اپنی جگہ رہیں گے لیکن بدلنے والوں کے حق میں سماج کا ڈھانچہ بکھر کر غلاظتوں اور گناہوں کا ڈھیر ہو جائے گا.

دینی تعلیمی بورڈ کا خطبہ

آٹھویں دہائی میں کوٹھاری کمیشن سفارشات کے ضمن میں دینی مدارس و مکاتب پر پابندی لگانے کی کوشش شروع ہوئی. پارلیمنٹ میں تعلیمی اصلاح کے نام سے دینی تعلیم گاہوں کی آزادی سلب کرنے کے نعرے بلند ہوئے. دہلی کے عیدگاہ میدان میں دینی تعلیمی کنونشن حضرت حکیم الاسلام کی زیرِ صدارت منعقد ہوا حضرت نے اپنے خطبۂ صدارت میں بہانگِ دہل اعلان فرمایا:

”ہم اپنے دینی تعلیمی حقوق پر کسی طرح کی کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے. اور اپنے عقائد اور احکام کی تعلیم کے مسئلہ میں کسی سودے بازی کو گوارہ نہیں کریں گے.

اسلامی تمدن پر تحقیقی خطاب

۸۰ء کے آخری مہینوں میں حضرت حکیم الاسلام نے امریکہ و یورپ کا دورہ فرمایا. سفر سے مراجعت پر طلباء دارالعلوم نے تحتانی ہال میں آپ کو استقبالیہ دیا. آپ نے اپنے خطاب میں اسلام اور مغربی تہذیب کا تقابل پیش کر کے اسلامی تمدن کی برتری ثابت کی. اور اسلامی اخلاق و آداب کو عقل اور فطرت سے ہم آہنگ قرار دیا. آپ نے فرمایا:

تمدن کوئی بری شئے نہیں. وہ تمدن مذموم ہے جس کی بنیاد نفسانیت اور خودغرضی پر ہے اور جو انسانیت کو مادیت کا غلام بنائے. وہ تمدن جس کی بنیاد اخلاقیات اتحاد ایثار تعاونِ باہمی اور خدمتِ خلق پر ہو وہ قابلِ ستائش ہے. اسلام نے اسی تمدن کی تعلیم دی ہے اور اسلام کے علمبرداروں نے ہر دور میں اسی تمدن کو قائم کرنا اپنا مشن بنایا. مسلم مفکرین اور فلاسفہ نے انسان کی راحت و فلاح کے لئے بہت سی چیزوں کو ایجاد کیا. ترقی

انسان کی شرشست اور فطرت میں ہے. حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک ہر دور کے انسانوں نے اپنے زمانہ کے مقتضی اور ماحول کے مطابق ترقی کی. امریکہ کی ایک خاتون نے (اندلس کا ماضی و حال) نام سے ایک کتاب لکھی جس میں بتایا کہ تقریباً پچاس ساٹھ ایجادات مسلمانوں کی ہیں، سائنسی ترقیات میں مسلمانوں کا بھی بڑا حصہ ہے. روس کے سائنس دانوں نے کہا کہ چاند پر پہونچنے کا تخیل ایک مسلم فلاسفر کی کتاب سے ہمیں ملا اور ہم چاند پر پہونچے.

حضرت حکیم الاسلام نے فلاسفہ کے اصول ثلاثہ، تہذیب اخلاق، تدبیر منزل اور سیاست مدنیہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فلاسفہ نے یہ نظریہ شریعت مطہرہ کی تعلیمات سے اخذ کیا ہے، شریعت نے مکارمِ اخلاق پر زور دیا ہے، پیغمبرؐ اسلام کی، تعلیمات تہذیب اخلاق کا سرچشمہ ہیں. شریعت نے تدبیر منزل کا پروگرام پیش کیا، والدین سے حسنِ سلوک کی تعلیم، والدین کو اولاد پر شفقت محبت اور تربیت کا مکلّف بنانا اور میاں بیوی کے حقوق و فرائض تدبیر منزل کی کڑیاں ہیں.

سیاست مُدن (ملکی سیاست) کے لئے بھی شریعت نے ضوابط مقرر کئے ہیں، جن میں بنیادی درجہ عدل و انصاف کا ہے قرآن کی تعلیمات کے مطابق قوانین کا نفاذ کیا جائے، حضرت عمرؓ و دیگر اسلامی شخصیات نے عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر ڈالا اور کتاب و سنت کی روشنی میں انسانیت کی صلاح و فلاح کا فریضہ انجام دیا. آج کی سیاست گندی سیاست ہے جس میں مکر فریب دغا ظلم لازمی عناصر کا درجہ رکھتے ہیں، شریعت نے سیاست مدن کا جو پروگرام پیش کیا وہ خشیت الٰہی عدل و انصاف اور خدمتِ خلق کے فارمولے پر مبنی ہے.

ہمہ گیر شخصیت اسلام کے عائلی قوانین کا مسئلہ ہو پرسنل لاء میں ترمیم کا منصوبہ ہو دینی مکاتب و مدارس کی آزادی سلب کرنے کی اسکیم ہو،

ارتداد اور شدھی کی تحریک ہو فتنۂ قادیانیت کا واویلا ہو، دینی تشخص اور ملی وحدت کو پارہ پارہ کرنے والی گھناؤنی سازشیں ہوں. ہر محاذ پر قطب وقت حضرت حکیم الاسلام پیش پیش نظر آئے اپنی حق گوئی اور ثابت قدمی سے وقت اور بخت کے چیلنجوں کا مقابلہ کیا. اسلاف واکابر کی صداقت اور عزیمت کبریٰ کو زندہ وتابندہ کیا۔

دامانِ نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار ❁ گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد

ولایت وقطبیت

راقم کو بچپن سے اکابر علماء سے فیضیاب ہونے کا ذوق و شوق رہا. اقطاب ابدال اولیاء کے احوال پڑھتا اور سنتا. دل میں تمنا جوش زن ہوتی کاش میں ان وقتوں میں ہوتا. اولیاء کاملین کے حضور فیض گنجور سے خوشہ چینی کرتا.

حضرت حکیم الاسلام قبلہ والد بزرگوار حضرت قاری عبد الرحمٰن علیہ الرحمہ کی دعوت پر بار ہا ہاپوڑ تشریف لائے جامعہ رحمانیہ کے اجتماعات کو خطاب فرمایا حضرت کے مواعظ حسنہ دل پر اثر انداز ہوئے.

دار العلوم کے دورِ طالب علمی میں حضرت سے مزید قربت کی سعادت اس تہی داماں کے حصہ میں آئی حجۃ اللہ البالغہ کے اسباق سے فیضیاب ہوا مسلسلات الحدیث پڑھنے کا موقع زریں ملا آب وخرما کے ساتھ اجازت حدیث حاصل ہوئی حضرت کو قریب سے دیکھا ان کی نورانی وعرفانی مجالس سے مستفیض ہوا.

سفر وحضر کے معمولات نظر سے گذرے دل مطمئن ہو گیا حضرت اقدس کو دیکھ کر سب کو دیکھ لیا، محدث کبیر، مفسر اعظم، فقیہ دوراں، علم وعرفاں کا بحر ذخار، حکمت ودانائی کا خزانہ ولیٔ کامل قطب وقت، عارف باللہ حضرت حکیم الاسلام کی ذاتِ گرامی کو پایا. پیاس بجھ گئی خدائے قادر قیوم کا شکر گذار رہا. ایک ہستی میں انجمن کا مشاہدہ ہو گیا. اگر حضرت والا کو دیکھنے اور برتنے کی سعادت حاصل نہ ہوتی تو ہم اولیائے کاملین کے واقعات زندگی پڑھتے مگر شاید یقین نہ کر پاتے. حضرت کے پاکیزہ کردار و معمولات

شب وروز کو دیکھ کر یقین عین الیقین حق الیقین ہو گیا کہ انسان اللہ کا بندہ بن کر سارے کمالات حاصل کر سکتا ہے، علم کردار اخلاق تواضع انکساری پرہیزگاری سے متصف ہو کر انابت مقبولیت اور سیر فی اللہ کے مقام بلند سے مشرف ہو سکتا ہے۔

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم ❁ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

پیکر شفقت

دار العلوم کے ایک فاضل رفیق جو زمانۂ طالبعلمی میں اکابر علماء سے برگشتہ رہتے تھے، کبھی ان کو ملت کا ناسور کہتے، کبھی ان کو ملت کا المیہ سے تعبیر کرتے، بعد میں علیگڈھ مسلم یونیورسٹی سے ایم. اے. کیا، پھر خلیجی ممالک کی یونیورسٹیوں میں تعلیم پائی، راقم نے اکابر علماء کی بابت سوال کیا. اب آپ کی رائے ان حضرات کے بارے میں کیا ہے؟ کہنے لگے خیال بدل گیا، حقیقت واقعہ یہ ہے کہ یہ حضراتِ اکابر ہی ملت کا اصل سرمایہ ہیں. ان کی للّٰہیت اور بے لوث شفقت رہ رہ کر یاد آتی ہے. وہاں کی مادی ترقی کے ماحول میں دیوبند کا یہ کاخِ فقیری یاد آتا ہے.

خاص طور پر حضرت مہتمم صاحب (حضرت حکیم الاسلام) کی شفقتِ پدری یاد آتی ہے. جب حضرت مہتمم صاحب بیرونی ممالک کے اسفار سے مراجعت پذیر ہوتے، دار الحدیث میں جملہ طلبہ کو جمع کر کے کلماتِ عالیہ سے سرفراز فرماتے.

اپنے سفر کی روئیداد سناتے، سفر کی داستان سناتے، وہاں کا تہذیب و تمدن، اساطینِ امت کی دینی محنت کے عالمی اثرات کے بیان پر آپ کا خطاب مشتمل ہوتا. ہم نے اس وقت حضرت کی قدر نہ کی. ان کی پیار بھری باتوں پر دھیان نہ دیا.

خلیجی ملکوں میں حضرت کی پدرانہ شفقت کے نقوش قلب و جگر کو مضطرب کر رہے ہیں. وہاں کے اساتذہ کو نشہ دولت نے تغافل اور بے حسی کا شکار بنا دیا ہے، وہ طلبہ کو کسی دوسری ادنیٰ مخلوق کا فرد سمجھتے ہیں، درسی تقریر کے بعد ان کا طلبہ سے رابطہ ختم ہو جاتا ہے، قدرِ نعمت بعد زوال خدا ان اکابرِ دار العلوم کا سایہ دراز تر فرمائے.

میں نے دریافت کیا، یہ خیالات صرف آپ کے ہیں. یا خلیجی ممالک میں رہنے

والے دیگر فضلاء دیو بند بھی یہ احساس رکھتے ہیں، فاضل رفیق نے کہا کہ قاسمی برادری کا یہی تاثر ہے۔

یقین وعشق کی جامعیت

ملی مسائل کے انہماک انتظام انصرام تصنیف وتالیف دعوت و ارشاد کی کثیر مصروفیات کے باوجود نماز باجماعت کا اہتمام، تسبیحات اور اوراد وظائف کا معمول ناغہ نہ ہوتا. کراچی میں جناب شکیل احمد صاحب نے بتایا حضرت لاہور سے کراچی کے لئے ٹرین میں سوار ہوئے. میں ٹرین کے سیکنڈ کلاس میں تھا، رات دو بجے سکھر کا پلیٹ فارم آیا، سخت سردی کا زمانہ تھا. میرا خیال تھا حضرت نماز تہجد ضرور پڑھیں گے، پانی ٹھنڈا ہے. میں کینٹین سے گرم پانی لایا، دیکھا حضرت ٹھنڈے پانی سے وضو کر رہے ہیں. میں نے سلام کیا اور گرم پانی پیش کیا. حضرت بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں. سفر وحضر میں عبادت اور انابت الی اللہ کا اس درجہ اہتمام یقین کامل اور عشق خداوندی سے سرشار ہونے کا نتیجہ تھا.

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو ❁ کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

اکابر کا خراجِ تحسین

وقت کے اہل نسبت اکابر نے آپ کے جہد وعمل کو قدر کی نگاہ سے دیکھا، ستائش فرمائی، رفقاء وتلامذہ سے داد تحسین حاصل کرنا آسان ہے. لیکن مشائخ و اکابر علماء کے کلماتِ ستائش سعادت مندوں کے حصے میں آتے ہیں. اکابر علماء کی تحریر کے چند اقتباس یہ ہیں.

"حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ نے اپنی آخری بیماری کے موقع پر حضرت حکیم الاسلام کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا. اس کو بوسہ دیا اور اپنے دل پر رکھ کر ارشاد فرمایا:

اس ہاتھ سے ایک عجیب وغریب سکون وسکینت میں اپنے قلب میں محسوس کر رہا ہوں اور اس کے بعد اپنے خلیفۂ اجل حضرت حکیم الاسلام کے علمی وروحانی فیضان عمر و صحت کی سلامتی اور برکت کے لئے مستجاب دعائیں دے کر رخصت فرمایا.

فخرِ طریقت اویسِ وقت حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحبؒ نے حضرت حکیم الاسلامؒ کی جامع شخصیت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

میرے عزیز مولانا محمد طیب ہیں، اپنے بزرگوں کی تمام علمی خصوصیتیں اور روحانی نسبتیں حق تعالیٰ نے جمع فرما کر ان کی ذات کو سراپا فیض بنا دیا ہے۔

مولانا محمد حسین احمد مدنیؒ کے زمانہ میں ایک بار دارالعلوم میں تیز و تند طوفان آیا۔ ریشہ دوانیاں ہوئیں۔

خانوادۂ قاسمی کی عظمت کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی گئی۔ حضرت حکیم الاسلامؒ نے عالی ہمتی اور صبر و استقلال سے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ معاندین اپنی موت آپ مر گئے۔ حضرت مدنیؒ نے اس موقع پر اپنے مکتوب گرامی میں آپ کو اخلاف صدق کا جانشین، روایات سلف کا امین، فیوض قاسمیہ کا حامل قرار دیا۔ اور اپنی نصرت و حمایت کی یقین دہانی فرمائی۔ مکتوب کا ایک اقتباس یہ ہے:

مت گھبرایئے اور صبر و استقلال سے عالی ہمتی اور خوشدلی کے ساتھ اس باغِ محمدی علیہ السلام (دارالعلوم) کو سرسبز و شاداب کیجئے۔ اور فیوض قاسمیہ کو چار دانگِ عالم میں منتشر کیجئے۔ زمانہ کی تیز و تند ہوائیں چلیں گی۔ سمندروں کی موجیں تھپیڑے ماریں گی خواہشات کے زلزلے آئیں گے، اصحاب، اغراض جھڑ جھڑائیں گے، مگر آپ کو ہمالیہ بننا چاہیے، پرواہ مت کیجئے، اور سعی پیہم میں مردانہ وار گامزنی کرتے رہیے۔

ہم ناکارے بدنام کنندہ نکو ناماں آپ کے ساتھ ہیں۔

ڈھونڈو گے ہمیں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہو جس کی حسرت غم اے ہم نفس وہ خواب ہیں ہم

اجلاس صد سالہ اور دور آزمائش

مارچ ۸۰ء جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ میں دارالعلوم کا جشن صد سالہ ہوا، حضرت حکیم الاسلام کی دعوت پر لاکھوں فرزندانِ توحید دیوبند میں جمع ہو گئے، مشرق و مغرب

سے علماء امت دانشورانِ قوم، ماہرین تعلیم نیز بلادِ اسلامیہ کے زعماء کا جم غفیر شریک اجلاس ہوا حضرت حکیم الاسلام کی مذہبی قیادت پر اظہار اعتماد آپ کی تابناک خدمات پر خراجِ تحسین پیش کیا. یہ اجلاس اور اس کے مابعد اثرات آپ کی مقدس زندگی کا آخری امتحان ثابت ہوئے. قومی جماعتوں اور دینی مراکز سے وابستہ بعض حضرات آتش حسد کی زد میں آ گئے، حضرت حکیم الاسلام کا منفرد اعلیٰ ارفع مقام ان سے دیکھا نہ گیا. بعض سیاسی افراد کا سہارا لیکر میدانِ کربلا کی تاریخ دہرانے پر کمربستہ ہوئے حضرت کی پاکیزہ ہستی کو گھناؤنے الزامات سے داغدار کرنا چاہا. ذہنی اذیتیں دیں. نفسیاتی اعصابی جنگ سے ان کے پاک صاف شیشۂ دل کو چکنا چور کیا.

مشیت میں مجال دم زدن توبہ معاذ اللہ
جسے یوسف بناتے ہیں اسے رکھتے ہیں زنداں میں

سکوت وصبر وحادثۂ وفات

۲۳ر مارچ ۸۲ء کی شبِ تاریک میں دارالعلوم کی عمارتیں آپ سے چھین لی گئیں. قدرت نے اس کے بعد بھی لگ بھگ سوا سال آپ کو بقید حیات رکھا.

صبر وعزیمت کی سخت ترین گھڑیاں آپ نے گذاریں. شاید رقیبوں کے کسی گوشۂ دل میں کوئی خانہ رحم ہو. وہ اپنے کئے پر پچھتائیں، حضرت والا سے معذرت کریں، اور عاقبت کی گرفت سے بچ جائیں. حضرت صبر پر قائم رہے. بڑے بردبار لوگ حمام میں ننگے ہو گئے. یاوہ گوئی اور الزام تراشی پر اتر آئے، لیکن حضرت والا نے ایک لفظ کسی کے لئے نہ کہا، ساری اذیتیں نازک دل پر جھیلیں. صبر سکوت اور استغناء کا پیکر بنے رہے، سرد آہوں کے تسلسل سے پوری کائنات تھرا گئی، علمی دینی حلقے کے سب سے زیادہ مظلوم اور معصوم مردِ کامل کی آہ وفغاں درِ حق تک جا پہنچی، ذاتِ حق نے علم وفضل اور صبر وعزیمت کے اس ہمالیہ کو اپنی آغوش رحمت میں لے لیا.

۶ر شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۷ر جولائی ۱۹۸۳ء کو بوقت چاشت آپ ربِّ حقیقی

سے جا ملے، آپ کا جانا کیا ہوا، سلفِ صالحین اور علماء صادقین کی بزم کی آخری شمع گل ہوگئی. علمی کائنات سونی ہوگئی. روحانی عرفانی مجلسیں اداس ہیں. شعور وحکمت کا گلستان خزاں رسید ہے، علمی وقار اور مذہبی دبدبہ جو آج کے دورِ مادیت میں آپکے کردار سے زندہ تھا، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگیا.

جماعت دیوبند کے جمال وکمال کی علامت اور مظہر آپ کی ذات عالی تھی، انبیاء کرامؑ کے اسوۂ حسنہ کی جھلک صحابہ کرامؓ کی ایمانی وعملی ضیاء پاشیوں کی چمک، صالحین کاملین مردانِ حق کے کردار کی تابانی آپ کے حسن عمل سے آشکار تھی، پوری جماعت تمثال اور نمونہ کے طور پر آپ کی ذات والا صفات کو پیش کرتی تھی.

شیشہ بھی ہے ساقی بھی ہے، ہے شمع بھی پر بن ترے
وہ خوبیِ مجلس کہاں، وہ رونق محفل کہاں

رفتید ولے نہ از دلِ ما

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بعد طبقۂ علماء میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ جیسی جامعیت کبریٰ کی حامل کوئی دوسری شخصیت نظر نہیں آتی، بالفاظ مختصر حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، اور حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانیٔ دارالعلوم دیوبند کے علوم ومعارف اور اصلاحی مشن کو منطقی انتہاء تک پہنچانے کا کام حضرت حکیم الاسلامؒ نے سرانجام دیا. چاردانگ عالم میں فلسفۂ ولی اللّٰہی اور فکر قاسمی کی ترویج واشاعت فرمائی. اور علوم متداولہ کی مقبولیت کو عام اور تام کیا.

نقشِ جاوید

دارالعلوم کی عمارتیں آپ سے چھین لی گئیں. نوّے سال کی عمر میں رنج وصدمہ سے نڈھال ہوکر دنیائے فانی بھی آپ کو چھوڑنی پڑی. لیکن خداداد آپ کی تقدیس وعظمت کو ذرہ برابر کوئی آپ سے نہ چھین سکا. ہر دور میں آپ کی عظمت وپاکیزگی ضرب المثل رہی آپکا وقار سربلند رہا، آپ کی صداقت دیانت عدالت مسلم رہی. جن ناعاقبت اندیشوں نے آپ کو ننگِ دین ثابت کرنا چاہا وہ

خود ننگے ہو گئے، رہی سہی ساکھ بھی ختم کر بیٹھے. اور حضرت والا کی نیک نامی کمال آفتاب کے ساتھ فزوں تر ہو رہی ہے، آپکا نام و مقام نیز آپکا خاندانی وقار انشاء اللہ رہتی دنیا تک قائم رہیگا. آپکے کارنامے روز روشن کی طرح درخشاں رہیں گے. آپکے کلمات طیبات کا زمزمہ آج پوری دنیا میں جاری ہے اور انشاء اللہ تا ابد جاری رہے گا.

آپ اپنی مخلصانہ دینی مساعی کے سبب زندہ جاوید ہیں اور دونوں جہاں میں سرخرو اور فائز المرام ہیں. جب تک دارالعلوم رہے گا اور ایک بھی قاسمی دنیائے رنگ و بو میں موجود ہوگا آپ کا اور آپ کے مقدس خانوادہ کا نام زندہ و تابندہ رہے گا. کیوں نہ ہو آپ کا خانوادہ کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم جیسے پاکیزہ تسلسل کا آئینہ دار ہے. حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی مقدس نسلوں جیسا علمی دینی سلسلہ آپ کے خاندان میں جاری ہے.

دارالعلوم آپ کے جد امجد حجۃ الاسلام شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانیٔ دارالعلوم دیوبند کا قائم کردہ علمی گہوارہ ہے. مسلکِ دیوبند فکرِ دیوبند اور جماعت دیوبند کے اصول وضوابط حضرت نانوتوی کے مرتب کردہ ہیں. آپ کے والد ماجد حضرت مولانا حافظ محمد احمد کے مساعی جلیلہ اور نظم و تدبیر سے دارالعلوم پروان چڑھا اور توسیع و ترقی سے سرفراز ہوا. حضرت حکیم الاسلام کا ساٹھ سالہ دورِ اہتمام دارالعلوم کو آفاقیت بخشنے اور بین الاقوامی مرکز بنانے کا موجب بنا.

دارالعلوم کا ذرہ ذرہ آپ کی جدوجہد اور دعاء نیم شب کا رہین منت ہے. آپ کی اور دیگر اکابر کی باطنی و روحانی توجہات انشاء اللہ مسلکِ حق کو مٹنے نہ دیں گے. اور دارالعلوم کو اس کی اقدار و روایات پر قائم رکھیں گی.

آہ! حکیم الاسلامؒ

باتیں ان کی یاد رہیں گی!

از: مولانا بدر الحسن صاحب قاسمی

سابق ایڈیٹر پندرہ روزہ الداعی دار العلوم دیوبند

عصرِ حاضر کے نامور عالم دین اور مشہور دینی درسگاہ دار العلوم دیوبند کے مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے انتقال سے برصغیر کی دینی و علمی تاریخ کا ایک اہم باب ختم ہوگیا ہے وہ اس عہد کی یادگار تھے جس کی خصوصیت علم وفن کی جامعیت تقویٰ و دیانت اور اخلاق وشرافت رہی ہے. ۸۸ رسال کی زندگی (۱۲۱۵ھ تا ۷ رشوال ۱۴۰۳ھ) میں انھوں نے بڑے نشیب وفراز دیکھے چنانچہ وہ خود ہی ایک چلتی پھرتی تاریخ بن گئے تھے.

انھوں نے نصف صدی سے زائد عرصہ ۱۳۴۳ھ تا ۱۴۰۳ھ تک دنیا کے ایک ایسے دینی مرکز کی سربراہی کی جس کا برصغیر کی دینی وسیاسی تاریخ پر بڑا گہرا اثر رہا ہے. اور جس سے برصغیر میں برپا ہونے والی تمام دینی علمی، اور سیاسی تحریکات کسی نہ کسی حیثیت سے ضرور متاثر ہوئی ہیں اور لاکھوں مسلمانوں کے دلوں میں آج بھی اس سے ایک والہانہ لگاؤ پایا جاتا ہے یہ مرکز جنگ آزادی کا مرکز بھی رہا ہے اور اس نے مسلم لیگ اور کانگریس دونوں کو مذہبی قیادت دی ہے. چنانچہ موجودہ عہد کا کوئی انصاف پسند مؤرخ دار العلوم دیوبند کی تاریخ اور اس کے عوامی اثر کو نظر انداز نہیں کرسکتا.

ذاتی طور پر حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی حیثیت ایک عظیم دینی عالم خوش بیان مقرر اور اچھے مذہبی مفکر اور سینکڑوں کتابوں کے مصنف کی تھی، ان کا

نسبی تعلق حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانئ دارالعلوم دیوبند متوفی ۱۲۹۷ھ سے تھا، جنھوں نے انگریزوں کے خلاف ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں نمایاں حصہ لیا تھا اور شاملی کے جہاد میں بہ نفس نفیس شریک تھے اس کے علاوہ ہندو پنڈتوں اور عیسائیوں پادریوں سے ان کے مناظرے بھی بڑے مشہور ہیں، لیکن ان کی خدمات کا شاہکار دارالعلوم دیوبند جیسے عظیم دینی ادارے کی تاسیس ہے. حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ ان کے حقیقی پوتے تھے، ان کے والد بھی بلند پایہ عالم دین اور سلطنت آصفیہ حیدرآباد کے مفتی رہ چکے ہیں، ان کی وفات ۱۳۴۲ھ میں ہوئی اور حیدرآباد کے خطۂ صالحین میں ہی وہ دفن بھی ہوئے.

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کے اساتذہ میں ریشمی رومال تحریک کے قائد اور جامعہ ملیہ کے بانی شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، نامور محدث علامہ انور شاہ کشمیریؒ، شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ہندوستان کے عظیم مفتی مولانا عزیز الرحمان عثمانیؒ کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے اس کے علاوہ مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بھی ان کو خصوصی فیض حاصل تھا. اور سیاسی خیالات میں بھی ان کے ہی ہم مسلک تھے.

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کو خدا نے بڑے فضل وکمال سے نوازا تھا، ذہانت وذکاوت میں تو بچپن ہی سے طاق تھے، لیکن جس وصف میں اپنے ہم عصر علماء پر ان کو امتیاز حاصل تھا وہ دین کے اصول پر ان کی نظر اور شریعت کے اسرار و حکم کے بیان میں غیر معمولی بصیرت ہے، انہیں لوگوں نے حکیم الاسلام کے لقب سے تاعمر یاد کیا اور یہ حقیقت واقعہ ہے کہ حکمت آفرینی میں ان کا ذہن اپنے دادا حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ متوفی ۱۲۹۷ھ اور شاہ ولی اللہ دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ کے مشابہ تھا ان کی ذہنی ساخت ہی گویا حکیمانہ تھی کسی بات کو شرعی دلائل سے ثابت کرنے میں ان کو بڑا ملکہ حاصل تھا، ان کی تقریر وتحریر دونوں میں یہ رنگ نمایاں نظر آتا ہے“۔

”اسلام اور سائنس“ کے موضوع پر جو تقریر انھوں نے مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

کے یونین ہال میں کی تھی ''فکرِ اسلامی کی تشکیل جدید'' پر جو مقالہ انھوں نے جامعہ ملیہ دہلی کے سمینار کے لئے لکھا تھا اسی طرح قرآن وسنت کے باہمی تعلق پر جو کتاب انھوں نے لکھی تھی یا جو مقالہ قطر کی سیرت وسنت کانفرنس کے لئے قلمبند کیا تھا وہ ان کی مجتہدانہ بصیرت اور قرآن وسنت اور فقہی اصولوں پر غیر معمولی دسترس کا آئینہ دار ہے.

برصغیر کے مسلمان عام طور پر ان کو ایک بلند پایہ عالم دین اور خوش بیان مقرر کی حیثیت سے جانتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ طویل اور مربوط عالمانہ تقریر جس سے عوام وخواص یکساں طور پر مستفید ہوسکیں ان کا بڑا کمال تھا اور اس میدان میں ان کا کوئی ہمسر نہیں نظر آتا. برصغیر کا چپہ چپہ پون صدی تک ان کی آواز سے گونجتا رہا، کسی اجتماع میں ان کا نام ہی اس کی کامیابی کی ضمانت بن گیا تھا، ہند و پاک کے علاوہ افریقہ، لندن اور امریکہ تک ان کے تقریری پروگراموں کا سلسلہ تاعمر جاری رہا لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان کی چھوٹی بڑی تصنیفات کا سلسلہ بھی ۱۲۰ر سے متجاوز ہے.

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کی ذات علم وحکمت کے ساتھ تواضع اور بردباری کا اعلیٰ نمونہ اور انسانیت وشرافت کا پیکر تھی، طبعیت میں بڑی پاکبازی اور مزاج میں اعتدال تھا اسی لئے ہر جماعت میں عزت ووقار کی نظر سے دیکھے جاتے تھے. ان کی مرنجان مرنج طبیعت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے تاعمر انہی لوگوں کی پرورش کی جو ان کے ساتھ سخت بغض رکھتے تھے، دارالعلوم کی سطح میں جب کبھی اُبال آتا اور شورش بڑھتی تو وہ اپنے لوگوں کو بڑی صفائی سے کہتے...... بھائی! اگر صلح و صفائی...... چاہتے ہو تو میں چند منٹ میں کرادیتا ہوں اور اگر جنگ وجدل مطلوب ہو تو یہ بات میری افتادِ طبع کے خلاف ہے. اپنا قائد بدل دو.

❁❁❁

ہندوستان میں مسلمانوں کی دینی تحریک

دارالعلوم دیوبند اور حکیم الاسلامؒ

(از: مولانا محمد اسلام صاحب قاسمی/استاذ حدیث وادب دارالعلوم وقف دیوبند

برصغیر ہند میں جب تک مسلمانوں کی حکومت رہی، ان کے دین وعقائد، عبادت گاہوں اور تہذیب وتمدن کو تحفظ حاصل رہا، مغلوں کے دورِ حکومت میں خاص طور پر اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ کے دور میں دینی علوم، تفسیر وحدیث اور فقہ کو عروج ملا، حکومت کی نگرانی میں بھی علوم دینیہ کے نشر واشاعت کو فروغ ملا، مگر جب مغل دور حکومت کے آخری ایام میں خود حکومتیں متزلزل رہیں اور آپسی اختلافات یا اقتدار کی جنگ میں حکمراں طبقے کے افراد اور حکومت غیر مستحکم ہو گئے اور اتنے بڑے ملک کا نظم و نسق بھی ان کے تسلط سے باہر ہو گیا اور خارجی ریشہ دوانیاں اور سازشیں جڑ پکڑنے لگیں، تب اسلامی علوم وفنون کی حفاظت اور دینی علوم کی نشر و اشاعت حکومت کی سرپرستی سے نکل گئی، بااثر افراد یا اصحاب ثروت مسلمانوں کے طبقے نے علماء دین اور علوم دینیہ کی سرپرستی کا ذمہ سنبھالا، دوسری طرف دہلی میں قرآن وحدیث کی اشاعت حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے خانوادے کی مخلصانہ جدوجہد سے عام ہوئی، اور تعلیم وتدریس کا یہ سلسلہ عرصہ دراز تک جاری رہا۔

پھر جب برصغیر پر برطانوی استعمار کا تسلط ہوا تو محبِّ وطن جانبازوں کے ساتھ علماء دین نے بھی حکومت کے خلاف بغاوت اور آزادیٔ وطن کی جدوجہد میں مکمل حصہ لیا، مگر ان افراد اور جماعتوں کی یہ کوشش ۱۸۵۷ء میں اس حد تک ناکام ہوگئی کہ انگریزوں نے ملک پر اپنی گرفت مضبوط کر لی، لیکن جدوجہد آزادی کے جذبے کو ختم نہ

کرسکی، حالات کو دیکھتے ہوئے استعماری حکمرانوں نے اپنے تہذیب وتمدن، علوم و ادب اور طریقۂ معاشرت کو ہندوستانی عوام اور خاص طور پر مسلمانوں پر مسلط کرنا شروع کردیا، مسلمانوں کو اپنی بقاء کے ساتھ دین کی حفاظت وعلوم دینیہ کی اشاعت کے سارے راستے مسدود نظر آنے لگے۔

اس لئے ان نظریاتی افکار کے خاتمے اور دین وعقائد کی حفاظت کیلئے علماء کی ایک جماعت نے دینی تحریک کا ایک نیا انداز شروع کردیا، یہ تحریک دراصل برصغیر میں مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد بن گئی، اس تحریک کی علامت تھی، پورے ملک میں دینی مدارس کا قیام اس تحریک کے روح رواں وہ افراد تھے، جنھوں نے شاہ عبدالغنی مجددی علیہ الرحمہ سے علم حدیث حاصل کیا تھا۔ اس تحریک کی ظاہری ابتدا ''دیوبند'' کے ایک عربی مدرسہ کی بنیاد سے ہوئی، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنے رفقاء علماء دین کی ایک منتخب جماعت کے ساتھ اس کی بنیاد رکھتے ہوئے یہ باور کرادیا کہ علوم دین، عقائد، تہذیب اور اسلامی شعائر کے بقا اور اس کی اشاعت کے لئے اس طرح کی دینی درسگاہیں انگریزی علوم وتہذیب کا مقابلہ کرنے کی، دوسری طرف عصری علوم سے مزین ہوکر ارباب اقتدار کے شانہ بشانہ چلنے کی تحریک علی گڈھ سے شروع ہوگئی، جس کے میر کارواں سرسید احمد خاںؒ تھے۔

دیوبند کا یہ خالص دینی مدرسہ جو بعد میں دارالعلوم دیوبند کے نام سے معروف ہوا دراصل ایک تحریک تھی، جس کا مقصد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے خانوادے سے جاری فیضان علم کو باقی و جاری رکھنا اور ہندوستانی مسلمانوں کو مغربی تہذیب اور اس کی خرافات سے محفوظ رکھ کر اسلامی، دینی تعلیم سے آراستہ کرنا تھا۔ حضرت نانوتویؒ کی مخلصانہ جدوجہد اور حسنِ نیت وعمل سے ادارے نے ترقی شروع کی اور اپنے مقاصد میں اس طرح کامیاب ہوا کہ پوری دنیا کو ہر شعبۂ حیات کے لئے افراد مہیا کئے مفسر قرآن، محدث، فقیہ، مفتی، مؤرخ، حامل شریعت، مصنف، مؤلف،

صحافی، ادیب اور مبلغ دین کی صورت میں ایک بڑی تعداد نے تحریک دیو بند کا نام ملک و بیرون ملک روشن کیا۔

اس ادارے کے بانیان حضرت نانوتویؒ، مولانا ذوالفقار علی، مولانا فضل الرحمٰنؒ اور حاجی عابد حسین جیسے افراد کی نیت کا خلوص تھا کہ خدا کی توفیق بھی شامل رہی، چنانچہ اس تحریک کو ایسے افراد بھی میسر آئے جن کے نام اسلامی تاریخ میں نمایاں ہیں۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے فیض یافتہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ، مولانا محمود الحسن دیو بندیؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا عبدالحقؒ مفسر تفسیر حقانی، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانی، مفتی عزیز الرحمٰنؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے نام معترف عالم ہیں۔

حضرت نانوتویؒ کا لگایا ہوا یہ پودا ان کے ہی خلف اور جانشین اکابر و حامل علوم و معارف حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے زمانہ اہتمام میں ایک ایسا سایہ دار تناور درخت بن گیا جس کے سائے سے مسلمان مستفید ہوئے اور اس کے ثمر سے پورا عالم فیضیاب ہوا، اس کی شاخیں برصغیر ہند میں اس طرح پھیلیں کہ وہ شاخیں خود ایک تناور درخت بن گئیں۔

حکیم الاسلامؒ حیات و خدمات

۱۳۱۵ھ میں اس نانوتوی خاندان کے علمی و دینی ماحول میں حضرت حکیم الاسلام کی ولادت ہوئی، یہ وہ زمانہ تھا جب دیو بند میں تحریک ریشمی رومال کے سربراہ حضرت مولانا محمود حسن دیو بندی دار العلوم کی تدریس کے ساتھ آزادی وطن کے لئے قیادت کے فرائض انجام دے رہے تھے، ان کی ہی تربیت اور تعلیم کے زیر سایہ حضرت حکیم الاسلام پروان چڑھے حدیث کا علم علامۃ العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ سے حاصل کیا، اور حضرت مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ کے علاوہ خود اپنے والد ماجد مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ سے بھی تعلیم پائی۔

۱۳۴۷ھ میں دارالعلوم سے فراغت حاصل کی اور اعزازی طور پر دارالعلوم میں تدریس سے وابستہ ہوگئے ۱۳۴۳ھ میں نائب مہتمم بنے اور جب دارالعلوم کے نظم ونسق سے پوری طرح واقفیت ہوئی تو ۱۳۴۸ھ میں باتفاق علماء واکابر دیوبند مہتمم بنائے گئے اور اخیر عمر تک اس اہم عہدہ پر فائز رہ کر اہتمام کو ایک نئی جہت دی، دارالعلوم کو ان کی ذات پر بجاطور پر فخر وشرف حاصل رہا.

۶ر شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۷ر جولائی ۱۹۸۳ء کو وفات پائی، ان کی مقبولیت عنداللہ اور شہرت بین الناس کا ایک بین ثبوت یہ بھی تھا کہ ان کے جنازے میں دیوبند جیسے قصبے میں پچاس ہزار افراد شریک ہوئے جس کی ماضی میں کوئی نظیر نہیں ملتی.

ان کی نیابت اہتمام کے دور سے ان کی رحلت تک ساٹھ سال کا ایک طویل عرصہ ہے، جس میں دارالعلوم کی مکمل قیادت اور مسلمانانِ ہند کے اس دینی، تعلیم وتبلیغی مرکز کی تعمیر وترقی کا کام اپنے اس عروج پر پہونچا کہ بجاطور پر پوری دنیا نے دارالعلوم اور اس کے مہتمم کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ایک تاریخی حقیقت بنادیا.

یہ وہ زمانہ تھا جب ابھی ہندوستان پر انگریزوں ہی کی حکومت تھی، آزادی کی تحریک زوروں پر تھی، حکمراں طبقہ ہر اس تنظیم اور ادارے نیز شخصیات کی مقبولیت و مرجعیت ختم کردینے کے درپے تھا، جس سے مخالفت ہوتی یا جس سے اقتدار یا تسلط کو خطرہ ہوسکتا تھا.

دارالعلوم دیوبند کو بجاطور پر مسلمانوں کے دینی وروحانی مرکز کی حیثیت حاصل تھی، اس لئے بارہا یہ کوشش کی گئی کہ اس کے نظم ونسق میں کسی طور پر بھی مداخلت کی صورت بن سکے، خاص طور پر دارالعلوم کو حکومت کی طرف سے مالی امداد وتعاون کی پیش کش کی گئی، مگر بانیٔ دارالعلوم کے الہامی اصولوں پر پابندی اور حضرت مہتمم صاحبؒ کی حکیمانہ قیادت کا اثر تھا کہ اس طرح کے تمام راستے مسدود کردیئے گئے جس سے ادارے کی آزادی یا خودمختاری کو کوئی خطرہ پیش آسکتا تھا.

ہندوستانی مسلمان اپنے تعاون اور مالی امداد سے ادارے کی خدمت کرتے رہے۔ مگر جب وطن کو آزادی ملی اور ملک کے دو حصے ہوگئے اس وقت بھی دارالعلوم کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، بڑے بڑے اصحاب ثروت معاونین پاکستان کوچ کر گئے، دارالعلوم سے وابستہ بہت سے اساتذہ وشیوخ بھی ہندوستان چھوڑ گئے، اس صبر آزما دور اور مشکل حالات میں بھی حضرت حکیم الاسلام نے دارالعلوم دیوبند کے کردار اور خدمت میں کوئی کمی نہ آنے دی، اس کی تعمیر وترقی اور اس کی توسیع کے لئے ہر ہر طرح سے کوشش کی، پھر خدا کا فضل اس طرح شامل رہا کہ دارالعلوم مزید ترقی کرتا گیا۔

اس دوران اندرونی طور پر بعض مواقع پر کچھ خلفشار بھی ہوئے، طلبہ یا اساتذہ کی جانب سے تعلیمی مقاطعوں کی صورت میں اختلافات کی صورت سامنے آئی مگر حضرت حکیم الاسلام نے اپنے حکیمانہ تدبر، مخلصانہ شفقت اور حسن نیت وعمل سے ہر الجھن کا ازالہ فرمایا۔ پھر اس دور میں جب ملک میں جدوجہد آزادی کا عمل جاری تھا اور اس سے ہر طرح کے ادارے متاثر تھے۔

حضرت مہتمم صاحبؒ نے دارالعلوم میں تعلیمی ماحول کو اس طرح محفوظ اور برقرار رکھا کہ اس پر سیاسی مداخلت نہ ہو سکے، تعلیم وتبلیغ اور اشاعت علوم قرآن وحدیث کی خدمت یکسوئی کے ساتھ جاری رہی، انتظامی امور کی نگرانی اور ہر شعبہ کی کارکردگی پر منصفانہ نظر حضرت مہتمم صاحب کا ایک ایسا امتیاز تھا کہ اس میں کسی جانبداری، زیادتی یا کوتاہی کا الزام عائد نہیں ہو سکتا تھا۔

دارالعلوم دیوبند کی تعمیر وترقی اس کی خدمات کا تعارف اور مسلک اکابر دیوبند کی ترجمانی کے لئے حضرت حکیم الاسلام کے اسفار اور تقریری پروگراموں ملک وبیرون ملک میں تبلیغی ودعوتی دورے اس ساٹھ سالہ دورِ اہتمام کی ایک عظیم الشان خصوصیت ہے۔

حضرتؒ جب دیوبند میں ہوتے تو دارالاہتمام میں تمام شعبوں کی کارکردگی پر نظر رکھ کر ان کے توسیعی خدمات کی جدوجہد فرماتے، اور جب دیوبند سے باہر جاتے تو

اس دینی تحریک کے مقصد کی تکمیل فرماتے جس میں صرف تعلیم و تدریس ہی نہیں تبلیغ و دعوت اور اصلاح امت کے اعلیٰ مقاصد بھی شامل تھے.

حضرت کے ملکی و غیر ملکی اسفار ایک ایسا عنوان ہے جس پر تفصیل سے بحث کا مطلب ہے ایک ایسی تاریخ مرتب کرنا جو برصغیر کے علاوہ پورے ایشیاء افریقہ اور یورپ کے مختلف ممالک کے سیکڑوں اسفار تقاریر اور اجتماعات اور مسلمانوں کے دینی حالات پر مشتمل ہو.

حضرت حکیم الاسلامؒ کے یہ دورے اور اجتماعات میں شرکت اور اصلاح امت کی خاطر تقاریر دراصل دارالعلوم کے نصب العین اور مسلک دیوبند کے تعارف، علماء دیوبند کی سرگرمیوں کی اشاعت کے ذریعے تھے، جس سے پوری دنیا میں اس ادارے کا تعارف بھی ہوا اور اسے تعاون بھی ملا، ترقی کے نئے مواقع میسر آئے، جہالت و بدعت کا خاتمہ بھی ہوا.

وہ دینی تحریک جو دارالعلوم دیوبند کے عنوان سے شروع ہوئی اور ''مسلک دیوبند'' سے متعارف ہوئی جس میں احیاء علوم دین کے ساتھ بقائے عقائد اسلامی اور اشاعت علوم قرآنی کے عظیم مقاصد تھے، وہ کسی خاص علاقے ملک یا جماعت تک منحصر نہ تھے، بلکہ یہ تحریک حضرت حکیم الاسلام کی بدولت عالمگیر تحریک بن گئی، اور یہ ادارہ بین الاقوامی دینی قلعے کی حیثیت سے ساری دنیا میں مسلم ہوگیا اور اس کے مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کو اس تحریک کے ایسے قائد کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا، جس کی نظیر ہندوستانی دینی تحریکات کے سلسلے میں کسی کو نصیب نہیں ہوئی، اور اس کی وجہ حضرتؒ کا حسن نیت، اخلاصِ عمل، خداداد علمی صلاحیت، تقریر و تحریر کی نادر مہارت اور ان کی شخصی خوبیاں ہیں.

ان ہمہ جہت خوبیوں اور صلاحیتوں کا اثر تھا کہ برصغیر ہند میں مسلمانوں میں دینی رہنما و قائد کی حیثیت سے ان کی شخصیت سب سے ممتاز اور نمایاں رہی، ان کی زندگی کے آخری بیشتر سالوں میں وہی سب کے مرجع رہے. حلم و تدبر، امت میں اتحاد

کے جذبے مثبت انداز فکر اور انفرادی اسلوب دعوت کی وجہ سے ہر مسلک ہر جماعت میں ان کو سند کا درجہ حاصل رہا، اس وجہ سے مسلم پرسنل لاء بورڈ کی صدارت میں تمام جماعتوں، مسالک اور تنظیموں کے علماء وسربراہان ان کی قیادت سے مطمئن تھے، امت اسلامیہ نے ان پر اعتماد کیا ان کو مرجع بنایا تو حضرت اس اعتماد اور پرکھ پر ہمیشہ کامیابی سے پورے اترے. اور جہاں ان کی شخصیت کو اعتبار ملا وہیں دارالعلوم دیوبند کے وقار اور حیثیت میں اضافہ ہوا، ان کی ذات متعارف ہوئی تو اس دینی تحریک کو مقبولیت ملی.

خلاصہ یہ کہ ان کی ذات کی صورت میں دارالعلوم دیوبند کو تنظیم، دینی تحریک کو سربراہ امت اسلامیہ کو معتمد، مسلک دیوبند کو ترجمان، دین کو مبلغ اور قوم کو ایک کامیاب مصنف اور خطیب ملا، جنھوں نے زائد از نصف صدی ان تمام تر ذمہ داریوں کو اس حسن وخوبی سے انجام دیا کہ ان کے بعد دیوبند کی اس جماعت علماء میں اتحاد بھی برقرار نہ رہ سکا چہ جائیکہ دینی سربراہی کا مقام مزید حیثیت کا حامل ہوتا. اس لئے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کی اس دینی تحریک دارالعلوم دیوبند اور دیوبندی مکتب فکر کی تاریخ ان کی ہمہ جہت شخصیت اور ان کی عالمگیر خدمات کے اعتراف کے بغیر ادھوری رہ جاتی ہے. ہندوستانی مسلمانوں کی اسلامی تاریخ ان کے تذکرے کے بغیر قطعی نامکمل ہے.

وصالِ حکیم الاسلام

ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

شاہد رام نگریؒ/ مدیر ہفت روزہ نقیب پٹنہ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے وصال سے ہماری تاریخ کا ایک روشن باب ختم ہو گیا ہے وہ بانیٔ دارالعلوم حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ کے پوتے تھے، ان کے والد کا نام محمد احمد تھا، ۱۳۱۵ھ میں پیدا ہوئے حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی شاگردی اور سرپرستی میں اسی درسگاہ میں تحصیل علم سے فراغت حاصل کی اور ۱۳۴۵ھ میں دارالعلوم کے اہتمام کی ذمہ داری سنبھال لی اس طرح انھوں نے ۸۸ رسال کی عمر پائی اور اس میں سے ۵۸ رسال مہتمم کی حیثیت سے دارالعلوم کی خدمت میں صرف کئے گویا ان کی پوری زندگی دارالعلوم کے کام آئی، دارالعلوم کی موجودہ ترقی واستحکام اور اس کی بین الاقوامی شہرت وعظمت انھیں کے عہد اہتمام کی رہین منت ہے. قاری صاحبؒ اکابرین دیوبند کے سلسلے کی آخری کڑی اور ان کی شاندار روایات کے وارث ومحافظ تھے، علوم دینیہ کی تعلیم اسلام کی تبلیغ واشاعت اور آزادی فکر اور آزادی عمل کے تحفظ کی جو روایات اکابرین دیوبند نے قائم کی تھیں، قاری صاحب نے سرد وگرم حالات کے باوجود ان پر کبھی آنچ نہ آنے دی ایک ایسی درسگاہ کا انتظام واہتمام کوئی آسان کام نہ تھا، جس کی کوئی مستقل آمدنی نہ ہو اور جس کے اخراجات کا مدار توکل پر ہو، دارالعلوم میں نہ صرف یہ کہ طلباء سے تعلیم کی کوئی فیس نہیں لی جاتی بلکہ بیشتر طلباء کے کھانے اور رہنے کا انتظام بھی مفت کیا جاتا ہے، اکابرین کی بے لوثی اور بے نفسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں اس درس گاہ کے لئے محبت اور عقیدت کا ایسا

جذبہ ڈال دیا کہ اس کو کبھی دوسروں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلانا پڑا.

قاری صاحب کے عقیدت مندوں کا حلقہ نہ صرف ہندوستان بلکہ یورپ امریکہ اور افریقہ تک پھیلا ہوا تھا، لوگوں کے اصرار پر اکثر انھوں نے ان ملکوں کا سفر کیا. اسلامی حکمت پر ان کی ایسی گہری نظر تھی کہ جب کبھی وہ ان موضوعات پر بولتے تو گھنٹوں بولتے رہتے، ایسا معلوم ہوتا کہ علم کا سمندر ہے جو اُبل رہا ہے انداز بیان اتنا شگفتہ کہ طبیعت میں ذرا بھی اکتاہٹ نہ پیدا ہوتی اسی لئے ہر جگہ لوگ ان کو سننے کے لئے مشتاق رہتے تھے.

حکیم الاسلام قاری طیب صاحبؒ اسلاف واکابر کی مکمل تصویر تھے، ان کی وضع قطع شائستگی اور پاکیزگیٔ نفس سے ہم اندازہ کر سکتے تھے کہ ہمارے اسلاف کیسے رہے ہونگے. ان کی زبان سے کبھی کوئی نامناسب یا سخت لفظ کسی نے نہیں سنا ہوگا، کوئی بات گراں گذرتی تو اس سے زیادہ کچھ نہیں کہتے کہ لوگوں کے قلوب میں سلامتی نہیں رہی.

دارالعلوم کا جشن صد سالہ شاید چودہویں صدی ہجری کا سب سے بڑا بین الاقوامی اجتماع تھا، اتنا بڑا اور بے مثال اجتماع جس خیر وخوبی سے انجام پذیر ہوا، اس کی کوئی مثال نہیں ہے. اس کے بعد جو ناخوشگوار حالات ابھر کر سامنے آئے ان سے قطع نظر کرتے ہوئے ان کی عظمت و بزرگی، پاکیزگیٔ نفس اور دارالعلوم کے لئے ان کی خدمات کا سبھی کو اعتراف تھا.

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے. آمین.

حضرت حکیم الاسلام ایک ہمہ جہت شخصیت

(از: مولانا نسیم اختر شاہ قیصر صاحب/استاذ دارالعلوم وقف دیوبند

فنا ہر انسان کا مقدر ہے بلا تخصیص موت ہر چھوٹے بڑے کو اپنے آہنی پنجوں میں جکڑ لیتی ہے یہ ایک اصول اور ضابطہ ہے کہ جس نے اس دنیا میں آنکھ کھولی لازماً اس مرحلہ سے اس کو گذرنا ہوگا اس دنیا کی ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے اگر کوئی چیز باقی رہے گی تو وہ انسان کا عمل، اس کا کردار، اس کی نیکیاں اور اچھائیاں ہوں گی جو اس دنیا میں بھی اس کو زندہ رکھتی ہیں اور آخرت میں بھی اس کو سرخرو کریں گی۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ ان نابغۂ روزگار شخصیات میں سے تھے جو اپنے علم و فضل، کردار و عمل، اور فطری نیکی و شرافت کی وجہ سے ہمیشہ یاد کئے جائیں گے۔ ان کا تعلق بلا شبہ انسانوں کے اس گروہ سے تھا جو صالحین میں شمار کئے جاتے اور جنھیں رب العزت ان خصوصیات و کمالات سے نوازتا ہے جن سے سربلندی اور عظمت و شہرت حاصل ہوتی ہے۔

حضرتؒ نے جس گھر میں آنکھیں کھولیں وہ گھر علم و فضل کی روشنی سے جگمگا رہا تھا، جس ماحول میں آپ پروان چڑھے وہ ان نیک طینت لوگوں کا ماحول تھا جن کی راتیں عبادت الٰہی میں گذرتیں، جن کے دن علوم نبوی کی اشاعت میں صرف ہوتے، جن کی زبانیں ذکر و تلاوت میں مشغول رہتیں، اور جن کے قلوب خوف خداوندی سے لرزتے رہتے، ایک ایسے گھر اور ایسے ماحول میں پرورش پانے والے شخص کو جن امتیازات کا حامل ہونا چاہئے تھا وہ حضرتؒ میں بدرجہ اتم موجود تھے۔

حضرت مہتمم صاحبؒ تعلیم سے فراغت کے بعد اپنی فطری صلاحیتوں کی بناء پر بہت جلد اس مقام پر فائز ہو گئے جس تک پہنچنے کے لئے دوسرے نہ معلوم کتنے سال لگا

دیتے اور زندگی کا کتنا قیمتی حصہ صرف کر دیتے ہیں انھوں نے ایک جانب درس و تدریس کی مسند کو رونق بخشی تو دوسری طرف منصب اہتمام کو آپ سے وقار حاصل ہوا، تحریر کی دنیا میں آپ نے عظمت حاصل کی تو تقریر و خطابت کے اسٹیج سے بھی آپ کو منفرد اور ممتاز مقام حاصل ہوا۔

اپنے حکیمانہ کلام، زور بیان اور عالمانہ انداز خطابت سے پیچیدہ اور الجھے ہوئے مسائل کو اتنا آسان اور سہل بنا کر پیش کیا کہ وہ ایک عام شخص کے ذہن میں بھی اتر گئے، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانیٔ دارالعلوم دیوبند کے حکیمانہ انداز اور عالمانہ طرز استدلال نے حضرتؒ تک پہنچتے پہنچتے ایسی آسان صورت اختیار کرلی کہ حکمت قاسمی کے صرف آپ ہی امین قرار پائے۔

طبقہ علماء میں حضرتؒ کو جو مقبولیت حاصل تھی وہ تو اپنی جگہ ہے ہی لیکن معاصرین میں جو مرتبہ آپ کو حاصل ہوا وہ بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے، پھر معاصرین بھی ایسے جو اپنے اپنے میدان کے شہسوار ہوں ایسے معاصرین کے درمیان انفرادیت حاصل کرنا ایک مشکل کام ہے مگر حضرتؒ اپنے علوم و کمالات اور ہمہ جہت شخصیت کی وجہ سے قابل رشک کامیابی حاصل کرتے چلے گئے ایک عالم دین، مرشد کامل اور باوقار مقرر و خطیب کی حیثیت سے آپ نے چہار دانگ عالم میں عظمت و شہرت کے پرچم لہرائے۔

حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت میں بھی رب العزت نے آپ کو خوب نوازا تھا۔ اخلاق کی بلندی، کردار کی پختگی، معاملات کی صفائی، اکابر کا احترام، چھوٹوں پر شفقت اور ماتحتوں کے ساتھ نرم دلی کچھ ایسے اوصاف تھے، جو آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے، صبر اور ثبات آپ کا خاص وصف تھا، جس کا مظاہرہ عمومی طور پر تو ہوتا ہی رہتا تھا، مگر اپنی زندگی کے آخری چند سال آپ نے جس ذہنی اذیت، کرب اور بے چینی کے گذارے جن نازیبا باتوں کا آپ نے سامنا کیا اور جس طوفان میں آپ گھیرے گئے اس میں آپ کے کردار کا ایک ایک لمحہ ایک سبق اور درس کی حیثیت

رکھتا ہے، مخالفتوں کی یورش میں بھی صبر کا دامن آپ کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا اور اس مرحلہ پر بھی آپ کی زبان سے کوئی ناشائستہ ناپسندیدہ اور نازیبا کلمہ ادا نہیں ہوا.

جنھوں نے آپ کے ہی زیرِ سایہ اور آپ ہی کی شفقتوں کے طفیل اپنی شخصیتوں کو بنایا اور ابھارا تھا، یہ آزمائش ایسی تھی اور یہ امتحان اس قدر سخت تھا کہ چند لمحوں میں آدمی متزلزل ہو جائے مگر حکیم الاسلامؒ نے خاموشی اور صبر کے جس انداز کو اپنے لئے منتخب کیا تھا وہ انداز زندگی کی آخری سانسوں تک آپ کے ساتھ رہا، نہ آپ کی زبان سے شکایت ہوئی نہ آپ کے قلم نے کوئی شکوہ کیا، حضرت تھانویؒ کی تربیت اور خانقاہ اشرفی کا یہ فیض تھا کہ حضرتؒ نے اپنے ہر مقابل کے خلاف خاموشی کو اور ہر الزام کے جواب میں سکوت کو مضبوطی سے اختیار کئے رکھا آپ نے اپنی تحریروں اور تصانیف سے علوم نبویؐ کی اشاعت کی تو تقریروں سے بھی اس سلسلہ کو آگے بڑھایا دارالعلوم آپ کے انتظام و انصرام میں ایشیاء کی ایسی علمی درسگاہ کے روپ میں سامنے آیا کہ ہندوستان کی کوئی دوسری دینی درسگاہ اس درجہ تک نہیں پہنچ سکی، قاسمؒ و محمودؒ کی یہ یادگار، انورؒ و اشرفؒ کا یہ مرکزِ علم دنیا کے ہر گوشے میں متعارف ہوا اور اس کے فضلاء نے اسلام کی وہ بے نظیر خدمات انجام دیں کہ مؤرخ کا قلم ان کو نظر انداز کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا.

آج حضرتؒ کے وصال کو دس سال سے زائد کا عرصہ گذرتا ہے اور وقت اپنی رفتار کے ساتھ ان فاصلوں کو لمبا کرتا چلا جا رہا ہے. مگر حضرتؒ کی عالمانہ شخصیت کا ہر پہلو اس قدر مکمل انداز میں سامنے ہے کہ یہ کہا نہیں جا سکتا کہ ان کو اس دنیا سے گذرے ہوئے اتنا وقت گذر گیا وہ تو آج بھی اپنے مکمل خدوخال کے ساتھ اپنی تصانیف میں زندہ ہیں اور اپنی آخری علمی یادگار وقف دارالعلوم کی صورت میں آپ کا فیضان جاری ہے، آندھیوں اور بلاخیز طوفان میں ان کا لگایا ہوا یہ پودا آج ایک تناور درخت کی صورت میں اپنے وجود کا احساس دلا رہا ہے اور یہی حکیم الاسلامؒ کی برگزیدہ شخصیت کا بے نظیر مظاہرہ ہے.

حکیم الاسلام کی مقبولیت و مظلومیت

(از: مولانا ڈاکٹر عبید اقبال عاصم قاسمی صاحب

روزِ ازل سے ہی دنیا کا نظام کچھ اس طرح چلا آرہا ہے کہ دن کے ساتھ رات، سفید کے ساتھ سیاہ، صبح کے ساتھ شام، اجالے کے ساتھ اندھیرا غرض کہ ہر چیز کے ساتھ اس کی ضد لگی ہوئی ہے جس سے دنیا کی بے ثباتی کا اندازہ ہو جاتا ہے، اسی عالم اضداد میں خیر کے ساتھ شر بھی پوشیدہ ہے، نیکوں کے ساتھ بدوں کا تصور بھی ذہن میں مسلسل رہتا ہے، ہابیل کا تصور آتا تو قابیل بھی اس کے پس منظر میں رہتا ہے، حضرت نوح کا تصور ذہن میں آتا تو ان کے اس بیٹے کا خیال بھی ساتھ لگا رہتا ہے جس نے بری صحبت میں بیٹھ کر اپنے کو ہلاک کر ڈالا۔

حضرت حسینؓ کا قصہ سامنے آتا ہے تو اس کے پیچھے یزید کا وہ کردار بھی سامنے رہتا ہے جس نے اپنی شقاوت و سنگ دلی کا مظاہرہ کر کے خانوادۂ نبوت کو محض اپنی ذاتی اغراض کی خاطر ظلم و ستم کا نشانہ بنایا، لیکن ان سب کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ رات کے اندھیرے کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں، دن کے اجالے کا تصور ہی اس کو کسی حد تک محو کر دیتا ہے اور جب دن اپنی ابتدائی منازل ہی میں ہوتا ہے کہ اندھیرا کافور ہو جاتا ہے، شر کتنے ہی پر پیر کیوں نہ پھیلائے لیکن خیر کا خیال ہی اس کے مقابلے کا حوصلہ دیتا ہے، بھلے ہی یزیدی فوجیں میدان کربلا میں حسینی فوجوں پر اپنی بالادستی قائم کر لیں لیکن حضرت حسینؓ کی شرافت و نجابت اور یزید کی شرارت و خباثت ہمیشہ کے لئے اصول بن گئیں۔

بقول شاعر: ع

قتلِ حسین اصل میں مرگ یزید ہے

اس تمہید کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ماضی قریب میں اس قسم کا ایک معرکہ ہم نے اور ہمارے معاصرین نے دیکھا جس میں دورِ حاضر کے حسین کو ہر طرح کی تکلیف پہنچائی گئی.

یہاں تک کہ ان کے کردار کو مسخ کر کے پیش کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی، لیکن اللہ کے اس نیک بندے نے جس صبر و ثبات کا مظاہرہ کیا وہ مثالی ہے، ان کی ہمت و استقلال میں کسی بھی طرح کی کمی نہیں آئی بلکہ اس میں روزمرہ اضافہ ہی ہوا.

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند (جن کے ساتھ سابق کا اضافہ کرنے کو دل آمادہ نہیں ہوتا) اللہ تعالیٰ کے مقرب ترین بندوں میں تھے اس کا اعتراف صرف انہیں کو نہیں جو حضرتؒ کے مقربین میں سے رہے بلکہ ان کو بھی ہے جنھوں نے مصلحت سیاسی کی خاطر ان کی دل آزاری میں کوئی کسر نہیں اٹھائی، ان کا ساٹھ سالہ دورِ اہتمام ان کی مقبولیت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے جس کا اظہار اس وقت ہوا جب ان کی نحیف سمجھی جانے والی صدا پر اجلاس صد سالہ کے وقت لاکھوں افراد کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر دیوبند جیسی چھوٹی سی جگہ پر جمع ہو گیا.

۱۹۷۲ء میں بمبئی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا. حضرت حکیم الاسلامؒ کے سوا کوئی نام ایسا نظر نہیں آیا جس پر سب کا اتفاق ہو سکتا ان کی حیات تک پرسنل لاء بورڈ کی صدارت ان کا ہی حصہ رہی.

۱۹۷۴ء میں دیوبند گورنمنٹ ڈگری کالج کا سنگ بنیاد رکھا گیا. اس وقت یو. پی. کے گورنر اکبر علی خان دیوبند تشریف لائے تو حضرتؒ کی دعاؤں پر اس تقریب کا اختتام ہوا.

ان کے دورِ اہتمام میں دارالعلوم دیوبند میں غلہ اسکیم کے اجلاس مثالی ہوتے تھے، نہ کوئی پوسٹر نہ کوئی اپیل اس کے باوجود بیس، پچیس ہزار کا مجمع صرف اس وجہ سے جمع ہو جاتا تھا کہ اس کے داعی حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ ہیں.

اجلاس صد سالہ تو ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے، اس سے پہلے اتنا مجمع نہ اس سے

پہلے کبھی کسی عوامی جلسہ میں دیکھنے کو ملا اور نہ ہی شاید آئندہ دیکھنے کو ملے، اس موقع پر ایک عام آدمی سے لے کر اس وقت کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی تک سبھی نے حضرتؒ کی عوامی مقبولیت کا اعتراف کیا۔ لیکن افسوس کہ بعد کے حالات نے کچھ سیاسی مفاد پرستوں کو سیاسی کھیل کھیلنے کا موقع دیا اور حضرتؒ کی شخصیت سے حسد رکھنے والوں کو اس وقت تک چین نصیب نہیں ہوا جب تک کہ انھیں ''عمارتِ دارالعلوم'' سے سازشوں کے تحت جبراً بے دخل نہیں کر دیا۔ اس وقت ان حالات پر روشنی ڈالنے کا موقع نہیں۔

حضرتؒ کا خطیبانہ انداز دوستوں و دشمنوں سب کو متاثر کرتا تھا۔ ان کی تقریروں میں علم کا عنصر غالب رہتا تھا۔ دنیا و آخرت کے کسی بھی موضوع پر انہیں گھنٹوں بولنے کا ملکہ تھا جس سے ان کے علمی تبحر کا پتہ چلتا تھا۔

غالباً ۱۹۷۹ء کی بات ہے مجلس قاسمیہ کی طرف سے حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کو تقریر کے لئے مدعو کیا جانا تھا۔ لیکن عذر یہ مانع ہو رہا تھا کہ حضرت بیمار چل رہے تھے، کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ ایسی حالت میں حضرتؒ کو تقریر کے لئے کہتا۔ گرمی کا زمانہ تھا۔ آم شباب پر تھے، چند ساتھیوں کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت کو بلانے کی ترکیب یہی کارآمد ہو سکتی ہے کہ تقریر کے لئے نہ کہہ کر آموں کی دعوت پر بلایا جائے۔ اگر قبول فرما لیا تو پھر تقریر بھی ہو ہی جائے گی۔

چنانچہ چند ساتھی خدام نے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر انتہائی طالبعلمانہ انداز میں شام کو آموں کی دعوت دی جسے حضرت نے تھوڑے سے عذر کے ساتھ نہایت شفقت سے قبول فرما لیا۔ منصوبے کے مطابق تھوڑی دیر بعد طلباء کا یہی وفد حضرت سے پھر ملا اور یہ عرض کیا کہ حضرت آموں کی دعوت پر آپ تشریف لا رہے ہیں۔ اگر اس موقع پر مجلس قاسمیہ کے سالانہ اجلاس میں طلباء عزیز کو خطاب بھی فرما دیں تو ہماری عزت افزائی ہو جائے۔

حضرت مسکرائے اور فرمایا کہ ''ٹھیک ہے'' شام کو مجلس قاسمیہ کا اجلاس ہوا حضرتؒ

جب خطاب فرمانے لگے تو آپ نے بات آموں کی دعوت سے شروع کی اور فرمایا ''طبیعت میں اضمحلال کے باعث تقریر سے معذرت کر دیتا لیکن ان طلباء نے آموں کا لالچ دیکر تقریر کے لئے پھانس لیا. اس کے بعد آپ نے آم کی قسموں، خصوصیات اس پھل کے اثرات، ان اثرات کے ظاہری ثمرات اور قدرت کی حسین شاہکاری جو آم کی مختلف صورتوں میں ظاہر ہے اتنے عمدہ پیرائے اور دعوتی انداز میں بیان کئے کہ حاضرین تو محظوظ ہوتے ہی منتظمین حیرت زدہ رہ گئے کہ کہاں تو حضرت بیماری کی وجہ سے ضعف اور تکلف محسوس فرما رہے تھے. طلباء کے اصرار پر دعائیہ کلمات کہنے کے لئے تشریف لائے تھے، اور کہاں یہ عالم کہ ڈیڑھ گھنٹے سے زائد تک خطاب فرما رہے ہیں اور چہرے سے تھکن کے آثار تک عیاں نہیں ہیں.

ایک مرتبہ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کی طرف سے منعقدہ ایک جلسہ میں تقریر کے۔ تشریف لے گئے سیرت سے متعلق موضوع تھا. حضرت دو گھنٹہ تک مسلسل بولتے رہے بدرالدین طیب جی وائس چانسلر تھے، آخیر میں فرمانے لگے ''کہ طیب صاحب بہت دیر بولے اور بہت اچھا بولے''

الغرض حضرت حکیم الاسلامؒ اپنی ذات میں ایک انجمن کی حیثیت رکھتے تھے، یقینی طور پر وہ اکابرین دیوبند کی جامعیت کا عملی نمونہ تھے، انھیں اخیر عمر میں سیاسی اغراض سے وابستہ افراد نے جس قدر تکالیف پہونچائیں ان کے اظہار سے کلفت ہی ہوگی.

۱۷ر جولائی ۱۹۸۳ء کا گرم ترین دن تھا. صبح سے ہی گرمی شباب پر تھی، ساڑھے گیارہ بجے جامع مسجد سے حضرت کے وصال کا اعلان ہوا یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی، لوگ جوق در جوق حضرتؒ کے دولت کدہ کی طرف بڑھ گئے، موسم ایک دم خوش گوار ہو گیا، عشاء میں تدفین ہوئی میت کو کاندھا دینے کے لئے خدا کی خلقت امنڈ پڑی. احاطہ مولسری میں نماز جنازہ ادا کی گئی.

دیوبند میں کسی جنازہ میں شریک ہونے والوں کی نہ اتنی بڑی تعداد کسی نے دیکھی

اور نہ کسی نے سنی، حاضرین کی تعداد کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ احاطہ مولسری سے لے کر دیوان تک تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی، یہ ان کی عنداللہ وعندالناس مقبولیت کی علامت تھی، اس گرم ترین دن کی رات جب حضرتؒ کی تدفین ہوئی تو موسم اتنا سرد ہوگیا کہ باشندگانِ دیوبند گرمی کی اس رات کی رضائیاں تاہنوز نہیں بھولے ہیں.

حضرت حکیم الاسلامؒ کی وفات سے آپ کے متوسلین مریدین و معتقدین کو ہی نہیں بلکہ پوری علمی دنیا کو جو صدمہ پہونچا اسے الفاظ میں سمونا کارے دارد والا معاملہ ہے. حقیقت یہ ہے کہ یہ خلا نہ آج تک پُر ہوسکا ہے اور نہ ہی مستقبل قریب میں اس کے پُر ہونے کی کوئی امید نظر آتی ہے. مختصراً شاعر کے الفاظ میں یہی کہا جاسکتا ہے.

شہید عشق جی جاتے ہیں جی سے کیا گذرتے ہیں
خدا یہ موت دے سبکو تو اس مرنے پہ مرتے ہیں

قاری محمد طیب صاحبؒ! چند یادیں

(از: مولانا عزیز الحسن صاحب صدیقی

یہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دار العلوم دیو بند اللہ کو پیارے ہو چکے، اب صرف ان کی یاد رہ گئی ہے، اللہ نے ان کو نصف صدی تک دار العلوم کی خدمت کا موقعہ دیا. یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام تھا، بہت بڑی سعادت تھی، دار العلوم کو دوسرے اداروں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اس کی بات ہی نرالی ہے، آج تو ہر روز مدرسے کھلتے ہیں مگر دار العلوم اس وقت قائم ہوا جب آزاد دینی مدارس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، اس کی بنیادوں کی نشاندہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی، اس لئے اس کو ''الہامی مدرسہ'' کہا جا سکتا ہے.

دیو بند کی ہندوستان ہی میں نہیں پوری دنیا میں وہ حیثیت ہے جو روم میں ویٹیکین سٹی کو حاصل ہے، دار العلوم اور اس کے کھدر پوش اور بوریہ نشین علماء کیا تھے؟ یہ انگریز جانتا تھا، انگریز قوم علم دوست تھی، اس لئے اس نے کبھی دار العلوم کی عظمت سے کھلواڑ نہیں کیا. اور اس کی حیثیت کو ہمیشہ تسلیم کیا.

قاری صاحبؒ نے نصف صدی تک دار العلوم کو جس طرح کلیجے سے لگائے رکھا، اس کی آبیاری کی اس کی بھی ایک تاریخ ہے. اس عرصہ میں انھوں نے دار العلوم کو بہت کچھ دیا. علمی ترقی، عمارتی توسیع، حلقہ منتسبین دار العلوم کا پھیلاؤ، یہ سب انھیں کے عہد میں ہوا. یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ تقریباً یہی زمانہ حضرت شیخ الاسلامؒ کا بھی تھا. قاری صاحبؒ اپنی انتظامی ذمہ داریوں اور طبعی تقاضوں کی وجہ سے تحریک آزادی میں حصہ نہ لے سکے جب کہ شیخ مدنی پوری طرح تحریکات میں حصہ لیتے رہے اس کے باوجود دونوں بزرگوں کا آپسی تعلق برابر قائم رہا یہ وہ چیز ہے جو دوسروں کے یہاں نہیں ملتی.

اب قاری صاحب کی خدمات کے سلسلے موقوف اور تمام رشتے منقطع ہو چکے ہیں، مگر ان کا تذکرہ باقی ہے اور مدتوں انھیں یاد رکھا جائے گا. حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ بانئ دارالعلوم دیوبند کی اولاد ہونے کے ناطے وہ پوری دیوبندی برادری کے چشم و چراغ تھے اور ملک ہی نہیں ملک کے باہر بھی ہمیشہ ان کے ساتھ عزت و احترام کا معاملہ کیا گیا. بلاشبہ ان کا اعزاز و اکرام ایک بڑا عالم دین ہونے کی وجہ سے کیا جاتا تھا، مگر اس میں اس نسبت کو بھی دخل تھا، جو حضرت نانوتویؒ کی اولاد ہونے کی وجہ سے انھیں حاصل تھی. اس اعتبار سے ملک کی بڑی سے بڑی شخصیت ان کا لگا نہیں کھا سکتی.

تقسیم ہند کے بعد قاری صاحب ترکِ سکونت کر کے پاکستان چلے گئے اور جب انھوں نے وہاں علم و علماء کی توقیر میں کمی دیکھی تو ہندوستان آنے کا قصد کیا. ظاہر ہے یہ کام مشکل ہی نہیں ناممکن بھی تھا. شہریت کی تبدیلی کا سوال تھا، مگر حضرت شیخ الاسلامؒ نے وزیر اعظم ہند پنڈت نہرو سے کہا دارالعلوم کے لئے حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ صاحب کی ہندوستان واپسی بے حد ضروری ہے. نہرو جو نے کچھ عذر کیا تو شیخ نے فرمایا: مہتمم تو دارالعلوم کے بہت مل جائیں گے، مگر مولانا نانوتویؒ کی اولاد ہم کہاں سے لائیں پھر دنیا نے دیکھا کہ حضرت قاری صاحبؒ کو دارالعلوم کی مسند اہتمام بھی ملی اور ہندوستان کی شہریت بھی، بر سبیل تذکرہ یہ کہنے میں کیا ہرج ہے کہ پنڈت جی کی ہی یہ خصوصیت تھی کہ علماء کی عزت و توقیر کیا کرتے تھے ان کی اولاد کو یہ سعادت کہاں نصیب؟ آزادی سے ذرا پہلے آل انڈیا کانگریس کا اجلاس مئو ناتھ بھنجن میں ہو رہا تھا، بڑے بڑے قومی رہ نما اس اجلاس میں شریک تھے، پنڈت جی غازی پور ہوتے ہوئے مئو پہنچے اور سب سے پہلے مولانا مدنیؒ کی قیام گاہ (جو جلسہ گاہ کے ایک حصہ میں تھی) پر حاضری دی اور شیخ کے سامنے دیر تک دو زانو بیٹھے رہے.

قاری صاحب کی خدمات نصف صدی پر پھیلی ہوئی ہیں اور اس دور کی تاریخ

انقلابات سے پُر تحریک آزادی نے اسی زمانہ میں زور پکڑا، انقلاب زندہ باد کے نعروں سے ہندوستان گونج رہا تھا، جیلوں کے آہنی دروازے بار بار کھلتے اور بند ہوتے رہے، ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کی جھنکاریں سنائی دیتی رہیں، مکمل آزادی کا ریزولیوشن پاس ہوا، کوٹ انڈیا کا ریزولیوشن پاس ہوا ہندوستانیوں کی زبان پر ایک ہی نعرہ تھا. انگریزو! ہندوستان چھوڑو. ظاہر ہے کہ دیوبند جو تحریک آزادی کا ایک اہم ترین مرکز اور آزادی کے سپاہیوں کی زبردست چھاؤنی تھا کیسے شہر خموشاں بنا رہتا. وہ تو سوتوں کو جگانے والا تھا پھر خود کیسے سوتا رہتا. دیوبند کی بستی جاگی اور خوابیدہ ہندوستان کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگایا. آزادی کی جوت جگائی ظاہر ہے کہ دیوبند کا مدرسہ جب برطانوی حکومت کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے لئے کھڑا ہو گیا تو حکومت اس کو کیسے معاف کر دیتی، اس نے بھی اپنی پوری طاقت اس تحریک کو دبانے کے لئے صرف کردی، مگر علماء دیوبند بدستور اپنے موقف پر قائم رہے. قاری صاحب اگرچہ عملی طور پر تحریک میں شامل نہیں تھے مگر اصولی طور پر ملک کی آزادی کو ضروری اور خود کو آزادی خواہ جماعت کا ایک فرد سمجھتے تھے جیسا کہ ان کے مختلف خطبات سے ظاہر ہوتا ہے. انھوں نے جابہ جا اپنی تقریروں تحریروں میں ان قربانیوں پر فخر کا اظہار کیا ہے اور ان کو دیوبند تحریک کا نتیجہ اور اکابر دیوبند کا کارنامہ قرار دیا ہے، جو استخلاص وطن کے سلسلہ میں علماء دیوبند نے پیش کی تھی، بہر حال علماء و اساتذہ دارالعلوم تعلیمی جدوجہد کے ساتھ ساتھ تحریک آزادی میں بھی سرگرمی کے ساتھ شریک رہے. تحریک بھی چلتی رہی اور دارالعلوم بھی چلتا رہا اور قاری صاحب الگ تھلگ رہ کر دارالعلوم کا نظام چلاتے رہے. حکومت بدلی، نظریات تبدیل ہوئے، سیاسی حالات کچھ سے کچھ ہو گئے، مگر وہ اپنے کام پر لگے رہے. ان کا ایک ہی کام تھا، اور وہ تھا دارالعلوم کی خدمت. ان کا مسلک و مشرب اگر کچھ تھا تو دارالعلوم تھا. ان کا میدان عمل ایک تھا اور وہ تھا دارالعلوم

ان کی اگر کوئی سیاست تھی تو وہ دار العلوم تھی الغرض انکا اوڑھنا بچھونا دار العلوم ہی تھا. وہ جہاں گئے دار العلوم ہمیشہ ان کے ساتھ رہا، وہ کبھی اس سے الگ نہیں رہے گویا کہ ان کی ذات اور دار العلوم لازم وملزوم بن گئے تھے، یا یوں کہہ لیجئے کہ ایک چیز کے دو نام لوگوں نے رکھ لئے تھے.

دنیاوی اداروں میں تو یہ رسم ہے کہ کوئی ذمہ دار جب ریٹائر ہوتا ہے تو اس کا تعلق ادارے سے ختم ہوجاتا ہے مگر دینی اداروں کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے. قاری صاحب اپنی زندگی کے آخری دور میں دار العلوم کی ذمہ داریوں سے جبراً سبکدوش کردیئے گئے، مگر پھر بھی وہ دار العلوم کی فکر سے اپنے ذہن کو فارغ نہ کرسکے، بلاشبہ کسی ادارے کے منتظم اور ایڈمنسٹر کو جتنا سخت ہونا چاہئے وہ اتنے سخت نہیں تھے بلکہ کہا جاسکتا ہے، کہ بالکل سخت نہیں تھے، طبیعت بیحد نرم پائی تھی عفوودرگذر سے ہمیشہ کام لیتے رہے، سب کو جوڑنے کا مزاج رکھتے تھے، سب کو خوش رکھنا چاہتے تھے، تواضع وانکسار خاندانی طریقہ تھا اختلافات سے بچکر نکل جانا خوب جانتے تھے، ایمرجنسی کے زمانے میں خاندانی منصوبہ بندی کے بارے میں جب ان کی رائے معلوم کی گئی تو انھوں نے بالکل وہی انداز اختیار کیا، جو حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ بانیٔ دار العلوم دیوبند نے انگریزوں کے زمانہ میں ایک موقعہ پر اختیار کیا تھا، ایک بار برطانوی حکومت کے سپاہی حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ بانیٔ دار العلوم دیوبند کو گرفتار کرنے کی نیت سے مسجد کے اندر داخل ہوگئے اور مولانا ہی سے پوچھ بیٹھے کی مولانا نانوتویؒ یہاں تھے، مولانا نے برجستہ جواب دیا "ابھی تو یہیں تھے" قصہ یہ تھا کہ جس وقت سپاہی مسجد میں داخل ہورہے تھے، اسی وقت مولانا دو قدم پیچھے ہٹ کر کھڑے ہوگئے تھے، اس حکمت عملی کا مقصد اپنی جان بچانا نہیں تھا، بلکہ انگریزوں کی گرفت سے محفوظ رہ کر اپنے مشن کو جاری رکھنا تھا.

آزادی کے بعد سے لگاتار اس ملک پر کانگریس کا راج چلا آتا ہے، درمیان

میں چند مہینوں کے لئے بھارت کی جنتا نے ''جنتا پارٹی'' کو حکومت کی باگ ڈور تھما دی تھی مگر اس نے نا اہلی کا ثبوت دیا اور خود اپنے پاؤں میں کلہاڑی ماری، جلد ہی اس کے اقتدار کا سورج ڈوب گیا اور پھر کانگریس نے اپنی پوزیشن سنبھال لی. کانگریس وہ جماعت ہے جس پر گاندھی جی کے فلسفہ عدم تشدد کا ہمیشہ غلبہ رہا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ''اہنسا پر مودھرمو'' کا اصول اس ملک میں ہمیشہ تسلیم کیا گیا، مگر اندرا سرکار کے ایمرجنسی پریڈ میں اہنسا کی جگہ ''ہنسا'' اور عدم تشدد کی جگہ تشدد کا راج رہا، زبانوں پر تالے لگا دیئے گئے اظہار رائے کی آزادی چھین لی گئی، جبری نسبندی کا سلسلہ شروع کر دیا گیا، نسبندی کے دوران کتنے ہی مظلوم انسانوں کو جان سے ہاتھ دھونا پڑا، مخالفین کو جیلوں میں ٹھونس دیا گیا اور کہا یہ گیا کہ ملک کو خطرہ درپیش تھا، اس لئے ایمرجنسی نافذ کرنی پڑی حالانکہ ایسا ہرگز نہیں تھا. سچی بات تو یہ تھی کہ الہ آباد ہائیکوٹ کے ایک فیصلہ نے اندرا جی کی حکومت کو متزلزل کر دیا تھا. اس لئے ان کو ایمرجنسی کا سہارا لینا پڑا.

قاری صاحب نے خاندانی منصوبہ بندی کے بارے میں نرم الفاظ میں یہ کہ کر ''احقر نے دارالعلوم کے مفتیان کرام سے بھی درخواست کی ہے، کہ وہ مسئلہ کی جزئیات جمع کر کے اس (فیملی پلاننگ) پر غور فرمالیں'' حکومت کو تھپکیاں دے کر سلا دیا اور وہ دارالعلوم سے کوئی انتقام نہ لے سکی، پنتھ منسٹری کے زمانہ میں محض ایک اشتہار کو بنیاد بنا کر دارالعلوم کی تلاشی لی گئی تو ایمرجنسی میں کیا کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا، شاید اسی لئے قاری صاحب نے نرم رویہ اختیار کیا. یہ بات بھی اپنی جگہ صحیح ہے کہ ہم جیسے جذباتی انسان اس پر مطمئن نہ تھے، مگر آج یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ قاری صاحبؒ جیسے ۸۰ر سال کے معمر اور سرد و گرم چشیدہ بزرگ نے حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے محض دارالعلوم کی خاطر نرم رویہ اختیار کیا اور دارالعلوم کو controversy سے بچا لیا آخر کار وہ دن بھی آ گیا کہ ایمرجنسی کا ہولناک زمانہ ختم ہوا عوام نے اطمینان کا سانس لیا، حکومت کے کل پرزے بکھر گئے پھر جنتا سرکار آئی مگر جلد ہی وہ بھی اپنے کیفر کردار کو پہونچ گئی اور اب پھر

اس ملک پر اندراراج کا پھریرا لہرا رہا ہے. یہ سب ہوتا رہا اور آئندہ بھی سیاسی انقلابات آتے رہیں گے، مگر دارالعلوم اسی طرح چلتا رہے گا. نہ کل اس کے نظریات میں فرق آیا نہ آئندہ آئے گا، افکار و نظریات ٹکراتے ہیں اختلاف بھی ہوتے ہیں، دارالعلوم میں پہلے بھی اختلاف ہوا اور آج بھی ہوا مگر دارالعلوم کی حرکت عمل میں اس سے کوئی فرق نہیں آیا، مبتدعین و مخالفین کو رنج ہوگا، کہ دارالعلوم پھر تازہ دم ہوگیا. اب انہیں مدتوں رونا پڑیگا کیونکہ دارالعلوم کے بارے میں جو آپسی اختلاف تھا ختم ہو چکا ہے. رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ ''ہماری امت کا اختلاف رحمت ہے'' کتنا سچا ہے، کتنا صحیح ہے، اختلاف رائے کی بھٹی سے ''دارالعلوم'' کندن'' بن کے نکل آیا افسوس کہ قاری صاحب عمر نے وفا نہ کی ورنہ وہ بھی ان ترقیات کو جو ادھر چند مہینوں میں ہوئی ہیں دیکھ کر خوش ہوتے، آخر وہ بھی تو دارالعلوم ہی کے بیٹے تھے، اسی کی گود میں کھیلے تھے، اپنے سینہ میں دل رکھتے تھے اور دل بھی ایسا جسمیں دین کا درد تھا، تڑپ تھی، کسک تھی، دل کی کیفیات کون جان سکتا ہے؟ ماحول کے اثرات کبھی کبھی انسانوں کو مجبور کر دیا کرتے ہیں، اور خارجی دباؤ کے تحت کچھ فیصلے ہو جاتے ہیں. وقت بہترین مرہم ہے، ماحول کی تلخیاں کم ہو رہی ہیں تاریخ کا عمل جاری ہے اور کچھ ہی دنوں کے بعد کانوں میں یہ بات سنائی دے گی کہ قاری صاحب کا دور بہترین دور تھا. بڑا کام ہوا اس دور میں ہائے وہ صورتیں کہاں چھپ گئیں، کیسے لوگ تھے جو ایسے ایسے کام کر گئے احسان دانش کا قول '' کیسے تھے وہ لوگ جو تبے تو وہاں (دارالعلوم کی عمارات کی طرف اشارہ کر کے) بنا گئے اور خود یہاں (قبرستان قاسمی میں) پڑے ہوئے ہیں'' بار بار یاد آئیگا. آٹھ آٹھ آنسو رلائے گا.

قاری صاحب سے اس دنیائے آب و گل میں ملاقات ممکن نہیں رہی نہ ان کی زبان سے اب کچھ سنا جا سکتا ہے مگر یہ شعر سن لینے میں کیا حرج ہے. ہوسکتا ہے اس میں ان کی کچھ ترجمانی ہو جائے.

جان کر منجملہ خاصان میخانہ مجھے ❁ مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

اگر قاری صاحب زندہ ہوتے اور مجھے مل جاتے تو میں ان سے کہتا کہ آپ دیوبند کے لئے دیوبند چھوڑیئے کسی نئے ''بن باس'' کے لئے نہیں بلکہ دیوبندی مکتب فکر کی بقاء کے لئے ملک کے طول وعرض میں آپ کے اور دارالعلوم کے ماننے والے لاکھوں نہیں کروڑوں لوگ بستے ہیں. آسام ہو یا گجرات، مہاراشٹر ہو یا مدھیہ پردیش، یوپی ہو یا بنگال ہندوستان کے ہر صوبہ میں اور ہر ضلع میں دیوبند کے پڑھے ہوئے علماء موجود ہیں. گاؤں گاؤں ہمارے مدرسے ہیں. ان سب مدرسوں کا سلسلہ نسب دارالعلوم سے جا ملتا ہے. آپ ان کو جا کر دیکھئے، پہلے آپ سہارنپور جایئے جہاں آپ کے اسلاف کی نشانی مظاہر علوم موجود ہے اور یہ وہ مدرسہ ہے جو دیوبند کے بعد ہندوستان میں سب سے پہلا مدرسہ ہے جو دیوبند کی طرز پر قائم ہوا، پھر مراد آباد جا کر شاہی مدرسہ کو دیکھئے اور وہاں بھی ''پیام قاسمی'' سنایئے، اسی طرح آپ پورے ملک کا دورہ کیجئے، مدرسوں کی کھیتی آج پیاسی ہے اس کو سوکھنے سے بچانا ضروری ہے. مدرسوں کی طرف نگاہیں اٹھ رہی ہیں، ان کو بہلا پھسلا کر ''گرانٹ ان ریڈ'' کی طلائی زنجیروں میں جکڑا جا چکا ہے، جنھوں نے اس کا مزہ نہیں چکھا ہے وہ اس ''نارن'' کے خوبصورت پھل کو نارنگی سمجھ کر کھا لینے کے لئے بیتاب نظر آ رہے ہیں آپ ان کے سر پر ہاتھ کیوں نہیں رکھتے اور ان سے کیوں نہیں کہتے کہ دارالعلوم نے کبھی سرکاری امداد پر بھروسہ نہیں کیا. بہوگنا جیسے صاف دماغ اور علماء کا احترام کرنے والے وزیر اعلیٰ نے دارالعلوم کو تعلیمی بجٹ سے ڈیڑھ لاکھ کی امداد دینے کا فیصلہ کیا تو ہم نے شکریہ کے ساتھ لوٹا دیا، اور یہی جواب دیا کہ یہ ہمارے اسلاف کے طریقہ کے خلاف ہے پھر اے مدرسے چلانے والو تم کیوں سرکاری پیسوں پر للچائی ہوئی نگاہ ڈالتے ہو.

افسوس صد افسوس کہ اب قاری صاحب ہمارے بیچ کبھی نہیں آئیں گے اس لئے ان کو مخاطب کرنے کے بجائے ہمیں اپنے ضمیر سے خطاب کرنا چاہئے، اپنا احتساب خود کرنا چاہئے اور ماضی کی یاد سے اپنے قلب ودماغ کو بوجھل کرنے کے

بجائے مستقبل کی فکر کرنا چاہئے۔

دار العلوم کی طرز پر چلنے والے مدرسوں کا ایک وفاقی نظام بننا چاہئے، ایک ایسی کتاب شائع ہونی چاہئے، جس میں ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہزاروں مدارس کے مختصر حالات درج ہوں. دار العلوم کی جانب سے ہر سال ان مدارس کے منتظمین کا ایک اجتماع بلانا چاہئے، ایک دوسرے کو سمجھنے کی ضرورت ہے، قریب آنے اور مل بیٹھنے کا وقت ہے دار العلوم کے مسلک کی ترویج کے لئے ہر صوبہ کے صدر مقام پر دار العلوم کانفرنس کے نام سے بڑے بڑے اجتماعات کئے جائیں.

راقم سطور کو قاری صاحبؒ کے قریب رہنے کا موقعہ نہیں ملا لیکن چند واقعات اس کے سامنے ایسے ضرور گذرے ہیں اور کچھ باتیں کانوں میں پڑی ہیں. جن سے ان کے مزاج وطبیعت کو سمجھنے میں مدد ملی بس ان ہی کے تذکرہ پر یہ مضمون ختم ہو رہا ہے.

ایک واقعہ مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ اکثر یاد آتا ہے ۴۲ء کی بات ہے مدرسہ دینیہ کا سالانہ جلسہ ہو رہا تھا، شیخ الاسلام مولانا عبدالحق مدنی اور بہت سے بزرگ شریک جلسہ تھے. حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ بھی تشریف لائے ہوئے تھے، ان کو ہمارے مکان کے ایک ایسے کمرہ میں ٹھہرایا گیا جو باہر پڑتا تھا اور جلسہ کے انتظامات کے سلسلہ میں جلسہ سے قبل دفتر کے طور پر استعمال ہو رہا تھا. قاری صاحب کے اس کمرہ میں ٹھہرائے جانے کا علم خادم کو نہ تھا. میں نے جب دیکھا کہ کمرہ بند ہے تو زور زور سے دروازہ پیٹنے لگا کیا دیکھتا ہوں کہ اندر سے ایک بزرگ نے دروازہ کھولا اور سامنے کھڑے ہو گئے، میں چپکے سے وہاں سے کھسک آیا اور کسی سے پوچھا کہ کون بزرگ کمرہ میں آرام فرما ہیں. معلوم ہوا کہ قاری صاحبؒ ہیں. مجھے اپنی حماقت پر افسوس ہوا اور کئی دن تک شرمندگی کا احساس رہا کہ میری حرکت سے ایک بزرگ کو تکلیف پہنچی. اصل بات جو کہنی تھی وہ رہی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ دروازہ کھلنے کے بعد جو شخصیت میرے سامنے آئی وہ عجیب تھی، میری حرکت پر احتجاج یا تنبیہ کا کوئی

کلمہ اس کی زبان پر نہیں تھا. بس اتنا دیکھا کہ دروازہ کھلا اور پھر فوراً ہی بند ہو گیا. تحمل اور بربادی کے علاوہ اور کوئی لفظ موزوں ہو سکتا ہو تو بتایئے.

تمرینی جماعت

ایک بار قاری صاحب مسجد عبدالنبی میں تشریف لائے، وحید الدین خاں صاحب جو ہفت روزہ الجمعیۃ سے وابستہ تھے، انھوں نے قاری صاحب کے سامنے تبلیغی جماعت کا ذکر چھیڑ دیا. قاری صاحبؒ نے ارشاد فرمایا ''تبلیغ کا حق صحیح معنوں میں جمعیۃ علماء کو پہنچتا ہے. تبلیغی جماعت تو فنی تمرینی جماعت ہے''

پوچھومت کئے جاوٴ

ایک بار قاری صاحبؒ مدرسہ دینیہ کے جلسہ میں شرکت کے لئے غازی پور تشریف لائے، شہر کے ایک دیندار بزرگ نے اپنے یہاں قاری صاحبؒ کو شام کی چائے پر مدعو کیا، وہاں ایک صاحب نے قاری صاحبؒ سے سوال کر دیا کہ مسلمانوں کا کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کرنا اور حکومت سے قرض لیکر اقتصادی توانائی حاصل کرنا کیسا ہے. حضرت قاری صاحبؒ نے فرمایا ''پوچھومت کئے جاوٴ'' غالباً قاری صاحبؒ کے ذہن میں یہی نکتہ رہا ہوگا کہ حکومت آج زبردستی ملازمین کا بیمہ کرا رہی ہے اور طرح طرح سے پابند کر رہی ہے پھر مسلمانوں کو ملازمتیں بھی نہیں مل رہی ہیں، ایسی صورت میں مسلمانوں کو کاروباری ترقی کے مواقع سے محروم کر دینا مناسب نہیں ہوگا. مولانا محمد میاںؒ نے بھی یہی لکھا ہے کہ بینک سے قرض لینا تقویٰ کے خلاف ہے مگر موجودہ نظام میں کون کہہ سکتا ہے کہ ہم محفوظ ہیں.

پورا معاشی ڈھانچہ بینکنگ کی زد میں ہے، کھاد، بیج، آلات زراعت کی سرکاری طور خرید و فروخت اور درآمد وغیرہ سب کی بنیاد ایک ہے. قاری صاحبؒ کا یہ مختصر سا فقرہ بتلاتا ہے کہ وہ ملک کے حالات اور مسلمانوں کے اقتصادی پوزیشن پر گہری نظر رکھتے تھے اور نپی تلی بات کہنے کے عادی تھے.

شکریہ یا شکوہ

مدتوں کی کوششوں کے بعد قاری صاحبؒ مدرسہ دینیہ کی دعوت پر غازیپور تشریف لائے کارکنوں نے وعدہ کیا تھا کہ قاری صاحبؒ کو طویل تقریر کی زحمت نہیں دیں گے صرف ایک مجمع عام میں سپاسنامہ پیش کرنے کی اسکیم تھی، حضرت قاری صاحبؒ جلسہ گاہ میں تشریف لائے عربی اور اردو میں سپاسنامہ پڑھا گیا اس کے بعد موصوف نے بیٹھے ہی بیٹھے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ سپاسناموں پر شکریہ ادا کروں یا شکوہ اور اس مضمون کو اتنی تفصیل سے بیان کیا کہ حاضرین کو اور خود قاری صاحبؒ کو پتہ ہی نہیں چلا کہ کتنا وقت گذر گیا۔ ڈیڑھ گھنٹہ تک شکریہ اور شکوہ پر بولتے رہے اور جب تقریر ختم ہوئی تو محسوس یہ کیا گیا کہ علم کا ایک دریا اچانک بہتے بہتے تھم گیا ہے۔

❁❁❁

حکیم الاسلام کے علم وفضل کو خراجِ عقیدت

از: مولانا عبدالقدوس حماد قاسمی صاحب

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ ظاہری طور پر عالم اسباب سے ۶ رشوال ۱۴۰۲ھ کو عالم برزخ کی جانب منتقل ہو گئے، لیکن آپ کی حیات طیبہ کا اثاثہ اور باقیات صالحات کا جو سرمایہ ہے وہ انشاء اللہ بطور صدقہ جاریہ قائم و دائم رہ کر آپ کی روح گرامی کو نفع دیتا رہے گا۔ آپ کے دینی لٹریچر مختلف اسلامی ادارے اور علمی سلسلے سے امت مسلمہ مستفیض ہوتی رہے گی۔

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم واستاذ اور اس کی دینی تحریک و دعوت کے سربراہ کے منصب پر سرفراز ہو کر آپ نے اسلامی تاریخ و ثقافت کے اقدار و قیم کی مبسوط اور حکیمانہ ترجمانی کی اور اسلام کے بین الاقوامی نظام اور آفاقی طرز حیات کی تفہیم و تشریح کے فرائض کو سرانجام دیا۔

نسبی خصوصیت شرافت ونجابت کا اصل معیار تو علم وتقویٰ ہے جس کے اندر علم ودین کا جس قدر کامل رسوخ ہوگا اسی قدر خشیت الٰہی کا رنگ غالب ہوگا۔ یہ صفت وخصوصیت حضرت مرحوم کے اندر بدرجہ کمال موجود تھی، ارشاد قرآنی ہے۔

قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون. یعنی اے نبیؐ آپ اعلان کر دیجئے کہ کیا عالم اور غیر عالم برابر ہیں۔ آیت مذکورہ میں علم سے مراد علم دین ہے کیوں کہ اس کی تفسیر دوسری آیت یوں کر رہی ہے **یعلمون ظاهرا من الحیٰوۃ الدنیا وهم عن الاخرة غافلون.** یعنی دنیا کا ظاہر تو جانتے ہیں مگر زندگی کے مغز و روح سے بیخبر ہیں۔ تو دنیا کے علم کو علم نہیں کہا جا سکتا پھر ظاہری علم کے باوجود خدا نے **لایعلمون** کہہ کر بتلا دیا کہ اللہ کی نظر میں علم کا مفہوم متعین ہے کہ دین ہی کی حقیقت کا

علم اللہ کی نظر میں علم ہے.

حضرت مرحوم کے اندر علم دین کے رسوخ کی جو کیفیت تھی وہ مقام کے درجہ تک پہنچ چکی تھی، جسے احسان کہتے ہیں. یہی فضیلت کیا کم ہے اگر اسکے ساتھ نسبی عزت و کرامت بھی حاصل ہو جائے تو سبحان اللہ سونے پر سہاگہ ہے. چنانچہ آپ کریم ابن کریم ابن کریم کے طغرائے امتیاز کے حامل تھے، یعنی بقیۃ السلف حضرت مولانا الحافظ محمد احمدؒ کے فرزند گرامی تھے، جنھوں نے چالیس برس تک دارالعلوم دیوبند کے منصب اہتمام پر فائز ہو کر دین وملت کی خدمت سرانجام دی ہے اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانیٔ دارالعلوم دیوبند کے نبیرہ تھے، جو دارالعلوم کے بانی اور اس کے نظام تعلیم وتربیت اور اصول ہشتگانہ کے مؤسس تھے. اور ملی اتحاد و یک جہتی اور اسلامی اجتماعیت وتنظیم کی تشکیل اور شرعی نظام کی تنفیذ اور حریت وطن کے نصب العین کی حامل تحریک جہاد کے روح رواں تھے. ۱۸۵۷ھ کے جہاد آزادی کے میر کارواں آپ ہی تھے، اس نسبی خصوصیت سے آپ کے تعارف میں چار چاند لگ گیا. یوں آپ کی بلند پایہ علمی روحانی شخصیت تعارف وتعریف سے بے نیاز ہے دنیا کے گوشہ گوشہ میں آپ کی دینی قیادت اور علمی سیادت کے کارناموں کا چرچا ہے.

اکابر دارالعلوم کے رنگوں کی جامعیت

حضرت مرحوم کے شمائل و خصائص کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ آپ کی ذات گرامی اکابر دارالعلوم کے تمام متوارث ذوق اور جملہ رنگوں کی جامع تھی، یہ صفت اسلاف میں کمیاب اور اخلاف میں نایاب ہے. بقیۃ السلف مولانا الحافظ محمد احمد صاحبؒ کے واسطہ سے آپ کے اندر حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانیٔ دارالعلوم دیوبند کی فکر وحکمت اور بالواسطہ سے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ، فقیہ الاسلام حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی دعوت وارشاد کا رنگ غالب تھا. یعنی حضرت گنگوہی نے سنت وبدعت کے درمیان جو حد فاصل کھینچ کر ان کے امتیازات

کو نمایاں کیا ہے ان کی تشریح وتوضیح آپ نے حضرت نانوتوی کی فکر وحکمت کے اصول پر فرمائی اور اس دین حنیف کی دعوت اس کی اصل فطرت کے مطابق دی جو قرون اولیٰ یعنی عہد نبوت وزمانہ خلافت راشدہ اور قرن صحابہ وتابعین سے تاریخی تواتر اور صحیح سندوں کے ساتھ اخذ وانتقال کے مراحل طے کرتا چلا آرہا ہے تجدیدات واصلاحات کے فرائض کو امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے انجام دیا اور ان تجدیدات واصلاحات کو علمی تحقیقی اور فنی اعتبار سے امام انقلاب حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے مرتب ومنتظم کیا اور ان کی تالیف وتدوین میں بے حد دماغ سوزی کی، چنانچہ اسلامی نظام کی تنقید کے سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ کا لٹریچر مشعل راہ بن سکتا ہے. جس نے اسلامی تاریخ وثقافت اور نظام خیر القرآن کی تفصیلات و حقائق کو مدلل اور مستند طریقہ سے واضح کیا ہے یہی مدلل اور مستند طریقہ فکر ولی اللٰہی ہے جس کے ترجمان حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ تھے، یہی ترجمانی جملہ اکابر دار العلوم کا شعار تھا، جس کے رنگ وانداز الگ تھے، اور حضرت تمام رنگوں کے جامع تھے، شیخ الہند مولانا محمود حسن کے مرید باصفا اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ ارشد تھے، اسی طرح آپ حضرت مولانا الحافظ محمد احمدؒ کے بھی خلیفہ تھے، جو قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خلیفہ ارشد تھے، پس آپ کی خلافت دو آتشہ تھی، ایک میں بالواسطہ حضرت امام الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی نسبت خاصہ اور معرفت کاملہ منتقل ہوئی اور دوسری خلافت بالواسطہ حضرت قطب الارشاد مولانا گنگوہیؒ کے مقام احسان واستقامت سے مستنیر تھی.

علوم وتحقیقات میں امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے تلمیذ رشید اور درسیات میں امام المنطق والحدیث حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ کے مایہ ناز شاگرد تھے، دار العلوم کے نظم ونسق اور اہتمام کی ذمہ داریوں میں فخر الاسلام حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ کی تربیت وسرپرستی اور رہنمائی حاصل تھی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ

کے والد نے چالیس برس تک اہتمام کی خدمت انجام دی، تو آپ نے تقریباً چھپن برس تک مسلسل اپنے فرائض منصبی کو انجام دیا۔ اور تقریر و خطابت میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی رہنمائی کا شرف حاصل تھا، اکابر دارالعلوم میں حضرت علامہ عثمانی کے طرز و انداز میں آپ ہی کو خطابت و تقریر کا شرف حاصل تھا اور یہ طرز و انداز بالکل منفرد اور مجتہدانہ تھا، سامعین پر سکوت طاری ہو جاتا اور قلوب کے اندر سمع و طاعت کا جذبہ بیدار ہوتا کٹر سے کٹر مخالفین اور اکابر دارالعلوم کے اعداء و منکرین بھی آپ کے خطاب سے محظوظ ہوتے۔ آپ کے خطاب میں شیخ جیلانیؒ کے ناصحانہ وقار اور ابن جوزی کے خطیبانہ کردار کی جواہر ریزی ہوتی اور مجدد سرہندی کی تجدید و اصلاح اور ان کی دعوت و عزیمت کی چاشنی ہوتی اور شاہ ولی اللہ کے افکار و اقدار کی روشنی ہوتی۔

آپ کے اندر سب سے بڑا وصف تواضع و انکسار تھا جو حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کی رفاقت صادقہ کے اثرات تھے اکابر کا احترام اور اصاغر سے محبت اور ان کی حوصلہ افزائی پر آپ کا خصوصی رنگ تھا۔

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کا فرمان

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ صدر المدرسین و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، حضرت حکیم الاسلامؒ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

"مت گھبرائیے اور صبر و استقلال اور عالی ہمتی اور خوش دلی کے ساتھ اس باغ محمدی علیہ السلام کو سرسبز و شاداب کیجئے۔ فیوض قاسمیہ کو چار دانگ عالم میں منتشر کیجئے۔ زمانے کی تیز و تند ہوائیں چلیں گی، سمندروں کی موجیں تھپیڑے ماریں گی۔ خواہشات کے زلزلے آئینگے، اصحاب واغراض جھڑ جھڑائیں گے مگر آپ کو ہمالیہ بننا چاہئے، پرواہ مت کیجئے اور سعی پیہم میں مردانہ وار گامزنی کرتے رہئے حضرت قاسم قدس سرہ العزیز نے اگر لوگوں کی چلمیں بھر بھر کر اور پاؤں دبا دبا کر ان کو راہ پر لانے کا شیوہ اختیار کیا تو ان کے اخلاف صدق کو اس میں عار نہ آنا چاہئے اور نہ

گھبرانہ چاہئے اور ہمت بلند رہنی چاہئے، ہم ناکارے بدنام کنندۂ نکونامان آپ کے ساتھ ہیں"۔ (ازمکتوب شیخ الاسلام جلد دوم)

متذکرہ بالا فرمان گرامی کے ایک ایک جملہ پر غور وفکر کیجئے حضرت شیخ الاسلام نے حضرت حکیم الاسلام پر کیسے گہرے اعتماد کا اظہار کیا ہے اور اپنی فہم وفراست سے کتنا گہرا اور مبصرانہ تجزیہ کر کے صحیح صورت حال کا عکس سامنے کر دیا ہے، واقعی حضرت حکیم الاسلام نے فیوض قاسمیہ کو چار دانگ عالم میں فروغ دیا اور اپنی خداداد صلاحیت و استعداد سے تحریک دارالعلوم کو بین الاقوامی پیمانے پر مقبول کیا. یہ عظیم کارنامہ خالص الہامی ہے، کسی تنظیم اور سوسائٹی کے بس سے باہر ہے، کیوں کہ حکیم الاسلام خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشان تھے، تمام اکابر کی دعاؤں کا ثمرہ تھے، تمام اکابر اپنی باطنی توجہات سے حضرت حکیم الاسلام کی تقویت وتائید اور نصرت کا سامان مہیا کرتے تھے.

تقسیم ہند کے فوراً بعد پاکستان چلے گئے حضرت شیخ الاسلام بے چین ہو گئے بڑے تاثر سے یوں فرماتے تھے کہ ہم یتیم ہو گئے، دارالعلوم آپ کے بغیر سونا ہو گیا. سعی تمام کے بعد جب حضرت حکیم الاسلامؒ واپس تشریف لائے تو دارالحدیث میں خیر مقدمی جلسہ ہوا حضرت شیخ الاسلام نے حضرت حکیم الاسلامؒ کے محاسن مناقب بیان فرمائے اور آپ کی آمد پر اللہ کا شکر ادا کیا.

حضرت شیخ الاسلام دور اندیشی اور فراست قلبیہ کی داد دیجئے وہ خوب سمجھ رہے تھے کہ آزادی وطن کے بعد دارالعلوم کی تقدیر حضرت حکیم الاسلامؒ کے باوقار ہاتھ میں ہے، چنانچہ حضرت حکیم الاسلامؒ کے عہد گرامی میں تحریک دارالعلوم نے جس فلک پیما ترقی کا امتیاز حاصل کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، برصغیر ہند و پاک سے نکل کر عرب وعجم اور اقصائے عالم تک دارالعلوم کا آوازہ پہنچا جس کی قوت تسخیر نے پوری دنیا کو متاثر کیا اس کی انقلابی حیثیت اور اس کے آہنی کردار کو علوم وخواص نے تسلیم کیا علمی و دینی لحاظ سے اس نے اعتماد و استناد کا درجہ حاصل کیا ہے اور اس کا

علمی دائرہ غیر معمولی طریقہ پر وسعت پذیر ہوگیا اور یہ پھیلاؤ اور ہمہ جہتی فروغ دراصل اکابر دارالعلوم کی دعائے نیم شبی اور آہ سحر گاہی کا ثمرہ اور اکابر دارالعلوم کے رنگوں کی جامع ترین ذات حکیم الاسلامؒ کی حکیمانہ ادارت اور حکمت عملی اور آپ کی پرکشش اور جاذب توجہ شخصیت کا فیضان ہے. آج دیوبند سے امریکہ کے طویل فاصلوں تک اور افریقہ، ایشیاء اور یورپ کے دور دراز ملکوں تک دارالعلوم کو اگر جاننے والے ملتے ہیں تو یہ حکیم الاسلامؒ کے طویل و مسلسل علمی اور تبلیغی دوروں اور اسفار ہی کا نتیجہ ہے جہاں بھی آپ گئے دارالعلوم کا تعارف اس کے نصب العین، مشرب اور اس کے تاریخی کردار اور مسلک کا اظہار اور اس کے اکابر و مشائخ کا تذکرہ ایسے دل آویز اور سحر آگیں لب ولہجہ میں فرمایا کہ دارالعلوم کی حقیقی تصویر لوگوں کے سامنے آگئی اور قلوب میں دارالعلوم کے احترام واعتماد اور عزت ووقار کے نقوش ثبت ہوگئے.

حضرت حکیم الاسلام فرمایا کرتے تھے کہ میں جہاں جاتا ہوں دارالعلوم میرے ساتھ ہوتا ہے جس کی آسان تعبیر یہ ہے کہ حضرت حکیم الاسلام اپنی ذات میں ایک چلتا پھرتا دارالعلوم ہیں دیکھنے والے حضرت کے جمال باطنی اور حسن ظاہری میں دارالعلوم ہی کا مشاہدہ کرتے ہیں، دارالعلوم عمارت و مکان کا نام نہیں ہے بلکہ خصوصی طرز فکر کا نام ہے دینی تعلیم و تربیت کے خصوصی نظام کا نام ہے تاکہ اسلام اپنی حقیقی شکل وصورت کے ساتھ غالب ہو اور ہر قسم کی تحریف تاویل اور خرافات سے پاک وصاف ہو جس اسلام کو صحابہ کرام نے پیش کیا اس کے تحفظ کا نام دارالعلوم ہے.

حضرت حکیم الاسلام اسلاف کی آخری نشانی

حضرت حکیم الاسلامؒ کی تعلیم و تربیت اور ذہنی وفکری نشو ونما ایسی مقدس ہستیوں کے زیر سایہ ہوئیں جو اخیار امت اور شریعت وطریقت کے حقیقۃً جامع اور سلف

صالحین کے سچے پیرو تھے اور علم وعمل میں اصول صحابہ کے پابند تھے، زہد وتقویٰ اور اتباع احکام میں ان کے قدم بقدم تھے اسی بابرکت صحبت وتربیت کا اثر تھا کہ حضرت حکیم الاسلام کی مقدس ہستی تواضع وانکساری کی پیکر تھی اور اخلاق حسنہ علوم الٰہیہ کی خزینہ تھی، مصائب پر صبر وسماحت اور انعامات پر شکر وامتنان کا جذبہ آپ کی فطرت میں داخل تھا اور آپ کے اندر فکر وعقیدہ اور اسلامیت کی روح پورے طور پر حلول کرگئی تھی اور ایمان وعمل میں کیفیت احسان درجہ مقام تک پہونچ گئی جو سلوک ومعرفت کا آخری مقام ہے. یہی وجہ ہے کہ آپ اسلاف کی آخری نشانی تھے اور اسلاف کے علوم ومعارف کے امین تھے.

حضرت حکیم الاسلام کی جبین سعادت عہد طالب علمی ہی سے چمک دمک رہی تھی اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا ایک قلمی تبرک بطور شہادت کے شریک مضمون کردیا جائے، جس میں خاندان قاسمی کا مختصر تذکرہ بھی ہے، اور حضرت حکیم الاسلام کے متعلق شہادت بھی مل جائے گی کہ وہ صغرسنی ہی میں علم وفضل کی سندیں حاصل کرچکے تھے.

جس کا منظر یہ ہے کہ بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد احمدؒ کی اولاد باحیات نہ ہونے سے اکابر دارالعلوم کو بڑی فکر دامنگیر ہوگئی تھی کہ نسل قاسمی منقطع نہ ہوجائے لیکن الہامی طور پر حضرت شیخ الہند نے ایک مستجاب الدعوات بزرگ سے دعا کرانے کے لئے نمائندہ ارسال فرمایا تھا اسی طرح حضرت حکیم الاسلام کی کوئی نرینہ اولاد ابھی نہیں ہوئی تھی آپ کی صرف دو لڑکیاں تھیں، اکابر دارالعلوم کی دیرینہ خواہش تھی کہ حضرت حکیم الاسلام کو بھی فرزند پیدا ہو، چنانچہ حضرت الاستاذ مولانا محمد سالم صاحب مدظلہٗ العالی کی پیدائش ہوئی تو اکابر دارالعلوم کے حلقہ میں زبردست خوشی محسوس کی گئی اور ہدیہ تبریک پیش کرنے کے لئے ایک وفد حضرت مولانا محمد احمدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا جسے القاسم میں حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ نے مژدہ جانفزا کے عنوان سے تحریر

فرمایا جواب ایک یادگار ہوگئی جو مندرجہ ذیل پیش ہے:

مژدۂ جانفزا! ہندوستان میں اہل سنت والجماعت کا بڑا طبقہ جس کو صحیح معنی میں شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیہ کا حامی اور ہادی کہا جا سکتا ہے، دیو بندی جماعت ہے اس جماعت کے قائد رئیس الاتقیاء حجۃ الاسلام حضرت مولانا الحاج المولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ بانیٔ دار العلوم دیو بند تھے. اس فقیرانہ زندگی بسر کرنے والے نے اگر ایک طرف جنید وشبلی (ادخلہما فی رحمۃ الواسعہ) کے تصوف کی طرف رہنمائی کی تو دوسری طرف ابو حنیفہؒ کی فقہ کو فرمان الٰہی و ارشادات نبویہ کا مظہر بتایا. اپنے بندوں کے حالات ان کی فقیری، ان کے قلوب سے علامۃ الغیوب ہی خوب واقف ہے. وہی جانتا ہے کہ اس کے مخلص قلب پر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اخلاص کا اثر کس طرح پڑ گیا کہ دار العلوم نے جو کہ اس کے ہاتھوں قائم کیا گیا تھا، تھوڑے عرصہ میں اپنے فیض یافتہ حضرات سے مشارق و مغارب کو بھر دیا فی الحقیقت اسمیں بہت کم مبالغہ ہے کہ منتسبین دار العلوم دنیا کے ہر ہر گوشہ میں موجود ہیں.

مجھ کو اس وقت شمس ارض کے صفات ومناقب بیان کرنے مقصود نہیں ہیں اور فی الحقیقت میری وسعت و ہمت سے خارج ہیں مجھ کو صرف ایک خبر سنا کر ان صاحبوں کو مسرور کرنا ہے جو دیو بند اور دار العلوم دیو بند کی مسرت افزا خبر کو سنکر خوش ہوتے ہیں. بانیٔ دار العلوم دیو بند کے صاحب زادے اور میرے محسن وشفیق استاد حضرت مولانا الحاج الحافظ المولوی محمد احمد صاحب حال مہتمم دار العلوم دیو بند. سابق مفتی عدالتِ عالیہ عثمانیہ اپنے والد (قدس سرہٗ) کی اس دینی ودیعت کی حفاظت فرما رہے ہیں. آپ کے دو صاحبزادے اور ایک صاحب زادی ہیں. بڑے صاحبزادے حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب اور چھوٹے صاحبزادے مولانا قاری محمد طاہر صاحب ہیں. اگر کوئی شخص ان دونوں کو اس وقت دیکھتا جب کہ یہ دونوں اپنی صغرسنی کی حالت میں دار العلوم سے اپنے فضل وکمال کی سند حاصل کر چکے تھے تو یقیناً متعجب ہوتا لیکن جن لوگوں نے ان

کے علمی شغف کو دیکھا ہے یا اس سے واقف ہیں کہ یہ قاسم الخیرات کے جگر گوشہ ہیں ان کے نزدیک ان کا اس قدر جلد ترقی پر پہنچ جانا نہ لائق تعجب نہ لائق حیرت.

ان دونوں نونہالوں کی شادیاں ہو چکی ہیں. چھوٹے صاحب زادے کا ایک دل بند ہے جو اپنے فضائل و عادات میں زائد از حد اشبہ بالا ہے. بڑے صاحبزادے کی دو لڑکیاں ہیں. منتسبین دار العلوم دیو بند عموماً اور خدام دار العلوم خصوصاً اور اکابرِ دار العلوم فطری طور پر متمنی تھے کہ اس نونہال کو خداوند عالم فرزند عطا فرمائے.

خدا کا شکر ہے کہ بتاریخ ۲۳ رجمادی الثانی ۱۳۴۴ھ صبح صادق یہ تمنا پوری ہوئی. جمعہ کا دن تھا. یہ خبر دار العلوم میں پہنچی اسی وقت ملازمین و مدرسین کا ایک وفد حضرت مہتمم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا. کاتب سطور بھی اس وفد میں شریک تھا.

حضرت ممدوح عرصہ سے علیل ہیں اور حد سے زیادہ ضعیف ہو گئے ہیں جب آپ کو اطلاع پہنچی کہ وفد بغرض مبارکباد حاضر ہوا ہے تو آپ بنفس نفیس خود تشریف لائے آپ کے چہرہ پر آثار خوشی ظاہر تھے آپ نے اپنی اسی موروثی خندہ پیشانی اور انبساط کے ساتھ کلمات مسرت سے وفد کو مشرف فرمایا جو آپ کو حضرت قاسم الخیرات قدس سرہٗ سے بطور ارث ملی ہے. دار العلوم کے تمام طلبہ اور مدرسین و ملازمین میں اس خبر سے چہل پہل رہی اور ہر شخص کی زبان سے دعائے درازیٔ عمری اور حصول شرفِ دارین نکل رہی تھی.

کاتب سطور اپنی اور تمام خدامِ دار العلوم کی طرف سے حضرت استاد مولانا الحاج الحافظ المولوی محمد احمد صاحب کی مبارکباد اور غسبان دار العلوم کی خدمت میں بشارت مسرت افزا پیش کرتا ہے.

فقط (محمد اعزاز علی) منتقل از القاسم رجب ۱۳۴۴ھ

متذکرہ بالا نقل کردہ مضمون سے خاندانِ قاسمی کی عظمت و اہمیت کے نقوش و آثار کی ترجمانی ہو رہی ہے اور تاریخی تسلسل کا ثبوت بھی فراہم ہو رہا ہے وہ یہ کہ حجۃ الاسلام

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانیٔ دارالعلوم دیوبند کے علمی و روحانی جانشین آپ کے صاحبزادے بقیۃ السلف مولانا الحافظ محمد احمدؒ تھے، اور آپ کے صاحب زادے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے بعد آپ کے صاحبزادہ مفکر اسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب مدظلہٗ علمی و روحانی نیابت کے منصب پر فائز المرام ہوئے حضرت حکیم الاسلام ہی سے بیعت ہیں اور قدوۃ الصلحاء حضرت مولانا عبدالقادر نوراللہ مرقدہٗ کے الہامی اشارے سے حضرت حکیم الاسلام نے آپ کو بیعت و ارشاد کا مجاز کیا. اللہ عزوجل آپ کو حضرت حکیم الاسلام کے علوم و معارف اور سلوک و تصوف کے نشر و اشاعت اور تعمیر و تربیت کے مستند ذریعہ کے طور پر قبول فرمائے. آمین.

❁❁❁

علم کا بحر ذخار

از: ناز انصاری رسابق ایڈیٹر روزنامہ الجمعیۃ دہلی

ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے

آج حکیم الاسلام قاری طیب صاحب ہمارے درمیان نہیں ہیں کہ ہمیں حکمت و دانائی کی باتیں بتائیں لیکن ان کی خوبیاں ان کی سیرت و کردار اسلام اور امت مسلمہ کے لئے ان کی خدمات جلیلہ ہمارا سرمایہ اور ہماری ملی زندگی کا گراں قدر اثاثہ ہیں ان کی زندگی ان اقدار سے عبارت تھی جو ان کے بعد حد نظر اور فکر و خیال کی پرواز و رسائی تک ہمیں کہیں نظر نہیں آتیں. یقیناً یہ ہماری ملی زندگی کا بہت بڑا المیہ ہوگا کہ ہم ان کے لئے رنج و افسوس تو کریں مگر ان کی زندگی کو آدرش مان کر ان سے کچھ سیکھنے کی کوشش اور عزم نہ کریں. قاری صاحب حیات تھے تو ہم ان کی محافل وعظ و نصیحت میں شرکت تو کرتے مگر ہم نے یہ کبھی سوچنے کی زحمت نہیں کی کہ ان کی عظیم المرتب شخصیت ہمارے لئے کس درجہ اہمیت کی حامل ہے، مگر آج جب کہ وہ ہمارے درمیان نہیں ہیں. یہ ہمارا ملی فریضہ ہے کہ انھوں نے زندگی کی جن شاہراہوں کی نشان دہی کی تھی ان پر چل کر ہم ان منازل کو طے کریں جو اسلام نے انسانی زندگی انسانی سماج ملک و قوم کی عظمت و سربلندی حاصل کرنے کے لئے متعین کی ہیں. آج وہ بے شک نہیں ہیں لیکن ملک کا کون سا گوشہ کون سا قریہ ہوگا جہاں ان کی آوازیں، ان کے پند و نصائح کانوں میں نہ گونج رہے ہوں اور انسانی ضمیر پر دستک نہ دے رہے ہوں.

قاری صاحب علم کا سرچشمہ تھے جس سے ایک نہیں ہزاروں دریا بلکہ دریائے فیض رواں ہوئے ہیں. وہ دینی علمی دنیا کی ایک ایسی قد آور شخصیت تھے، جسکے سایہ میں سینکڑوں نہیں ہزاروں شخصیتیں دینی اور علمی مطلع پر ابھریں وہ ایک ایسا چراغ تھے جس سے ہزاروں قندیلیں روشن ہوئیں. وہ علم کا ایک بحرِ ذخار تھے جس کے سینے پر سے

ہزاروں علمی قافلے گذرے اور انھوں نے جا بجا علم کے سنگ میل قائم کئے۔ آہ اب ؎

ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے

وہ اٹھاون برس سے زیادہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم رہے تھے اور انھوں نے اس دوران دارالعلوم کی جو خدمت کی جو ترقی دارالعلوم نے ان کی رہنمائی میں کی اس کی وجہ سے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ اور دارالعلوم دیوبند ایک ہی چیز کے دو نام دو روپ اور دو نشان بن گئے تھے۔ اوران کی شخصیت کو آج دارالعلوم سے الگ کرکے یا دارالعلوم کو ان کی شخصیت سے جدا کر کے دیکھنا اور جائزہ لینا مشکل ہوگا۔ انھوں نے دارالعلوم کو وہ سب کچھ دیا جو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانیٔ دارالعلوم دیوبند کی اولاد اور ان کی روایات اور سیرت کے وارث وامین سے توقع کی جاسکتی تھی، سچ اور صحیح بات یہ ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے کی تعمیر کی، دونوں نے ایک دوسرے کو عزت وعظمت بخشی دونوں نے اسلام اور ملت اسلامیہ کا نام روشن کیا ہے۔

حق تعالیٰ ان کو آخرت کی زندگی میں اس کا اجر وثواب دے اور اس چمنستان قاسمی کو سرسبز وشاداب رکھے جس کی خدمت کو قاری صاحب نے اپنا نصاب زندگی اور وظیفۂ حیات بنالیا تھا۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے ساتویں مہتمم تھے، ۱۸۹۷ء میں پیدا ہوئے، تاریخی نام مظفر الدین تھا۔ وہ حافظ تھے، قاری تھے، عالم تھے، خطیب تھے، صاحب قلم اور صاحب کردار تھے، ان کا پرنور چہرہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی عظمت وکردار کا آئینہ دار تھا۔ ان کی بڑی بڑی آنکھیں مہر ومحبت اخوت و رواداری کی قندیلیں تھیں۔ ان میں وہ مقناطیسی قوتیں تھیں جس نے ہر مخاطب کو اپنا گرویدہ بنایا۔ ان کی کشادہ پیشانی اسلام کی چودہ سو سالہ عظمت کا روشن مطلع تھی، زبان میں حلاوت، گفتار میں شیرینی، رفتار میں عظمت وجلال، سر پر اونچی باڑھ کی دوپلی ٹوپی، لمبا کرتہ، مغلئی، پاجامہ، کبھی کبھی شیروانی، ہاتھ میں عصائے علم وعمل اس حلیۂ مبارک میں میں نے انھیں دیکھا ہے۔

آپ نے قرآن مجید حفظ کیا.تجوید کا فن حاصل کیا. پھر فارسی، ریاضی سے اور عربی علوم سے دارالعلوم سے فراغت پائی علم حدیث میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے شرف تلمذ حاصل تھا.حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے خلافت حاصل کی.اس کے بعد دارالعلوم میں استاد مقرر ہوئے.۱۹۲۴ء میں نائب مہتمم اور ۱۹۲۹ء میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی کے انتقال کے بعد مہتمم بنائے گئے.جب آپ مہتمم مقرر ہوئے تو دارالعلوم کے شعبۂ اہتمام میں آٹھ شعبے تھے.اب ان کی تعداد ۲۴ر ہوگئی تھی. اور بجٹ ۵۰۲۶۲ر سے بڑھ کر ایک کروڑ سے اوپر پہنچ گیا تھا.

دارالعلوم کا عملہ ۴۵ر سے بڑھ کر دو سو کے قریب ہوگیا.اساتذہ اور طلبہ میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا.تعمیرات کا سلسلہ بھی برابر جاری.دارالتفسیر، دارالافتاء، دارالقرآن جامعہ طبیہ جدید، دو منزلہ دارالاقامہ، مہمان خانہ، کتب خانہ کا جدید ہال اور باب الظاہر وغیر کی تعمیر عمل میں آئی.دارالعلوم کے علاوہ آپ کا تعلق جمعیۃ علماء ہند سے بھی رہا.اور ان کی متعدد صوبائی اور ضلعی کانفرنسوں کی صدارت فرمائی.اس وقت آپ مسلم پرسنل لاء بورڈ کے چیرمین بھی تھے.

خطابت کے ساتھ ساتھ تحریر وتصنیف کے میدان میں بھی آپ گامزن رہے.التشبہ فی الاسلام، مشاہیر امت، کلمات طیبات، سائنس اور اسلام اور مسیحی اقوام، مسئلہ زبان اور ہندوستان، دین و سیاست اسلامی آزادی کا مکمل پروگرام، اسباب عروج وزوال اقوام اصول دعوت اسلام اسلامی مساوات تفسیر سورۂ فیل فطری حکومت الاجتہاد و التقلید آپ کی قابل ذکر تصانیف ہیں.

اس صدی میں ہندوستان میں جن لوگوں نے خطابت میں نام پیدا کیا حضرت قاری صاحبؒ ان میں سے ایک تھے ان کی تقاریر نے نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرون دنیا میں بھی مسلمانوں کی نئی نسل کو بے حد متاثر کیا.اور بڑا نام پیدا کیا.ان کی تقریروں میں چٹکلے اور واعظانہ پھبتیاں نہیں ہوتی تھیں علم کا دریا موجیں بھرتا نظر آتا تھا.ان کی زبان و دہن علم کا ایک جھرنا معلوم ہوتی تھی، جس سے ہزاروں کا مجمع ہو یا لاکھوں کا سیراب سرشار ہوتا تھا.ہر بار تقریر میں ایک نیا کیف ایک نیا ولولہ اور ایک نیا پیغام ہوتا تھا.آج کی

مسلمان نسل جس کے اردگرد دہریت کے طوفان اٹھ رہے ہیں. سچ یہ ہے کہ آج اس کو مخاطب کرنے والا اور اسلام سمجھانے والا کوئی دور دور تک نظر نہیں آتا.

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو آپ سے کس قدر تعلق خاطر تھا اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ جب تقسیم ہند کے بعد حضرت قاری صاحب پاکستان تشریف لائے (غالباً ترک وطن کے ارادہ سے) تو حضرت شیخ چین سے نہ بیٹھے لوگوں نے قاری صاحب کو بلانے کی مخالفت کی. مگر آپ فرماتے تھے کہ میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانیٔ دارالعلوم دیوبند کو کیا منہ دکھاؤں گا. ان کو واپس لانے کے لئے دلی کے کئی سفر کئے. پنڈت نہرو اور امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کے ذریعہ کوشش کرتے رہے. اور جب تک قاری صاحب کو واپس دارالعلوم نہ لے آئے انھیں سکون حاصل نہ ہوا. قاری صاحبؒ کی واپسی پر جس طرح حضرتؒ نے بنفس نفیس قاری صاحب کا استقبال کیا. اور اس وقت جو تقریر فرمائی ان کی یاد آج بھی دیوبند سہارنپور کے لوگوں کے دلوں میں زندہ ہے. حضرت شیخ کی زندگی میں قاری صاحب کے خلاف جب کبھی کوئی مخالفت کا طوفان اٹھتا تو حضرتؒ سینہ سپر ہوجاتے اور قاری صاحب کے خلاف ایک لفظ نہ سنتے شوریٰ کی اور دوسری مجالس میں ہمیشہ قاری صاحب کی رائے پہلے دریافت فرماتے پھر اس پر اپنی مہر تصدیق ثبت فرماتے تھے.

افسوس کہ قاری صاحب کو زندگی کے آخری ایام میں اپنی زندگی کے سب سے بڑے المیہ سے دوچار ہونا پڑا. یہ بزرگوں کا اختلاف تھا. اس میں ہمارا کچھ نہ کہنا زیادہ مناسب ہے. اور پھر میں تو خود بھی اس میں فریق رہا ہوں. اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائیں اور قاری صاحب کی قبر پر تا قیامت رحمتوں کی بارش فرمائے اور آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے.

❁❁❁

ذکرِ طیب

از: مولانا قمر عثمانی صاحب، مدرس وقف دارالعلوم دیوبند

۱۷؍جولائی ۱۹۸۳ء اتوار کا دن تھا ساڑھے دس بجے کے قریب طبیعت چاہی کہ حضرت مہتمم صاحب کی زیارت کئے بہت دن ہو گئے، حضرت کی زیارت کے لئے جانا چاہئے، اس سے پہلے کئی مرتبہ ارادہ کیا مگر پورا نہ ہو سکا چنانچہ میں حضرت کے دولت کدہ پر پہنچا. اطلاع کرائی خدمت میں حاضر ہوا، سلام و مصافحہ کے بعد خیریت دریافت کی تو فرمایا: پہلے سے قدرے بہتر ہوں. میں چارپائی کے پاس کرسی پر بیٹھ گیا مختلف امور پر حضرت گفتگو فرماتے رہے ٹھہر ٹھہر کر بولتے رہے، لہجہ اور انداز سے کمزوری تو عیاں تھی مگر یہ گمان نہ تھا کہ تقریباً ایک گھنٹہ بعد حضرت رب اکبر کے حضور جوارِ رحمت میں پہنچ جائیں گے. میں پندرہ بیس منٹ بیٹھ کر سلام و مصافحہ اور دعا کی درخواست کر کے واپس آ گیا. گھر پہنچ کر حضرت سے ملاقات کا تذکرہ کر رہا تھا اور اپنی اس خوش بختی پر بہت خوش تھا کہ آج حضرت کی زیارت بھی ہو گئی اور حضرت کے کلمات طیبات سے مستفید ہونے کا موقعہ بھی مل گیا ابھی میں یہ باتیں کر ہی رہا تھا کہ اچانک ایک چھوٹی سی بچی نے آ کر اطلاع دی کہ حضرت کا انتقال ہو گیا ہے. سنکر کلیجہ دھک سے ہو گیا فوراً باہر آیا دیکھا کہ لوگ مہتمم صاحب کے مکان کی سمت بھاگ رہے ہیں. مجھے یقین ہو گیا کہ جس بات کا دھڑکا بہت دنوں سے لگا ہوا تھا وہ واقع ہو چکی ہے. تیزی سے حضرت کے مکان کی طرف چلا بیقرار لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو حضرت کے مکان پر جمع تھا. بقدر تعلق ہر شخص متاثر تھا بعض لوگ زار زار رو رہے تھے، بعض سسکیاں بھر رہے تھے، بعض تصویرِ غم بنے خاموش تھے، ہجوم برابر بڑھ رہا تھا، ہر شخص کو اشتیاق تھا کہ حضرت کی زیارت کرے. چنانچہ انتظام کیا گیا کہ لوگ ایک طرف سے آ کر زیارت

کرتے ہوئے دوسری طرف سے نکل جائیں یہ سلسلہ دوپہر سے لیکر رات کے دس بجے تک جاری رہا. نہ جانے کب تک یہ سلسلہ جاری رہتا لیکن چونکہ تدفین میں تعجیل ہی پسندیدہ و بہتر ہے اس لئے تقریباً سوا دس بجے جنازہ اٹھایا گیا. اب ہجوم کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا. دیوبند سے باہر کے لوگ ہزاروں کی تعداد میں آچکے تھے اور برابر چلے آرہے تھے. مجمع لحہ بہ لحہ بڑھ رہا تھا پورے شہر میں لاؤڈ سپیکر کے ذریعے ایک دل دوز خبر نشر کی جارہی تھی. ادھر آل انڈیا ریڈیو مختلف اوقات میں حضرت کے انتقال کی خبر نشر کرچکا تھا. ریڈیو پاکستان بھی اپنے سننے والوں کو یہ روح فرسا خبر اپنے، بلیٹن میں سنا چکا تھا. اس لئے جنگل کی آگ کی طرح اس سانحہ کی اطلاع ملک اور بیرون ملک پھیل چکی تھی جو لوگ دیوبند پہونچ سکنے کی پوزیشن میں تھے وہ دیوبند پہونچ رہے تھے.

بہرحال نماز جنازہ مولانا سالم صاحب نے پڑھائی جنازہ قبرستان کی طرف چلا تو انسانوں کا ایک سمندر تھا جو بہہ رہا تھا ہر شخص کی تمنا تھی کہ وہ کندھا دے مگر اس سمندر میں جو موجیں مارتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اچھے اچھوں کی ہمتیں جواب دے رہی تھیں، ہمت والے ہی کندھا دے پا رہے تھے اور ہمت والے ہی جنازہ کی بلیوں کو چھو پا رہے تھے. لوگ پروانہ وار ٹوٹے پڑ رہے تھے. وارفتگی کی ایک حالت تھی جو سب پر طاری تھی جو لوگ جنازہ تک پہنچنے کی ہمت نہیں کر پا رہے تھے وہ بڑی حسرت اور غم کے ساتھ اس نمونۂ اسلاف، ولی باصفا، مقتدائے زمانہ شیخ وقت، فخر قوم، عالم باعمل کے سفر آخرت کے دل دوز منظر کو دیکھ رہے تھے، عقیدت مندوں کے کاندھوں پر حضرت کا جنازہ آہستہ آہستہ قبرستان تک پہونچا منٹوں کا فاصلہ گھنٹوں میں طے ہوا. اس بے اندازہ ہجوم نے دعاؤں اور آہوں کے سائے میں بادیدۂ نم اس پیکر صبر و رضا، مجسمۂ تحمل و تشکر کو زمین کی آغوش میں ابدی راحت کے لئے سلا دیا.

لوگ مٹی دیتے رہے اور حسرتوں کے ساتھ قبر کو دیکھتے رہے نہ جانے کتنے لوگ ہو نگے جن کو بے اندازہ ہجوم کی وجہ سے مٹی دینے کی ہمت بھی نہ ہو سکی اور ہجوم میں پھنسے

کے پھنسے رہ گئے۔ حضرت کے جسد ظاہری کے ساتھ ایک تاریخ دفن ہوگئی ایک روشنی تہہ خاک چلی گئی۔ ایک خوشبو خلاؤں میں گم ہوگئی، ایک روایت ختم ہوگئی، علم وعمل کا ایک نمونہ اوجھل ہوگیا، رشد وہدایت کی ایک شمع گل ہوگئی، لوگ قبرستان سے ہاتھ جھاڑتے ہوئے یوں واپس ہورہے تھے، جیسے کسی نے بہت قیمتی دولت ان کے ہاتھوں سے چھین لی ہو۔ ہر زبان پر حضرت کے محاسن اور فضائل کا تذکرہ تھا۔ ہر شخص حضرت کی جدائی کی تکلیف اپنے قلب میں محسوس کررہا تھا ہر چہرہ اندوہ وغم کا آئینہ بنا ہوا تھا۔ دیوبند کے در ودیوار پر اداسی چھارہی تھی، جامع مسجد کے مناروں سے حضرت کے انتقال کی خبر نشر ہورہی تھی۔ تو احساس ہوتا تھا کہ یہ منارے رورہے ہیں۔ جنھوں نے پچاسوں برس حضرت کے خطبات حضرت کی تقاریر اور مواعظ سنے ہیں وہ فریاد کرتے محسوس ہورہے تھے، کہ اب ہم یہ آوازیں کیسے سن سکیں گے، اب حضرت کی زیارت کیسے اور کہاں ہوسکے گی، اخلاق و محبت کی یہ خوبصورت تصویر اب ہمیں کہاں دکھائی دیگی۔ حضرت علیہ الرحمۃ دیوبند قیام کے دوران جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد ہی تشریف لاتے اور امامت فرماتے تھے، مگر اب گھر سے مسجد تک کا راستہ اور مسجد کے منبر ومحراب انتظار کرتے رہیں گے اور حضرت کی راہ تکتے رہیں گے۔ مگر حضرت کو نہ دیکھ سکیں گے۔ یہ کیسا مقام حسرت ہے اب ان کو تسلی کون دیگا؟ اب ان کی ڈھارس کون بندھائے گا؟ ان باتوں کا خیال آتا ہے تو کلیجہ منھ کو آتا ہے۔ دارالعلوم دیوبند جس سے حضرت کا جسم وروح کا تعلق رہا آج غم والم کی تصویر بنا کھڑا ہے اس کا اٹھاون سالہ خادم اس کا مربی اس کا مہتمم جس نے اپنی تمامتر توانائیوں کے ساتھ اس کی مخلصانہ خدمت کی اس کو پروان چڑھایا، اس کو شباب وعروج کی منزلوں سے آشنا کیا اپنے خون جگر سے اس کو سینچا آج وہ ہمیشہ کے لئے اس سے رخصت ہورہا ہے، ہمیشہ کے لئے اس کو الوداع کہہ رہا ہے۔ احاطہ مولسری، باب قاسم، دارالحدیث کا پرشکوہ گنبد اپنے اس محسن ومربی کا آخری دیدار کررہے ہیں اور زبان حال سے کہہ رہے ہیں۔ اے جانے والے تجھ پر سلام۔ تیری وفاؤں کو سلام، تیری بزرگانہ اداؤں کو سلام، اب

تیرے بعد تجھ سا کون ہوگا، جو ہماری دیکھ ریکھ ہماری حفاظت وصیانت تیری طرح کر سکے گا. تو نے اپنے آباء واجداد کی امانت کی حفاظت کا حق ادا کر دیا، اب کون اس کوہ کنی اور جگر کاوی کے لئے آئے گا۔

"ہے مکرر لب ساقی پہ صدا تیرے بعد"

جانے والا جا چکا اور رہ جانے والوں کے لئے فراق و جدائی کا دھواں چھوڑ گیا، غموں کے اس دھویں میں اس وقت کچھ نظر نہیں آ رہا ہے، تاحدِّ نظر اندھیرے میں نگاہیں بھٹک رہی ہیں، پاؤں ٹھٹک رہے ہیں، خیالات میں بھونچال سا آیا ہوا ہے، قلب وذہن ماؤف سے ہو رہے ہیں، یقین سا نہیں ہو رہا ہے کہ یہ حادثۂ فاجعہ واقع ہو چکا ہے. یہ قیامت سروں سے گذر چکی ہے، حضرت حکیم الاسلام علیہ الرحمۃ اب اس دنیا میں نہیں ہیں. خیال ہوتا ہے کہ حضرت موجود ہیں، جائیں گے تو زیارت کر لیں گے. اور آپ کے کلمات طیبات سے مستفید ہو لیں گے، وہی نورانی چہرہ، وہی مسکراتے ہونٹ وہی شفقت وہی محبت کی دلفریب ادا نظروں میں بسی ہے، وہی فرشتوں کی سی معصومیت پیش نظر ہے جو ہر آنے والے کا استقبال کرتی اور اس کو مسرور و مطمئن کرتی تھی.

جگہ جگہ لوگوں کا ہجوم ہے. آپس میں باتیں ہو رہی ہیں آج سب جگہ ایک ہی موضوع مرکز گفتگو ہے. حضرت کی ذات، آپ کے کمالات، آپ کے محاسن، آپ کے فضائل آپ کی خوش خلقی، آپ کا علمی مرتبہ، آپ کا روحانی منصب وغیرہ بڑی عقیدت سے زبانوں پر جاری ہے، ایک عمر رسیدہ شخص کہہ رہا تھا: "حضرت مہتمم صاحب پرانے بزرگوں کا نمونہ تھے ان کو دیکھ کر بزرگوں کی یاد آتی تھی"۔

ایک صاحب کی عقیدت یوں بول رہی تھی "آج دیوبند بزرگوں کی آخری نشانی سے محروم ہو گیا ہے"۔

ایک صاحب یوں سخن طراز تھے: "وعظ وخطابت کا بے تاج بادشاہ رخصت ہو گیا ہے، اب ایسی دل کش آواز کہاں سننے کو ملے گی، ایسی حکیمانہ باتیں کون سنائے گا"۔

ایک صاحب محوکلام تھے کہ: ''دارالعلوم دیوبند کو اپنے خون جگر سے سینچنے والا اور اس کے نام اور پیغام کو ملک در ملک پہنچانے والا اس کے مقصد اور کاز کو دنیا سے متعارف کرانے والا شاید ہی کوئی میسر آسکے''۔

ایک بوڑھی عورت کی آواز میرے کانوں میں آئی وہ بیچاری کہہ رہی تھی ''جب میں پریشان ہوتی اور جی گھبراتا میں حضرت کی خدمت میں آکر دعا کراتی آپ مجھے تسلی دیتے اور طبیعت کو سکون آجاتا تھا، اب میں کہاں جا کر اپنی پریشانی دور کرسکوں گی''۔

ایک صاحب علم وفضل بزرگ فرمارہے تھے ''ہمیں حضرت کی مجلس میں بیٹھ کر حضرت تھانویؒ کی مجلس کا مزا آتا تھا. حکیمانہ انداز دل نشین بیان مدلل اور محکم گفتگو، علمی نکات اکابر کی تحقیقات حضرت کے یہاں سب کچھ ملتا تھا، افسوس! اب یہ بہار ہم سے روٹھ کر چلی گئی ہے، قضاءِ الٰہی کے سامنے مجال دم زدن نہیں ورنہ ہم اپنی زندگیاں دیکر اگر حضرت کو بچا سکتے تو بچالیتے''۔

یہ مختلف الخیال لوگوں کے تاثرات ہیں جن سے حضرت کے لئے بے پناہ محبت اور عقیدت کا اظہار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت کی ذات میں جو کشش اور محبوبیت کی جو شان رکھی تھی یہ اس کا نمونہ ہے. حضرت کے انتقال کے بعد ملک اور بیرونِ ملک میں جس اضطراب اور غیر معمولی رنج والم کا اظہار کیا گیا ہے اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو اس دور میں مرجعیت اور مقبولیت کی ممتاز شان عطا فرمائی تھی.

حضرت حکیم الاسلامؒ نے ۸۶ ربرس کی عمر پائی. آپ نے پوری تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی وقت کے قابل اور فاضل اساتذہ سے آپ نے استفادہ کیا حضرت شیخ الہندؒ کے والد بزرگوار فاضل وقت، ادیب شہیر مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ کے مبارک ہاتھو آپ کی بسم اللہ کرائی گئی، حفظ کلام پاک اور فارسی وغیرہ سے فارغ ہوکر عربی شروع کی، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا غلام رسول صاحب، مولانا اعزاز علی صاحب مولانا گل محمد خاں صاحب، حضرت شیخ الہندؒ، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب

عثمانی آپ کے اساتذہ رہے. اور ترمذی شریف اور بخاری شریف علامہ کشمیریؒ سے پڑھیں سنن ابوداؤد آپ نے جنید وقت حضرت میاں صاحبؒ سے پڑھی. ۱۳۴۷ھ میں آپ نے فراغت حاصل کی، علماء وصلحاء نے مسرت واطمینان کا اظہار کیا کہ خاندانِ قاسمی کے سلسلہ فیض کے آگے بڑھنے اور پھیلنے کا بحمد اللہ سروسامان ہوگیا، مشکوٰۃ شریف آپ نے اپنے والد بزرگوار مولانا حافظ محمد احمد صاحب سے پڑھی چنانچہ حضرتؒ ہی کے بیان کے مطابق حدیث سے مناسبت آپ کو حضرت حافظ صاحبؒ کے درس سے ہی حاصل ہوئی تحقیق وتفحص مطالعہ وکتب بینی اور علمی ذوق آپ کو علامہ کشمیریؒ کے فیض صحبت سے میسر آیا، حسنِ بیان اور خوبیٔ کلام کی دولت آپ کو علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ کے یہاں سے ملی، علوم ظاہری کے حصول کے بعد تزکیہ وتطہیر باطن کے لئے بزرگوں کے طریقہ کے مطابق آپ نے اولاً حضرت شیخ الہندؒ سے بیعت کی. حضرت کی رہنمائی میں آپ نے سلوک وطریقت کی منزلیں طے کرنی شروع کیں. حضرت شیخ الہندؒ کے انتقال کے بعد آپ نے حضرت علامہ کشمیریؒ سے اپنا سلسلۂ اصلاح استوار کیا. حضرت کشمیریؒ نے باقاعدہ بیعت تو نہیں کیا مگر اذکار کی تعلیم دیتے رہے اس کے بعد آپ کا تعلق بیعت مجدد امت حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ سے قائم ہوا حضرتؒ نے خصوصی توجہ اور بھرپور شفقت کے ساتھ آپکی رہنمائی اور تربیت فرمائی خانوادۂ قاسمی کا چشم وچراغ اور نسبت قاسمی کا حامل بہت جلد اہلیت و صلاحیت کی منزل تک پہونچا. حضرت تھانویؒ نے آپ کی حالت اور کیفیت کا اندازہ کرکے آپ کو خلافت سے نوازا اور آپ کا شمار حضرت کے جلیل القدر ممتاز خلفاء میں ہوا. اپنے مرشد اور شیخ کی خدمت میں آمد ورفت خط وکتابت کا سلسلہ برابر جاری رکھا.

آپ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت تھانویؒ کا گرامی نامہ ملا اس میں تحریر فرمایا تھا:

”بے ساختہ میرے دل پر یہ وارد ہوا ہے کہ میں تجھے خلافت دوں اس لئے میں تم کو خلافت دیتا ہوں. جو کوئی بہ نیت اصلاح وتربیت آئے اسے توبہ کرادیا کرو،

اور مشائخ کے معمولات تلقین کر دیا کرو، اصلاحی باتیں پوچھے تو بتا دیا کرو، اور جو کوئی بیعت ہونا چاہے اسے بیعت کر لیا کرو یہ تمہارے لئے بھی نافع ہوگا اور مستفیدین کے لئے بھی۔"

حضرت حکیم الامتؒ کا یہ گرامی نامہ حضرت مہتمم صاحبؒ کی قابلیت وصلاحیت اور اصلاح حال کی ایک بڑی شہادت ہے اور پھر بعد کو حضرت مہتمم صاحب نے جس طرح خلق خدا کی رہنمائی فرمائی تلقین وذکر کے ذریعہ بیعت وارشاد کے ذریعہ اور اپنے مشائخ کی روحانی امانت کو جس احتیاط اور اہتمام کے ساتھ لوگوں کو پہنچایا اس نے حضرت حکیم الامتؒ کی مذکورہ بالا شہادت کو سچ کر دکھایا. آج ہند و پاکستان ہی نہیں بلکہ سعودی عرب، افریقہ، بنگلہ دیش، انگلستان، سری لنکا، برما اور افغانستان تک میں آپ کے متوسلین ومعتقدین موجود ہیں اور ان میں بہت سے صاحب ارشاد ہیں اور حضرت کے مجاز ہیں جو اللہ کی مخلوق کی رہنمائی کر رہے ہیں. اور اس طرح بزرگوں کا فیض سلسلہ در سلسلہ آگے بڑھ رہا ہے اور انشاء اللہ اسی طرح آگے بڑھتا رہے گا اور متقدمین و متاخرین سب بزرگوں کے لئے صدقۂ جاریہ بنا رہے گا.

حضرت کی مجلس میں یوں تو تمام ہی اکابر کا تذکرہ ہوتا اور حضرت بڑے شوق سے تذکرہ فرماتے اور بزرگوں کے واقعات بڑے دل نشیں انداز میں سناتے، جن لوگوں کو حضرت کی زبان سے بزرگوں کے واقعات سننے کا اتفاق ہوا ہے وہ اس کی گواہی دینگے کہ حضرت کا بیان اس باب میں کتنا پُر لطف دلچسپ اور ایمان افروز ہوتا تھا مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت کے یہاں جب علامہ کشمیریؒ اور حضرت تھانویؒ کا ذکر خیر ہوتا تو پھر حضرت کے بیان میں والہانہ کیفیت اور عاشقانہ شان پیدا ہو جاتی تھی. گہری عقیدت اور دلی محبت آپ کے ایک ایک لفظ سے ٹپکتی تھی، علامہ کشمیریؒ کا علمی پایہ ان کی وسعت معلومات ان کا تقویٰ وطہارت ان کی قوت حافظہ، ان کی صداقت، ان سب چیزوں کا تذکرہ بڑی تفصیل سے فرماتے. اپنی طالب علمی کا زمانہ اور حضرت

کشمیریؒ کی نظرِ عنایت کا ذکر بڑے چاؤ بڑے پیار سے فرماتے. بے تکلف فرماتے کہ حدیث وقرآن سے جو تھوڑی بہت مناسبت پیدا ہوئی وہ علامہ کشمیری کا فیضان ہے. علامہ کشمیریؒ کو اللہ تعالیٰ نے وہ نظر کیمیا اثر عطا فرمائی تھی کہ جس پر پڑ گئی سونا بنا گئی. ان کے تلامذہ میں ایک سے ایک صاحبِ مقام عالم بنا اور ایک دنیا کو اپنے علم کی روشنی سے منور کیا. حضرت حکیم الاسلامؒ بھی اسی سنہری زنجیر کی ایک کڑی تھے.

اسی طرح حضرت تھانویؒ کا جب ذکر آپ فرماتے تو اس میں بھی عقیدت ومحبت کا وہی رنگ ہوتا جو ایک طالب صادق کے بیان میں ہونا چاہئے. حضرت تھانویؒ کی جامع الکمال شخصیت آپکی بصیرت، آپ کا اصلاحی رنگ آپ کا علم وتفقہ آپکا زہد واتقاء یہ چیزیں جب حضرت حکیم الاسلامؒ کی زبان سے بیان ہوتیں تو سماں بندھ جاتا سننے والا اپنے آپ کو حضرت تھانویؒ کی مجلس میں بیٹھا محسوس کرتا، سننے والے سنتے اور دیکھنے والے دیکھتے کہ حضرت تھانویؒ کی تربیت کا کس قدر گہرا اور محکم رنگ حضرت کی طبیعت میں پایا جاتا ہے وہی حکیمانہ انداز وہی نکتہ آفرینی وہی تعمق نظر وہی بصیرت، بیان وکلام میں وہی تنوّر جو وہاں تھا اس کی روشنی یہاں بھی نظر آتی اسی لئے یہ متفقہ رائے ہے کہ حضرت کی مجلس خالص علمی مجلس ہوتی تھی، فضول اور لایعنی باتوں کے لئے اس میں کوئی گنجائش نہ ہوتی، بدگوئی یا بدکلامی کا اس میں کوئی گذر نہ ہوتا تھا. کوئی بھی شخص آپ کی مجلس میں بیٹھ کر دینی اور علمی فیض سے تہی دست نہیں جاتا تھا. ہر جانے والا بقدر ظرف اپنے دامن میں ایمان ویقین علم وعمل کے قیمتی موتی لے کر اٹھتا تھا: کبھی یہ ہوتا کہ حضرت ازخود کوئی بات فرماتے، کوئی علمی موضوع چھیڑ دیتے اور کبھی کوئی شخص سوال کرتا تو آپ اس کو تفصیلی جواب سے مستفید فرماتے اور مجلس میں تادیر علم وفن کی خوشبو مہکتی رہتی اور دین وایمان کا چراغ جگمگاتا رہتا دل کو مطمئن کر دینے والا وہ انداز جو حضرت تھانویؒ کے یہاں تھا وہی حضرت حکیم الاسلامؒ کے یہاں بھی تھا. بزرگوں کی طرح آپ کی گفتگو یا تقریر کا مستدل یا مرجع قرآن وحدیث ہی ہوتے تھے. جب اپنی بات کی دلیل یا

شہادت میں آپ کلام اللہ شریف یا حدیث پاک پیش فرماتے تو سننے والا ایک روحانی لذت اور قلبی طمانیت محسوس کرتا اور یہی چیز حضرت کے علمی استحضار کی دلیل بھی تھی قرآن وحدیث کے دائرے سے باہر آپ کی گفتگو نہیں ہوتی تھی اور اسی سے آپ کا عالمانہ وقار ظاہر ہوتا تھا، غرض یہ کہ تحریر وتقریر کا بادشاہ سلوک وطریقت کا امام اکابر کا نمونہ، عمل علم کا جامع، فہم وبصیرت کا پیکر دارالعلوم دیوبند کا امین وامیر عالم اسلام کا ممتاز عالم، طلباء کا شفیق، علماء کا مربی، عوام کا رہنما، خواص کا ہمدرد وغمگسار، اسوۂ رسول کا متبع، نرم خو، نرم دل شیریں گفتار، خوش کردار، مرد باخدا آج رخصت ہوگیا ہے. خدا اس کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے. آمین.

یہ چند سطریں بطور اظہار عقیدت کے تحریر ہوئی ہیں. ورنہ حضرت حکیم الاسلامؒ کی سیرت وسوانح تو اتنی پھیلی ہوئی ہے کہ اس پر کتابیں لکھی جائیں اور انشاء اللہ لکھی جائیں گی. اور دنیا کے لئے موجب سعادت وبرکت بنیں گی.

وہ صورتاں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں ❁ اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

❁❁❁

ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے!

از: مولانا محمد سعید الرحمن صاحب شمس القاسمی
مدیر ماہنامہ نصرت الاسلام (کشمیر)

یہ حقیقت ہے کہ اگر اونچے درجہ کے علمی، روحانی اور اخلاقی اوصاف وکمالات کی کوئی شخصیت نظر آتی ہے تو بے شبہ وہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی ذاتِ ستودہ صفات ہے آپ پیدائشی طور پر عظیم تو تھے ہی، لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آپ نے ایک علمی اور مذہبی گھرانے میں آنکھ کھولی کہ جس خاندان کے احسانات اور اس چشمۂ صافی سے سیراب ہونے والا بالواسطہ یا بلاواسطہ برصغیر کا بچہ بچہ ہے اور جس سے پوری ملت خواہی نخواہی فیض یاب ہو رہی ہے، تو قدرتی طور پر یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ آپ عظمت وسربلندی کے بلند مینار پر تشریف فرما ہیں. آپنے وہ علم، شہرت، عزت، بزرگی اور عظمت حاصل کی کہ اپنے معاصر شخصیتوں پر ہر لحاظ سے بازی لے گئے آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے وہ مقبولیت مرجعیت اور رفعت عطا فرمائی کہ:

ایں سعادت بزور بازو نیست ❁ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ علم وہنر کے بام عروج پر پہونچنے کے ساتھ ساتھ علم ویقین کے چشمۂ مطہر کی تلاش میں نکلے تو اس میدان کے شہ سوار اور خضرِ راہ حکیم الامت حضرت اقدس علام مولانا الشاہ اشرف علی التھانوی قدس سرہٗ جیسا وسیع النظر، وسیع القلب اور مسلم الثبوت شیخ طریق ملا. جہاں بیعت وتربیت کے ساتھ ساتھ اجازت وخلافت سے بھی بہرہ ور ہوئے. ایسی عظیم المرتبت اور جامع الصفات والکمالات ہستی کے سلسلہ میں یہ ہیچ مداں بھلا کیا اظہار خیال کر سکتا ہے. جن کی تعلیم وتربیت، تہذیب وتزکیۂ نفس ابتداء ہی سے وقت کے اکابر اہل اللہ اور اجلہ اساتذۂ دار العلوم مثل حضرت شیخ الہندؒ، مفتی عزیز الرحمن

عثمانیؒ کے ہاتھوں ہوا ہو، اور جنھوں نے حدیث نبوی ﷺ کی تکمیل علامۃ العصر مولانا انور شاہ الکشمیریؒ جیسے یگانۂ روزگار محدث کبیر سے کی ہو. یہی وجہ ہے کہ ان اکابر بزرگانِ دین کی خصوصی شفقتوں، محنتوں، توجہات اور دعاؤں نے مل کر حضرت قاری صاحبؒ کو قلب دردمند، ذہن ارجمند فکر بلند اور زبانِ ہوشمند کا سدا بہار مجموعہ بنا دیا تھا.

حضرت قاری صاحبؒ جنھیں اب مرحوم لکھتے ہوئے آنکھیں پرنم اور کلیجہ منہ کو آتا ہے جن کی مصروف و مشغول علمی، دینی دعوتی، تبلیغی اور عملی زندگی کا ایک ایک باب ملکی اور ملی مسائل سے دل چسپی اور ملک وملت کی مختلف جہات سے خدمات کم وبیش پون صدی سے دارالعلوم دیوبند کے ساتھ تعلیمی انتظامی، ذہنی، فکری، علمی، قلبی، عملی اور جذباتی وابستگی یہ ایک مستقل زرّیں دور کا جلی عنوان اور روشن تاریخ ہے، جسے آئندہ کا مؤرخ کسی حال میں بھی نظر انداز اور فراموش نہیں کر سکتا، لاکھوں فرزندانِ اسلام جو دارالعلوم دیوبند جیسے دبستانِ علم وفن سے وابستہ اور مسلک اہل حق کے داعی اور ترجمان ہیں. ہزاروں شیدایانِ قاسمی خاندان سے جو نسبت قاسمی پر فخر محسوس کرتے ہیں، حضرت قاری صاحبؒ کی بلند قامت شخصیت اور سیماب صفت زندگی پر آئندہ بہت کچھ لکھیں گے.

آپ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانیٔ دارالعلوم دیوبند کے حفید اور نبیرۂ محترم، علوم قاسمی کے حقیقی ترجمان، موجودہ دور میں مسلک دارالعلوم کے پاسباں، بزرگانِ دیوبند کے سچے جانشین اور علماء حق کی علمی، دینی، نورانی پاکیزہ تقدس اور بلند واعلیٰ زندگیوں کے آخری روشن چراغ ہیں. ملاقات اور زیارت کی بے پناہ خواہش اور تمنا تھی اللہ کے فضل سے وہ ساعتِ ہمایوں آئی کہ دیوبند کا سفر ہوا. دارالعلوم میں تعلیمی آغاز سال کی وجہ سے ''مجلس شوریٰ'' کا بھی زمانہ تھا، جس میں شرکت کی غرض سے اہم ممبران شوریٰ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی، مولانا منت اللہ رحمانی، مولانا سید ابوالحسن علی الندوی، مولانا محمد منظور نعمانی اور مولانا سید احمد اکبر آبادی وغیرہم تشریف لا چکے تھے اور دارالعلوم کے وسیع وحسین مہمان خانہ میں مقیم ومجتمع تھے.

حضرت مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانی امیر شریعت بہار واڑیسہ سے راقم کا وطن میں شروع سے ہی نیاز مندانہ تعلق تھا اور مولانا بھی اس ناچیز پر بہت شفقت فرماتے تھے، وطن سے دور بہت دور جب ''امیر شریعت'' کے بارے میں معلوم ہوا کہ آج کل دار العلوم ہی میں قیام ہے تو ملاقات کو حاضر ہوا. دل کو تسلی ہوئی کہ چلو اب خدا نے چاہا تو اطمینان اور سہولت سے داخلہ کی صورت نکل آئیگی، ورنہ نئی فضاء نیا ماحول، نئے لوگ، پھر غریب الوطنی اور مسافرت کا عالم بھلا کون پرسانِ حال ہوتا؟

شام کا سہانا وقت تھا، موسم خوشگوار اور ہوا میں کچھ خنکی ہو چلی تھی، اراکین شوریٰ میں سے اکثر مولانا منت اللہ صاحب کی قیام گاہ (مہمان خانہ) میں تشریف فرما تھے، چائے کے دور کے ساتھ ساتھ جہاں تک یاد پڑتا ہے مولانا ''سفر مصر و حجاز'' کی روداد اور تفصیلات حاضرین کو سنا رہے تھے، خاکسار مؤدب اور خاموش ایک کونے میں بیٹھا اس دل چسپ گفتگو سے محظوظ ہو رہا تھا کہ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک عمر رسیدہ بزرگ، پیر مغاں، نورانی صورت، خندہ پیشانی، سفید گھنی ریش، ابرو بھی بالکل پکے ہوئے رخسار سرخ وسفید اور پر گوشت دبلے، پتلے اور منحنی جسم ہونے کے باوجود حسن و جمال کے پیکر زیبا، چہرہ پر معصومیت اور سادگی کے ساتھ ساتھ فرشتوں جیسا تقدس اور پاکیزگی. سر پر اونچی دو پلی ٹوپی، کالی نفیس اور اعلیٰ درجے کی شیروانی پہنے ہوئے، پیروں میں سلیم شاہی کامدار سفید جوتے، ایک ہاتھ میں چھوٹا سا رومال اور دوسرے ہاتھ میں بید کی عصا، حجرہ میں داخل ہوئے، شعوری طور پر احترام وعقیدت کی وجہ سے حاضرین سب کے سب استقبال کو کھڑے ہو گئے مابین علیک سلیک اور مزاج پرسی کے بعد سب اپنی جگہ خاموش اور مؤدب بیٹھ گئے.

یہ انجان اپنی جگہ حیران و پریشان کہ خدا معلوم یہ کون بزرگ ہیں کہ جن کی آمد سے ہی اس عرفانی اور زعفرانی محفل کا رنگ ہی بدل گیا اور سب اس طرح خاموش اور ساکت ہو گئے کہ کانھم علیٰ رؤسھم الطیر کا سماں اور منظر ہو گیا. میری بے چینی مسلسل بڑھ

رہی تھی، اور یہ سوال بار بار ذہن میں ابھر رہا تھا کہ یہ کون صاحب ہیں، کن سے پوچھوں؟ بغل میں مولانا منت اللہ صاحب کے خادم اور رفیق سفر بیٹھے تھے، اشارتاً ان سے پوچھا تو مجھے ہی گھورنے لگے اور پوچھا دیوبند کب آئے؟

میں نے کہا نو وارد ہوں. اچھا تو پھر پوچھنے کا حق ہے. ارے میاں، یہی ہیں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ رئیس الاہتمام دارالعلوم دیوبند.

قاری صاحب کا نام سنتے ہی اور انھیں اس طرح اپنے سامنے دیکھ کر دل بلیوں اچھلنے لگا، میں ششدر تھا اور استعجاب کی کیفیت مجھ پر طاری تھی کہ تصور کی دنیا میں موصوف کا جو حلیہ، نقشہ خاکہ اور تصویر بنا رکھی تھی موصوف نہ صرف اس پر پورے اترے تھے بلکہ حیرت انگیز طور پر اس سے مختلف تھے. مجلس جب تک جمی رہی پوری عقیدت اور ارادت سے قاری صاحب کو نظریں جما کر دیکھتا رہا، مغرب کی نماز بھی باجماعت وہیں ادا کی گئی اور امامت کے فرائض قاری صاحب نے انجام دئے اس کے بعد تعارف، مصافحہ، سلام اور دعائیہ کلمات لینے کی بھی نوبت آئی. یہ تھی حضرت قاری صاحبؒ سے احقر کی پہلی ملاقات، اور زیارت کی تفصیل.

اس کے بعد چونکہ مجھے باقاعدہ دارالعلوم کے ایک ادنیٰ طالب علم ہونے کا شرف حاصل تھا، اور تکمیل حدیث تک کوئی چار سال اس شہرۂ آفاق گہوارہ علم و دانش میں گذارے اس دوران سینکڑوں مرتبہ حضرت قاری صاحبؒ سے ملاقات، زیارت مزاج پرسی، مجالس میں شرکت اور اپنی بساط کے مطابق تھوڑے بہت استفادہ کی بھی نوبت آئی.

۱۹۸۰ء کے دورۂ حدیث شریف کے شریک طلبہ بشمول احقر یہ باعثِ شرف وفخر ہے کہ حضرت قاری صاحبؒ نے اپنے برسہا برس کے معمول کے مطابق دارالحدیث میں بخاری شریف جیسی حدیث کی اہم ترین کتاب کا اختتامی درس دیا، وہ سماں اور روح پرور منظر آج بھی آنکھوں کے سامنے ہے اور ہمارے لئے سرمایۂ سکون ہے. میری معلومات کے مطابق دارالعلوم کے ناخوشگوار حالات کے مطابق پھر اس کا موقعہ دوبارہ طلبہ کو نہیں ملا.

انجمن تقویۃ الاسلام مجلس مناظرہ طلبائے دارالعلوم کے صدر کی حیثیت سے جب ۱۹۸۰ء کے سالانہ اختتامی اجلاس میں احقر نے اپنے رفقاء کے ساتھ صدارت وشرکت کی درخواست کی تو باوجود علالت اور خرابی صحت کے پوری پدرانہ شفقت کے ساتھ نہ صرف کرسی صدارت کو زینت بخشی بلکہ اصلاحی اور پر مغز ناصحانہ تقریر کے ساتھ دعاء بھی فرمائی۔

۱۹۸۱ء میں دارالعلوم سے رسمی فراغت کے بعد اور کچھ دارالعلوم کے اندرونی و بیرونی حالات ہنگامے خلفشار اور انتشار کے سبب جس میں کسی سنجیدہ اور کمزور طبع طالب علم کا ٹھہرنا دشوار تھا جسکی تفصیل کا یہ موقع نہیں، لیکن کارخانۂ قدرت کا نظام ہی کچھ الگ ہے میرے ساتھ کچھ ایسا لطیفہ پیش آیا کہ کشمیر جنت نظیر میں قیام کی نوبت آگئی اور آب و دانہ اور قضاوقدر کے فیصلے نے کشمیر کو ہی وطن اقامت بنادیا۔ جہاں تب سے اب تک قائد کشمیر محترم مولانا محمد فاروق صاحب میر واعظ مدظلہٗ کی زیر نگرانی جموں و کشمیر کی قدیم اور مرکزی دانش گاہ ''انجمن نصرۃ الاسلام'' جو انجمن کا آرگن اور ترجمان ہے ادارت کی خدمت انجام دے رہا ہوں۔ وادی کشمیر میں قیام کے بعد خاکسار زندگی کے دوسرے دَور میں داخل ہو چکا ہے اس لئے اس دوران حضرت قاری صاحبؒ سے جو خصوصی ملاقاتیں اور وقتاً فوقتاً گفتگو ہوئی ہے جی چاہتا ہے کہ موقع کی مناسبت سے مختصراً انکا ذکر کیا جائے کہ یہی یادیں اور زیارتیں سعادتِ دارین کا سبب اور زندگی کی حسین سوغات ہیں۔

احقر کو محترم میر واعظ صاحب کا ایک مکتوب لیکر بحیثیت نمائندہ ایک ہنگامی میٹنگ میں شرکت کی غرض سے ۲۰/دسمبر ۱۹۸۱ء دہلی کا سفر پیش آیا، میٹنگ میں شمولیت کے بعد مہتمم صاحب کی قیامگاہ برمکان نواب ظفر جنگ صاحب (جو قاری صاحب کے خاص نیازمند اور مرید باختصاص ہیں) کی رہائش گاہ حمید منزل نئی دہلی پر ملنے گیا، تو پوری بشاشتِ قلبی شگفتہ مزاجی اور بزرگانہ شفقت سے توجہ فرمائی، موقع کی مناسبت اور افتادِ طبع سے مجبور ہوکر احقر نے عرض کیا کہ حضرت! حریف مخالف کے سربراہ (مولانا اسعد صاحب مدنی) سے کیا براہِ راست حضرت والا ملکر دارالعلوم کے موجودہ

تکلیف دہ صورتِ حال پر تبادلۂ خیالات نہیں فرما سکتے؟ جب کہ میری معلومات کے مطابق مولانا اسعد صاحب اپنے والد مرحوم کے درجہ میں آپ کا احترام اور اکرام کرتے ہیں اور دل میں آپ کی بڑی عظمت بھی رکھتے ہیں.

پان کی گلوری منھ میں ڈالتے ہوئے مسکراتے ہوئے جواب مرحمت فرمایا کہ بھائی کوئی معاملہ ہو جب تو گفتگو کی جائے. مولانا اسعد صاحب بھی میرے نزدیک ایسے ہیں جیسے میاں سالم (بڑے صاحبزادہ محترم. مولانا محمد سالم قاسمی) پھر رازدارانہ الفاظ میں فرمایا کہ ایک آدھ دفعہ ان سے ملاقات کی نوبت تو آئی ہے اور میرے سامنے موصوف نے ہر طرح کی سعادتمندی کا بھی ثبوت دیا ہے لیکن دشواری یہ ہے کہ جو آدمی بھی کسی جماعت کا ذمہ دار اور سربراہ ہوتا ہے وہ اپنی جماعتی کارکنوں، مشیروں اور بہی خواہوں کی رائے اور ایماء کے بغیر کوئی ذمہ دارانہ بات نہیں کرسکتا. اور یہی پیچیدگی مولانا اسعد صاحب کے ساتھ بھی ہے اس میں آدمی جماعتی لحاظ سے بھی مجبور ہوتا ہے اور اخلاقی اعتبار سے بھی.

وادیٔ کشمیر میں تعلیمی اداروں میں سرما کی بڑی لمبی تعطیل ہوتی ہے. جنوری ۸۲ء سے اوائل یکم مارچ تک خاکسار کو مولانا سید ارشاد احمد رئیس المبلغین دارالعلوم کی رفاقت میں خادم کی حیثیت سے زندگی میں شمالی ہند کا طویل ترین تبلیغی اور دعوتی سفر کرنا پڑا اور اس طرح حسب پروگرام جب جنوری کے اواخر میں بمبئی جیسے تجارتی اور بین الاقوامی شہر میں پہونچا تو مولانا نے اپنے معمول کے مطابق اپنے سابقہ میزبان اور دیرینہ نیازمند جناب محمد عمر صاحب یوپی جاگیردار کی کوٹھی پر قیام فرمایا. ان ہی دنوں حضرت قاری صاحبؒ کچھ تو دیوبند کے حالات سے بددل اور کچھ گرتی ہوئی صحت کے پیش نظر بمبئی والوں کے اصرار سے تشریف لاکر اپنے جانثار خادم اور ماسٹر عزیز الحق صاحب مشہور تاجر عطریات بمبئی کے مہمان تھے. ۲ر فروری کی صبح مولانا ارشاد صاحب، مولانا ظل الرحمٰن صاحب صدیقی، مرزا محمد بیگ صاحب کی معیت میں حضرت قاری صاحب کی مزاج پرسی کی غرض سے قیامگاہ پر حاضری ہوئی. مختصر سی گفتگو میں حضرت قاری صاحب نے

مولانا ارشاد صاحب سے فرمایا (جو سوئے اتفاق سے ان دنوں نہایت علیل، اور درد سینہ جیسے عوارض میں مبتلا تھے اور بمبئی قیام سے مقصد کسی ماہر معالج سے علاج اور مشورہ بھی تھا) کہ اگر میں ان دنوں دیوبند رہتا تو ایسی حالت میں ہرگز آپ کو اتنے طول طویل سفر کی اجازت نہ دیتا. دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحتِ کاملہ عاجلہ اور مستمرہ عطا فرمائیں کہ دورِ حاضر میں اللہ تعالیٰ اشاعتِ توحید و سنت کا بڑا کام لے رہے ہیں.

جواب میں مولانا ارشاد صاحب نے کہا کہ حضرت کی عدم موجودگی میں تو دیوبند میں ہر چہار طرف ویرانی اور سناٹے کا راج ہے اور فضا سونی سونی لگتی ہے.

قاری صاحبؒ کو لطیف اور پاکیزہ شاعری کا بھی ذوق تھا. آپ کا کلام ادبی چاشنی کے ساتھ ساتھ عارفانہ، ناصحانہ اور صوفیانہ طرز کا ہے. عارفؔ تخلص فرماتے تھے. آپ کی پوری شاعری میں بلند خیالات اخلاق کی سچی تصویر، طبیعت کی خودداری اور مختلف ادوار کی منہ بولتی تاریخ پائی جاتی ہے جس کا جی چاہے مجموعۂ کلام جو زیورِ طبع سے آراستہ ہے براہِ راست مطالعہ کر کے ہمارے خیال کی تصدیق کر سکتا ہے.

چنانچہ مولانا ارشاد صاحب کے استفسار پر کہ کیا موجودہ حالات سے متاثر ہو کر حضرت نے بطورِ تاریخ کے کچھ ارشاد فرمایا ہے؟

جواب دیتے ہوئے قاری صاحب نے فرمایا: کہ کیا کہوں، کچھ تو فطری ضعف، نقاہت اور کمزوری اور کچھ موجودہ کربناک حالات نے ذہن و دماغ کو بالکل ناکارہ کر دیا ہے. چونکہ قاری صاحب کو ایک مرتب پروگرام کے تحت پونا تشریف لے جانا تھا اور گاڑی نیچے منتظر تھی اس لئے کچھ زیادہ گفتگو کا موقع نہیں تھا تاہم مولانا ارشاد صاحب نے چلتے چلتے اپنی دو صاحبزادیوں کے عقد مسنونہ جو ۱۲ر مارچ ۱۹۸۳ء کو دیوبند میں ہونے والی تھی. میں شرکت کی پُر خلوص دعوت دی جسے مہتمم صاحبؒ نے اپنے سابقہ تعلقات اور قریبی روابط کی بناء پر بخوشی شکریہ کے ساتھ قبول فرمائی. وقت مقررہ پر دیوبند تشریف لائے اور بنفس نفیس نہ صرف مجلس نکاح میں شرکت کی بلکہ بطور خود نکاح بھی

پڑھایا، اس مبارک موقع سے خاکسار نے ایک تہنیتی نظم بھی پڑھی ہے حضرتؒ نے بہت ہی پسند فرمایا اور دل کھول کر داد دی.

۲۰ / جنوری ۱۹۸۳ء کو سرمائی تعطیل میں پھر دیوبند حاضری ہوئی تو میر واعظ کشمیر مولانا محمد فاروق صاحب کے بعض اہم اور تاریخی خطبات کا مجموعہ المسمی ''انوار اسلام'' کا مسودہ بھی میرے ساتھ تھا جسے بڑی محنت، دیدہ ریزی لگن اور دل چسپی کے ساتھ میر واعظ کی نگرانی میں خاکسار نے مرتب کیا تھا. کتاب کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ اس سے ہی لگایا جاسکتا ہے کہ ملک کے اکابر علم و فضل نے اس پر بلند پایہ علمی تقاریظ لکھیں. اور اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا. حضرت قاری صاحبؒ کی خدمت میں ۲۱ / جنوری ۱۹۸۳ء قبیل جمعہ دولت کدہ پر حاضر ہوا. اطلاع پاتے ہی فوراً بیٹھک میں تشریف لائے. اسی وقت سرسری طور سے مسودہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالی، جابجا اپنے پختہ قلم سے اصلاح فرما کر عزت افزائی فرمائی اور آرام سے مسودہ دیکھنے کے لئے اپنے پاس رکھ لیا اور پھر بعد میں بڑی ہی پر مغز عالمانہ فاضلانہ اور محققانہ تقریظ تحریر فرمادی جو زینتِ کتاب ہے. جب تک خدمت میں بیٹھا رہا مختلف موضوعات پر اظہار خیال اور معلومات کے موتی بکھیرتے رہے، اس دوران خادم نے چائے مع لوازمات پیش کی جو صرف احقر کی رعایت میں بڑی نفاست اور اہتمام سے بنوائی گئی تھی، چائے نوشی چل رہی تھی اور حضرت قاری صاحب ہندوستان میں چائے کی آمد، خواص اور بڑے لوگوں کا چائے کا عادی بننا پھر عوام میں چائے کی مقبولیت اور رواج عام کی پوری تاریخ دل چسپ انداز میں سناتے رہے. چائے کے سلسلے میں کچھ ذاتی نوعیت کے لطیفے بھی سنائے جس کا ذکر طوالت کا سبب ہوگا. اچانک کچھ انتظامی معاملات میں باہم کچھ صلاح ومشورہ کی غرض سے اساتذۂ دارالعلوم بالخصوص استاذی المحترم مولانا سید انظر شاہ صاحب المسعودی اور مولانا خورشید عالم صاحب تشریف لائے. گفتگو میں خلل نہ ہو اس جذبہ سے احقر نے اٹھنا چاہا تو شاہ صاحب نے روکا، کوئی بات نہیں تم بیٹھے رہو. شاہ

صاحب کی گہر بار اور شگفتہ طبیعت اب تو محفل بالکل زعفران زار بن گئی، بات بات میں مسکراہٹ، علمی اور سنجیدہ لطیفے، اکابر کے چٹکلے اور شاہ صاحب کا دل نشین و دلپذیر انداز بیان بس کچھ نہ پوچھئے. ادھر قاری صاحبؒ حال ہی میں امریکہ (غالباً تیسری بار) امریکہ کے اپنے کامیاب دعوتی دورے سے تشریف لائے تھے، اس لئے سفر کے تاثرات، مشاہدات اور وہاں کے حالات اپنے مخصوص لب ولہجہ میں سناتے رہے کوئی دو گھنٹے تک یہ سلسلہ جاری رہا اور خاکسار اپنے ان محبوب اساتذہ اور بزرگوں کی پر کیف گفتگو مزاح وظرافت، نزاکت وخوش طبعی سے لطف اندوز ہوتا رہا.

۲۲/جنوری ۸۳ء مولانا ارشاد احمد صاحب مدظلہ کی رفاقت میں مجھے حیدر آباد دکن کا تبلیغی سفر پیش آیا. وہاں سے لوٹ کر لکھنؤ قیام کرتے ہوئے اپنے وطن (مغربی دیناج پور) والدین، اعزہ واقارب سے ملنے ملاقات کرنے کی غرض سے جانا ہوا خوش بختی سے اس سارے سفر میں مولانا مدظلہ کی رفاقت رہی، ۱۵/مارچ کو جب دوبارہ دیوبند واپس لوٹ کر آیا تو حضرت قاری صاحبؒ ان دنوں کانپور یوپی کے سفر سے واپس تشریف لائے تھے، اور شدید بیمار چل رہے تھے. دو ایک مرتبہ دولت خانہ (طیب منزل) پر حاضری دی اور سلام ومصافحہ کے بعد لوٹ آیا.

ضابطہ کے لحاظ سے اب میری چھٹیاں ختم تھیں پروگرام کے تحت ۱۷/مارچ کو مجھے کشمیر کے لئے روانہ ہونا تھا، سفر کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں، آخری بار حضرت قاری صاحبؒ سے ملاقات اور مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوا. حضرت اس وقت پورے ہشاش وبشاش اور چاق و چوبند نظر آرہے تھے، رخصت کی اجازت چاہی، دعا کی درخواست کی اور چہرۂ انور پر (وہ چہرہ جو ملت کی خوشی سے مسرور شاداں اور ان کی مصیبت سے دکھی اور اداس ہوتا تھا، اور جس پر شرافت خاندان اور شرافت نفس کا نور جھلکتا تھا) آخری اور الوداعی نگاہیں ڈالتا ہوا وادی کشمیر کے لئے روانہ ہو گیا.

اس طرح گذشتہ پانچ ماہ سے مسلک دار العلوم کے محافظ حضرت قاری صاحب

کی زندگی کا چراغ شدید بیماری، ضعف اور نقاہت کے عالم میں ٹمٹما رہا تھا مگر صبر وتحمل اور حوصلہ واعتماد کا یہ پیکر اسی شان عبودیت ونیاز مندی کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں سر بسجود تھا جو انسانی زندگی کا ہمیشہ ایک نشانِ امتیاز رہا ہے۔

بالآخر وہ ساعت آگئی جو نبی، ولی، غوث، قطب، شاعر وادیب، مفکر وفلسفی اور رند وزاہد سب کو پیش آتی ہے، مگر آہ! موت کتنی ٹھوس حقیقت ہے اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا جو یہاں آیا ہے اسے ایک نہ ایک دن جانا ہے۔

ہم کیا رہیں گے جب نہ حبیبِ خدا رہے

کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربك ذوالجلال والاکرام اور **کل نفسٍ ذائقةُ الموت** نصوصِ قرآنیہ ہیں۔ اور بقول مفکر اسلام مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم کہ ''زندگی مستقل ایک مرض ہے جسے یہ بیماری لگ گئی اس کا علاج ہی بس موت ہے''

حضرت قاری صاحبؒ کا حادثہ کوئی غیر متوقع نہیں تھا۔ ایک تو عمر شریف پھر پیرانہ سالی کے عوارض، مگر آفتاب جب بھی غروب ہو تاریکی پھیلنا لازمی ہے۔ حضرت کی طبیعت کئی دن سے بحال تھی، ۱۷ر جولائی کی صبح دس بجے تک اسی خندہ پیشانی اور مسکراہٹوں کے ساتھ گفتگو فرماتے رہے۔ گیارہ بجے دن کے قریب تنفس کا ایک معمولی سا دورہ ہوا، حضرت نے بلند آواز سے کلمۂ طیبہ کا ورد فرمایا اور علم وتبلیغ اور رشد وہدایت کے نور سے منور ان کی روح مقام اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آل انڈیا ریڈیو سے خبر نشر ہوئی اور جنگل کی آگ کی طرح ملک اور بیرونِ ملک پھیل گئی۔ مغرب کی نماز کے لئے مصلے کی طرف جا رہا تھا کہ محترم مولوی مشتاق صاحب ڈائرکٹر نے حادثہ کی اطلاع دی۔ اس حزنیہ خبر سے دل پہ جو گذری قلم کے اندر اتنی طاقت نہیں کہ اسے بیان کیا جائے۔ حضرت قاری صاحب اپنے سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ اب ایسے نفوس قدسیہ کتنے رہ گئے ہیں جن کے دم سے اسلام کی روحانی شمع اور علمی مشعل روشن تھی۔ قاری صاحبؒ رخصت نہیں ہوئے بلکہ علم وہدایت کا ایک روشن چراغ بجھ گیا۔ تقریباً

نوے سال کی طویل اور قابل رشک عمر پائی اور زندگی کے بہترین اکثر اور غالب حصہ میں دار العلوم کی سربراہی اس شان سے فرمائی کہ سیاسی حالات کی نیرنگیاں، وقتی حوادث، دار العلوم کی مالی مشکلات، اپنوں اور غیروں کی مخالفتوں نے آپ کا سامنا کیا مگر ہر مورچۂ حوادث صبر واستقلال کے اس کوہِ گراں سے ٹکرا کر بکھر گیا. آپ نے پورے اخلاص، عزم، توکل، انہماک اور دلچسپی سے اکابر کی اس عظیم امانت کی حفاظت کی بلکہ اسے ترقی کی انتہائی منازل سے ہمکنار کر کے چار چاند لگا دیئے.

بلا مبالغہ حضرت قاری صاحبؒ کی وفات جہاں ایک دینی، علمی ادبی، ملکی، ملی اور بین الاقوامی حادثہ ہے وہیں فرزندانِ دار العلوم کے لئے ذاتی سانحہ اور المیہ بھی، بیشک حضرت قاری صاحبؒ بزرگانِ قدیم کی یادگار اکابر دار العلوم کے علوم کے حامل وامین مسند علماء کے صدر نشیں اور بزم صوفیاء کے روشن چراغ تھے. وسعتِ نظر، وسعت مطالعہ، حقیقت پسندی، ذہنی توازن، ملی درد اور اخلاقی جرأت کے ساتھ ساتھ تفکر، تدبر دور اندیشی، رسوخ فی العلم، حدیث، تفسیر، فقہ کلام، تاریخ وسیر اور ادب وانشاء پر محققانہ، حکیمانہ مبصرانہ اور ناقدانہ نظر، قرآن مجید کے پختہ حافظ اور جید قاری اور ذکاوت و ذہانت میں حضرت اپنی نظیر آپ تھے. ان جیسی شخصیت صدیوں میں پیدا ہوتی ہے اور اب شاید صدیوں میں بھی پیدا نہ ہو.

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یوں تو قاری صاحبؒ کی پوری زندگی بے غبار اور چاند سے بھی زیادہ روشن ہے، بیشک اپنے وقت میں آپ اعلیٰ انسانی صفات کے حامل اور بہترین خوبیوں کے مالک تھے. قدرت کی طرف سے آپ کو دل محبت آشناء، آنکھیں پرنم، زباں شیریں اور بے آزاد طبیعت ملی تھی، آپ کا قلب کینہ و عداوت سے بہت دور تھا. طبیعت میں معصوم بچوں کی سی سادگی اور معصومیت تھی.

میرے نزدیک قاری صاحبؒ کی سب سے نمایاں ترین صفت ان کی فطری شرافت، معاملہ فہمی، مرتبہ شناسی، کریم النفسی، بلند حوصلگی، اور عالی ظرفی تھی. اس میں ان کے خاندانی روایات، اکابر دیوبند سے علمی اور نسبی رشتہ، اور اسلامی فکر وتہذیب (جس سے آپ سرشار تھے) اس کا بھی دخل تھا اس شرافت اور خوش معاملگی کا تجربہ کم وبیش ان سب مختلف الخیال، مختلف الفکر اور مختلف الطبائع لوگوں کو ہوا ہوگا جن کا ان سے ساٹھ سالہ اہتمام کے طویل ترین دَور میں واسطہ پڑایا ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا.

حضرت قاری صاحبؒ کی ملکی وملی خدمات کا دائرہ بے حد وسیع ہے سر دست ان سب کا احاطہ مقصود ہے. اور نہ یہ چیز اپنے بس میں. البتہ ان کا ایک ناقابل فراموش کارنامہ میرے نزدیک یہ ہے کہ آپ کے ہی دورِ قیادت وسیادت میں دارالعلوم دیوبند کا عہد آفریں، تاریخ ساز اور بین الاقوامی صد سالہ اجلاس ۱۹۸۰ء کا جشن پورے ایمانی اور عرفانی جوش کے ساتھ منایا گیا جو دارالعلوم کی سو سالہ تاریخ میں اپنی نوعیت طرز اور افادیت کے لحاظ سے یہ پہلا اجتماع تھا جس میں لاکھوں بزم توحید کے شیدائیوں کے علاوہ عرب وعجم کے ہزاروں علماء، صلحاء بزرگانِ دین، اسلامی مفکرین، اسکالرس، عمائدین اور رہنمایانِ قوم شریک ہوئے، اور یہ سب کچھ قاری صاحبؒ کی حسنِ کوشش، انتھک محنت جذبۂ صادق، اور اخلاص کامل کا نتیجہ تھا.

افسوس! قاری صاحبؒ کے انتقال سے ایک زرّیں دور کا خاتمہ، اور تاریخ کے ایک باب کی تکمیل ہوگئی، جس کے بغیر عالم اسلام کی اس صدی کی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی.

اور جگر مرادآبادی مرحوم کی زبان میں ؎

جان کر منجملۂ خاصانِ میخانہ مجھے ❁ مدتوں رویا کرینگے جام وپیمانہ مجھے

❁❁❁

حکیم الاسلام اور ان کی شانِ تواضع

از: مولانا ارشد اعظمی قاسمی ربنارس

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی ذات اقدس ایک بین الاقوامی معروف ومقبول شخصیت ہے. اللہ رب العزت نے حضرت قاری صاحبؒ کو گونا گوں کمالات سے نوازا تھا، ساتھ ہی جاذبیت اور کشش کی دولت سے بھی مالا مال فرمایا تھا، اور واقعۃً ''حکیم الاسلام'' کا خطاب جس نے بھی آپ کو دیا ہے. بجا طور پر صحیح دیا ہے اور ''حق بحقدار رسید'' کا علی وجہ البصیرت ثبوت دیا ہے، کیونکہ ''خطبات حکیم الاسلام'' کا مطالعہ اور اس کا فیض، عند اللہ اس کی مقبولیت پر ملا اعتراف کرنے پر مجبور کرتی ہے، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اپنے اعتبار سے علوم و معارف اسرار وحکم کے ایک بحر بیکراں تھے، رشد وہدایت اور علمی فیضان کے جو عظیم الشان نقوش عالم اسلام کو موصوف عطا کر گئے ہیں. وہ بے مثال اور لازوال تحفہ وعطیہ ہے، اور ایسی شخصیتیں بعد مدت دراز کہیں پیدا ہوتی ہیں.

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے، چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت حکیم الاسلامؒ کی پہلی زیارت آج سے تقریباً چالیس سال قبل مدرسہ دارالعلوم مئو میں ہوئی تھی اور جلسہ میں موصوف نے سورۃ الرحمٰن کی تلاوت فرمائی تھی، میرا بالکل بچپن کا زمانہ تھا، لیکن وہ انداز، جمال، آواز، ابھی تک بحمد اللہ ذہن میں مرتسم ہے، اس وقت کے حضرت عارف باللہ مصلح الامت مرشدنا مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خانقاہ میں جو میری تعلیم وتربیت کا زمانہ تھا. حضرت حکیم الاسلامؒ حضرت

مصلح امتؒ سے متعدد بار ملاقات کے لئے تشریف لائے، تو وہاں زیارت سے مشرف ہونے کی توفیق میسّر ہوئی، حضرت مصلح الامتؒ اور ان کے در سے وابستہ ہونے کے طفیل دارالعلوم دیوبند اور ہندوستان کے دیگر علماء کرام کو قریب سے دیکھنے اور ملاقات کرنے کے مواقع نصیب ہوئے، یہ حضرت مصلح الامتؒ کی برکت تھی جسے اللہ رب العزت نے اپنے اس بندہ کو عطا فرمائی، ایک بہت خاص بات یہاں ناظرین وقارئین کے توجہ فرمانے کی ہے کہ الہ آباد نور اللہ روڈ پر ایک عظیم الشان سیرت کا جلسہ تھا. جس میں حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ خصوصی مقرر کی حیثیت سے یاد فرمائے گئے تھے، راقم کو اچھی طرح یاد ہے کہ سیکڑوں کا مجمع تھا اور الہ آباد واطراف کے علماء کرام بھی جلسہ گاہ میں حاضر تھے. مولانا قاری فیاض احمد صاحب دلدارنگری نے آپ کا تعارف کرایا تھا، تو اس تعارف میں حقیقت کے اعتبار سے احترام وآداب وتعظیم کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے حکیم الاسلام کی شخصیت کو اُجاگر کیا تھا، لیکن حضرت حکیم الاسلام نے بعد خطبہ اس طویل تعارف پر نکیر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ مولانا موصوف نے جو کچھ بتلایا وہ ان کے حسن عقیدت وسعادت مندی کا ثبوت ہے مگر اس سے زیادہ بہتر یہ تھا کہ وہ یہ فرماتے کہ دارالعلوم دیوبند کا ایک طالب علم حاضر خدمت ہے، اس متواضعانہ انداز پر مجمع پر ایک خاص تاثر پیدا ہو گیا تھا.

راقم نے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی زندگی کا مطالعہ کیا تو بایں کمالات وبلندئ درجات ان کی ''تواضع'' بہت ہی نمایاں نظر آتی ہے اور حقیقۃً اسی تواضع نے آپ کو بڑی بلندی عطا کر دی تھی. اسی سلسلہ میں ایک واقعہ زینت قرطاس کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے، جسے پڑھ کر مجھ جیسے ادنیٰ طالب علم کو حضرت حکیم الاسلام کے مقام بلند کا تصور نہیں ہو سکا. اللہ تعالیٰ ان کے مزار کو پُر انوار بنائے.

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھیؒ جو ابھی قریبی دور کے بلند پایہ

بزرگ گذرے ہیں. انھوں نے اس واقعہ کو بڑے تأثر کے ساتھ بیان فرمایا ہے. اور اس میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سفر بیت المقدس کا واقعہ مربوط ہے لہٰذا مضمون نگار اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی کے ہی انداز بیان کو نقل کریگا اور پورا بیان پڑھنے کے بعد ہی صحیح طور پر اندازہ لگ سکے گا. لہٰذا حضرت مولاناؒ کے الفاظ میں پہلے حضرت عمر فاروق اعظمؓ کا واقعہ ملاحظہ کیجئے اس کے بعد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا.

چنانچہ مولانا پرتاپ گڈھیؒ فرماتے ہیں کہ:

''حضرت عمرؓ کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ آپ کے دور خلافت میں، مسلمانوں کے لشکر نے جب بیت المقدس کا محاصرہ کیا تو اہل شہر نے کہا کہ تم اپنے خلیفہ کو بلاؤ، ہماری کتاب میں ان کا حلیہ لکھا ہوا ہے، اگر مطابق ہو جائے گا تو ہم بغیر جنگ کئے ہی قلعہ کا دروازہ کھول دیں گے، چنانچہ مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت عبیدہ ابن الجراح نے خلیفۃ المسلمین حضرت عمر ابن خطابؓ کے پاس یہ اطلاع بھیجی، تو آپ بیت المقدس کے لئے روانہ ہو گئے، بوقت روانگی آپ کا یہ حال تھا کہ پیوند لگے ہوئے معمولی کپڑے زیب تن فرمائے ہوئے اور اونٹ پر سوار تھے، یہ دیکھ کر اسلامی سپہ سالاروں نے آپ سے درخواست کی اور عرض کیا کہ آپ مسلمانوں کے خلیفہ ہیں. لہٰذا اچھے اور صاف کپڑے پہن لیں. اور گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لے چلیں. حضرت عمرؓ نے لوگوں کی اس درخواست پر کپڑے بدل لئے اور اونٹ سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہو گئے. مگر ابھی چند قدم ہی چلے تھے کہ فرمانے لگے کہ: میرا نفس ان چیزوں کی وجہ سے متغیر ہو رہا ہے. لاؤ میرے پرانے کپڑے اور میرا اونٹ میں اسی پر چلوں گا. اور یہ فرمایا کہ: **نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰہ بِالْاِسْلَامِ**. یعنی ہم وہ قوم ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ عزت دی

ہے. وہی ہمارے لئے کافی ہے. یہ فرمایا اور پھر وہی پیوند دار کپڑے پہن لئے اور اونٹ پر سوار ہو کر تشریف لے گئے آپ کے ہمراہ ایک غلام تھا اس سے یہ طے فرمایا کہ ایک منزل تک میں سوار ہو کر چلوں گا اور تم اونٹ کی نکیل پکڑ کے چلو گے، اور ایک منزل تم سوار ہو کر چلو گے اور میں نکیل پکڑ کر چلوں گا. چنانچہ اسی کے مطابق منزل بہ منزل سفر طے ہوتا رہا، جب آخری منزل آئی تو اس وقت غلام کے اونٹ پر بیٹھنے اور حضرت عمرؓ کے پیدل چلنے کی باری تھی، غلام نے عرض کیا کہ حضرت اب مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ سوار ہو جائیں اور میں پیدل چلوں؟ مگر آپ نے فرمایا کہ نہیں، ایسا نہ کرونگا، کیوں کہ یہ خلاف عدل ہے. الخ''

الغرض اسی طرح سے آپ قلعہ کے سامنے پہنچے کہ غلام اونٹ پر سوار تھا اور آپ اس اونٹ کی نکیل پکڑے پیدل چل رہے تھے.

مخالفین نے قلعہ کے اوپر سے آپ کا حلیہ کتاب سے منطبق کرنا شروع کیا چنانچہ طابق النعل بالنعل یہی حلیہ ان کی کتابوں میں لکھا تھا کہ ایسے ایسے کپڑے ہونگے اور ان کا غلام اونٹ پر سوار ہوگا اور خود اس کی نکیل پکڑے ہوئے پیدل چل رہے ہونگے، بس اہل شہر نے اس کو دیکھتے ہی قلعہ کا دروازہ کھول دیا. اور شہر مسلمانوں کے سپرد کر دیا. الخ

یہ واقعہ سیرت اور تاریخ اسلام کی کتابوں میں مذکور ہے. اور تمام مشائخ اور علماء حضرات اس کو بیان فرماتے ہیں. اور وہ یہاں بھی بقول حضرت مولانا پرتا پگڈھیؒ کے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے یہی بیان فرمایا ہے اور یہی واقعہ اگلے واقعہ کی اساس ہے جو ایک عارف باللہ نے دوسرے عارف باللہ کے بارے میں سنایا ہے. لہذا لیجئے سنئے اور پڑھئے اور ضرور پڑھئے، سنئے اور اس بے مثال تواضع پر سر دھنئے اور آخر میں بیان کا حوالہ بھی دیکھ لیجئے گا تا کہ ناظرین میں سے جس کا جی چاہے مراجعت کر سکے!

ہاں تو کیا فرماتے ہیں حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتا پگڈھی:

اب سے تقریباً چالیس سال (بلکہ پچاس سال) قبل کا واقعہ ہے. کہ قصبہ مئو آئمہ ضلع الہ آباد میں ایک بہت بڑا جلسہ "احناف کانفرنس" کے نام سے منعقد ہوا تھا، جس میں ہندوستان کے مشہور چوٹی کے علماء تشریف لائے تھے. مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ، مولانا ابو الوفاء صاحب شاہجہانپوریؒ، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ، اور دوسرے بہت سے علماء تشریف لائے تھے. جمعہ کا دن تھا. نماز جمعہ کی امامت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے فرمائی اور جلسہ کا صدر بھی انہی کو مقرر کیا گیا. پہلے معذرت فرمائی اس کے بعد تشریف لائے اور کرسی صدارت پر بیٹھنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس وقت اکابر کی موجودگی میں کرسی صدارت پر بیٹھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی مگر امتثالاً للامر بیٹھ گیا اور پھر ایک واقعہ یاد آیا جس سے مجھے تسلی ہوگئی.

حضرت مولانا پرتا پگڈھیؒ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ:

اس کے بعد حضرت مہتمم صاحبؒ نے حضرت عمرؓ کا مندرجہ بالا واقعہ ذکر فرمایا، پھر ارشاد فرمایا کہ آپ انصاف سے بتلائیں؟

جس وقت ان کا غلام اونٹ پر سوار ہوتا اور خود وہ نکیل پکڑ کر پیدل چلتے تھے اس وقت کیا اس غلام کے دل میں اس کا وسوسہ بھی آتا ہوگا کہ میں حضرت عمرؓ سے افضل ہوں؟ ہرگز نہیں. اسی طرح یہاں سمجھ لیجئے کہ میری مثال اس وقت بالکل اسی غلام جیسی ہے اور جن اکابر نے مجھے یہاں بیٹھنے کا حکم فرمایا ان کی حیثیت فاروق اعظم جیسی ہے.

اللہ اکبر! کس عظمت کی حامل تھی وہ شخصیت! اور اس گہری تواضع میں اللہ تعالیٰ نے حکیم الاسلام کی ذاتِ والا تبار کو کتنی بلندی اور رفعت بخشی تھی کہ ان کی نورانی ذات

اور جگمگاتی زندگی عظمت کردار کا مظہر بن گئی تھی تذکرہ نگار کو یاد ہے کہ حضرت حکیم الاسلام ایک مرتبہ دورانِ سفر مغل سرائے (بنارس) میں مختصر وقفے کے لئے پلیٹ فارم پر جلوہ افروز ہوئے اور اہل محبت نے پروانوں کی طرح شمع فروزاں کو گھیر رکھا تھا تو ابرار واخیار نہیں بلکہ ''اغیار کی زبانوں پر بے ساختہ یہ جملہ آیا کہ: ارے ای دیوتا ہیں'' بہر حال بات کہاں پہنچ گئی؟ وہ واقعہ تو ضرور پورا ہوا مگر بات نہیں پوری ہوئی کیوں کہ حضرت مولانا پرتا پگڈھیؒ کا بیان ہنوز باقی ہے. چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

سبحان اللہ! کیسی عمدہ تمثیل پیش فرمائی، اس کو سنکر تمام علماء پھڑک اٹھے اور عش عش کرنے لگے مجھے بھی بہت پسند آئی اور اس کو برابر بیان کرتا ہوں، ان حضرات کی عجب شان تھی ان کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی تھی. واقعی ان حضرات کے پیش نظر محض اللہ ورسول کی رضا وخوشنودی ہوتی تھی اور ان کو آخرت کا ایسا یقین حاصل تھا کہ کسی وقت ان سے غفلت اور ذہول نہ ہوتا تھا. (روح البیان ص ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴ ج ۳ سلسلہ مواعظ حضرت مولانا پرتا پگڈھیؒ)

بدست خود وبقلم خود اپنے ہی کو حقیر وفقیر ونا کارہ لکھنا وکہنا ایک دوسری بات ہے لیکن علماء حقانی ومشائخ ربانی کے مجمع میں اور پھر کسی جامع کمالات ہستی کا اور وہ بھی حضرات صحابۂ کرامؓ کے حالات زندگی سے اس طرح استشہاد اور پورا پورا انطباق اور اعتراف یقیناً بے مثال ہے. اسی اسوۂ حسنہ کی وجہ سے حضرت حکیم الاسلامؒ کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت عامہ عطا فرمائی تھی بین الاقوامی شہرت عامہ بخشی تھی اور طبقۂ خواص میں پذیرائی کا خاص امتیاز حاصل تھا. یہی نہیں بلکہ جس خصوصیت وخوبی کی طرف نگاہ اٹھائیے تو ''دامن دل می کشد کہ جا اینجاست'' کا مصداق ہے.

تذکرہ نگار نے یہ بھی دیکھا ہے کہ قصبہ مؤ کی عظیم درسگاہ ''دار العلوم میں طلبہ کی ایک کثیر تعداد کو بخاری شریف ختم کرائی، اس میں علوم ومعارف کے بیان کے ساتھ اپنا

سلسلۂ سند مختلف جہات سے بیان فرمایا تو عجیب شان نمایاں تھی اور یہ درس بعد ظہر شروع فرمایا تو اذان عصر تک جاری رہا اور پوری تقریر ایک ہیئت ونشست پر پوری فرمائی. اللہ اکبر! اللہ رب العزت نے کتنا افاضہ فرمایا تھا اور کتنا پرانوار بنایا تھا کہ جس سے ایک عالم مستنیر تھا کہ جس کی ذات والا تبار میں علمی وقار بھی تھا اور اسلاف کے علوم ومعارف کا تذکار بھی اکابر دارالعلوم کی وراثت کا امانت دار بھی. حضرات صحابۂ کرامؓ کی یادگار بھی. اقوال زریں کا گلشن سدابہار بھی تھا اور انوار معرفت الٰہی سے ضیاء بار بھی، شاہ ولی اللہؒ کے پیغام کا علمبردار بھی تھا. اور ازہر ایشیاء دارالعلوم دیوبند کا تاجدار بھی، تھانویؒ رشد وہدایت کا رازدار بھی، اور علوم کے سمندر کو ایسا سمویا وسمیٹا تھا کہ اس سے جونکھار آیا تو سب ہی نے دیدہ ودل فرش راہ کردیا تھا. ایسی ہستی کو یاد کرتے ہیں تو ماضی کے زندہ جاوید نقوش ابھر آتے ہیں.

اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمتیں ہوں اور لازوال انعامات کی بارش ہو.

❁❁❁

مولانا قاری محمد طیبؒ

(از: عشرت علی صدیقی رمدیر روزنامہ قومی آواز دہلی

مولانا قاری محمد طیب نے اپنی ۸۸ رسالہ زندگی کا بہتر حصہ دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں گزارا۔ وہ بانی دارالعلوم مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اوران کی روایات کے وارث، حامل اور محافظ تھے۔ ان روایات میں علوم دین کی درس وتدریس کے علاوہ ملک وقوم کی خدمت اور جنگ آزادی میں بڑھ چڑھ کر شرکت بھی شامل تھی۔ اس طرح دارالعلوم دیوبند اسلامی علوم کی تعلیم کا ایک عظیم الشان مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ جہد آزادی کا ایک مضبوط قلعہ بھی بن گیا قاری صاحبؒ نے اسی دانش گاہ میں تعلیم حاصل کی اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد انھوں نے وہیں رہ کر ہزاروں طلباء کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا۔ دارالعلوم کے مہتمم کی حیثیت سے ان کا کام آسان نہ تھا، اس ادارے کی بنیاد توکل پر رکھی گئی تھی۔ اس کے دستور میں شروع ہی میں یہ بات شامل تھی کہ حکومت سے کوئی امداد نہیں لی جائے گی۔ اس کے قیام کے وقت ملک پر ایک بدیسی طاقت راج کرتی تھی۔ دارالعلوم کے قیام کا ایک یہ مقصد بھی تھا کہ وطن کو اس طاقت کی گرفت سے نجات دلائی جائے۔ ظاہر ہے کہ ایسی حکومت سے امداد لینے کا کوئی سوال نہیں تھا۔ آزادی کے بعد بھی جس کے حصول میں اکابر دیوبند کا بہت بڑا حصہ تھا دارالعلوم سرکاری امداد نہ لینے کے اصول پر کاربند رہا، اس کا مقصد سرکار سے عدم تعاون نہیں بلکہ آزادی کا عمل کے تحفظ اور توکل کے جذبے کا استحکام تھا۔ یہاں تعلیم کا کوئی معاوضہ کبھی نہیں لیا گیا اور زیادہ تر طلباء کے رہنے اور کھانے کا انتظام بھی مفت ہوتا رہا۔ بانیانِ دارالعلوم کے خلوص اور منتظمین دارالعلوم کی خدمات نے عوام میں اس ادارے کی ساکھ اتنی بڑھادی کہ اس کا سارا کام عوامی جذبے سے چلتا رہا۔

اہتمام کی مقامی مصروفیتوں کے باوجود قاری صاحبؒ دارالعلوم کے کاموں اور اشاعت دین کے سلسلے میں ملک کے مختلف حصوں اور دنیا کے مختلف ملکوں کا دورہ بھی کرتے رہے، وہ ایک بے بدل خطیب تھے۔ ان کے بیان میں بلا کی روانی تھی۔ وہ معلومات کا خزانہ تھے، ان کی باتیں جو دل سے نکلتی تھیں اپنے سادہ انداز کے باوجود یا شاید اسی انداز کی بدولت سننے والوں کے دلوں میں اتر جاتی تھیں، نجی گفتگو میں بھی وہ اپنے خلوص اور زہد و تقویٰ سے لوگوں کو متاثر کر دیتے تھے، اسی لیے نہ صرف ہندوستان اور پاکستان بلکہ افریقہ، یورپ اور امریکہ میں بھی لوگ ان سے ملنے اور انھیں سننے کے مشتاق رہتے تھے۔ تصنیف و تالیف کے لیے وہ زیادہ وقت نہیں نکال سکے، لیکن اسلامی علوم میں وہ اچھی خاصی دسترس رکھتے تھے۔ اور ان کی بعض کتابیں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔ اگر قاری صاحب کے ورثاء جن میں ان کی اولاد کے علاوہ دارالعلوم دیوبند بھی شامل ہے ان کے خطبات کو جمع کر کے شائع کر سکے تو یہ مجموعہ قاری صاحب کی ایک اچھی یادگار اور ملک و ملت کے لیے ایک نادر تحفہ بن جائے گا۔

قاری صاحب کے بہت سے تعمیری کاموں میں رابطۂ عالم اسلامی کے زیر اہتمام مسجدوں کی تعمیر و تنظیم میں صلاح و مشورہ دینے کے علاوہ مسلم پرسنل لاء بورڈ کی رہنمائی بھی شامل ہے، اس بورڈ نے بہت سی غلط فہمیوں کو دور کر دیا اور قانون شریعت کو بہت سی شعوری اور غیر شعوری چیرہ دستیوں سے بچالیا۔ اس قانون کی جو وکالت مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اور ان کے ساتھیوں نے کی، اس نے حکومت کو اقدامات اور تجویزوں میں ترمیم پر راضی کر دیا۔ ابھی تک بورڈ کا کام زیادہ تر دفاعی اور احتجاجی نوعیت کا رہا ہے۔ جن لوگوں نے قاری صاحب کو بورڈ کا صدر منتخب کیا تھا اور جنھیں ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا ہے ان کا فرض ہے کہ وہ مسئلے کی مثبت اور تعمیری پہلو پر بھی توجہ دیں، اور جو نئے سوالات مسلم پرسنل لاء کے سلسلے میں اٹھ رہے ہیں۔ ان کا تشفی بخش جواب فراہم کریں، ایسے بعض سوالات پر قاری صاحب نے توجہ

دی تھی اور اگر بورڈ نے اجتماعی شعور پر اس طرف توجہ نہ دی تو غلط فہمیوں اور غیر ذمہ دارانہ باتوں کی بہتات سے طرح طرح کی ذہنی الجھنیں پیدا ہو سکتی ہیں۔

مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے اپنی زندگی دارالعلوم دیوبند کی خدمات کے لیے وقف کر دی تھی، وہ دارالعلوم کے مہتمم ہی نہیں تھے بلکہ اس کا ایک نشان بن گئے تھے۔ دارالعلوم کے بعض معاملات کے سلسلے میں اپنے بعض رفقائے کار سے کبھی کبھی ان کا اختلاف رائے بھی ہو جاتا تھا۔ اس اختلاف کی تفصیلات سے بحث کا یہ موقع نہیں ہے۔ پھر بھی اس حقیقت کا ذکر ضروری ہے کہ قاری صاحب سے اختلاف کرنے والے بھی ان کی نیت کے معترف تھے اور اختلاف کے باوجود ان کا احترام کرتے تھے۔ خود قاری صاحب بھی مصالحت ومفاہمت کے خواہشمند تھے۔ دارالعلوم کے اہتمام کا کام بڑھ جانے اور اپنی صحت کے بگڑ جانے کی وجہ سے جو بڑی حد تک دارالعلوم کے حالات کی ابتری سے پیدا ہونے والی کوفت کا نتیجہ تھی قاری صاحب نے انتظامی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جانے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ لیکن ان کا شمار ہمیشہ دارالعلوم دیوبند کے اکابر میں کیا جائے گا۔ اور جو لوگ ان سے عقیدت اور دارالعلوم کی بقا اور ترقی سے دلچسپی رکھتے ہیں، ان سب کا فرض ہے کہ وہ پچھلے چند برسوں میں ابھر آنے والے الزامات اور جوابی الزامات کے سلسلے کو ختم کر دیں۔ قاری محمد طیب صاحبؒ ہر اعتبار سے ایک نیک اور بزرگ انسان تھے، اور ان کے نام کا ذاتی رنجش نکالنے یا ذاتی اغراض پورے کرنے کے لیے استعمال کسی طرح سے مناسب نہیں ہوگا۔

سرچشمہ روحانیت وحکمت

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ

از: راشد جمال عرشی

ارض دیوبند دو دریاؤں کے درمیان آباد یہ بستی نہ صرف زرخیزی میں بے مثال ہے بلکہ یہاں موسموں کے سبھی خوبصورت رنگوں کی قوس وقزح بھی اتر آئی ہے اس سرسبز وشاداب خطہ سے علم ودانش کے ایسے آبدار گوہر جلوہ گر ہوئے کہ نگاہیں خیرہ ہوکر رہ گئیں۔ یہ زمین علوم وفنون کے سبھی بحر وبر اپنے میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ یہاں دارالعلوم کا قیام اور اس کی علمی شعاعوں کی تابانی اس کی جلالت ومرتبت کی گواہ ہے یہاں سے علوم ومعرفت وروحانیت کے دریاؤں نے کتنے ویرانوں کو سرسبز کیا اور کتنی پیاسی زمینوں کو سیراب کیا اور اس چشمے نے آج انگنت دھاراؤں کی شکل لے لی ہے کہ تشنگانِ علم اس سے پایاب ہورہے ہیں۔

آج سے ڈیڑھ سو برس قبل اس سرزمین کی ایک عظیم المرتبت شخصیت حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ کو عالم خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس جگہ پر دارالعلوم دیوبند قائم کیا جائے اور پھر سبھی برگزیدہ شخصیات نے دارالعلوم کو عملی شکل دی گویا اس کا وجود الہامی ہوا اس کے بعد حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی آمد کے ساتھ ہی دارالعلوم مرکز علوم نبوت بنا حضرت امام قاسمؒ کے عمیق فکری تصور نے دارالعلوم کو ایسی جامعیت بخشی کہ لوگ کشاں کشاں دیوبند کا رخ کرنے لگے اور چار دانگ عالم میں دیوبند مرکز علم ہی نہیں بلکہ ایک فکر اور راہِ حق کا استعارہ بن گیا۔

اسی خانوادۂ قاسمی کے ایک روشن چراغ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب ہیں جن کے شعور وفکر اور فہم ودانش نے دارالعلوم کو بین الاقوامی حیثیت دی اور

امام نانوتویؒ کے مشن کو بام عروج پر پہنچایا۔

حضرتؒ کا زمانہ اہتمام طویل عرصہ پر محیط ہے اور اس مدت دراز میں دار العلوم نہ صرف علوم وفنون کی منزلیں طے کرتا رہا بلکہ روحانی اعتبار سے بھی اپنے بانیان کے طریق پر معرفت حق اور اصلاح مسلمین کا ذریعہ بنا اور یہ حضرت حکیم الاسلام کی شخصیت کا روحانی اعجاز تھا جس کی موجودگی ہی باعثِ برکت وہمہ گیر منافع امت تھی۔

بلاشبہ حضرتؒ عالم بے بدل، نکتہ رس، حکیمانہ فکر کے حامل اور ولی کامل تھے۔ چشم انسانی بہت کم ایسی ہستیوں کا نظارہ کرتی ہے جو صدق وصفا ودیانت وامانت، صبر ورضاء، ایثار وقربانی، حلم وتحمل، ثبات واستقامت، دانائی وحکمت، رحم دلی وکشادہ دلی، پاکبازی وعصمت کی پیکر ہو۔ انسانی زندگی کی نیرنگیاں اس کے مزاج کی غماز ہوتی ہیں پرسکون اور موافق حالات میں انسان طلب دنیا کا متلاشی رہتا ہے اور ناموافق اور تکلیف دہ ماحول میں خدا کا شاکی بے صبر اور متلون المزاج ہوجاتا ہے۔ مگر مشاہدہ بتلا رہا ہے کہ حضرتؒ دونوں حالت میں صبر واستقامت میں ثابت قدم رہے آپ کی زندگی کا طویل عرصہ فتح وکامرانی، عزت وشہرت اور قدر ومنزلت سے معمور تھا مگر حضرت اس وقت بھی انکساری وتواضع ، شفقت ومحبت، اور اعلیٰ اخلاقی رویوں کے حامل رہے اور پھر وہ وقت بھی آیا جو ہر مصلح وقت اور داعی حق پر گذرتا ہے کڑے لمحات، تکلیف دہ ماحول، الزامات کی یورش اور سازش حالات نے موسم کو خزاں زدہ کردیا حرص عز وجاہ نے دار العلوم کی روحانیت اور اخلاص کی بنیادوں کو ہلا دیا دست عدو کی کاری گری نے ایثار وفا کے خیموں کو راکھ کردیا لیکن عرصہ دہر کے ہنگاموں کے آتش پیکار میں بھی وہ نحیف وجود عزم وحوصلہ کا کوہ گراں ثابت ہوا اور شورش گیتی میں بھی اس نے اپنا قرینہ نہ کھویا یہ خوش بختی ہے کہ میں نے حضرتؒ کی زندگی کے کچھ سال دیکھے اور مادرِ علمی میں حضرت کے روز وشب اور فکر وعمل کا مشاہدہ کیا۔

دار العلوم کے دستور اساسی کی ایک شق یہ ہے کہ ادارے کے اخراجات کے لیے کوئی متعین راہ مقرر نہ کی جائے خواہ صنعتی یا تجارتی کسی راہ کو حتمی نہ قرار دے کر توکل علی

اللہ پر یقین رکھا جائے اور بظاہر عوام ہی اس ذمہ داری کو پورا کریں، حضرت نے مختلف شخصیات کے اصرار کے باوجود اس شق پر سختی سے عمل کیا۔

یقین دراصل مرکز ایمان وعقیدہ ہے اور روحانیت کے سارے چشمے اسی سے جاری ہوتے ہیں احسان وسلوک کا منبع یہی ہے تزکیہ، ادراک، کسب جب ہی ممکن ہے جب خانہ دل یقین واعتبار پر استوار ہے کہ اس میں کمی عشق وجحت کی ساری داستانوں کو الٹ دیتی ہے جب مجاز وفرع کا یہ حال ہے تو حقائق کا عالم کیا ہوگا عشق حقیقی پر کس درجہ کا ایقان مطلوب ہوگا۔

حضرت کی زندگی اور فکر ونظر میں یقین ایک فلسفہ کی حیثیت رکھتا ہے جو ہمارے سلف صالحین اور اولیاء کرامؒ کی زندگی کا اہم عنصر ہے اس کا مشاہدہ دارالعلوم کے خلفشار میں دیکھنے میں ملتا ہے جب حضرت یقین وصبر کے ایک عظیم مقام پر نظر آتے ہیں۔ دراصل یقین وسلوک سے ہی سارے مراحل طے کئے جاتے ہیں اگرچہ روایتی تصوف میں کچھ راستے ایسے بھی بن گئے جو منزل سے دور جا نکلے ہیں جہاں شریعت کے متوازی طریقت نظر آتی ہے اور سنت کے مقابل رطب ویابس کا طومار۔

حضرت نے ایسی راہوں سے گریزاں ان راستوں کا سفر کیا جو قرآن وحدیث کی تابانیوں سے منور تھے، جہاں سنت رسول کے سچے پیرو صوفیاء کرام کے نقوش کی چمک سبک روبنا دیتی ہے تصوف کے مدارج کو شریعت کے امتزاج سے طے کیا جو زندگی کے خوبصورت مظاہر کی عکاس ہوتی ہیں اور جس میں بندگی اور عشق کی ساری رسمیں جلوہ گر ہیں۔

چناں چہ صبر اور استقامت کا جو پہلو حضرت کی زندگی میں واضح طور پر سامنے آتا ہے وہ رسول اللہ کی حیات طیبہ کا اہم جز ہے اور صوفیاء کی ارادت اور طریق معرفت کی منازل کا اہم زینہ بھی حضرت زندگی میں گزرنے والے المناک حالات میں صبر واستقامت کی جن منزلوں سے گزرے وہ نہ صرف صوفیانہ مرحلوں کی تکمیل تھی بلکہ زمانے کی سنگین بے وفائیوں میں حوصلہ کی امین بھی۔

❀❀❀

خطابت و تصوف

اور

حکیمانہ باتیں

حکیم الاسلام اور راہِ تصوف

از: عارف باللہ خلیفہ حکیم الاسلامؒ حضرت مولانا حکیم محمد اسلام صاحب مدظلہ
مہتمم مدرسہ نور الاسلام میرٹھ

بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں کہ جو اس دنیائے فانی سے رحلت کے بعد ملک میں ایسا خلا پیدا کر جاتی ہیں جس کا پُر کرنا دشوار و کٹھن ہی نہیں بلکہ ناممکن سا ہو جاتا ہے۔ ایسی ہستیاں عام طور پر ہمہ گیر ہوتی ہیں اور فکر و نظر اور عمل وسعی میں بھی انقلاب آفریں کون نہیں جانتا کہ علم و عمل کی دنیا میں ”خانوادۂ قاسمی“ کا اہل زمین پر جو ایک بھاری احسان ہے۔ اس خاندان کے علمی سوتے قصبہ ”دیوبند“ سے پھوٹے اور تمام دنیا میں ہند و پاک، اور بنگلہ دیش، افریقہ، سمرقند و بخارا، ایران و عرب میں بڑی تیزی کے ساتھ پھیل گئے۔

۱۸۵۷ء میں جب کہ سلطنتِ مغلیہ دم توڑ چکی تھی اور یورپ کا جادو اسلام و ایمان کے لیے خطرہ بن چکا تھا، امانت و دیانت، اخلاق و متانت قعر مذلت میں جا پڑی تھی اور انسانیت کس مپرسی کے عالم میں مبتلا تھی ٹھیک ایسے وقت میں اسلام کے نبض شناش حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نور اللہ مرقدہ نے کروٹ لی اور دار العلوم دیوبند کا سنگ بنیاد رکھا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس ادارہ نے غیر معمولی شہرت و مقبولیت حاصل کی جو اظہر من الشمس ہے۔

سیدی و مرشدی و مولائی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا بھی خونی رشتہ اسی ”خانوادۂ قاسمی“ سے ہے۔ آپ حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند کے صاحب زادے اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند کے پوتے تھے۔ آپ آفتاب و ماہتاب بنکر تمام ہندوستان اور باہر ایشا و افریقہ کے اندر چمکے اور اپنے علمی و روحانی تصرفات سے لوگوں کو مستفید کیا۔ آپ کے

متوسلین کی بڑی تعداد جنوبی ہند میں ہے۔ممبئی ،مدراس، بنگلور، گجرات ،میسور اور مہاراشٹر کے شہروں میں آپ سے بیعت ہونے والوں کی کافی تعداد پائی جاتی ہے حتیٰ کہ یہ سلسلہ ہندوستان تک ہی محدود نہیں بلکہ غیر ممالک میں بھی پھیلا ہوا ہے سعودی عرب، افریقہ، بنگلہ دیش، پاکستان، انگلستان، برما اور ایران کے بکثرت لوگ داخل سلسلہ ہیں اور بہت سے حضرات آپ کے مجاز بھی ہیں جن کو آپ سے اجازتِ بیعت حاصل ہے۔

بزرگان دین کے میدان خدمتِ دین کے سلسلے میں جدا جدا رہے لیکن حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ہر میدان کے ہیرو تھے۔ ناظرین پر اگر میرا یہ جملہ بار گذرے تو ذرا وہ تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں کہ سیدی ومولائی حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب کو اپنی زندگی میں کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑے۔ان کا تعلق ایک مخصوص حلقہ تک محدود نہیں تھا اگر ایک طرف وہ کامیاب واعظ ومقرر تھے تو دوسری طرف وہ بلند پایہ محدث ومدرس بھی تھے۔نثر نگاری میں ان کو مہارتِ تامہ حاصل تھی تو شعر گوئی سے بھی بسا اوقات وہ دریغ نہ کرتے تھے۔ وہ درویشی وولایت کا اگر مکمل نمونہ تھے تو وہ اکابر دیوبند کی نشانی بھی تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ نبوت توجہ الی الحق وتوجہ الی الخلق کی صفت کمال کا نام ہے اور یہی تصوف کی اصطلاح ہے۔اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ نبی وہ ذات ہے جو ہر وقت حق کی جانب متوجہ رہے اور خلق خدا پر بھی نظر رکھے۔ اسی نکتے میں نبوت کے سارے کمالات وفضائل شامل ہیں تو ظاہر ہے کہ ولایت کو بھی ہمیں اسی معیار پر پرکھنا پڑے گا تو اب بات صاف ہوگئی کہ ولایت یہ ہے کہ اللہ اللہ بھی ہو اور عوام کی خدمت بھی۔ خدا کی محبت بھی ہو اور بندگان الٰہی کا درد بھی۔ آخرت کی فکر بھی سوار رہے اور قوم کا خیال بھی تو آیئے ہم حکیم الاسلام کو اس معیار پر پرکھیں۔ ظاہر ہے کہ وہ ہر میدان میں کامیاب ثابت ہوئے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ حکیم الاسلامؒ صرف ایک عالم ہی نہیں تھے بلکہ وہ درویشی وولایت کے درجہ پر بھی فائز تھے۔

اس موقع پر اگر میں یہ کہہ دوں تو بیجا نہ ہوگا کہ سیدنا مرشدنا حضرت حکیم الاسلام علم وفضل

میں اس دور کے بخاری ورازی تھے۔ عبادت وریاضت میں جنید بغدادی وشبلی تھے اور سب کچھ ہوتے ہوئے بھی وہ بیحد متواضع اور خاکسار تھے آپ کے ظاہر وباطن وسیرت اور حسین نورانی چہرہ کو دیکھ کر اللہ یاد آتا تھا۔ عربی کے کسی شاعر نے غالباً آپ ہی کے لیے کہا تھا۔

کل بیت انت ساکنہ ۞ این محتاج الیٰ السراج
وجھک المامول حجتنا ۞ الیوم تاتی الناس بالحجج

تزکیۂ قلب حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے جب دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی تو تزکیۂ قلب کا خیال دامنگیر ہوا چوں کہ ور میں سب سے بڑے عالم جماعت دیوبند میں حضرت شیخ الہندؒ تھے لیکن موصوف وقت اسیری کی زندگی مالٹا میں گذار رہے تھے۔

۱۳۳۹ھ میں جب آپ ہندوستان تشریف لائے اور دیوبند پہنچے تو حکیم الاسلام حضرت شیخ الہندؒ سے بیعت ہوگئے اور تقریباً نصف گھنٹے تک حضرت شیخ ومرشد نے کچھ نصائح بیان فرمائیں۔ اس بیعت میں آپ کے ہمراہ آپ کے برادرِ خورد حضرت مولانا محمد طاہر صاحب بھی شریک تھے مگر اس کے بعد شیخ الہندؒ زیادہ عرصہ تک حیات نہ رہے بلکہ تقریباً چھ ماہ بعد آپ کا وصال ہوگیا۔

اس کے بعد آپ نے یہ رشتہ استاذ محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے جوڑا۔ شاہ صاحبؒ نے باضابطہ بیعت تو نہیں فرمایا مگر تعلیم دیتے رہے اور یہ سلسلہ کافی دنوں تک قائم رہا۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ دیوبند چھوڑ کر ڈابھیل تشریف لے گئے تو انقطاع ہوگیا اور حاضری کا مسئلہ پیچیدہ بن گیا۔

حکیم الاسلام حضرت تھانویؒ کی خدمت میں

اسی اثنا میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی نے بمشورۂ حضرت مولانا سعید الدین صاحبؒ بھوپالی ممبر شوریٰ دار العلوم دیوبند وحضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ (والد ماجد حکیم الاسلامؒ) حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی

خدمت میں ایک مکتوب لکھا جس میں غیر مبہم الفاظ میں یہ تحریر تھا:

''کہ ہماری خواہش ہے کہ مولوی محمد طیب کو آپ کے سپرد کر دیں اور آپ اس کی اصلاح فرمائیں''۔

اس کے بعد جو حضرت تھانویؒ نے جواب مرحمت فرمایا اس کو ملاحظ کیجئے:

''وہ میری اولاد ہے جب چاہے آجائے لیکن اصول یہ ہے کہ وہ اپنے بارے میں خود لکھے۔

چناں چہ حضرت حکیم الاسلام کا بیان ہے:

''جب ان حضرات کا ایماء ہوا تو میں نے حضرت والا کی خدمت میں ایک خط لکھا اور اس میں وابستگی کی درخواست کی حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا:

''کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں جب بھی فرصت ہو فوراً آجاؤ''۔

ادھر رمضان شریف کا مہینہ آ گیا۔ اخیر عشرہ تھا کہ میں حضرت تھانوی کی خدمت میں حاضر ہوا، دس یوم میں تراویح کے اندر قرآن شریف پورا کیا اور حضرت تھانویؒ نے تعلیم وتربیت شروع فرمادی تو پھر میرا تعلق حضرت سے مضبوط ہوتا چلا گیا۔ کئی سال بعد میں نے ظاہر فرمایا کہ حضرت بیعت فرمالیں تو فرمایا ''کہ ضرورت تو ہے نہیں''، مگر پھر بیعت بھی فرمالیا۔

خرقۂ خلافت

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی تعلیم وتربیت رنگ لائی اور آپ کی روحانیت کا حکیم الاسلام حضرت مہتمم صاحبؒ پر وہ اثر ہوا کہ آپ روحانیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچے چناں چہ بارہا اس راقم نے حکیم الاسلام کی زبان سے سنا:

''کہ حضرت تھانویؒ کی برکت اور ان کے روحانی فیض سے متعدد بار جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خواب میں دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔

اس طرح آپ کو روحانیت کی تکمیل حاصل ہوئی اور آپ کو بیعت کرنے کی

اجازت بھی تحریری طور پر حضرت تھانویؒ قدس سرہ نے مرحمت فرمادی۔ چناں چہ ہندو پاک اور دیگر ممالک میں بکثرت علماء وصلحاء آپ سے سلسلہ بیعت رکھتے ہیں۔ حضرت حکیم الاسلامؒ نے ایک موقعہ پر فرمایا:

''اصل چیز تو علوم ہیں جن پر عمل کر کے آدمی آگے پہنچتا ہے اس کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تصوف کی راہ میں ایک مبتدی ہوتا ہے اور دوسرا منتہی۔ مبتدی کا کام تو یدور مع الحق ہے یعنی جس طرف حق ہو وہ اسی طرف چلے اور منتہی کا کام یہ ہے کہ جدھر یہ چلے ادھر حق چلے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جدھر عمر چلتے ہیں ادھر حق چلتا ہے تو یہ انتہائی مقام ہے''۔

تو اس پر کسی صاحب نے سوال کیا کہ علم تو خود تزکیہ کرتا ہے پھر بیعت کی کیا ضرورت ہے کہ حضرت سیدی ومرشدی حکیم الاسلام نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

''کہ علم خود تزکیہ نہیں کرتا صرف راستہ دکھلاتا ہے تزکیہ تو دوسری چیز ہے جیسے علم طب تو اس کا فائدہ یہ ہیکہ اس کے ذریعہ ادویہ کی خاصیتیں معلوم ہوں گی اور ایک ہے مطب۔ ظاہر ہے کہ جب طبیب نبض نہ دیکھے اور مزاج کو نہ پہچانے اور موسم کا لحاظ نہ کرے اس وقت تک وہ نسخہ تجویز نہیں کرسکتا۔ تو علم طب اور چیز ہے مطب اور چیز۔ تعلیم میں تو صرف علم سامنے آتا ہے اور تربیت میں اتباع کی ضرورت پڑتی ہے۔

چناں چہ حضرت تھانویؒ کا قول ہے کہ طالب علم کا کام یہ ہے کہ خوب چون وچرا کرے یعنی یہ مسئلہ کیسے ہے اور کیوں جب تک مسئلہ نہ سمجھ لے استاد کو چلنے نہ دے اور تزکیہ نفس میں چون چرا کی گنجائش نہیں جو شیخ کہدے وہ طالب کو کرنا پڑے گا۔ خواہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے چناں چہ میرے شیخ حکیم الاسلام مریدین کو ہدایت کرتے تھے:

اخلاق کاملہ پیدا کرو، اعمال صالحہ اختیار کرو۔ عقائد حقہ کے عادی بنو، حق راستہ یہی ہے کہ قرآن وسنت کا دامن ہاتھ میں رہے اور اہل اللہ کا دامن بھی ہاتھ میں ہو یہی اعتدال کا راستہ ہے۔ اور اسی میں ہدایت ہے

عارف ربانی حضرت حکیم الاسلام نور اللہ مرقدہ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا:

"کہ ہمارے اکابر کے یہاں رشد وہدایت کے طریقے مختلف رہے چناں چہ مشائخ کا طریقہ اور تھا علماء کا اور محققین کا طرز اور تھا فقہاء کا اور، صرف انداز کا فرق تھا۔ ان حضرات نے اپنے اپنے حال کے مطابق ڈھنگ متعین کر لیے اور قوم وملت کی خدمات میں مصروف ہو گئے تو ظاہر ہے ان کو اسی لحاظ سے پرکھا بھی جائے گا مثلاً تبلیغی جماعت نے ایک ڈھنگ متعین کیا تو آپ انھیں پرکھیں۔ اس لحاظ سے وہ اس میں پورے اتر رہے ہیں یا نہیں؟ اگر آپ ان کو دوسرے معیار پر رکھیں گے جو ان کے موضوع میں داخل نہیں تو یہ آپ کی غلطی ہوگی مثلاً سنار کو پرکھا جائے اس اعتبار سے کہ وہ سونا کیسے گھڑتا ہے زیور کیسے بناتا ہے تو درست ہے اور اگر آپ اس کو لوہار کے معیار پر جانچنے لگیں تو یہ آپ کی بھاری غلطی ہوگی، ایسے ہی لوہار کو اس کے معیار پر پرکھا جائے نہ کہ سنار کے معیار پر بعینہ اسی طرح مدارس بھی ہیں انھیں جانچا جائے تعلیم کے معیار سے کیا تعلیم ہو رہی ہے نصاب پورا ہوتا ہے یا نہیں؟ طلبہ استاذ کی تقریر سمجھتے ہیں یا نہیں؟ اساتذہ اپنے حقوق کی ادائیگی کر رہے ہیں یا نہیں؟ نہ کے اس معیار سے کہ انھوں نے کتنے گشت کیے، کتنے چلے دیے کیوں کہ یہ ان کا موضوع ہی نہیں۔

تو حضرت حکیم الاسلام کا جذبہ یہ تھا کہ ہر آدمی دین کی خدمت میں لگ جائے۔ طبیب اپنے طب کے ذریعہ اس خدمت کو انجام دے کیوں کہ مریض اس سے متاثر ہوں گے۔ تاجر اپنی تجارت کے ذریعہ دین کی خدمت کو اپنا اصول بنائے اور لوگوں کو بتلائے کہ یہ بیع فاسد ہے اور یہ بیع باطل۔ جب یہ جذبہ عام ہو جائے گا تو ظاہر ہے لوگوں میں دینداری بھی عام ہوگی اور اعمال صالحہ بھی پیدا ہوں گے۔

آپ کا مزاج تھا کہ احکام دین کو عقلیت ونقلیت کے رنگ میں پیش کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ کہ جب تک دین کو عقلی ونقلی دونوں رنگ میں پیش نہ کیا جائے تو اس وقت تک لوگوں کا مزاج اس کو قبول نہیں کرتا۔ چناں چہ آپ کی تحریر، تقریر میں بھی یہی رنگ نظر

آتا ہے اور اسی انداز سے آپ اصلاح فرماتے تھے۔ یہ تھا آپ کا تصوف اور یہی طریقہ اصلاح تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جیسا کہ حجۃ اللہ البالغہ میں تصریح موجود ہے۔

سیدی و مرشدی حضرت حکیم الاسلامؒ کا فرمان ہے:

''کہ عالم بے عمل بدقسمت، عالم باعمل غیر مخلص بدقسمت، اور جو شخص صالحین کی صحبت میں بیٹھا اور ادب نہ سیکھا وہ بدقسمت ہے''۔

افسوس ہے کہ جمادی الثانی ۱۳۱۵ھ میں جو آفتاب علم و عرفان طلوع ہوا تھا وہ ۸۸ سال بعد ۱۴۰۳ھ میں ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

حقیقت یہ ہے کہ حکیم الاسلام کی موت سے شریعت و طریقت کی عظمت مٹ گئی۔ علماء دیوبند کی ساکھ کو بھاری دھکا لگا۔ مسلک دیوبند پر خزاں آ گئی علم و عرفان کی بزم سونی ہوگئی۔ دارالعلوم دیوبند اپنے ساٹھ سالہ خادم سے محروم ہوگیا سلوک و تصوف کی خانقاہ اجڑ کر رہ گئی۔

بہت دشوار ہے مسلم کو قومی رہنما بننا
بباطن خود گھٹنا اور بظاہر رہنما بننا

کیا تاریخ اس حقیقت کو فراموش کرسکتی ہے؟ یہ حکیم الاسلام کی جامع شخصیت کے چند نقوش ہیں۔ جب کوئی اللہ کا نیک بندہ اس ولی کامل اور عالم ربانی کے حالات پر کچھ لکھنے بیٹھے گا تو وہ صحیح معنی میں بتائیگا کہ

حکیم الاسلام قاری محمد طیّب صاحب کون تھے؟

حق تعالیٰ حکیم الاسلام کو اپنی بے پایاں رحمتوں سے نوازے اور ہم ناکاروں کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

قاری صاحب کا وصفِ خطابت

(از: حضرت مولانا قاری امیر احمد صاحب مظاہری رمہتمم مدرسہ مظہر العلوم شوندت

خطابت اور تقریر انسان کا اعلیٰ جوہر ہے اس کا منتہائے کمال یہ ہے کہ سامعین مسحور ہو کر رہ جائیں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے ان من البیان لسحرا یعنی بعض بیان سحر و جادو کا حکم رکھتے ہیں۔ یہ کمال کم ہی کسی کو حاصل ہوتا ہے۔ حضرت حکیم الاسلام کو قدرت کی طرف سے یہ بھی انتہائی درجہ میں عطا فرمایا گیا تھا۔ ہزاروں اور لاکھوں کے مجمع میں گھنٹوں آپ کا بیان ہوتا تھا لیکن خوبی یہ کہ نہ آپ تکان محسوس کرتے اور نہ مجمع تھکتا نہ اکتاتا پورا مجمع گوش بر آواز اور تصویر حیرت بن کر متوجہ رہتا اور کانهم علی رؤسهم طیور کا منظر ہوتا پھر مضامین ہر قسم کے، ہر ذوق اور ہر مسلک کے لوگوں کے لیے وجہ تسلی اور موجب تشفی۔

مجھے یاد ہے کہ ۱۹۴۸ء میں جب امریکا اور برطانیہ کی سازش سے حکومت اسرائیل قائم ہوئی اور تمام دنیائے اسلام نے اس کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ہڑتال اور جلسے کر کے اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا تو میرٹھ میں بھی سخت احتجاجی جلسہ ہوا اور جلوس نکلا شہر کی وسیع جامع مسجد میں نماز جمعہ کے بعد جلسہ ہوا جس میں بے پناہ مجمع تھا، حضرت حکیم الاسلام نے اس جلسہ میں تقریر فرمائی اور اس وقت کے مناسب حال عجیب و غریب تقریر فرمائی کہ جس سے سامعین پر کبھی وجد و حال کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور کبھی جوش و خروش میں مجمع بے قابو ہو جاتا تھا۔ بعد نماز جمعہ جو تقریر شروع ہوئی تو عصر کی اذان پر آپ نے تقریر ختم کرنا چاہا مگر مضمون کی آمد اور تسلسل نے سامعین پر اس قدر محویت اور دلچسپی پیدا کر دی تھی کہ مجمع مضمون کی تکمیل کے لیے بے تاب تھا، چناں چہ آپ نے مجمع کے جذبات کی رعایت کرتے ہوئے بعد نماز عصر پھر تقریر شروع فرما دی یہاں تک کہ مغرب

کی نماز کا وقت آ گیا اور پھر بھی مضامین کی آمد جاری تھی آپ نے تقریر ختم کرنا چاہا تو پھر مجمع بے قابو ہو گیا اور مزید بیان کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا کہ چوں کہ مجھے اسی گاڑی سے دیو بند جانا ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کسی موقعہ پر اہل میرٹھ کی خواہش پوری کر دوں گا تب مجمع مطمئن ہوا۔

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کا سالانہ جلسہ ۱۹۴۷ء سے قبل بڑی شان وشوکت سے ہوتا تھا۔ غالباً ۱۳۵۰ء میں جو راقم سطور کی طالب علمی کا زمانہ تھا اسی شان کے ساتھ جلسہ ہوا صبح کی نشست میں شہر کی جامع مسجد میں جلسہ منعقد ہوا وقت کے تمام اکابر اور علماء موجود تھے۔ جن میں حضرت مولانا مدنیؒ ،حضرت مولانا الیاس صاحبؒ ،حضرت رائے پوری، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں، اس مجمع میں حضرت حکیم الاسلامؒ موجودہ علماء میں سب سے صغیر السن تھے۔ معمول کے مطابق حضرت اسعد اللہ صاحب نے تحریک صدارت کرتے ہوئے قرعۂ فال حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے نام پر ڈالا، چاروں طرف سے تائید اور مزید تائید ہوئی، چناں چہ آپ اسٹیج پر تشریف لائے جلسہ کی کاروائی سے پہلے آپ نے صدارت کی تحریک وتائید پر معذرت کرتے ہوئے نہایت عاجزانہ انداز میں تقریر فرمائی جس میں خاص طور پر اس تاریخی واقعہ کا ذکر کیا جو حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں پیش آیا تھا جس میں اہل شام کے عیسائیوں نے اپنی شکست کا اعتراف کرتے ہوئے قلعہ کی کنجیاں حوالہ کرنے کے لیے یہ شرط لگائی تھی کہ امیر المومنین خود بنفس نفیس آئیں چناں چہ حضرت عمرؓ خود ایک غلام کو ہمراہ لے کر اور اونٹ پر سوار کر شام پہنچے اور راستہ میں باری باری ایک منزل پر خود اونٹ پر سوار ہوتے تھے اور غلام اونٹ کی مہار پکڑ کر آگے چلتا تھا اور دوسری منزل پر غلام اونٹ پر سوار ہوتا تھا اور آپ اونٹ کی مہار پکڑ کر آگے آگے چلتے تھے اور پھر ملک شام پہنچنے کے وقت غلام کی باری اونٹ پر بیٹھنے اور امیر المومنین کی باری اونٹ کی مہار پکڑنے کی تھی غلام کے اصرار کے باوجود بھی حضرت عمرؓ اس کے خلاف کرنے پر راضی نہ ہوئے آپ

نے فرمایا یہی صورت موجودہ علماء کی موجودگی میں میری صدارت کی ہے اس واقعہ کو آپ نے ایسے دل نشیں اور موثر انداز میں فرمایا کہ چاروں طرف سے سبحان اللہ کی آوازیں داد تحسین کی صورت میں بلند ہو رہی تھی اور مجمع پر محویت کی کیفیت طاری تھی۔

ایک مرتبہ آپ علیگڈھ یونیورسٹی میں تشریف لے گئے وہاں آپ کی تقریر کا پروگرام تھا تقریر کا موضوع فلسفہ اور سائنس تھا یونیورسٹی کے بڑے بڑے سائنداں، پروفیسر اور لکچرار حضرات کا مجمع تھا آپنے سائنس کے حقائق اس کے فوائد، اور نقائص پر ایسی بے نظیر تقریر فرمائی کہ ان لوگوں کی آنکھیں کھل گئیں اور بے ساختہ بول اٹھے کہ یہ باتیں تو ہمارے وہم و گمان اور حاشیہ خیال میں بھی نہیں آئی تھیں آپ کی تقریر کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ کہ شاہجہانپور ضلع میرٹھ میں بابو الہام اللہ صاحب نے آپ کو آموں کی دعوت کے لیے مدعو کیا آپ کی آمد پر مجمع کافی ہو گیا مجمع کی خواہش ہوئی کہ حضرت مختصر تقریر فرمادیں آپ نے لفظ ''الہام'' پر تقریر فرمائی جس میں علوم و معارف کے دریا بہادیئے اور مجمع انگشت بدنداں ہو کر رہ گیا۔

ایک مرتبہ مدرسہ بیت العلوم اکلہ خانپور ضلع میرٹھ کے جلسہ میں تشریف لائے طبیعت ناساز تھی معذرت کرتے ہوئے چند منٹ فضائل علوم پر تقریر فرمائی وہ ایسی عجیب وغریب تھی کہ آج تک اس کی لطافت اور شیرینی محسوس ہوتی ہے۔

کئی سال گذرے حضرت والا ہمارے مدرسہ مظہر العلوم شوندت کے سالانہ جلسے میں تشریف لائے مہمانان جلسہ میں ایک شاعر کوثر قریشی بھی میرٹھ تشریف لائے تھے کوثر صاحب نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ ایک نعت پڑھی حضرت والا اس نظم سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ نے اسی نظم کو موضوع بنا کر کئی گھنٹے سیرت پر بہترین تقریر فرمائی الغرض خطابت کا کمال صانع قدرت نے آپ کو ایسا عطا فرمایا تھا کہ اس کی مثال موجودہ دور میں دور دور تک نظر نہیں آتی یہ اللہ کی دین ہے۔ سچ کہا ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست ❁ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

فاتح ممبئی اس سلسلہ میں ایک واقعہ بہت ہی عجیب یاد آیا اس کو بیان کر کے اس موضوع کو ختم کرتا ہوں۔

ممبئی قدیم سے اہل بدعت کا مرکز رہا ہے علماء دیوبند سے اہل بدعت نے وہاں کے مسلمانوں کو اس قدر بدظن اور متنفر کر رکھا تھا کہ نہ صرف یہ کہ ان کی تقریر سننا گوارا نہ کرتے تھے۔ بلکہ اگر کوئی دیوبندی عالم وہاں کی مسجد میں پہنچ جاتا تو مسجد کو دھلواتے تھے اور کسی نے بھول کر کسی دیوبندی عالم سے مصافحہ کر لیا تو ہاتھوں کو صابن سے دھوتے تھے بہت سے اکابر علماء دیوبند کو وہاں توہین وتذلیل بھی ہوئی یہ بدترین عمل وہاں کے مسلمانوں کا ایک مدت تک رہا اسی دوران اور انہی حالات میں ایک مرتبہ حضرت حکیم الاسلامؒ وہاں تشریف لے گئے اور وہاں آپ کی تقریر کا اعلان ہوا تو اہل بدعت نے آپ کے خلاف ایک قدِ آدم پوسٹر شائع کیا جس میں لکھا تھا کہ کفار دیوبند میں یہ شخص اکفر الکفار ہے کیوں کہ دیوبند کے تمام بڑے بڑے کفار سے اس کو نسبت حاصل ہے حضرت شیخ الہند کا مرید ہے، حضرت تھانوی کا مجاز ہے، حضرت علامہ کشمیری کا مشہور شاگرد ہے اور حضرت نانوتویؒ کا سگا پوتا ہے، اس لیے اس میں ساری نسبت کفریہ جمع ہیں سنی بھائیوں کو چاہئے کہ اس کی صورت بھی نہ دیکھیں ورنہ ایمان کے سلب ہوجانے کا خطرہ ہے عجیب اتفاق کہ یہ پوسٹر ہی اس جلسہ میں (جس میں آپ کی تقریر ہونے والی تھی) لوگوں کی غیر معمولی حاضری کا سبب بن گیا لوگوں نے کہا کہ دیکھنا تو چاہئے کہ اتنے بڑے کافر کی شکل وصورت کیسی ہوگی اور وہ کیا کیا کفریہ باتیں لوگوں سے کریگا اس وعظ میں اتنا مجمع ہوا کہ ممبئی کی تاریخ میں اتنا بڑا (لوگوں کا بیان ہے) دیکھنے میں نہیں آیا پرانے قبرستان کے میدان میں جلسہ تھا اور تاحدِ نظر پورا میدان انسانوں سے بھرا ہوا تھا لوگوں کا محتاط اندازہ ہے کہ تیس چالیس ہزار کا مجمع تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساری بمبئی ٹوٹ پڑی ہے اس روز آپ کا وعظ تقریباً تین گھنٹے ہوا۔ مجمع پر سکون طاری تھا آپ حسب دستور

مثبت انداز میں تقریر فرمارہے تھے آیات قرآنی احادیثِ نبوی کے حوالے، اکابر اولیاء اللہ کے واقعات اور اپنے اسلاف واکابر کی خدمات کا تذکرہ بڑے مؤثر انداز میں بیان فرمارہے تھے سامعین نے غیر معمولی اثر لیا اور پورے ممبئی میں مشہور ہوگیا کہ اگر علماء دیوبند ایسے ہوتے ہیں تو پھر ان سے بہتر کوئی ہو ہی نہیں سکتا اور نتیجہ یہ نکلا کہ ان محلوں سے تقریر کی دعوتیں آنی شروع ہوگئیں جو خالص مخالفین علماء دیوبند کہلاتے تھے پھر انتیس دن تک روزانہ آپ کی تقریر بمبئی کے مختلف محلوں میں ہوتی رہیں جن میں عوام وخواص کا بڑا مجمع رہتا تھا اس پر علامہ حضرت محمد ابراہیم صاحب بلیاوی صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند نے حضرت حکیم الاسلام کو فاتح ممبئی کا خطاب عطا فرمایا۔

آپ کی تقریر کا سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ حالات کتنے ہی سازگار اور ماحول کتنا ہی ناخوشگوار ہو کوئی دل آزار کلمہ زبان سے نہیں نکالتے تھے، چنانچہ پچھلے سال ۱۹۸۳ء کی بات ہے کہ آپ ہمارے یہاں مدرسہ کے جلسہ میں تشریف لائے حالاں کہ یہ وہ وقت تھا کہ جب ایک گروہ نے دارالعلوم پر قبضہ کرلیا تھا آپ نے دوران تقریر میں کوئی لفظ اس گروہ کے حق میں اپنی زبان سے نہ نکالا بلکہ صرف یہ فرمایا کہ دارالعلوم دیوبند بیمار ہے جس طرح انسان کو بیماری لاحق ہوتی ہے اداروں کو بھی مرض لاحق ہوجاتا ہے اور جس طرح جب کوئی انسان بیمار ہوتا ہے تو اس کے حق میں دعائے صحت کی جاتی ہے آپ بھی دارالعلوم کی صحت کے لیے دعا کیجئے"۔

یہ ہے انسانی شرافت اور عالی ظرفی کا بہترین نمونہ اور تسلیم ورضا وسلامتی کا اعلیٰ مقام جو اہل اللہ ہی کا حصہ ہے۔

❁❁❁

حضرت حکیم الاسلام کا وصفِ خطابت

(از: حضرت مولانا قاری ادریس صاحب ہوشیار پوری کنال،
مرتب خطبات حکیم الاسلامؒ

حضرت اقدس حکیم الاسلام نور اللہ مرقدہ کی نابغۂ روزگار شخصیت کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایجازِ کلام اور حسن بیان کی خوبیوں سے بہت نوازا ہے۔ اوران کی سحر آفریں خطابت کو سننے والے بلا مبالغہ لاکھوں انسان آج بھی موجود ہیں بیان کی خوبی حقیقت یہ ہے کہ دیدنی ہے نہ کہ شنیدنی۔ جس کا تعلق بطورِ خاص کیفیت بیان سے ہے اس لیے وہ کاغذ وقلم کی دسترس سے باہر ہے اوراس کا مصداق ہے ؎

گر مصوّر صورتِ آں دلستاں خواہد کشید ❁ لیک حیرانم کہ نازش راچساں خواہد کشید

حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اپنے ذوق تقریر کے بارے میں خود ہی رقمطراز ہیں اور تحریر وتقریر میں مجھے دلچسپی لڑکپن سے تھی۔ اسے بڑھانے اور ترقی دینے نیز اس لائن پر سفر کرانے میں میرے اکابر پیش پیش رہتے تھے۔ میری طالب علمی کے دور میں حضرت الاستاذ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ جو مجھے اپنے ساتھ پنجاب کے ایک تبلیغی دورہ میں لے گئے۔ بڑے شہروں میں بڑے بڑے اجتماعات میں میری تقریریں کرائیں۔ یہ واقعہ کوئی ساٹھ پینسٹھ سال پہلے کا ہے۔ لیکن مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ملتان کے ایک جلسہ میں میں اس طرح شریک ہوا کہ بارش میں کپڑے بھیگ چکے تھے اور میں نے ستر پوشی کے لیے ایک بڑا کمبل اپنے بدن پر لپیٹ رکھا تھا۔ نہ سر پر ٹوپی تھی اور نہ پیر میں جوتا، اسی ہیئت سے میں اس بڑے اجتماع کے سامنے گیا۔

حضرت علامہ کشمیریؒ نے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے میرا تعارف ان الفاظ میں کرایا کہ:

"یہ فقیر صاحب جو آپ کے سامنے کھڑے ہیں مستقبل کے ایک بہت بڑے

مقرر ہیں۔ ہرگز یہ خیال نہ کیجئے کہ فقیروں کی طرح کمبل پوش ہیں تو ان کے پاس کچھ نہیں بلکہ یہ سمجھئے کہ اس گدڑی میں لعل بھی مخفی ہے۔"

یہ حضرت استاذ مرحوم کی حوصلہ افزائی تھی۔ ورنہ کہاں ایک معمولی سا طالب علم اور کہاں لعل و یاقوت! یہی اکابر تو میرے مربی تھے۔

۱۹۴۹ء کو مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ملک کے تعلیمی مسائل پر لکھنؤ میں ایک کانفرس طلب کی۔ اس میں احقر کو بھی تقریر کرنے کا اتفاق ہوا۔ مولانا آزادؒ نے میری تقریر کی جو تحسین فرمائی وہ الفاظ آج بھی مجھے یاد ہیں۔ غرض میری زندگی کا ایک بڑا حصہ تینوں برّ اعظموں کے طویل سفروں میں گذرا ہے اور حق تعالیٰ نے تبلیغ دین کا فریضہ ادا کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائی۔ برما، حجاز، افغانستان، عدن جرمنی، جنوبی افریقہ، لینا، روڈیشیا، مدغاسکر، حبشہ، زنجبار، سری لنکا، ایسٹ افریقہ، رے یونین، کویت، لبنان، اردن، فرانس، اور انگلستان اور بہت سے ممالک میں مجھے بار بار آنے جانے اور وہاں کی مذہبی اور علمی سوسائٹیوں میں شرکت کا موقع ملا ہے۔ میں جہاں تک حق تعالیٰ کے اس فضل و کرم پر ہزاروں ہزار شکریہ ادا کرتا ہوں اور عہدہ برآ نہیں ہوسکتا کہ ان لاکھوں بندوں تک مجھے اسلام، ایمان انسانیت اور دیوبند کے مسلک کے تحت اخوت و رواداری کا پیغام پہنچانے کی توفیق عطا ہوئی وہیں اس اعتراف پر بھی مجبور دل ہوں کہ اپنے اساتذہ اور مربیوں کا تعلق رہا ہے۔ (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند)

جس طرح آپ نکات و معارف اور لطائف وحقائق کو بزبان اردو بلاتکلف بیان فرماتے ہیں اور گھنٹوں کے بیان میں بھی کچھ تامل نہیں ہوتا۔ تسلسل اور حلم و وقار کے ساتھ گویا مرقوم مقالہ پڑھتے چلے جارہے ہیں۔ اسی طرح آپ کو عربی اور فارسی میں تقریر و بیان کی کامل دسترس حاصل تھی۔ چناں چہ عرب ممالک اور افغانستان میں آپ بزبان عربی، فارسی بلاتکلف فصیح و بلیغ تقاریر فرماتے رہے، اور علوم و عرفان کی بارش برساتے رہے جس سے ان مشاہدات و تاثرات سے بخوبی اندازہ کرسکتے ہیں۔ جو آپ کی گونا

گوں فضائل و مناقب کی حامل تاریخی شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے تذکرہ نگار اور اہل قلم حضرات نے صفحات تاریخ میں رقم کئے ہیں۔

"تاریخ دار العلوم دیوبند" کے مرتب محترم جناب سید محبوب رضوی صاحب آپ کے انداز خطابت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"علمی سلسلے میں درس و تدریس کے علاوہ فن خطابت اور تقریر میں آپ کو خداداد ملکہ اور قوت گویائی حاصل تھی۔ اور زمانہ طالب علمی ہی سے آپ کی تقریریں پبلک جلسوں میں شوق کے ساتھ سنی جاتی تھیں۔ اہم سے اہم مسائل پر بھی دو، دو، تین، تین گھنٹے مسلسل تقریر کرنے سے آپ کو کوئی رکاوٹ اور تکلف نہیں ہوتی تھی۔ حقائق اور اسرار شریعت کے بیان اور ایجاد مضامین میں آپ کو خاص قدرت تھی۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں آپ اپنے علمی اور حکیمانہ اسلوب بیان سے خاص طور پر مقبول ہیں۔ اور بعض معرکۃ الآراء تقریریں مسلم یونیورسٹی علی گڈھ سے شائع بھی ہو چکی ہیں۔ ملک کا کوئی خطہ ایسا نہیں جس میں آپ کی تقریروں کی گونج نہ پہنچی ہو۔ ان کی رواں دواں اور دلکش تقریر جب علم کے گہرے سمندر سے گذرتی تھی تو لہروں کا سکوت قابل دید ہوتا تھا۔

جمعیۃ العلماء ہند کے سالانہ اجلاسوں میں آپ کے خطبات صدارت بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے آپ کی علمی تقریروں سے ایک خاص حلقہ اثر پیدا ہوا۔ بیرون ہند میں بھی آپ کی خطابت کے اثرات وہاں کے علمی حلقوں میں بہت پائے جاتے ہیں۔

۱۳۵۳ھ میں بسلسلہ سفر حجاز آپ نے ہندوستان کے ایک مؤقر وفد کے صدر کی حیثیت سے سلطان ابن سعود کے دربار میں جو تقریر فرمائی اس نے سلطان کو بہت متاثر کیا۔ سلطان ابن سعود نے شاہی خلعت اور بیش بہا قیمتی کتب کے عطیہ سے اعزاز بخشا۔ دوسرے بیرونی ممالک میں افغانستان، برما، جنوبی افریقہ، مشرقی افریقہ، زنجبار،

کینیا، روڈیشاں، ری یونین، عدن، کویت، حجاز، حبش، مصر، انگلینڈ فرانس اور جرمنی وغیرہ ملکوں کا دورہ فرما چکے تھے۔ جہاں اپنی اردو، عربی اور فارسی کا لوہا منوایا۔

حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی مرحوم ناظم جمعیت علماء ہند کا آپ کے بارے میں مشہور مقولہ ہے کہ اب تک مہتممین دارالعلوم دیوبند ثوابت تھے اور مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ سیارہ ہیں۔

آپ کو ہر جگہ سپاسنامے دیئے گئے۔ اور لوگوں کو دارالعلوم سے دلچسپی پیدا ہوئی اور اس کے مسلک کی اشاعت ہوئی۔ دارالعلوم کے انتظامی امور کے علاوہ جن چیزوں سے آپ کو طبعی دلچسپی تھی وہ تعلیم وتدریس اور دعوت وتبلیغ تھی۔ ان کمالات کی وجہ سے ملک وبیرون ملک میں آپ کو ایک خاص امتیازی مقام حاصل تھا۔ عام تبلیغی دوروں کے علاوہ جب دیوبند میں قیام ہوتا تو عصر سے مغرب تک عمومی مجلس کا معمول رہتا تھا جس کا موضوع عموماً علمی مذاکرے اور تبلیغ واصلاح ہوتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ بیعت وارشاد کا سلسلہ بھی سفر وحضر میں جاری رہتا تھا، آپ کے مریدین کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ جو ہند اور بیرون ہند میں پھیلے ہوئے ہیں۔

۱۳۳۶ھ سے ہر جمعہ کو جامع مسجد دیوبند میں تقریر کا معمول تھا۔ جو تقریباً بیس بائیس برس تک جاری رہا۔ بعد میں کثرت اسفار کی وجہ سے متروک ہو گیا اور تقریریں ملک گیر ہو گئیں۔

۱۳۵۳ھ میں جب کہ شاہ ابن سعود مرحوم پر قاتلانہ حملہ ہوا جس میں وہ بال بال بچ گئے۔ ہندوستان کے وفد نے فضلاء وعمائدین کی طرف سے مبارک باد کا جلسہ فندق مکہ میں منعقد کیا گیا جس کا صدر قاری محمد طیّب صاحبؒ کو بنایا گیا تھا علماء ہندوستان کے وفد نے شاہ ابن سعود کو مبارک باد پیش کی اس موقع پر آپ نے ہی عربی کی مختصر تقریر کے بعد جلسہ تبریک کی تجویز پڑھ کر سنائی تھی۔

۱۹۷۲ء میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ بمبئی نے جس میں تمام فرقوں کے علماء اور

تمام مؤثر تنظیموں کے سربراہ شریک تھے، آپ کو اپنا صدر منتخب کیا اس سلسلے میں دو مرتبہ وزیر اعظم ہند مسز اندرا گاندھی نے آپ کو دعوت دے کر بلایا اور پرسنل لاء کے موضوع پر گفتگو کی۔ بہر حال ملک وقوم میں آپ کا ایک خاص علمی وقار قائم تھا۔ کئی اکیڈمیاں آپ کی تالیفات کی طباعت کا کام انجام دے رہی ہیں۔

مؤتمر عالم اسلامی قاہرہ اور رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ میں متعدد مرتبہ شریک ہو چکے تھے اور پوری دنیا میں تبلیغی دورے فرما چکے تھے۔ (تاریخ دار العلوم دیوبند)

ماہنامہ بینات کراچی کے مدیر حضرت اقدس مولانا محمد یوسف صاحب زید مجدہم۔ حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیاتِ خطابت کو تحریر فرماتے ہیں، جس میں انھوں نے خصوصیت سے خطابت حکیم الاسلام کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ:

”حق تعالیٰ شانہ نے خصوصیت سے خطبات حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خطابت کا خاص ذوق، زبان، وبیان کا خاص انداز اور افہام وتفہیم کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ اردو فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں بلا تکلف خطاب فرماتے تھے۔ زبان ایسی صاف اور شستہ اور جملے ایسے نپے تلے کہ گویا سامنے کتاب رکھی ہے اور اس کی عبارت پڑھ کر سنا رہے ہیں۔ حقائق وواقعات کی ایسی منظر کشی فرماتے تھے گویا واقعہ متمثل ہو کر سامعین کے سامنے کھڑا ہے۔ شریعت کے اسرار وحکم اور طریقت وحقیقت کے رموز ولطائف اس طرح بیان فرماتے تھے گویا دریائے علم ومعرفت وہبیہ کا طوفان امڈ آیا ہے“۔

حضرت قاری صاحب مرحوم نے اپنے ساٹھ پینسٹھ سالہ علمی دور میں خدا جانے ہزاروں مرتبہ خطاب فرمایا ہوگا۔ اور بعض اوقات ایک ایک دن میں کئی کئی مرتبہ انھیں تقریر وخطابت کی نوبت بھی آئی۔ لیکن ان کی ہر تقریر کا ہر موضوع منفرد ہوتا تھا۔ اور جس موضوع کو بھی چھیڑتے اس میں لطائف واسرار کے ایسے گل ولالہ بکھیرتے کہ حقائق ومعارف کے چمنستان میں نئی بہار آجاتی۔ ان کے علوم اکتسابی سے زیادہ وہبی تھے مشکل

سے مشکل مسائل کو بلا تکلف سامعین کے ذہن میں انڈیل دینا اور بات بات میں نکتہ پیدا کرنے کا انہیں ید طولیٰ حاصل تھا۔

ایک موقعہ پر یہ مضمون ارشاد فرما رہے تھے کہ مطالب و معانی کو صرف الفاظ سے ہی نہیں ادا کیا جاتا ہے۔ بلکہ لب ولہجہ اور انداز تکلم سے بھی الفاظ میں معنی بھرے جاتے ہیں۔ اور اس کی مثال میں اردو کا ایک فقرہ ''کیا بات ہے''؟ پیش کیا کہ یہ انکار کے لیے بھی ہے اور اقرار کے لیے بھی۔ استفہام کے لیے بھی اور اخبار کے لیے بھی۔ داد و تحسین کے لیے بھی ہے اور زجر و توبیخ کے لیے بھی۔

الغرض مسلسل ایک گھنٹہ تک ''کیا بات ہے''؟ کی تشریح ہوتی رہی اور حضرت مرحوم اس کے ہر مفہوم کو لب ولہجہ کی تبدیلی سے سمجھاتے رہے اور مجمع سحر بیان سے عش عش کر رہا تھا۔

عالی جناب پروفیسر احمد سعید صاحب تھانویؒ ایم اے، آپ کے حسن وخطابت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب نے دارالعلوم دیوبند کے اہتمام اور درس وتدریس کے علاوہ تبلیغی واصلاحی خدمات بھی انجام دی ہیں۔ جو ناقابل فراموش ہیں۔ آپ کو فن خطابت اور تقریر میں ید طولیٰ اور خداداد ملکہ اور قوت گویائی حاصل تھی۔ اور زمانہ طالب علمی ہی سے آپ کی تقریریں پبلک جلسوں میں شوق اور دلچسپی کے ساتھ سنی جاتی تھیں اہم سے اہم اسلامی مسائل پر دو تین گھنٹے مسلسل اور بے تکلف تقریر کرنے اور ٹھوس علمی مواد پیش کرنے میں آپ کو کوئی تکلف نہیں ہوتا تھا۔ حقائق واسرار شریعت کھولنا اور تخلیق وایجادِ مضامین آپ کا خاص حصہ تھا۔ جسے آپ کے اکابر واساتذہ بھی تسلیم کرتے تھے۔ تعلیم یافتہ طبقہ آپ کے علمی اور حکیمانہ اسلوب بیان سے خاص تسلی حاصل کرتا تھا۔''

مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں آپ کی تقریر خصوصی طور پر مقبول ہوئیں۔ آپ کی معرکۃ الآراء تقریریں خود یونیورسٹی نے شائع کی ہیں۔ جیسے ''سائنس اور اسلام'' ملک

کے علمی طبقوں میں آپ کو مدعو کیا جاتا تھا۔ اور ملک کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جس میں آپ کی گونج نہ پہنچی ہو۔

بمبئی وغیرہ جیسے اہم شہروں میں آپ کی علمی تقریروں سے دارالعلوم کا ایک خاص حلقہ پیدا ہو گیا۔ ان علمی واصلاحی تقریروں کا عدد سینکڑوں سے گزر کر ہزاروں تک پہنچ چکا تھا۔ بیرون ہند میں بھی آپ کی خطابت کے کافی اثرات اونچے حلقوں میں پہنچ چکے تھے۔

۱۳۵۳ھ میں بسلسۂ سفر حجاز جب کہ آپ دوسرے حج کے لیے روانہ ہوئے ہندوستان کے ایک مؤقر وفد کی حیثیت سے سلطا ابن سعود کے دربار میں باریاب ہوئے۔ اور آپ کی تقریر عربی میں ہوئی۔ سلطان نے جواباً شکریہ کی تقریر کی۔ اور بوقتِ رخصت شاہی خلعت اور بیش قیمت کتب دینیات سے اعزاز بخشا اسی سفر میں مدینہ منورہ کے المدرسۃ الشرعیہ کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر بھی آپ کی عربی تقریر قابل ذکر ہے۔ جو مختلف عربی ممالک کے مجمع میں ہوئی اور بہت پسند کی گئی تھی۔

۱۳۷۸ھ میں آپ کا سفر افغانستان علمی خدمات کی ایک مستقل تاریخ ہے۔ آپنے دارالعلوم دیوبند کے نمائندہ کی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند اور حکومتِ افغانستان کے درمیان علمی وعرفانی روابط قائم کرنے کے لیے یہ سفر اختیار فرمایا اور حکومت افغانستان کے مہمان ہوئے۔ وہاں کے علمی حلقوں نے آپ کا خیر مقدم کیا کابل کی انجمن ادبی اعلیٰ سرکاری سوسائٹی جمعیت علماء افغانستان، مجلس قانون ساز وغیرہ اداروں نے آپ کو تقریر کے لیے مدعو کیا۔ آپ نے فارسی زبان میں برجستہ تقریریں کیں۔ جس سے تمام علمی حلقے متاثر ہوئے۔ اسی طرح بیرون ممالک میں برما، کینیا، جنوبی افریقہ، زنجبار، روڈیشیا، ری یونین، مدغاسکر،، حبشہ، مصر، شام، اردن، عراق، ایران، پاکستان وغیرہ میں آپ کی علمی تقریروں نے عوام وخواص کو بے حد متاثر کیا۔ عام تعلیمی خدمات کے سلسلے میں حکومتِ افغانستان کی خواہش پر آپ نے کابل کی تمام یونیورسٹیوں کا معائنہ فرمایا وار ان کے بارے میں اپنی تفصیلی رائے پیش کی۔ جسے حکومت نے استحسان کی نگاہ سے دیکھا۔

۱۳۵۹ھ میں والی ریاست قلات، بلوچستان اور ریاست بہاولپور پنجاب کے وزیر تعلیم نے آپ کو نصاب تعلیم تیار کرنے کے لیے مدعو فرمایا۔

مدرسہ عالیہ کلکتہ۔ مدرسہ بورڈ آسام۔ پنجاب یونیورسٹی الہ آباد یونیورسٹی اور جامعہ نظامیہ حیدر آباد نے آپ کو دینیات کے پرچوں کا ممتحن قرار دیا۔

غرض کہ آپ پوری دنیا کے بہترین خطیب اور بین الاقوامی طور پر ایک عظیم اسکالر تسلیم کئے جاتے تھے۔ اور ہندوستان و پاکستان کے ہر خطہ میں پہنچ کر آپ نے تقریر وخطابت کے ذریعے اسلامی مقاصد کی اشاعت اور مسلکِ دارالعلوم دیوبند کی ترویج میں نمایاں حصہ لیا۔ پاکستان میں متعدد بار تشریف لائے اور جامعہ اشرفیہ لاہور، خیر المدارس ملتان، دارالعلوم کراچی، دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار جامعہ رشیدیہ ساہیوال، اور راولپنڈی وپشاور کے دینی مدارس میں اپنی علمی تقاریر سے لاکھوں افراد کو منور کیا۔ اور ہزاروں کی اصلاح فرمائی۔ مغربی ممالک میں ہزاروں افراد کو مشرف بہ اسلام کیا۔ اور آج دنیا بھر میں لاکھوں عقیدت مند پھیلے ہوئے ہیں۔ (بزم اشرف کے چراغ)

گرامی قدر حضرتِ محترم مولانا پروفیسر محمد اشرف خاں صاحب زید مجدہم فرماتے ہیں:

> ''ان کا دعوت وارشاد کا میدان بھی آفاقی تھا۔ اور طرز اصلاح وتربیت اشرفی۔ مواعظ وخطبات کا انداز البیلا، اچھوتا، دلکش اور ہر طبقہ کے لیے مؤثر تھا۔ ان کے مواعظ وخطبات میں حضرت تھانوی قدس سرہ کے مواعظ کی دل آویزی وتاثیر، قاسمی حکمت کی گہرائی اور ان کے اپنے اخلاق کی شیرینی ونرمی، پائی جاتی تھی۔ زبان خلق نے انھیں ''حکیم الاسلام'' کے نام سے پکارا اور حق یہ ہے کہ ان کی تصنیفات اور مواعظ وخطبات نے اس خطاب کی توثیق کردی۔ (ماہنامہ البیان پشاور، ذی قعدہ ۱۴۰۳ھ)

حضرت اقدس مولانا تاج محمود صاحب مرحوم (فیصل آباد) فرماتے ہیں:

> حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے پوتے، ایک جید عالم دین، بلند مرتبہ فقیہ، بے شمار کتابوں

کے مصنف، قادر الکلام خطیب اور ملت اسلامیہ کے ممتاز حکیم و فلسفی تھے۔ نصف صدی سے زائد تک دار العلوم دیوبند کے مہتمم اعلیٰ رہے اس دوران انھوں نے دنیا کی اس مشہور علمی و دینی درسگاہ کو چار چاند لگا دیئے، حضرت قاری صاحبؒ بے شمار خوبیوں اور اوصاف کا مجموعہ تھے۔ لیکن حق تعالیٰ نے انہیں زبان و بیان پر جو ندرت اور قدرت عطا کر رکھی تھی اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ وہ جب بھی کسی موضوع پر تقریر کرنے بیٹھتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ ان کے دل و دماغ کا کنکشن عالم بالا میں کہیں جڑ گیا ہے۔ وہ بولتے کیا تھے موتی رولتے تھے اور ان کا بیان سن کر بے ساختہ زبان سے نکلتا تھا کہ

''لفظ لفظ ٹپکتا ہے عرش سے''۔

آپ نے بڑے بڑے جلسوں اور اجتماعات میں اپنی بے مثال حکیمانہ تقریریں کیں اور اس مقصد کے لیے پاکستان اور بھارت کے چپے چپے پر سفر کرتے رہے۔ بلکہ پوری دنیائے اسلام نے ان کے قدموں کا تیمن اور ان کی میزبانی کا مجد حاصل کیا۔ آپ کی تقاریر، مواعظ ایسے سلجھے ہوئے ہوتے کہ آپ بے ڈھب جذبات کا شکار ہوئے بغیر روانی اور تسلسل سے بولتے جاتے تھے۔ موضوع کی مناسبت سے مسلسل عجیب و غریب مثالیں، حکایات، واقعاتِ قرآن و حدیث اور عقلی و نقلی دلائل پیش کرتے جیسے کہ مقالہ وغیرہ پڑھ رہے ہوں۔

آپ کی ہر بات سامعین کے ذہنوں میں اترتی جاتی اور قلب و دماغ میں بیٹھ جاتی تھی۔

ایک مرتبہ آپ خیر المدارس کے سالانہ جلسہ کے موقع پر تقریر فرما رہے تھے جس میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی پہنچ گئے۔ شاہ صاحب کچھ دیر تو خاموش بیٹھے رہے اور یہ عظیم الشان خطاب سنتے رہے۔ مگر پھر یک دم وجد کی سی حالت طاری ہوگئی، بے اختیار نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اور چند منٹوں کی اجازت لے کر مائیکروفون پر آ کھڑے ہوئے۔ اور اپنے دو شعر حضرت قاری صاحب کی نذر کرتے ہوئے قاری صاحب کی طرف ہاتھ کے اشارے سے بار بار ان اشعار کو پڑھتے رہے۔

یہ تھا قاری صاحب مرحوم کا فن وہ خطابت کے شہنشاہ تھے اور آخر دم تک اپنے فن

خطابت سے دنیائے اسلام کو محظوظ فرماتے رہے۔ساری عمر تبلیغ دین کی خدمت میں مصروف رہے۔اس کے ساتھ دارالعلوم دیوبند جیسے عظیم ادارے کے مہتمم کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔سچ یہ ہے کہ اب حضرت قاری صاحبؒ جیسا مہتمم دارالعلوم کو ملنا مشکل ہے۔(لولاک فیصل آباد)

حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ صاحب رشیدی نوراللہ مرقدہ حضرت حکیم الاسلام کے حسن بیان کو داد دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت قاری صاحبؒ تقریر کرتے تھے تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے نسیم صبح گاہی محو خرامِ ناز ہو۔وہ بولتے تو منہ سے پھول جھڑتے تھے،ان کے انداز تکلم میں جوئے آب رواں کی نغمگی تھی جو فردوس گوش بن جاتی تھی،ان کے لب ولہجہ میں حدی خوانوں کا سوز اوران کی گفتگو میں نو دمیدہ غنچوں کی مہک تھی۔جو دماغوں کو معطر کرتی اور دلوں کی دنیا میں ہلچل برپا کردیتی،وہ ہماری عظمتِ رفتہ کی حسین وجمیل یادگار تھے۔(الرشید ساہیوال)

علاوہ ازیں اور متعدد مواقع ایسے ہیں۔جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تقریر وبیان کا موقع دیا۔اوراہل علم آپ کے ندرتِ بیان اور جودتِ فکر پر دادو تحسین دیتے رہے۔

۱۹۴۷ء میں ایک مرتبہ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم،جو اپنے وقت میں تحریر وتقریر کے لحاظ سے یکتائے زمانہ اور نابغۂ روزگار شخصیت کے مالک تھے،کی زیر صدارت سرکاری عربی مدارس کے نصاب کی ترتیب وتدوین کے سلسلہ میں کونسل ہال لکھنؤ میں کانفرس کا اہتمام کیا گیا۔حضرات علماء دیوبند بھی اس میں شریک ہوئے۔جن کی قیادت حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ فرمارہے تھے۔

اس موقع پر آپ نے بیان فرمایا۔

مولانا آزاد مرحوم عظیم خطیب بھی حضرت حکیم الاسلامؒ کا بیان سن کر جھوم اٹھے۔ حضرت حکیم الاسلام کا وہ بیان آج بھی تاریخ خطابت کا زرّین باب اور انمول شاہکار ہے۔

تعلیم جدید سے متاثر طبقہ آپ کے علم وحکمت سے بھرپور بیان کو بڑی وقعت

واہمیت کے لحاظ سے ''سماعِ قبول'' کے طور پر سنتا، اور اس طرح آپ کے حکیمانہ بیانات سے ان میں اسلام سے لگاؤ اور محبت وگرویدگی بڑھتی۔

علی گڑھ یونیورسٹی جو ہندوستان میں علم جدید کا مرکز اور منبع ہے، اور دارالعلوم دیوبند سے ان کو نظریاتی تقابل بھی رہا اس میں آپ نے بعض انتہائی بلند اور وقیع عنوانات پر تقاریر کیں۔ آپ کے بیان اور اسلوبِ بیان سے بڑے بڑے پروفیسرز انگشت بدنداں رہ گئے۔ اور ان میں احساس اجاگر ہوا کہ حقیقی علم کیا ہے۔ اور جسے ہم نے علم کا نام دے رکھا ہے اس کی حقیقت کیا ہے۔

مارچ ۱۹۷۶ء میں حکومتِ پاکستان کی دعوت پر پاکستان تشریف لائے۔ حکومت پاکستان نے ایک بین الاقوامی سیرت کانفرس کے انعقاد کا پروگرام بنایا تھا۔ اور اس میں دنیائے اسلام کی نامور علمی شخصیتوں کو دعوت دی گئی تھی۔ ہندوستان سے اس پروگرام میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ اور مولانا سعید احمد اکبرآبادی پاکستان تشریف لائے۔ پاسپورٹ وغیرہ کے مراحل میں تاخیر کی وجہ سے حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ وزیراعظم پاکستان کی طرف سے دے گئے استقبالیہ اور سیرت کانفرس کے اختتامی اجلاس ہی میں شریک ہو سکے۔ جب کہ کانفرس کا افتتاح حضرت حکیم الاسلام ہی کے عظیم الشان خطاب سے ہونا تھا حضرت حکیم الاسلام نے سیرت کانفرس کے اختتامی اجلاس سے خطاب فرمایا اور آپ نے اپنے خطاب میں ارشاد فرمایا۔

''پاکستان نے جو یہ بین الاقوامی سیرت کانفرس منعقد کی ہے میں پاکستان کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس بین الملکی کانفرس کے پیش نظر اتحاد و باہمی کے جو مبارک اور خوش آئند اثرات ونتائج ہیں۔ ان میں اس بات کو ضرور ملحوظ رکھا جائے کہ پڑوسی ممالک کا زیادہ حق ہے کہ ان کو اتحاد کے جذبہ سے پاکستان زیادہ سے زیادہ اپنے سے قریب کرے اور ان پڑوسی ممالک میں اس کا سب سے زیادہ حقدار ہندوستان ہے۔''

حضرت نے اپنی تقریر کے دوران یہ بھی ارشاد فرمایا کہ پاکستان نے عالمی اتحاد

کے سلسلہ میں دو عظیم الشان اقدامات کئے ہیں۔ ایک سربراہ کانفرس اور دوسری سیرت کانفرنس جو عالمی اتحاد کا موجب ہوگئی۔

۲۰ / مارچ ۱۹۷۶ء کو کراچی میں منعقد کئے گئے سیرت کانفرنس کے استقبالیہ میں جو شہر کراچی کی طرف سے دیا گیا تھا۔ انتظام کرنے والی سیرت کمیٹی نے حضرت حکیم الاسلام سے درخواست کی کہ وہ مہمانوں کا شکریہ ادا کریں۔ حضرت نے کلمات ترتیب وتشکر پیش کرتے ہوئے یہ دلچسپ بات ارشاد فرمائی کہ اس کانفرنس کے مہمان خصوصی عرب ممالک کی مؤقر شخصیتیں ہیں۔ جن کی مہمانی کا شرف عجمیوں کو حاصل ہے، اور عجم ہونے کے رشتہ سے پاکستان اور ہندوستان دونوں برابر ہیں۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت مہمانوں کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک میزبان کی حیثیت سے ہندو پاکستان دونوں طرف سے خیر مقدم کرتا ہوں اور عرب مہمانوں کے لیے سپاس گذار ہوں۔"

سیرت کانفرس کے اختتامی اجلاس میں سیرت کمیٹی کی طرف سے حکیم الاسلام کو چاندی کے منقش خول میں جو ایک مخملی بکس کے اندر تھا ایک سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ جس میں دارالعلوم دیوبند کی اور حضرت کی دینی، علمی اور اصلاحی خدمات کا زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے وضاحت کے ساتھ یہ بات کہی گئی ہے کہ یوں تو تمام پاکستان ہی مہمانوں کا شکر گذار ہے، لیکن اہل پاکستان کو سب سے زیادہ دو شخصیتوں نے متاثر کیا ہے ایک حرم مکہ کے امام شیخ عبداللہ بن السبیل اور دوسرے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحؒ شیخ الجامعہ دارالعلوم دیوبند۔

جب حضرت اقدس اس اختتامی اجلاس سے باہر تشریف لانے لگے تو عوام کے زبردست ہجوم نے یہ مطالبہ پیش کیا کہ چوں کہ عوام حضرت حکیم الاسلام کی تقریر سننے آئے تھے۔ جس سے اب تک محروم رہے ہیں۔ اس لیے ہم اس وقت تک مطمئن نہیں ہوسکتے جب تک اس جلسہ میں حضرت ممدوح کی کوئی مفصل تقریر نہ ہو۔

چناں چہ قاری طاہر قاسمی صاحب نے لوگوں کو اطمینان دلایا اور جلسہ دوبارہ جمایا گیا اور ساٹھ ستر ہزار افراد کے ایک زبردست اجتماع میں حضرت کی تقریر ہوئی۔ جو ایک تاریخی اہمیت کی تقریر تھی۔

خطبات کی تین جلدیں حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں ہی طبع ہو چکی تھیں۔ تاہم صرف اول، دوم جامعہ خیر المدارس ملتان کے مہتمم برادر محترم حضرت مولانا قاری محمد حنیف صاحب جالندھری زید مجدہم کی وساطت سے ہندوستان حضرت والا کی خدمت میں پہنچائی جا سکیں۔ انھوں نے میری طرف سے عرض کیا کہ ان خطبات کے بارے میں کچھ تحریر فرما دیجئے۔

ارشاد فرمایا: ''میں اپنی تقریروں کے بارے میں خود ہی کیا لکھوں؟

تاہم بعد میں حضرت مولانا خورشید عالم صاحب مدظلہ جو اس وقت دارالعلوم دیوبند کی نیابتِ اہتمام کی ذمہ داری ادا کر رہے تھے، سے خط لکھوا کر بھیجا۔ اس کا فوٹو شامل کتاب کیا جا رہا ہے۔ اس خط میں خصوصیت سے ''مقصدِ خطبات'' پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مکرمی جناب مولانا ادریس صاحب زیدت افضالکم! سلام مسنون!

جناب کا گرامی نامہ اور احقر کی تقریروں کی دو جلدیں موصول ہوئیں ماشاء اللہ آپ نے جس ضرورت سے ان کو شائع کیا ہے وہ اپنی جگہ صحیح و درست ہے، کہ خود حضرت حکیم الاسلام مدظلہ کا مزاج اختلافی امور میں الجھنا نہیں بلکہ اتفاقی امور پر امت کو جمع کرنا ہے۔

حضرتِ والا جلدوں کی ترسیل کے لیے شکریہ ادا فرماتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ حق تعالیٰ ان تقریروں کو صاحب تقریر، مخاطبین، سامعین اور قارئین سب کے لیے نفع بخش بنائے۔ جزاکم اللہ، اس وقت ترسیل جواب کی یہ ہی ایک صورت سامنے ہے۔

امید ہے کہ مع الخیر ہوں گے۔ والسلام

خورشید عالم

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

حکیم الاسلام اور ان کا سلسلۂ بیعت وارشاد

از: حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب عالی

صاحبزادہ شیخ الاسلام حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ سابق ناظم مظاہر علوم سہارنپور

طیب الملۃ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب کی شخصیت برصغیر میں ملت اسلامیہ کی کم از کم چھ دہائیوں پر محیط ہے اس لیے بیسویں صدی میں دنیائے اسلام کی نامور شخصیتوں کی فہرست طیب الملۃ کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی لیکن ایک اور ہی زاویئے سے دیکھئے تو اتنی متنوع۔ ہمہ جہت، اعلیٰ اخلاق اور جامع صفات شخصیت کی مثال ماضی قریب میں دور دور تک نہیں پیش کی جاسکتی۔

افقید و لے نہ از دل ما

طیب الملۃ کی ذات والا صفات کو دنیا نے پہلے پہل نبیرۂ قاسم علیہ الرحمہ کی حیثیت سے جانا۔ پھر وہ اک فاضل دیوبند اور اک عالم کی حیثیت میں سامنے آئے، پھر وہ اک مدرس کے منصب پر فائز ہوئے پھر انھیں مہتمم کا اعزاز ملا۔ اسی کے ساتھ ساتھ وہ اک مقرر اور اک خطیب کی شخصیت کی حیثیت سے ملک بھر میں علمی اور دینی حلقوں میں ابھرے، اس طرح اک عالم، اک معلم اک مقرر اک خطیب اک ادیب اک مصنف اک منتظم اک مدبر اک مصلح اک صوفی اور اک مرشد کی شان اس اک ذات میں اکٹھی ہوگئیں، غرض علم وفضل اور دین وملت کا کونسا افق ایسا باقی رہ گیا تھا جہاں وہ سدا بہار شخصیت موجود نہ رہی ہو، بلاشبہ وہ اک دبستان علم، اک بزم ہدایت، اک چشمۂ اخلاق، اک گلدستۂ فضائل سبھی کچھ تھے، تاریخ کے جس سنگِ میل پر ان کی ذات کھڑی تھی اس لحاظ سے وہ خود اک عہد بھی تھے اور اک عہد کا آخری دروازہ بھی، وہ خود اک تاریخ تھے اور اک تاریخ کا آخری باب بھی، وہ خود اک انجمن بھی تھے اور اک انجمن کی آخری یادگار

بھی، وہ نقوش اسلاف کے نقیب، پچھلی اک صدی کی زندہ جاوید اسلامی شخصیتوں کا عکس جمیل اور امت اسلامیہ کے اک فرد فرید تھے۔ اس ایک صدی میں برصغیر میں دینی، علمی، اور ملی خدمات کے اعتبار سے جو قد آور شخصیتیں گذری ہیں طیب الملۃ اسی صفت کی عظیم شخصیت تھی اور وہ جتنی عظیم تھی اتنی منکسر المزاج اور حلیم الطبع تھی۔

حسب ونسب، علم وفضل اور خدمت دین کے اعتبار سے حکیم الاسلام کا مقام جماعت دیوبند کی اس تیسری پشت میں سب سے اونچا تھا وہ ان ساری تابناک روایات کے امین تھے جو دیوبندی مکتبِ فکر کے مؤسسین نے قائم کی تھیں وہ ان تمام اقدار کے پاسبان اور محافظ تھے جو دیوبندیت سے وابستہ ہیں "سخن دلنواز اور جاں پُرسوز" کاروان دیوبند کے اس امیر کا طرۂ امتیاز تھے، اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ قافلۂ دیوبند کی سربراہی کے منصب پر ایک سے ایک بے بدل شخصیت فائز رہی ہے لیکن یہ بھی واقعہ ہے طیب الملۃ حکیم الاسلام کی ذات جن گونا گوں صفات کی حامل اور مختلف خوبیوں کی جامع تھی اس کی مثال تاریخ دیوبند کے نہ ماضی میں موجود ہے نہ مستقبل میں متوقع۔

ان کی تعلیم وتربیت اسی بزرگانہ ماحول اور قدیم فضا میں ہوئی تھی جو بزرگان دیوبند کی پروردہ تھی۔ علوم عصری کے کسی استاد کے سامنے انھوں نے زانوئے تلمیذ تہ نہیں کیا تھا۔ ان کی ساخت پرداخت میں جدید تعلیم وتربیت کا کوئی ادنیٰ دخل نہ تھا لیکن اپنا فکر پختگی، علمی برتری اور ذہنی بلندی کے دوش بدوش قلبی وسعت، قاسمی نسبت اور شخصی عظمت کی بنا پر وہ ہر حلقے میں مقبول ومحبوب تھے۔ خواہ وہ علماءِ قدیم کی انجمن ہو یا دانشوران وقت کا اجتماع ہو، خصوصی مسائل پر کوئی مجلس ہو یا عوامی انداز کا کوئی جلسہ ہو، خالص دینی اور دعوتی موضوع پر کوئی اجلاس ہو یا معاشرتی اور ملی مسائل کوئی سیمنار ہو۔

ان کی خوش گفتاری اور شیریں بیانی، لہجے کی دلربائی اور نکتہ آفرینی، مضمون کی فراوانی اور موضوع کی رعنائی مجمع کو لوٹ لیتی تھی، ان کا اپنا حلقہ سچ پوچھئے تو وادیٔ گنگا وجمنا اور کاویری سے برہمپتر کے ڈیلٹا تک یا پنجاب وسندھ کے میدانوں سے کابل

وکاشغر تک محدود نہ تھا۔ جماعت دیوبند کے وہ پہلے صدر نشیں تھے جس کی زلفوں کے اسیر دنیا کے ہر براعظم میں موجود ہیں، دنیا کے جس قابل ذکر حصے میں بھی اردو داں مسلم آبادی موجود ہے وہاں انھوں نے مؤثر اور دل نشیں مواعظ سے بے شمار دلوں کی روحانی بستیاں آباد کیں۔ ہر اہم ملک میں انھوں نے جا جا کر خطاب فرمایا وہاں ان کے دلآویز خطابات کے ٹیپ لوگوں کے پاس موجود ہیں جو انھیں جان و دل کی طرح عزیز ہیں۔

برصغیر کا شاید ہی کوئی گوشہ ایسا باقی رہ گیا ہو جہاں طیب الملۃ کے قدم نہ پہنچے ہوں، وہ ہر مجلس کے چراغ اور ہر انجمن کے صدر تھے۔لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کی ہمہ جہت شخصیت ان کی شیوہ بیانی اور منصبی ذمے داریوں کے پردے میں چھپی ہوئی تھی، بالخصوص ان کی شخصیت کا باطنی اور عرفانی رخ ان کے دوسرے اوصاف میں مستور ہو کر رہ گیا تھا۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ علم ظاہر و باطن کی یک رنگی اور شریعت و طریقت کی ہم آہنگی ہی علماء دیوبند کا خاص وصف ہے اور دیوبند کے ہر فرد میں اس خوشگوار امتزاج کا اثر موجود ہے، البتہ ذوقی اور طبعی فرق کے لحاظ سے کسی فرد پر طریقت کا رنگ غالب ہو جاتا ہے اور کسی پر شریعت کی چھاپ نمایاں ہوتی ہے۔ چناں چہ طیّب الملۃ حکیم الاسلام نے دوآبہ کے جس خاندان میں آنکھ کھولی وہ کئی پشت سے علم و حکمت اور معرفت و سلوک کا شہسوار تھا، اس کے گردوپیش کی فضا علم ظاہر سے مزین اور سوز باطن سے روشن تھی یہ ہی وہ ماحول تھا جہاں حضرت سید احمد شہیدؒ کو مریدان باصفا اور مجاہدین جانفروش کی کھیپ کی کھیپ ملی تھی، اسی علاقے میں ان بزرگان وقت کی خانقاہیں قائم تھیں جن کے نفس گرم کی تائید سے جماعت دیوبند وجود پذیر ہوئی جو علوم ظاہر و باطن کے لیے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ اصلاح و تبلیغ کے تقاضوں کی تکمیل اور ملکی و ملی حقوق کی ادائیگی میں ہمیشہ پیش پیش رہی۔

طیب الملۃ پر اپنے بچپن سے بزرگوں اور اکابر کی خصوصی توجہات مبذول تھیں۔ ان کے اساتذہ شروع سے اہل دل اور صاحب باطن حضرات رہے نسبت قاسمی کی

رعایت سے ان بزرگوں نے موصوف کی علمی اور ظاہری تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ تزکیہ واصلاح وقلب کا بھی پورا پورا خیال رکھا۔

دیوبندیت کی عملی تشکیل کے بانی اعظم مولانا قاسم نانوتویؒ کے نسبی تعلق نے طیب الملۃ کو تمام اکابرِ دیوبند اور فیض یافتگان قاسمی کا مطمح نظر اور مرجع محبت بنا دیا تھا، ان کی تعلیم وتربیت کا نظم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی مہتمم سادس دارالعلوم دیوبند نے جس شفقت واہتمام کے ساتھ کیا وہ بزرگانہ تربیت کی بہترین مثال ہے اور اس کے طبعی اور لازمی نتیجے کے طور پر نبیرۂ قاسمی طیب الملۃ کو تاریخ دیوبند میں وہ مقام ملا جو منصب اہتمام دارالعلوم پر فائز ہونے والی کسی دوسری شخصیت کو نہ میسر آیا اور نہ آئے گا۔

تدریس، تالیف، تقریر اور منصبی ذمے داریوں کے ساتھ ساتھ طیب الملۃ کا اصلاحی تعلق حضرت شیخ الہندؒ سے قائم ہوا جو آپ کے استاد بھی تھے۔ تربیتِ سلوک کے ابتدائی منازل اپنے مشفق استاذ اور مرشد اول کے زیر سایہ طے کیے۔ حضرت شیخ الہندؒ کی رحلت کے بعد مجدد ملتِ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی طرف رجوع کیا جو درحقیقت دیوبند کے سرخیل بھی تھے اور اپنے مخصوص انداز تربیت کے لحاظ سے شریعت وطریقت کے بہترین جامع بھی۔

تھانہ بھون کی خانقاہ ظاہر وباطن کے معقول امتزاج اور علم وعمل کے دلآویز سنگم کا بہترین نمونہ تھی، مرشد تھانوی حکیم الامت کا سر مدرسہ کی دستار فضیلت اور جسم خانقاہ کے خرقۂ مشیخیت سے اس طرح آراستہ تھا کہ خرقہ ودستار ایک دوسرے کا جز محسوس ہوتے تھے، غالباً انہی دونوں کی وابستگی اور لزوم نے مرشد تھانوی کو صحیح معنی میں حکیم الامت بنایا تھا۔

شریعت وطریقت کی جامعیت کے جس دیوبندی طرز فکر کو مرشد تھانوی نے اپنے مخصوص ومستحکم پیمانے میں ڈھالا تھا۔ اور تربیت سلوک کا جو منفرد انداز اپنایا تھا طیب الملۃ کو اس سے طبعی مناسبت تھی۔ وہ سیاست کے خارزار اہنگاموں کی دنیا سے طبعاً بیزار تھے۔ اور یہ ہی تھانوی طریق تربیت کا بنیادی جز تھا۔ استفاضہ اور استفادہ کا یہ سفر انھوں

نے اپنے ہمدرس وہم جماعت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان کی معیت ورفاقت میں شروع کیا، یہ انہی دونوں حضرات کی خصوصیت ہے کہ یہ مکتب سے لیکر مرشد کے آستانہ تک ایک دوسرے کے شریک ورفیق رہے، دونوں ہی نے یکے بعد دیگرے سلوک کی منزلیں طے کرنی شروع کیں تو باہم ایک دوسرے کے لیے باعث رشک بنے، حتیٰ کہ دونوں کو مرشد تھانوی نے خلافت سے سرفراز کیا۔ اور دونوں ہی علم وہدایت کے آفتاب وماہتاب بن کر چمکے، ایک کی تابانی سے مطلع پاکستان چمکا اور دوسرے کے انوار وقلب ونظر سے برصغیر افق تا افق جگمگایا۔

رشد وہدایت کا یہ سلسلہ ۱۹۴۷ء کے بعد زیادہ فروغ پذیر ہوا۔ منصب اہتمام کی گوناگوں مصرفیتوں کی بناپر مستقل خانقاہی نظم قائم نہ ہونے کے باوجود طیب الملۃ کی طرف لوگوں کا رجوع ہوا۔

چہرہ کی دل کشی، نگاہوں کی پاکیزگی اور پیشانی کا نور دیکھنے والے کو پہلی ہی نظر میں عقیدت واحترام کی آنکھیں بچھانے پر مجبور کردیتا تھا، ان کی مجلس ولیوں کی مجلس کا اعلیٰ ترین نمونہ تھی اس میں کسی کی غیبت والزام تراشی کا گذر نہ تھا، علم کے نادر نکات بیان ہوتے، شریعت کے لطیف دقائق اور تصوف کے دلپذیر حقائق کی تشریح ہوتی۔ سلف کے مؤثر اور عبرت انگیز تذکرے چھڑتے اور بصائر ومعارف کا اک دریا موجزن ہوتا۔

حکیم الاسلام کی زبان سے موتی جھڑتے، یوں معلوم ہوتا کہ ایک آبشار علم ہے جو فکر ونظر کو سیراب اور قلب وذہن کو شاداب کر رہا ہے۔

طیب الملۃ حکیم الاسلام کے مرشدین اور متوسلین میں دیہات کے سیدھے سادھے کسانوں سے لیکر یونیورسٹیوں کے لیکچرار اور وزراء حکومت تک شامل ہیں۔

بیعت کرنے والوں کو نہایت خاموشی اور سادگی سے اپنے مرشد کے طریق پر بیعت فرماتے اس کے بعد دوازدہ تسبیحات کی تلقین، فرائض کی پابندی اوامر پر لزوم اور نواہی سے احتراز کی تاکید فرماتے، اختلافات سے بچنے، ہر معاملے میں اعتدال برتنے،

متعلقہ ذمہ داریوں کو حتی الامکان ادا کرنے کی ہدایت فرماتے، دوسروں کے ساتھ حسن ظن سے کام لینے، طبقاتی اور مسلکی نزاعات سے بچنے، امت مسلمہ کے اتحاد واتفاق کو ترجیح اور امت کی فلاح و بہبودی میں دلچسپی لینے کی ترغیب دیتے۔ بیعت وارشاد کے رسمی طریق کو بھی لازمی قرار نہیں دیتے تھے، بیشمار لوگ جو بیعت کے لیے زیارت کی خواہش اور بالمشافہ ملاقات کی آرزو رکھنے کے باوجود حاضری کی سکت اور وقت کی گنجائش نہیں رکھتے تھے ان کو بذریعہ مراسلت بیعت فرمالیتے مریدین اپنے احوال بذریعہ مکاتبت پیش کر کے اصلاح سے مستفیض ہوتے۔

نرم خوئی اور نرم گوئی ایک وصف تھا جو طیب الملۃ کی رفتار گفتار اور کردار کا جزو لاینفک تھا۔ گھر سے لے کر باہر تک اور نظم وانصرام سے لے کر بیعت وارشاد تک اس وصف کی چھاپ ہر چیز میں نمایاں تھی۔

حلم و بردباری اور اکرام مسلم واحترام آدمیت کے وعظ بہت کہے سنے جارہے ہیں اور اکرام مسلم کی اصطلاح تو اس دور کی اک مسلمہ دینی اصطلاح قرار پاگئی ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اسی اصطلاح کا انطباق بھی اک خاص دائرہ کی حد تک ہی کیا جاسکتا ہے۔ اکرام مسلم پر عمل کی صحیح مثال طیب الملۃ کے زبان وقلم کے سوا کسی بڑے سے بڑی دینی شخصیت کے یہاں بھی دیکھنے میں نہیں آئی۔

ماضی قریب کے گزشتہ تین سال جو دیوبند اور شاید برصغیر کے علماء کی تاریخ کا سب سے المناک باب کہے جاسکتے ہیں اس بات کا زندہ ثبوت ہیں کہ اس جاں گسل اور صبر آزما دور میں بھی طیب الملۃ ہی علمائے دیوبند کے "منصور وقت" نکلے، زندگی کے اس آخری دور میں جب خانقاہوں نے دہشت زدگی کے عالم میں ہونٹ سی لیے تھے اور علمائے روزگار عاجزی، خاکساری، اور خداترسی کی قبائیں پہن کر اپنے زبان وقلم سے طیب الملۃ کے بے داغ سینے پر پتھر برسا رہے تھے اس وقت بھی طیب الملۃ نے کوئی سقیم لفظ قلم سے لکھا نہ زبان سے نکالا۔ اور ارادتمندوں کے اس اصرار بے حد پر کہ "کچھ تو

کہیے کہ لوگ کہتے ہیں، زبان سے صرف یہ فقرہ ادا کیا جسے تصوف کا مغز، ولایت کا حاصل اور انسانیت کا جوہر کہا جا سکتا ہے کہ:

"میں نے اپنے لیے صبر سکوت اور استغناء کو پسند کر لیا ہے"

بلاشبہ یہ جملہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے اور اسے قطبیت کا سرمایہ کہا جا سکتا ہے۔

آپ کا حلقۂ ارشاد و بیعت ہند و پاک، بنگلہ دیش، ایران، برما، ممالک عربیہ، یورپ، افریقہ اور امریکہ تک پھیلا ہوا ہے۔

یہ تأثرات محبِ مکرم جناب سید ازہر شاہ قیصر کی فرمائش پر سپردِ قلم ہیں، ورنہ طیب الملۃ حکیم الاسلام کے روحانی اور عرفانی مقام کی تشریح اور اس کا تعارف کسی صاحبِ دل اور معارف آگاہ اہل قلم ہی کا حق ہے جو امید ہے کہ کسی وقت کسی با توفیق قلم سے ضرور منصۂ شہود پر آئے گا۔ وباللہ التوفیق۔

❁❁❁

حکیم الاسلام اور ان کی حکیمانہ باتیں

از: حضرت مولانا مفتی محمد واصف صاحب عثمانیؒ
سابق مبلغ دار العلوم دیوبند

میرے والد محترم قبلہ جناب محمد فاضل صاحب عثمانیؒ۔ حضرت مخدوم عالم حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب کے دیرینہ جان نثار اور انتہائی فدا کاروں میں سے تھے، حضرتؒ کی دیوبند کی قیام کی زندگی میں جب تک ان میں تاب وتوانائی رہی والد صاحبؒ اور میرے بچپن کے استاذ پیر جی محمد شریف گنگوہی اور جناب محمد علیؒ دفتری حضرت مخدوم عالم کے تہجد میں پابندی سے ساتھی رہے۔ والد صاحبؒ کے انتقال پر حضرت نے فرمایا تھا کہ میرا بھائی فاضل کا تہجد میں ساٹھ سال ساتھ رہا ہے۔

میرے والد حضرت کی روحانی اور عرفانی مجلسوں کے بھی حاضر باش تھے اور سبھی مجلسو کے انمول بلکہ بیش قیمت موتیوں سے لبریز خزانے اور حکیمانہ نکتے بھی ان کو لفظ بلفظ محفوظ تھے جن کو اہل خاندان میں آنے والے مہمانوں میں بڑی محبت وعقیدت اور انتہائی رقت سے سنایا کرتے تھے۔ میں نے ان سے یہی سن کر محفوظ کیا۔ اور خود بھی جب کبھی سفر وحضر مدرسہ یا باہر حضرت مخدوم عالم کی خدمت میں حاضر رہا تقریباً ہر نشست اور مجلس کو محفوظ کر لینے کی پوری کوشش کی، اس کا بھی اہتمام رکھا کہ حضرت ہی کو سنا کر اس کی تصحیح وتصویب کرالی۔ فالحمد اللہ علی ذالک۔ حضرت مخدوم عالم میرے حدیث اور حجۃ اللہ البالغہ اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا نانوتویؒ کی کتابوں کے استاذ بھی تھے۔ طریقت میں ان کو میں نے اپنے شیخ ومرشد سے بھی زیادہ مانا میرے وہ مربی ومشفق بھی تھے اور انتہائی محسن بھی۔ بچپن سے آج تک بس انہی کو اپنی کل کائنات سمجھا۔ اور مقصد حیات جانا۔ اور وہ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ مجھے عزیز اور محبوب تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کی انتہائی پاکیزہ اور انمول

زندگی سے خود زندگی کی قدریں ملیں ان کا سانحہ ارتحال پوری ملت اسلامیہ اور تمام عالم اسلام اور جماعت دیوبند کے لیے آخری بڑا حادثہ ہے۔ پوری سرزمین اور تمام خطہ بحر و بر ان کے غم میں سوگوار اور آسمان بھی ان پر جی بھر کے اشکبار ہوا ہے۔ سچ ہے عالم کی موت عالم کی موت ہے۔ ملک کے اور دنیاء اسلام کے گوشے گوشے اور کونے کونے سے ان کو خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے ان کی رات دن کی انتھک جدوجہد اور بے مثال ساٹھ سالہ قربانیوں کی منہ بولتی تاریخ جس کو ایک مسلک اور نظریہ کی حیثیت سے تمام دنیا میں انھوں نے پھیلایا جس نے علم اور علماء کا وقار بلند کیا یعنی دارالعلوم دیوبند آج اپنے محسن اعظم۔ مجدد وقت اور آخری موسس کی وفات پر ایک لٹی پٹی بیوہ کی طرح سوگوار کھڑا ہے ان کے آخری لمحے تک اس بلا کی کرب و بے چینی میں گذرے کہ کسی طرح یہ ناخوش گوار افتراق وانتشار جس کی زد میں مسلک اور جماعت اور سب ہی کچھ تو آگیا ہے دور ہو جائے۔ جب کوئی صلح کی بات کرتا تو ان میں زندگی آتی اور جب کوئی لڑائی کی بات کرتا تو ڈوب جاتے اور کھو جاتے اور آنکھیں بند کر لیتے تھے انھوں نے تو آخر میں اپنے وجود مسعود کو دارالعلوم میں نماز جنازہ کے لیے پہنچوا کر پوری جماعت کے مل بیٹھنے کی عملی کوشش کرادی کہ مجھے دعا دینے کے لیے ایک ساتھ کھڑے ہو سکتے ہو تو میری روح کے سکون کے لیے اور اپنی آخرت کے لیے ایک ساتھ بیٹھ بھی جاؤ، روح طیب آج بھی پکار پکار کر اپنے مخلص نیازمندوں اور ملت کے دردمندوں سے یہی کہہ رہی ہے کہ تفریق کو دور کرنا طیب اور رب طیب دونوں کے نزدیک پہلی فرصت میں ضروری ہے۔

حضرت مخدوم کی تو ہر ادا ایک مفصل تاریخ ہے علم وحکمت، بصیرت، وفراست، عفت وامانت، قدرت قلم وبیان، صورت وسیرت کون سی ایسی چیز ہے جو خلاق اعظم نے ان کو بدرجۂ اتم نہ دی ہو۔ حالیہ بڑے حادثہ نے ثابت کر دیا کہ وہ صبر ورضا اور تسلیم وتفویض میں یوسف علیہ السلام ثانی تھے، اپنی تاریخ زندگی کی کتاب کے اس آخری باب کو انتہائی اخلاق بلندی کردار کے تقدس استقلال مزاج عفو درگذر اور بے پناہ برداشت

سے مظلومیت و محبوبیت کے عالم میں سیدنا عثمان غنیؓ کی طرح تمام کیا کہ اپنے سے کسی ادنیٰ جراحت یا جارحیت کو پسند ہی نہیں کیا۔ خداوند کریم ان کے درجات بے حد وحساب بلند فرمائے۔ آمین۔

اَب تو علم و عرفان کے طلبگاروں کے لیے تازگی اور حیات نو کا ذریعہ ان کی مجلسیں اور حکیمانہ باتیں ہیں قارئین میرے اور خاندان قاسمی اور تمام ہی قاسمی برادری کے لیے صبر وسکون کی دعا فرمائیں اور حضرت محبوب عالمؒ کے لیے ترقی مدارج کی دعاء کر کے دین ودنیا کی کامیابی حاصل کرتے رہیں۔ حضرت حکیم الاسلام نے ارشاد فرمایا کہ پوسٹ مین اور پولیس مین اپنی اپنی وردیوں سے پہچانے جاتے ہیں مگر آج کل دینی اداروں کے طلباء کا تو تعارف کرانا پڑتا ہے یہ لوگ علماء صلحاء کی وضع کا بالکل اہتمام نہیں کرتے اور یہ نہیں سمجھتے کہ صالحین کی صورت اختیار کر لینے سے صلاح اور خیر کی حقیقت بھی منتقل ہوتی ہے اور یہ ظاہری وضع باطن کا تالا ہے۔ اگر یہ نہ ہوگی تو باطن کی چوری ہوسکتی ہے۔

ارشاد فرمایا۔ کہ ختم اللّٰه علىٰ قلوبهم یا کلا بل ران علىٰ قلوبهم کے متعلق جو عام اشکال طلبہ کو ہوتا ہے کہ جب دلوں پر مہر لگ گئی تھی تو پھر ان کا کیا قصور۔ میں اس کو ایک مثال سے سمجھایا کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ کسی بڑی عدالت کا منصف مزاج حاکم کسی مجمع عام میں یہ کہے کہ میں ایسا حاکم ہوں کہ جس نے قتل کے مجرموں کو پھانسی کی سزا دی ہے ظاہر ہے کہ اس اعلان سے مجمع پر ہیبت اور رعب ہی کی کیفیت طاری ہوگی پھر یہی حاکم جب اپنی عدالت میں بیٹھے تو ایسے مجمع میں یوں کہے کہ ہم نے قتل کی سزا میں پھانسی سنایا ہے۔ آپ لوگ اس جرم سے محتاط رہیں۔ تو حاکم کا مجمع عام میں اعلان سزا تو حاکمانہ کلام تھا اور اس نے اپنے خاص لوگوں میں جو کلام کیا ہے وہ حکیمانہ تھا۔ اسی طرح حق تعالیٰ کا کلام ختم اللّٰه علىٰ قلوبهم تو حاکمانہ ہے جس کی شکل یہی ہوئی کہ صرف اعلان اور حکم بیان کیا گیا ہے علت اور سبب کو بیان نہیں کیا گیا ہے لیکن قرآن میں دوسری جگہ اس کلام کو حکیمانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کے حکم کا سبب بھی بیان

کر دیا ہے۔ تا کہ دوسرے لوگ اس سبب سے محتاط رہیں فرمایا گیا، **ہل طبع اللہ علیہا بکفرھم** کہ یہ مہر کفر کے سبب ان کے دلوں پر لگائی ہے اس لیے ایک جگہ حاکمانہ اعلان ہے دوسری جگہ حکیمانہ حکمت ہے۔

ارشاد فرمایا: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جن پاکیزہ سنتوں اور طریقوں پر چلنے میں نفس یا معاشرہ مزاحمت نہیں کرتا ان پر عمل میں تاخیر نہ کرو، جیسے کھانے، پینے، سونے، جاگنے، ملنے جلنے، پیشاب پاخانے وغیرہ کی سنتوں پر بھی عمل آسان ہوگا۔ کیوں کہ سنت نبوی پر عمل کرنے سے نور پیدا ہوتا ہے جس سے روح میں طاقت پیدا ہوتی ہے تو شاق گذرنے والی سنتوں پر آمادگی ہوگی انشاء اللہ اور رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔

کچھ سکھوں کی آمد پر فرمایا کہ انھوں نے ہمارے بزرگوں کی صرف پگڑی اور داڑھی میں نقل کی ہے اس کی برکت سے ان کے بھنگی اور معمولی قسم کے آدمی بھی سردار کہلائے اور آج کے مسلمان اپنے ظاہر کو بگاڑ کر، سردار ہو رہے ہیں۔

ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ جو بعض بزرگوں کے ہاتھ پر لاکھوں کا اسلام لانا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پر بعض کا اسلام نہ لانا آتا ہے اس کا جواب تو یہ ہے کہ آدمی پانچ طرح کے ہوتے ہیں۔ (۱) مائل (۲) جاہل (۳) غافل (۴) سائل (۵) مجادل۔ اول کی چار قسموں کو تو نفع ہوتا ہے اور توفیق ہوتی ہے لیکن مجادل کا مجادلہ ایسا عمل ہے جس سے سلب توفیق ہو جاتی ہے شیطان بھی جمادل تھا اسی لیے سلب توفیق رہی اصل یہ ہے کہ جمادل کی طبیعت ہٹ دھرمی اور ضدی ہوتی ہے احادیث میں اس کی بہت سی نظیریں موجود ہیں۔

ارشاد فرمایا: کہ حق تعالیٰ کے ارشاد **وعلم ادم الاسماء کلھا** سے تعلیم آدم علیہ السلام کے وقت فرشتوں کی موجودگی کی نفی نہیں ہوتی فرشتے اسوقت موجود تھے لیکن امتحان کے وقت حضرت آدمؑ نے جواب دیا اور فرشتے جواب نہیں دے سکے اس کی وجہ کسی جگہ حضرت حجۃ الاسلام آیۃ من آیۃ اللہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے یہ بیان

فرمائی ہے کہ فرشتے بشری لوازمات اور انسانی خصائص اور عادات سے خالی تھے ان میں بھوک پیاس اور نفسانی تقاضے یکسر نہیں تھے ان کی فطرت تو بس تسبیح وتحمید اور تکبیر ذکر اللہ وغیرہ ہے اسی لیے انھوں نے سبحانك لا علم لنا کہا اور غذاؤں پانیوں اور دیگر ضروریات انسانی کو یاد نہیں رکھ سکے کہ وہ ان تقاضوں کی تعبیر پر قادر نہیں تھے۔

ارشاد فرمایا، کہ اپنی صحیح سے صحیح تدبیر پر بھی کبھی بھروسہ مت کر لینا۔ مثال بیان فرمائی کہ ہری بتی ریل گاڑی کو نہیں چلاتی بلکہ اس کے پیچھے حکومت کا حکم ہوتا ہے ایسے ہی تدبیر کے پیچھے احکم الحاکمین کا حکم ہوتا ہے جب ہی تو کام ہو سکتا ہے۔ غالب یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کا واقعہ سنایا کہ حضرت شیخ نے دہلی سے کسی بادشاہ سے کسی ضرورت مند کی سفارش فرمائی جس میں کہ آخر میں یہ تحریر فرمایا کہ ان اعطیه فالمعطی هو الله وانت المشكور وان منعته فا المانع هو اللّٰہ وانت المعذور.

ارشاد فرمایا: کہ یہ محبت مجازی جس کو لوگ کہتے ہیں وہ عذاب الٰہی ہے۔ مبتلا کی زندگی دوزخیوں کی سی گذرتی ہے (بحوالہ حکیم الامتؒ)

دارالعلوم دیوبند کے طلباء کو نصیحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا ابراہیم صاحب بلیاویؒ فرمایا کرتے تھے اور میرا تمام عمر کا اپنا بھی تجربہ ہے بلا مطالعہ استعداد پیدا نہیں ہوتی آپ لوگوں کو اس کا خصوصیت سے خیال رکھنا چاہئے اگر کچھ بھی سمجھ میں نہ آئے تو باوضو اور قبلہ رخ بیٹھ کر مطالعہ ضرور کرو گھبرا کر چھوڑ نا نہ چاہئے انشاء اللہ بند دروازے آپ کے کھٹ کھٹانے سے ضرور کھلیں گے، نودرہ میں بیچ کی جگہ اور درمیان درسگاہ کے متعلق تعریف فرماتے ہوئے بیان فرمایا کہ بسا اوقات حجۃ اللہ البالغہ اور مشکوۃ شریف میں الجھاؤ یہاں مطالعہ کرنے سے دور ہوا مجھے ایسا لگتا ہے جیسے یہاں علوم اور برکات کی بارش ہوتی ہو۔ ایسا ہی مکاشفہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا بیان فرمایا، فرحم اللہ.

کسی مدرسہ کے استاد کے لیے ارشاد فرمایا کہ جب غصہ غالب ہو تو بچوں کی تادیب نے خطرناک نتائج تو پیدا ہو سکتے، میں اصلاح نہیں ہو سکتی، اسی حالت میں استاد سے اخلاص

کا فقدان ہوتا ہے اور نفس غالب ہوتا ہے تو شر ہی وجود میں آئے گا خیر کہاں سے آئے گا۔

فرمایا: کہ جب کار نہیں چلتی تو بیٹری چارج کراتے ہیں اسی طرح جب ہمت قلبی کم ہونے لگے اور کام نہ چلے تو کسی اللہ والے سے اپنے دل کی بیٹری چارج کرالو پھر دینی کام بآسانی ہونے لگے گا۔

فرمایا: کہ اب عمریں بھی کم ہیں اور قویٰ بھی کمزور ہیں اس لیے ہمارے بزرگوں سے اصلاح اخلاق اور ذکر اللہ ایک ساتھ کر دیا ہے اس سے سلوک جلد طے ہو جاتا ہے۔

فرمایا:۔ کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کسی اللہ والے سے استفادہ کے لیے انقیاد اعتقاد کے ساتھ ہونا چاہئے جس میں اتباع کے ساتھ تبدیلی احوال کی اطلاع بھی ضروری ہے۔

فرمایا کہ بچہ وزیر کا ہو امیر کا ہو اور یا فقیر کا ہو استاذ کی عنایت اور مشفقانہ تربیت سب کے لیے برابر ہونی چاہئے بچے کی تادیب اور تہذیب میں شرعی حدود اور اس کی برداشت کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔

ارشاد فرمایا کہ نفس سب سے بڑا دشمن ہے مگر لوگ کہہ دیتے ہیں کہ فلاں شیطان نے گمراہ کر دیا ہے میں پوچھتا ہوں اچھا شیطان کو کس نے گمراہ کیا تھا کیا اس سے پہلے اور کوئی شیطان تھا۔ بات اصلی یہی ہے کہ شیطان کو اپنے نفس نے ہی گمراہ کیا تھا۔

ارشاد فرمایا:۔ کہ بدگمانی سے بڑے فتنے پیدا ہوتے ہیں اس لیے شریعت نے بدگمانی کو حرام قرار دیا ہے (ان بعض الظن اثم) بدگمانی سے بچنے کے لیے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا یہ علاج یاد رکھے کہ ہر نیک گمان پر بلا دلیل ثواب ملے گا کیوں کہ حسن ظن کا حکم حدیث میں موجود ہے اور بدگمانی پر آخرت میں دلیل دینی پڑے گی۔ حسن ظن سے تعلقات مضبوط ہوتے ہیں اور بدگمانی سے افتراق پیدا ہوتا ہے۔

ارشاد فرمایا:۔ کہ اگر کسی بڑے کی بھی مجلس میں غیبت ہونے لگے تو فوراً اٹھ جانا چاہئے۔ کیوں کہ باران رحمت تو بہت عمدہ چیز ہے اس میں نہانا بھی مفید ہوتا ہے لیکن اگر

اولے پڑنے لگیں تو بھاگ ہی جانا چاہیے (حضرت حکیم الاسلامؒ کی مجلس کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ ہمیشہ بالکل غیبت اور بدگوئی سے پاک رہی)

ایک موقع پر بڑے ہی درد بھرے لہجے میں فرمایا کہ اگر صاف ستھری دیوار پر بچے کوئلے سے لکیریں بنادیں یا کوئی پان کی پیک تھوک دے یا مثلاً چائے اور دودھ کی پیالی میں مکھی گر جائے یا کسی کی مچھر دانی میں دو چار مچھر گھس جائیں تو انسانی فطرت یہ ہے کہ جب تک کوئلے کی لکیروں اور پیک کے دھبوں کو صاف نہ کردیں گے اور مکھی و مچھر کو نکال نہ دیں گے چین نہیں آئے گی سوچنے کی بات یہ ہے کہ رات دن ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری زندگیوں میں شرعی برائیاں اور منکرات داخل ہیں جو مکھی اور مچھر سے زیادہ گندے اور کوئلے سے زیادہ کالے ہیں لیکن ہمیں کوئی فکر نہیں ہوتی۔

ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر گھر کا ماحول صالح اور باہر کا ماحول غیر صالح ہو تو بزرگوں کی اولاد بھی بگڑ جاتی ہے۔ غیر صالح ماحول سے یہ چیز بھی تو ضروری ہے۔ فرمایا کہ لوہے پر پہلے رنگ کردیا جائے تب ہی وہ زنگ سے محفوظ رہ سکتا ہے اسی طرح پہلے ہماری نسلوں کے دل ودماغ پر اسلامی اور دینی تربیت کا رنگ ہو جائے تو غیر صالح ماحول سے ان شاء اللہ خطرہ نہیں ہے۔

حدیث میں ہے: **ان هذا لقلوب تصدء كما يصدء الحديد اذا اصابة الماءِ (الحديث)**

فرمایا کہ لوگ رزق میں برکت کے لیے وظیفہ معلوم کرتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ وظیفہ زیادتیٔ رزق ہے لیکن گناہ دافع رزق ہوتے ہیں اس بد پرہیزی کی وجہ سے وظیفہ بے اثر ہے پھر حضرت عمرؓ کا واقعہ سنایا کہ کسی گھر میں سے جاندار کی تصویر کی وجہ سے نکل آئے تھے۔ فرمایا رزق میں برکت ہوتی ہے بشرطیکہ گناہ چھوڑ دیے جائیں۔

❁❁❁

حکیم الاسلام اور مسند رشد و ہدایت

از: حضرت مولانا محمد اسلام صاحب قاسمی/ استاذ دارالعلوم وقف دیوبند

جب ہندوستان میں ۱۸۵۷ء میں انقلاب کی ناکامی کے بعد سلطنت مغلیہ کا دور ختم ہوا اور اس سرزمین پر انگریزوں کا مکمل تسلط ہو گیا، تو مسلمانوں اور خاص طور پر علماء کی جماعت کو جس بیدردی سے مٹایا گیا، مسلمانوں کے دینی جذبات اور اسلامی غیرت وحمیت کو بھی کچلا جانے لگا اور اسلامی تہذیب وتمدن کو جس طرح مٹانے کی کوشش کی گئی وہ بڑا ہی پرآشوب اور نازک دور ثابت ہوا۔

ایسے سخت اور صبر آزما دور میں اسلامی تعلیمات اور عقائد کے بقا وتحفظ، کتاب وسنت کی ترویج واشاعت اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے سرزمین دیوبند میں ایک علمی درسگاہ اور اسلامی قلعہ دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا۔ دارالعلوم دیوبند کی زائد از یک صدی خدمات آج تاریخ کے صفحات کا ایک روشن باب ہیں، ہندوستان میں مسلمانوں کے دین ومسلک اور اسلامی تعلیمات کا تحفظ اسی دارالعلوم کے ذریعہ ہوا۔

اور موجودہ نصف صدی میں دارالعلوم دیوبند نے قرآن وحدیث، تفسیر وسنت، فقہ وعقائد اور جملہ اسلامی علوم کے سلسلہ میں جو خدمات انجام دیں اور دارالعلوم نے ترقی کی جتنی شاہراہیں طے کیں اس کا سہرا حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے سر ہے۔ یہ ان کی شخصیت کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے جس کو تاریخ کے زریں دور میں شمار کیا جائے گا۔

اور یہ اٹل حقیقت ہے کہ ہندوستان میں زائد از نصف صدی دینی قیادت اور فکری سربراہی کا نمایاں دور حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہے دارالعلوم دیوبند کے انتظام واہتمام اور مسلک دیوبند کو زینت تھی حکیم الاسلام سے، ان کی وفات سے یہ

زریں عہد ختم ہو گیا۔

حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہ کی شخصیت جامع اوصاف وکمالات تھی جس کا اعتراف پوری دنیا نے برملا کیا اور عظمت ورفعت کا یہ باکمال پیکر اس حال میں دنیائے فانی سے رخصت ہوا کہ بقول جمیل مہدی ایڈیٹر عزائم لکھنؤ۔

”وہ تو اس فانی وآنی زندگی میں اپنا مقرر ومقدر کردار مکمل کر کے چلے گئے لیکن اپنے ساتھیوں اپنے حریفوں، اپنے معترضوں کو اتنی بڑی آزمائش میں مبتلا کر گئے جو دنیا سے زیادہ آخرت سے متعلق اور دنیائے عمل سے زیادہ روز جزاء کے ساتھ وابستہ ہے“

اور مزار قاسمی دیوبند میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کے پہلو میں ابدی خواب لینے والے پیکر علم وحلم، صبر وقناعت اور سربراہ کاروان رشد وہدایت کی آواز آتی ہے ؎

ڈھونڈو گے ہمیں ملکوں ملکوں ❁ ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

حضرت حکیم الاسلام نے دارالعلوم کے اپنے ساٹھ سالہ دور اہتمام میں جو علمی، دینی، فکری اور اصلاحی خدمات انجام دیں ان میں سب سے نمایاں وصف تبلیغ دین اور اصلاح امت ہے جس کا حق منصبی انھوں نے اس طور پر انجام دیا کہ دنیا پکار اٹھی: یہی موعظت وحکمت اور رشد وہدایت کے امام ہیں، بلا تفریق مسلک ومذہب سبھوں نے اس منصب پر حکیم الاسلام علیہ الرحمۃ کو لاثانی ولافانی تسلیم کیا۔

ایک طرف وہ حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کے علوم ومعارف کے صحیح وارث وجانشین تھے تو دوسری طرف حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ اجل تھے، چناں چہ علم وحکمت اور اصلاح امت کے سلسلہ میں اپنے اسلاف کے پیرو کار رہے آپ نے مسند رشد وہدایت کے اعلیٰ مقام سے تزکیۂ نفس اور اصلاح باطن کے علاوہ تبلیغ ودعوت کا اسلامی فریضہ انجام دیا، اسی لیے حضرت کی تبلیغی تقاریر اور وعظ وخطابت آپ کی تابناک زندگی کا مابہ الامتیاز مقام ہے جس سے

ہندو و بیرون عالم اسلام کا گوشہ گوشہ آپ کی خطابت سے مستفیض ہوا۔ اور گم کردہ راہ افراد نے ہدایت پائی۔

ہر دور میں خطیب و مقرر نمودار ہوئے، اور بہت سے افراد اسٹیج پر اپنی حشر سامانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوئے مگر وہ گفتار کی شیرینی، حکیمانہ اسلوب، اور ایمان پرور انداز جو حکیم الاسلام کا خاصہ تھا کہیں اور نہیں ملتا، کسی بھی اجلاس میں مجمع کی کثرت کے لیے لفاظی یا جسمانی ضخامت کو کبھی دخل نہیں رہا۔ ہر بات کتاب وسنت کی روشنی میں، ہر وعظ علم وحکمت پر مبنی، ہر تقریر لطافت اور نزاکت لیے، مناظرانہ خشونت سے دور انتہائی شگفتگی سے بیان کرنے کا سلیقہ، مسلک دارالعلوم کی توضیح، دینی خدمت کا حقیقی جذبہ، اور سامعین کے دلوں میں اثر انداز ہونے والی نصیحتیں حکیم الاسلام کو امتیاز کا درجہ دیتی ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ ان کے اہل بصیرت معاصرین نے ان کی جامع شریعت وطریقت شخصیت کو "حکیم الاسلام" کا لقب دیا تھا، چناں چہ وہ زندگی بھر اپنے عمل وکردار، اپنی ایمان پرور تقریروں اور مواعظ اور دین کی خدمت سے اس لقب کے صحیح مصداق بنے رہے۔

پھر حکیم الاسلام کے اس نمایاں وصف یعنی خطابت کا اہم امتیاز ان کا ہر موقع اور مناسبت کے لحاظ سے اسی موضوع پر کلام تھا۔

کسی تقریب، اجلاس یا نشست میں حضرت مدعو ہوتے تو بلا جھجک دو تین گھنٹے اسی موضوع پر تقریر فرماتے جس موضوع پر تقریب یا اجلاس ہو اور پھر سامعین ان کی لطافت بیانی اور بیش بہا معلومات سے مستفید ہو کر یہ کہتے ہوئے اٹھتے کہ آج تک اس موضوع پر اتنا حکیمانہ اور عالمانہ بیان نہیں سنا ہے دنیا کے کسی موضوع پر بھی ہو حضرت اس طرح بیان فرماتے گویا اسی فن میں ان کو مہارت اور درک حاصل ہے۔ دنیاوی معاملات ہوں، سیاست ہو، تاریخ ہو، جغرافیہ یا اقتصادیات ہو، ادب یا تاریخ ہو، طب یا شاعری ہو، ملکی معیشت ہو، یا خاندانی معاشرت، اجتماعی مسائل ہوں یا انفرادی ہر ایک سلسلہ میں خطاب شروع کرتے اور قرآن وحدیث کی روشنی میں تشریح وتائید فرماتے۔ دینیات سے متعلق

کوئی پہلو ایسا نہیں جس پر حضرت نے بصیرت افروز اور حکمت آموز تقریر نہ فرمائی ہو۔

حکیم الاسلام نے مسند رشد وہدایت اور منبر وعظ وخطابت سے کسی خاص طبقہ کو نہیں پکارا ہر جماعت اور ہر مسلک کے افراد کو اپنے حکیمانہ اسلوب سے مستفیض کیا، اسی لیے روشن خیال طبقہ بھی حضرت کی تقریروں میں شرکت کر کے فخر محسوس کرتا اور دنیاوی علوم سے آراستہ افراد بھی ان سے مستفید ہوتے، کیوں کہ ان کے بیان میں علم وحکمت کا خزانہ ہوتا تھا۔ شریعت وطریقت اور اسلامی تعلیمات کا گراں قدر سرمایہ ہوتا تھا۔

ہندوستان کے ہر گوشے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ دین اور رشد وہدایت کا فریضہ انجام دیا اور بیرون ہند، پاکستان، برما، افغانستان، بنگلہ دیش، امریکہ، لندن، افریقہ، اور اکثر عرب ممالک میں حضرت نے اس حق منصبی کو ادا کیا اور دینی دعوت کا فریضہ انجام دیا۔

حکیم الاسلام کو پوری دنیا میں یکساں طور پر مقبولیت حاصل رہی جس کا اعتراف اجلاس صد سالہ دارالعلوم دیوبند میں مختلف ممالک سے شرکت کرنے والی مقتدر اور رہنما شخصیتوں نے کیا۔ دارالعلوم کے انتظام واہتمام اور اس کی ترقی کی وجہ سے بھی اور ان کے اس امتیازی منصب کی وجہ سے بھی جہاں سے لاکھوں کروڑوں افراد نے راہِ ہدایت پائی۔

حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ مرحوم نے مسند رشد وہدایت اور منبر وعظ ونصیحت کو جو رونق عطا کی وہ ان کی وفات پر ویران نظر آتے ہیں، خدا ہدایت دے ان کم نفسوں کو بھی جنھوں نے اس عظیم ہستی کے حلم وبردباری اور صبر وقناعت کا امتحان لیا اور ان کی پاک شخصیت کو داغدار کرنے کی کوشش کی، آج ایسے افراد بھی ان کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں ان کی عظمت کا اعتراف اور ان کی وفات سے مسلمانوں کی صف میں خلا کا احساس بھی۔ لیکن ؎

ساحل پہ اب نہ جانے کیوں ہاتھ مل رہے ہیں

حکیم الاسلام کی حکیمانہ باتیں!

از: حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب قاسمی ؍ استاذ حدیث جامعہ عربیہ نورالاسلام، میرٹھ

ملت اسلام کا تھا تو درخشاں آفتاب ❁ غیر ممکن ہے کہ اب پیدا ہو تیرا پھر جواب

فخر الاماثل، حکیم الاسلام، شیخ المشائخ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ علم وعمل، اخلاق وصداقت کے ایک بہترین اور نادر نمونہ تھے۔ حضرت سلطان الاولیاء خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر قطب العالم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ کی ذاتِ اقدس تک جو سلسلہ چلا آرہا تھا جس کو فقیہ زماں، حکیم الامت مولانا تھانوی صاحب برد اللہ مضجعہ نے جوں کا توں لے کر کتاب وسنت کی روشنی میں منشاء الٰہی کے مطابق اس کو ایک حسین وجمیل صورت عطا فرمائی اور اس کا صحیح مجسمہ حضرت اقدس حکیم الاسلامؒ کی ذاتِ اقدس تھی۔

اس فقدان الرجال کے دور میں صبر وضبط اور علم وعمل کا یہ عالم تھا کہ اپنے تو اپنے اغیار بھی معاملہ پیش آنے کے بعد معترف ومعتقد ہوئے بغیر نہیں رہ سکے اور یہی وجہ تھی کہ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی ان کی شرافت نفس کے قائل تھے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ❁ ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

استاذ المحترم حضرت حکیم الاسلامؒ نے شرافت ورافت قسام ازل سے غایت درجہ پائی تھی نظریاتی اختلاف کو ہنسی خوشی برداشت کر لیتے۔ دل میں اپنے حریف کی جانب سے ذرا بھی میل نہ لاتے بلکہ اپنے معاند یا سب وشتم کرنے والوں کی طرف سے بھی کبھی دل تنگ نہ ہوتا اور موقعہ میسر آئے تو ہمدردی اور مروت، رواداری برابر اس کے ساتھ کرتے رہتے۔ اس قدر عالی ظرفی اور تحمل کا مادہ ہر ایک انسان کے بس کا کام نہیں۔ ''ان ذالك لمن عزم الامور''۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ "دیوبند" کے ایک مقامی اخبار نے کچھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف لکھ دیا اخبار کا اڈیٹر اغیار کے ہاتھوں بری طرح بک گیا تھا اور کچھ وہ اپنی عادت سے بھی مجبور تھا "جبل گردد وجبلت نہ گردد" اس کا اثر یہ ہوا کہ دیوبند کی عوام بگڑ گئی اور عمائدین شہر اور علماء کی ایک خاص جماعت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اجازت چاہی کہ اخبار کے ایڈیٹر کو کوئی ایذا پہنچائی جائے یا اس کے پریس کو خرد و برد کیا جائے تو حضرت نے بڑی سنجیدگی اور متانت کے لہجہ میں فرمایا "مجھے برا بھلا کہنے سے یا لکھ دینے سے اگر کسی کی روٹیاں سیدھی ہو رہی ہوں تو تمہارا کیا حرج ہے۔

حاضرین آپ کا یہ جملہ سن کر انگشت بدنداں رہ گئے اور آگے کچھ کہنے کی جرأت بھی نہ ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے یہاں غیبت اور بغض وعناد نام کا بھی نہیں تھا اور یہی وجہ ہے کہ ان کے متوسلین بھی صالح اور راسخ العقیدہ نظر آتے ہیں اور آپ کا یہ ولی اللہی رنگ آپ کے خلفاء اور معتقدین میں بھی ملتا ہے اور اس کی زندۂ جاوید مثال میرے کرم فرما سیدی ومولائی حضرت مولانا حکیم الاسلام صاحب دامت برکاتہم جو حضرت کے خلیفہ اور جامعہ عربیہ نور الاسلام میرٹھ کے سربراہ اور مہتمم ہیں۔ ان کی عالی ظرفی اور حلم و بردباری سے کون انکار کر سکتا ہے جن لوگوں نے حکیم الاسلام صاحب کو دیکھا ہے وہ میری اس بات کی تصدیق کریں گے کہ موجودہ دور میں حکیم صاحب اسلاف کی نشانی، تواضع عجز وانکساری اور رافتِ قلبی کا ایک بہترین نمونہ ہیں کبھی کبھی اپنی مجالس میں فرماتے ہیں:

"کہ اپنے پاس کچھ نہیں ہے جو کچھ ہے وہ حضرت مہتمم صاحب کی جوتیوں کا صدقہ ہے"۔

کون نہیں جانتا کہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ کی علمی وروحانی شعائیں عرب وعجم اور ہندو پاک کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی پھیلی ہوئی ہیں اور آپ کے مستفیضین کی تعداد شمار وحساب سے خارج ہے یہ اگر آپ کی زندہ کرامت نہیں تو اور کیا ہے؟

وہ جنیدِ دورِ حاضر وہ طریقت کا امام ❁ وہ زمانہ کا غزالی فخرِ رازی، نیک نام

آپ کے یہاں آیات کتاب اللہ واحادیث نبویہ کی تشریحات دلائل اور دلنشیں انداز میں اور شرعی مسائل واحکام کی علتیں بکثرت ملتی ہیں۔

گذشتہ سال حضرتؒ میرٹھ تشریف لائے ''خیر نگر'' میں حکیم محمد ادریس صاحب کے یہاں قیام تھا معلوم ہونے پر یہ راقم بھی حاضر خدمت ہوا۔ حضرت ایک رسالہ کے مطالعہ میں مشغول تھے۔ سلام ومصافحہ کے بعد برابر کی چارپائی پر بیٹھ گیا اور یہ فکر سوا ہوا کہ آغازِ سخن کس طرح کروں تاکہ کچھ استفادہ ہو سکے۔ تھوڑی دیر کے وقفہ کے بعد میں نے حضرت کی جانب پان بڑھایا تو حضرت نے پان قبول کرتے ہوئے فرمایا:

''پان مفرح قلب ہے اور حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے تو اس کو کھانے کی مسواک کہا ہے۔ اور مجھے تو پان بھی کھانا نہیں آتا تھا حضرت مدنیؒ نے سکھا دیا''۔

اس پر سلسلۂ سخن دراز کرتے ہوئے میں نے دبے الفاظ میں عرض کیا کہ سنا گیا ہے کہ مدنی رحمۃ اللہ علیہ تو آپ کا بیحد احترام فرماتے تھے۔ جواباً ارشاد فرمایا:

''جی ہاں بظاہر تو کوئی خوبی اس وقت نہ تھی اور نہ اب ہے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ علامہ انور شاہ کشمیری اور حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ کی تربیت میری والدہ نے کی ہے اور یہی وجہ تھی کہ یہ دونوں بزرگ میرے اہل خانہ کا بہت احترام کرتے اور حضرت مدنیؒ نے تو بارہا عجز وانکساری کے لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ میں اس در کا کتا ہوں اور وہ مجھ سے بہت محبت وشفقت کا معاملہ کرتے چناں چہ پاکستان سے جب میں دوبارہ دار العلوم میں حاضر ہوا تو مولانا مدنیؒ نے بے ساختہ مجھ سے فرمایا'' کہ آپ دار العلوم کے محتاج نہیں ہیں دار العلوم آپ کا محتاج ہے۔

تو ظاہر ہے یہ سب ان کی شفقت اور رحمت ہی تھیں۔

تبدیل موضوع اختیار کرتے ہوئے دوسرا میرا سوال یہ تھا کہ حضرت کافرین کو دنیا میں راحت وآرام اور مؤمنین کے لیے سوائے مصائب وآلام کے کچھ نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

تو آپ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے اس میں کیا حرج ہے۔ بظاہر تو اس میں کوئی نقصان ہے نہیں۔ حق تعالیٰ کی حکمت اسی میں ہے اور اسی میں بندہ کو راضی رہنا چاہئے۔ پھر اپنے مخصوص حکیمانہ انداز میں فرمایا۔

''کہ دراصل صورت ایسی ہے کہ انسان کو حق تعالیٰ نے دو قسموں میں بانٹ دیا ہے۔ ایک کافر، دوسرے مومن اور زندگی بھی حق تعالیٰ نے دو ہی رکھی ہیں ایک دنیا کی اور دوسرے آخرت کی۔ تو دنیا کی راحتیں کافر کو عطا کیں اور آخرت کی مومنین کو اگر کافر کو دنیا کی نعمتیں نہ دی جاتیں تو وہ بے چارہ محروم رہتا آخر کار وہ بھی تو اللہ کی مخلوق ہے اور آخرت کی نعمتوں سے اس کو محروم رکھا جائے گا بخلاف مومنین کے کہ ان کو آخرت سے سرفراز کیا جائے گا''۔

گذشتہ سال ہی کا واقعہ ہے کہ حضرت حکیم الاسلامؒ دہلی کے ''پنتھ ہسپتال'' میں زیر علاج تھے۔ میرٹھ سے ایک وفد حضرت حکیم محمد اسلام صاحب کی قیادت میں دہلی پہنچا جس میں حکیم محمد الیاس صاحب کھتوڑوی کے علاوہ مولانا عبد الستار صاحب مدرس مدرسہ نور الاسلام اور دیگر احباب بھی شریک تھے اور یہ بندہ بھی۔ آپ کافی لاغر اور کمزور ہو چکے تھے۔ ڈاکٹروں نے بولنے پر پابندی عائد کر دی تھی۔ ڈاکٹروں کے حکم سے آپ کے کمرے کے دروازہ پر بھی ہسپتال کی جانب سے لکھ دیا گیا تھا ''گفتگو کرنا منع ہے''۔

بہر حال اس وفد نے حضرت کی عیادت فرمائی۔ حکیم صاحب سے کچھ مختصر گفتگو بھی ہوئی۔ اسی اثناء میں آپ کی پوتی اور حضرت مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ آگئے، تو حضرت ان سے گفتگو کرنے لگے کہ اتنے میں ایک ''نرس'' آئی اور اس کا منشا یہ تھا ''کہ آپ گفتگو نہ کریں'' اور حضرت کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''کہ آپ کے روم پر بھی لکھا ہوا ہے کہ بات کرنا منع ہے''۔

اس پر حضرت مہتمم صاحب نے برجستہ کہا

''کہ وہ میرے لیے نہیں بلکہ آنے والے کے لیے ہے''۔

آپ شادی میں ہوتے یا غمی میں تکلیف میں ہوتے یا راحت میں مگر زائرین کو کبھی احساس نہ ہونے دیتے بلکہ اپنی طویل گفتگو اور حکیمانہ باتوں سے ان کی دلجوئی فرماتے۔ تفکرات کا آپ پر کتنا ہی ہجوم ہوتا۔ ہموم وغموم کی کتنی ہی یورش ہوتی مگر عالم یہ تھا کہ تبسم زیرلب۔ غالباً اردو کے کسی شاعر نے آپ ہی کے بارے میں کہا تھا۔

کانٹوں میں ہے گھرا ہوا چاروں طرف سے پھول
پھر بھی کھلا ہی پڑتا ہے کیا خوش مزاج ہے

سن تو مجھے یاد نہیں ہاں البتہ مادر علمی دیوبند میں زمانہ طالب علمی تھا کہ حضرت حکیم الاسلامؒ حج بیت اللہ سے تشریف لائے۔ آپ کی زیر صدارت تحتانی دارالحدیث میں "جمعیۃ الطلبہ" کی جانب سے ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں آپ نے تقریر فرمائی اور اپنے سفر حج کے حالات بتلائے۔ منجملہ ان واقعات کے آپ نے فرمایا:

"کہ ایک روز میں مسجد حرام میں بیٹھا ہوا اپنے معمولات میں مشغول تھا اور کثیر تعداد میں زائرین حج تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک سائل آیا اور عاجزی وانکساری کے لہجہ میں سوال کرنے لگا اور پھر وہ غائب ہو گیا تو میں نے عرض کیا ہم سب کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے حق تعالیٰ نے اس شخص کو بھیج کر ہم کو متنبہ کیا ہے کہ یہاں جس قدر بھی عاجزی وانکساری اختیار کرو گے اسی قدر ملے گا، خاموش رہنے سے کوئی اپنی مراد کو نہیں پہنچتا ہے سائل جب تک سوال نہیں کرتا تو اس وقت تک اس کی جھولی میں بھیک نہیں ڈالی جاتی تو ظاہر ہے ایسے ہی جب تک اللہ کے سامنے عاجزی وانکساری کا اظہار نہیں ہوگا اس سے مانگا نہ جائے گا تو عنایات ربانی کا نزول کیسے ہوگا۔

اللہ اکبر کیا شان تھی اس ذات ستودہ کی جس کے قدم قدم میں عبرت ہر لمحہ غور وفکر سے معمور ہر بات حکمت ومعرفت سے منور ۱۴۰۲ھ اوائل شعبان میں حضرت حکیم محمد اسلام صاحب مہتمم جامعہ عربیہ نورالاسلام میرٹھ کی دعوت پر ختم بخاری شریف کے جلسہ میں آپ تشریف لائے اور بخاری شریف کی آخری حدیث "کلمتان حبیبتان" پر محققانہ

کلام فرمایا، ابتدا میں بیٹھتے ہی خطبہ مسنونہ کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا:

''کہ آج تو میں ہی بخاری ہوں''

سامعین حیران کہ یہ جملہ کیسے استعمال فرمایا۔ لیکن پھر ارشاد فرمایا کہ اس میں ''یا'' نسبتی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ میں دو تین یوم سے بخار میں مبتلا ہوں صرف وعدہ کی بنا پر حاضری ہوگئی ہے اور چوں کہ میں بخار میں ہوں۔

''لہٰذا بخاری آج میں ہی ہوں''

اس کے بعد خفيفتان على اللسان ثقيلتان في الميزان کو حسی مثال دے کر سمجھایا کہ دو کلمے زبان پر ہلکے پھلکے لیکن میزان عمل کے اندر وزنی اور بھاری ہوں گے جیسے ''ہاپوڑ کے پاپڑ'' یہ دیکھنے میں انتہائی درجہ کے خفیف اور ہلکے ہیں لیکن معدہ میں جا کر یہ ثقیل اور غیر معمولی وزنی اور بھاری ہو جاتے ہیں۔

آپ کی عارفانہ اور حکیمانہ باتوں میں آپ کے جد امجد حضرت نانوتویؒ و حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا رنگ غالب تھا یہ آپ کے اس خاص پہلو کی مختصر روئیداتھی۔ ؎

کہ نہ نتواں کرد کہ ایں قصہ دراز ست

کل تک ہم جس ذاتِ گرامی سے آیات قرآنی کی تفسیر و احادیث نبویہ کی تشریح حکیمانہ انداز میں سنتے تھے افسوس کہ آج وہ زیرِ زمیں محوِ خواب ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ نے جن بزرگان دین کی امانت کو اور حضرت علامہ کشمیریؒ نے جس خزانہ علم کو اور حضرت تھانویؒ جس مرشد کامل کو ہمارے سپرد کر گئے تھے ہم نے اپنے ہاتھوں اُسے زیرِ زمیں دفن کر دیا۔ انا لله وانا اليه راجعون.

اللهم اغفره وارحمه واسكنه في اعلى الجنان

آمين يا رب العٰلمين

حکیم الاسلام کی شانِ خطابت

از: حضرت مولانا قمر عثمانی صاحب/استاذ دارالعلوم وقف دیوبند

حضرت حکیم الاسلام نور اللہ مرقدہ کی وفات ۱۷ر جولائی کو ہوئی، وقت گذرتے دیر نہیں لگتی معلوم ہوتا ہے ابھی کل کی بات ہے کہ یہ المناک حادثہ پیش آیا ہے، دس بارہ برس کی مدت میں کیسے کیسے حالات اور کیسے کیسے تغیرات رونما ہوئے مگر حضرتؒ کی یاد سب پر غالب رہی۔ یہ بات سچ ہے کہ حضرت کی ذات والا صفات ایسی تھی ہی نہیں کہ جس کو جلد بھلا سکنا ممکن ہو، آپ کے فضائل ومحاسن کا دائرہ اتنا وسیع اور ہمہ جہت ہے کہ آپ کی سیرت کے جس گوشے پر نظر ڈالی جائے وہیں یہ مضمون نظر آتا ہے کہ

''کرشمہ دامن می کشد کہ جا اینجاست''

دنیا میں بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے خصوصی امتیازات کی بناپر زندگی ہی میں نہیں بلکہ موت کے بعد بھی سینوں اور سفینوں میں زندہ رہتے ہیں وہ نظروں سے ضرور اوجھل ہوجاتے ہیں۔ مگر دلوں میں ان کی عظمتوں کے چراغ روشن رہتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسے ہی جامع الصفات بزرگوں میں سے ایک تھے حضرت کی عالمانہ شان وہ تھی جس کو سب تسلیم کرتے تھے۔ آپ کی نکتہ آفریں طبیعت اور آپ کے حکیمانہ ارشادات سے عوام وخواص سب ہی محظوظ ہوتے تھے آپ کا حلم وبردباری وہ صفت تھی جس کا اعتراف سب کو تھا آپ کی شفقت ومحبت وہ خوبی تھی جس سے تمام لوگ مستفید بھی ہوتے تھے اور متاثر بھی ہوتے تھے تمام اچھائیوں اور سچائیوں کا احاطہ مقصود نہیں صرف چند گوشوں کی طرف اشارہ کر کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نقوش حیات کو اجاگر کرنا ان سطور کا منشا ہے آپ کی سیرت کا ایک تابناک پہلو وہ ہے جس کے واسطے سے شرق تا غرب آپ کے علمی فیضان سے عام انسان کو مستفید ہونے کا موقع ملا اور وہ ہے آپ کی

شان خطابت، وعظ وتقریر کے آپ بادشاہ تھے اس میں دو رائے نہیں آپ کا شیریں لب ولہجہ دل آویز انداز بیان حکیمانہ نکتہ آفرینی قرآن وحدیث سے برمحل استدلال حسب موقعہ دلچسپ واقعات سے آراستہ آپ کا بیان ایسا ہوتا تھا کہ سننے والا جھوم جاتا تھا عقلی ونقلی دلائل سے مزین آپ کی تقریر دلوں کی گہرائیوں میں اترتی چلی جاتی تھی۔ چوں کہ آپ کے وصال کو بہت زیادہ عرصہ نہیں گذرا اس لیے بہت لوگ ابھی ایسے موجود ہیں جنھوں نے حضرت کی تقریریں سنی ہیں اپنے موضوع پر گرفت اتنی مضبوط ہوتی تھی کہ بات کی توضیح وتشریح میں آپ کتنی ہی دور پہنچ جائیں مگر موضوع تقریر کبھی نظروں سے اوجھل نہیں ہوتا تھا اور تمام تفصیلی گفتگو کو موضوع پر اس طرح منطبق فرماتے تھے کہ سننے والا حیران رہ جاتا تھا اپنے اسلاف میں علامہ شبیرؒ احمد عثمانیؒ کے بعد ایسا سحر طراز خطیب اور شیریں بیان مقرر دوسرا شاید ہی کوئی رہا ہو یہی وجہ ہے کہ ملک وبیرون ملک لوگ آپ کے مشتاق رہتے تھے بعض اوقات طویل مدت انتظار کے بعد بھی لوگوں کو آپ کا پروگرام حاصل کرنے میں کامیابی نہیں ہوتی تھی کہتے ہیں کہ خوبیٔ صورت اور کمال سیرت دونوں اگر کسی شخص میں جمع ہوجاتیں تو پھر اس میں محبوبیت کی شان پیدا ہوجاتی ہے حضرت رحمہ اللہ کی ذات میں یہ دونوں وصف موجود تھے۔ یہی وجہ ہے جہاں آپ تشریف لے جاتے پروانہ وار لوگ آپ کے اردگرد جمع ہوجاتے اور پوری عقیدت مندی کے ساتھ آپ کے کلمات طیبات سے مستفید ہوتے تھے وعظ وتقریر تو آپ کی نورانی کیفیات کی حامل ہوتی ہی تھی آپ کی نجی مجلس بھی عرفانی اور روحانی فضا سے معمور ہوتی تھی عام گفتگو ہو یا تقریر آپ بولتے تو محسوس ہوتا تھا کہ آپ بول نہیں رہے ہیں بلکہ منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔

پھول جھڑتے ہیں دم گفتار تیرے نطق سے
علم کے سانچے میں ڈھل کر جب تو کرتا ہے کلام

غرض یہ کہ اور خوبیاں تو قدرت نے آپ کو عطا فرمائی تھیں جنھوں نے آپ کو مقام

عظمت عطا کیا مگر میرے نزدیک آپ کی شان خطابت قدرت کا وہ حسین انعام تھی جس کی بدولت آپ محبوب خلائق بھی بنے اور عام لوگوں کو زیادہ سے زیادہ دینی اور علمی فائدہ بھی پہنچا آج آپ کی ریکارڈ شدہ کوئی تقریر سننے کا اتفاق ہوتا ہے تو طبیعت جھوم جاتی ہے۔

راقم الحروف کو بچپن ہی سے حضرتؒ کی تقریر سننے کا بہت شوق تھا ایک وقت تھا دیوبند کی جامع مسجد میں ہر ہفتہ نماز جمعہ کے بعد آپ کا وعظ ہوتا تھا بڑے ذوق وشوق سے لوگ اس مجلس میں شریک ہوتے تھے۔

سیرت پاک پر آپ کی تقریر بڑی جامع پُر مغز اور دل نشیں ہوتی تھی اس مبارک موضوع پر بولتے ہوئے یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہی آپ کا مخصوص موضوع ہے مجمع دم بخود ہو کر سنتا اور حضرت والہانہ انداز میں قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرماتے تو روح میں بالیدگی اور ایمان میں تازگی محسوس ہوتی تھی۔ یہ درست ہے کہ کاروبارِ حیات یوں ہی چلتا رہے گا مقررین اور واعظین بھی آتے رہیں گے دینی مجلسیں بھی سجتی رہیں گی لوگوں کے ذوق اور پسند وناپسند کے پیمانے بھی بدلتے رہیں گے کہنے والے اپنے اسلوب اور اپنے اپنے ڈھنگ سے دین وایمان کی باتیں سناتے رہیں گے نہ سننے والوں کی کمی ہوگی نہ سنانے والے کم ہوں گے مگر یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہی جائے گی کہ حضرت حکیم الاسلام نور اللہ مرقدہ جیسی شان اور آن والا ممتاز حیثیت کا عالم اور بے بدل خطیب دنیا اب کبھی نہ پاسکے گی۔

سدا رہے نام اللہ کا

حضرت آج ہمارے درمیان موجود نہیں مگر آپ کے علمی تبرکات آج بھی ہمارے لیے تسکین دل وجاں کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔

تغمده الله بغفرانه وادخل الجنة برحمته!

خطبات حکیم الاسلام کا

اسلامی بیداری اور سماجی اصلاح میں حصہ

از: مولانا احتشام الحق قاسمی/ایم.اے.ایم فل علیگ

ہر عہد اور ہر دور میں علماء کرام نے عوام کو صحیح اسلامی تعلیمات سے متعارف کرنے اوران میں اسلامی بیداری پیدا کرنے کے لیے مستقل کوششیں کیں، علماء کی حیثیت ایسے مصلحین کی تھی جو قوم کی کمزوریوں اوران میں پیدا ہونے والی خرابیوں پر نظر رکھتے ہیں اوران کو دور کرکے اپنی قوم کو مکمل انسان بنانے کی کوشش کرتے ہیں، اس معاملہ میں علماء نے خواص کے لیے باقاعدہ تعلیم گاہیں قائم کیں، ایک لائحۂ عمل اور نصاب تیار کیا اور اس کے مطابق محنتیں کیں تاکہ آگے چل کر وہ بھی مصلحین کے روپ میں ابھریں اور عوام کے لیے براہِ راست تخاطب کا انداز اپنائیں، تاکہ ان کی بدنظمی کو اس راہ سے دور کرکے اسلام کی مثالی اور روحانی فضاء قائم کی جاسکے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ان دونوں معاملات میں علماء دیوبند اپنی ایک اہم اور امتیازی شان کے حامل ہیں۔ ان لوگوں نے صرف تعلیم گاہیں اور خانقاہیں قائم کرنے ہی کو کافی نہیں سمجھا بلکہ عوام کی اصلاح کے لیے براہِ راست ان سے تعلق قائم کیا، تقریر وخطابت کے ذریعہ سے ان کو اسلامی روح سے واقف کروایا اور یہاں تک پیش قدمی کی کہ غلط اور مخالف نظریہ کے حامل افراد سے بھی تعلق قائم رکھا اوران کے اجتماعات میں بھی شرکت کی، تاکہ وہاں بھی کوئی اصلاح کی صورت نکل آئے، تو اسے اپنا کر ان کو سدھارا جاسکے، ہم یہاں انھیں صفات کے حامل برگزیدہ بزرگ اور مقبول عام خطیب حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے خطبات کا ادبی اور علمی حیثیت سے مطالعہ کریں گے اور یہ دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ حضرت قاری صاحبؒ کے خطبات نے مسلم سماج کی اصلاح اوران

میں اسلامی بیداری پیدا کرنے میں کس قدر مؤثر رول ادا کیا ہے۔

حضرت قاری طیب صاحبؒ ''کا شمار علماء دیو بند میں ہوتا ہے۔ان کی ساری زندگی دینی علوم اور اسلامی افکار کی اشاعت میں گذری، وہ ایک عظیم عالم اور بلند پایہ مقبول عام خطیب تھے۔ان کی تقاریر نہ صرف ہندوستان میں بلکہ بیرون ملک پاکستان بنگلہ دیش اور افریقہ میں بھی دلچسپی اور شغف وانہماک سے سنی جاتی تھیں۔ان کے خطبات عام طور پر طویل ہوا کرتے تھے،نکتہ آفرینی، بات سے بات نکالتے چلے جانا موضوع سے متعلقہ شبہات کو دور کرتے ہوئے اس کے ہر پہلو کو واضح کرتے چلے جانا اور قرآن وحدیث ہی کو دلیل بنانا ان کا امتیاز تھا۔ان کے خطبات میں جوش وخروش اور مدوجزر بالکل نہ ہوتا تھا۔جب وہ تقریر کرتے تھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ دریا ہے جو پوری روانی کے ساتھ بہا چلا جارہا ہے۔اپنی علمی ومعنوی اوراصلاحی صفات سے قطع نظران کے خطبات اردو زبان وادب کے لیے ایک بیش بہا سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ان کے خطبات کی زبان بالکل سادہ اور عام فہم ہے جن میں وہ اردو محاورات،تراکیب اور خوبصورت تعبیروں کا استعمال اس دلکش انداز میں کرتے ہیں کہ سامعین پر ایک محویت طاری رہتی تھی۔مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی تقاریر تصنع اور بناوٹ سے بالکل عاری ہیں اوران میں ایک طرح کا بے ساختہ پن پایا جاتا ہے۔اسی وجہ سے ان کی تقاریر باوجود اپنی بے حد طوالت کے سننے والوں میں اکتاہٹ اور گھبراہٹ پیدا نہیں کرتی تھیں،اس مقالے میں ہم نے ان کی تقاریر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:ایک وہ جو اعمال کی اصلاح کے لیے کی گئیں، دوسری وہ جو فکری بیماریوں کی اصلاح کے مقصد کے تحت کی گئیں۔ (اگرچہ یہ دونوں عناصر حضرت قاری صاحبؒ کی ہر تقریر میں تقریباً یکساں طور پر پائے جاتے ہیں) پھر ہر حصے میں مختلف موضوعات کے تحت ہم ان کے افکار ونظریات کا جائزہ لیں گے اور آخر میں ان کے خطبات کی ادبی مقام سے بحث کریں گے۔

اعمال کی اصلاح

قاری صاحبؒ نے عوام میں مروّج مختلف عملی خرابیوں کی طرف توجہ دی اوران کے اصلاح کی کوشش کی، مختلف عناوین

کے تحت ان کے نظریات پیش ہیں۔

اعتدال ومیانہ روی

کسی بھی دینی، مذہبی اور سماجی، غرض ہر قسم کے کام کے لیے اسلام میں میانہ روی اختیار کرنے کا پیغام دیا گیا ہے موجودہ معاشرے میں جو افراط وتفریط نظر آتی ہے اس کا بہت بڑا سبب اس حکم کی عدم تعمیل ہی ہے۔ حضرت قاری صاحبؒ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں: ''اعمال کے بارے میں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''لاتشددوا فیشدد اللہ علیکم ''اعمال میں شدت مت اختیار کرو، اللہ بھی تم پر شدت کرنے لگے اور پھر کسی شدت کا مطالبہ ہو اور نباہ نہ سکو اور گناہ گار بنو، تو تشدد مت کرو اطمینان اور درمیانہ چال کے ساتھ عمل کرو۔ حضرت ام سلمہ مسجد میں عبادت کیا کرتی تھیں، تو ایک رسی چھت میں لٹکادی تھی۔ آپ ﷺ تشریف لائے تو فرمایا یہ رسی کیسی ہے؟ عرض کیا گیا ام سلمہؓ عبادت کیا کرتی ہیں جب نیند آنے لگتی ہے تو رسی کا سہارا پکڑتی ہیں، تاکہ نیند میں جھونکے نہ کھائیں اور عبادت میں مصروف رہیں۔ فرمایا اس کی کیا ضرورت ہے؟ جب نیند آئے سو رہو۔ لا تفریط فی النوم۔ نیند میں کمی مت کرو۔ جتنی عادت طبعی ہے اسے پورا کرو۔ تو آپ نے فرمایا کہ اعمال میں اعتدال رکھو، اتنا مت دوڑو کہ آگے جا کے ٹھوکر لگے اور گر جاؤ اور پھر چلنے ہی کے قابل نہ رہو۔ (خطبات حکیم الاسلام)

نکاح اور فضول خرچی

آج کے ہمارے معاشرے خاص کر ہندوستانی مسلمانوں کے ہندوزدہ سماج میں شادی بیاہ کے معاملات میں جو فضول خرچی اور افراط وتفریط کا مظاہرہ ہے، اس نے نکاح جیسے مبارک اور آسان معاملہ کو بھی مشکل ترین بنا کر رکھ دیا ہے، کچھ لوگوں نے تو اس کو اپنی شان وشوکت اور نام ونمود کے اظہار کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ حضرت قاری صاحب نے فرمایا کہ ایسے نکاح میں قرآن وحدیث کی رو سے بالکل برکت نہیں ہوتی اور اس کا اثر ساری زندگی پر پڑتا ہے۔ کہتے ہیں کہ نکاح میں برکت کب ہوتی ہے؟ فرمایا (حدیث شریف میں) جس نکاح میں خرچ

کم ہواس میں برکت زیادہ ہوگی اور جس نکاح میں خرچ زیادہ ہوگا برکت اٹھالی جائے گی۔ اس لیے کہ خرچ عموماً فخر ومباہات کی وجہ سے زیادہ ہوتا ہے کہ برادری میں ناک نہ کٹ جائے، ہم ذرا اونچے سمجھے جائیں، اس لیے آدمی حیثیت سے بڑھ کرخرچ زیادہ کرتا ہے اور جسے برادری کہتے ہیں وہ ہر صورت میں ناک کاٹنے ہی کی فکر میں رہتی ہے۔ کتنا ہی خرچ کرے آدمی کی ناک نہیں رہتی، اس لیے کہ بھائی برادر اسی فکر میں رہتے ہیں کہ ذرا کمزوری ملے اسے ہی اچھالتے ہیں، تو جسے ناک کہیں وہ پھر بھی نہیں رہتی، تو مایہ بھی کھوئی اور ناک بھی کٹوائی کیا ملا؟ (خطبات حکیم الاسلام)

مسلمانوں کی بربادی اور فضول خرچی وغلط رسوم

حضرت قاری صاحب کا ارشاد ہے کہ بے جا اسراف اور اپنی خوشی وغمی کی غلط رسوم میں اندھا دھند خرچ کی وجہ سے ہی مسلمان تباہ برباد ہوئے ہیں، ان کا مالیہ کمزور ہو گیا ہے اور دیوالیہ نکل گیا۔ جب تک ہم اس پر قابو نہ پائیں گے کوئی سلیقہ کا کام کر ہی نہیں سکتے۔ نکاح ہی کے سلسلے میں فرماتے ہیں: جو رائج الوقت مہر ہو اس کو باندھ دو کوئی خاص مہر تلاش کرنا یا جہیز کے سلسلے میں بہت زیادہ حدود سے گذر کر خرچ کرنا یہ سب چیزیں غلط ہیں۔ مسلمانوں کی جائدادیں اسی میں تباہ ہوئیں یا شادی کی رسوم میں غمی کی رسوم میں۔ مرنے والا مرتا ہے وہ تو گیا اس کے بعد اب برادری کے کھانے ہو رہے ہیں، چالیس دن کا الگ ہو رہا ہے، دس دن کا الگ ہو رہا ہے برسی الگ ہو رہی ہے اور چہلم الگ ہو رہا ہے، نہیں ہوتا تو قرض لے کے کرتے ہیں، اس میں مسلمانوں کی جائدادیں برباد ہوئیں ہیں شادی کی رسموں یا غمی کی رسموں ہی کی وجہ سے مسلمان تباہ ہوئے اور اب تک بھی ہوش نہیں آیا۔ (خطبات حکیم الاسلام)

بچوں کی اصلاح سے قبل ماں باپ کی اصلاح

تقریباً سبھی نیک طینت ماں باپ اس بات کے خواہشمند ہوتے ہیں کہ ان کی

اولاد نیک وصالح اور فرماں بردار نکلے اور اسلامی شعور سے آراستہ ہو، قاری صاحب کا کہنا ہے کہ یہ مکمل طور پر اسی وقت ممکن ہے جب کہ خود ماں باپ اصلاح شدہ ہوں کیوں کہ بچہ بچپن ہی سے نقال ہوتا ہے اور نمونے کے طور پر سب سے پہلے ماں باپ ہی اس کے سامنے ہوتے ہیں اگر وہ نیک اور شائستہ ہوں تو بچہ میں بھی شائستگی پیدا ہوگی اور اگر وہ ہی خراب اور پھوہڑ ہیں تو بچہ بھی بدتہذیب ہی نکلے گا۔ کہتے ہیں یہ فکر آپ کی بجا ہے کہ ہماری نسلیں خراب نہ ہوں ان میں ایمان باقی رہے، لیکن اس کے ساتھ اس بات کی ضرورت ہے کہ فقط اولاد کی فکر نہ ہونی چاہیے بلکہ اپنی بھی تو فکر ہو، جو حرکتیں تمہاری ہوں گی اس کی بچے نقل اتاریں گے، بچہ میں بالطبع نقالی کی عادت ہے، آپ نماز پڑھیں گے، وہ بھی رکوع سجدے کرنے لگے گا آپ بولیں گے وہ بھی اسی طرح بولنے کی مشق کرے گا گالی والی دیں گے، تو آپ کو گالی دینے لگے گا۔ (خطبات حکیم الاسلام)

سماج کی اصلاح میں عورتوں کا حصہ

حضرت قاری صاحب فرماتے ہیں کہ ماں باپ میں بھی خاص طور پر ماؤں کا پاکیزہ ہونا ازحد ضروری ہے، کیوں کہ بچہ کی پہلی درسگاہ ماں کی گود ہی ہوتی ہے اور خود شوہر کی اصلاح میں بھی عورت ہی کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ کہتے ہیں: سب سے زیادہ ہماری ماؤں، بہنوں کو توجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی گود کو علم سے بھریں، خود مسائل سیکھیں، بچہ ابتداءً جو کچھ سیکھے گا انھیں سے سیکھے گا اگر ماں کی زبان پر علم کا چرچا رہے بچہ بھی وہی چرچا لے کر کھڑا ہوگا اور اگر ماں کی زبان پر جہالت ہے بچہ بھی جہالت لے کر چلے گا۔ اس لیے ہماری بہنوں کو اپنی وجہ سے اور اپنی نسلوں کی وجہ سے خود بھی بدلنے کی اور اپنی اصلاح کی ضرورت ہے کہ وہ علم کی طرف متوجہ ہوں اور اگر وہ متوجہ ہوگئیں تو ان مردوں کی کیا مجال ہے کہ متوجہ نہ ہوں، اس واسطے کہ یہ تو ان کے زرخرید غلام ہیں، جتنی شادی اور غمی کی رسمیں ہوتی ہیں جن میں مسلمان تباہ ہوئے، جب پوچھا جائے کہ بھئی! تم عقل مند سمجھ دار ہو پھر یہ کیا کر رہے ہو؟ تو کہتے ہیں کہ جی! عورتیں نہیں

مانتیں، گویا عورتیں لیڈر اور حکام ہیں، وہاں سے آڈر جاری ہوتا ہے اور ان کا فرض ہے کہ تعمیل کریں یہ غلامی میں گرفتار ہیں۔ بہرحال یہ ایسے ہی غلام ہیں تو میں کہتا ہوں کہ اگر یہ عورتیں انھیں خیر پہ لگانا چاہیں تو یہ ضرور لگا کے رہیں گی۔ (خطبات حکیم الاسلام)

نصیحت کا طرز کیسا ہو؟

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر امت محمدیہ کا خصوصی فریضہ ہے لیکن اس کا بھی ایک سلیقہ اور کچھ آداب ہیں کہ نصیحت محبت اور خلوص کے جذبے سے کی جانی چاہیے۔ درج ذیل اقتباس اپنی فکری و معنوی اہمیت کے ساتھ ساتھ خاصی دلچسپی کا بھی حامل ہے۔ کہتے ہیں کہ محبت اور اس جذبے سے نصیحت کی جائے کہ کسی طرح قبول کرلے بعض اس جذبے سے نصیحت کرتے ہیں کہ میرا فرض ہے ادا ہو جائے یہ چاہے جہنم میں جائے یا جنت میں، یہ نصیحت کا طرز نہیں، انبیاء علیہم السلام اس طرح نصیحت نہیں کرتے تھے، وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے باپ بیٹے کو نصیحت کرتا ہے کہ کسی طرح مان جائے، کبھی لالچ دیتا ہے کبھی گھورتا ہے کبھی مارتا ہے، پیٹتا ہے۔

باپ کا جذبہ نہیں ہوتا کہ میں نصیحت کردوں اب چاہے یہ جنت میں جائے یا جہنم میں، چاہے بدنام ہو، برباد ہو، مجھے پرواہ نہیں، وہ تو یہ چاہتا ہے کہ کسی طرح وہ سیدھے راستے پر آجائے، یہی انبیاء کرام کی شان ہے، وہ اپنے کو ذمہ سے بری کرنے کے لیے نہیں بلکہ مخلوق کو راہِ ہدایت پر لانے کے لیے نصیحت کرتے ہیں، تو کبھی ڈراتے ہیں، کبھی دنیا کا لالچ اور کبھی آخرت کا لالچ دیتے ہیں کہ کسی طرح بندہ مان جائے، تو امت اپنے پیغمبر کی قائم مقام ہے، اس کا بھی یہی فرض ہے کہ ایک دوسرے کو نصیحت امر بالمعروف نہی عن المنکر کرے تاکہ امت کا راستہ صحیح ہو جائے۔ (خطبات حکیم الاسلام)

مثالی مسلمان بننے کا راز

حضرت قاری صاحب کا نقطۂ نظر تھا کہ اگر ہم سماج میں قابل نمونہ افراد اور مکمل اسلامی مزاج کے حامل اشخاص تیار کرنا چاہیں، تو یہ سیرت محمدی پر عمل کر کے ہی ممکن ہو سکتا ہے، اس بات کو انھوں

نے اپنی اکثر تقاریر میں دہرایا ہے کہ سیرت طیبہ ہی ہمارے لیے زندگی گزارنے کا منشور ہونی چاہیے۔ فرماتے ہیں۔

آج اگر ہم لوگ اپنے نونہالوں کے لیے سچے دل سے یہ چاہتے ہیں کہ ایک طرف تو وہ نہایت اونچے پیمانے کے دیندار اور خدا پرست ہوں، جن میں بے راہ روی، بے قاعدگی، بداعتقادی اور اصول شکنی نہ ہو، ان کی نگاہ خدا پر ہو اور اسی پر بھروسہ اور اعتقاد رکھتے ہوں اور دوسری طرف وہ ملک کے سچے شہری اور متمدن ہوں، جن کے حالات و معاملات میں دیانت، صداقت، راست گوئی اور راست بازی ہو، شخصی مفاد کے غلبہ کے بجائے قومی جماعتی مفاد ان پر غالب ہو، ایک طرف وہ مساجد، و مدارس کی زینت ہوں اور دوسری طرف درباروں اور بازاروں کا نظم بھی ان کے ہاتھ میں فروغ پا رہا ہو، ایک طرف ان کی خلوت گاہیں یادِ الٰہی سے بھرپور ہوں اور دوسری طرف ان کی جلوتیں اور حکومت کے دفاتر ان کی عدل گستری سے معمور ہوں، ایک طرف وہ اپنے ملک میں خوش حال و خوش مآل ہوں اور دوسری طرف اہل ملک ان کی طرف رجوع ہو کر نہ صرف ان سے عزت مندانہ تعلقات و معاملات ہی کو اپنی آبرو سمجھیں بلکہ ان کے مثالی معاملات سے بھی درس لیں تو یہ جامع زندگی بجز اس سیرت جامع کی عملی پیروی کے کہیں بھی دستیاب نہیں ہوگی۔ (خطبات حکیم الاسلام)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی زندگی کی پیروی کے معاملہ میں بھی قاری صاحب ایک معتدل اور ماحول سے مطابقت رکھنے والی فکر کے حامل تھے، معاشرے کی خرابیوں اور اس کے انحطاط پر آپ کی گہری نظر تھی۔

انھیں اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ اس ماحول میں ہم عوام سے کس حد تک تقویٰ و پرہیز گاری کی امید رکھ سکتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس معاملہ میں بھی سخت اعتدال کی ضرورت ہے کیوں کہ مکمل طور پر سیرت محمدی پر تو خواص بھی اپنے آپ کو نہ ڈال سکے، اس لیے عوام پر بھی اس پر مکمل عمل کرنے کے لیے زیادہ زور نہیں دینا چاہیے کیوں کہ یہ چیزیں

صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذات کے ساتھ خاص تھیں اور انہی کے پاس اس کے تحمل کی صلاحیت بھی تھی، اگر ہم سب پر لاگو کر دیں تو بے حد زحمت ہوگی۔ مثال کے طور پر اگر جو کی روٹی اور زیتون کا تیل کھانے اور اسی طرح کے دوسرے مجاہدات کی پیروی کرنے کا پیغام دیا جائے تو عوام اس بات کی متحمل نہ ہوگی، آپ اس معاملہ میں بے حد حقیقت پسند ہیں فرماتے ہیں اگر آدمی حرام سے بچ جائے، فرائض ادا کرتا رہے، یہ اس زمانے کا جنید وشبلی ہے۔ آج کا جنید وشبلی وہ نہیں ہے جو پہلے کا تھا کہ ایک مستحب کا ترک نہ ہو اور ایک مکروہ کا ارتکاب نہ ہو آج کا بڑا مقدس وہی ہے جو اپنے فرائض ادا کرتا رہے اور حرام سے بچ جائے، بس اس سے زیادہ کوئی کامل نہیں۔

سجدہ کرنے لگا تو کوئی درخت کو، کیوں کہ کچھ نہ کچھ نفع تو ہر چیز میں موجود ہے پس تمام عبادتیں (جانی و مالی ہمہ اقسام) اللہ تعالیٰ کے لیے ہونی چاہئیں۔ نہ غیر اللہ کی نذر ماننی چاہیے، نہ غیر اللہ کو سجدہ کیا جائے اور نہ رکوع کیا جائے، البتہ جو چیزیں جائز ہیں، ان کی تعظیم جائز ہے، حضرت انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی یہی تعلیم دی ہے۔ فرمایا گیا ''ان اعبدوا اللہ واتقوہ واطیعون'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو اور میری اتباع کرو۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان تو یہ تھی کہ اگر تکلیف ہوتی تو شکوہ بھی اللہ تعالیٰ سے کرتے تھے، جب حضرت یوسف علیہ السلام گم ہو گئے تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: ''انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ'' یعنی میں اپنے غم کی شکایت اللہ تعالیٰ سے کرتا ہوں، کیونکہ ان کو علم تھا کہ یوسف علیہ السلام انہی کی مرضی سے گم ہو گئے تھے۔ (خطبات حکیم الاسلام)

اولیاء اللہ کی عظمت اور اس ترک دنیا کا صحیح مفہوم

فلسفہ ترک دنیا اسلام سے بہت پہلے کی چیز ہے، عیسائیت اور ہندوازم اس کے اصل منبع ہیں۔ حضرت قاری صاحب کا خیال ہے کہ اصل ترک دنیا یہ ہے کہ آدمی دن رات محنت کر کے رزق حلال حاصل کرے اور جب دنیا آئے تو اس کا استعمال کرے۔

مگر دل خدا کی محبت سے معمور ہو، دنیا کی محبت سے لبریز نہ ہو، بس اسی کا نام ترک دنیا ہے اور جہاں تک گوشہ نشینی اختیار کر لینے اور دنیا سے قطع تعلق کر لینے کا معاملہ ہے، تو وہ ترک دنیا میں نہیں آتا فرماتے ہیں: اسلام نے لوگوں کو تارک الدنیا بنایا، متروک الدنیا نہیں بنایا، دنیا پر قابو پا کر بھی اس کو ترک کرو، خواہ ہاتھ سے، خواہ قلب سے، اسلام یہ نہیں کہتا کہ تم دولت مندمت بنو اور بھیک منگے بنو۔ مسلمان بھیک منگا اور سائل بننے کے لیے نہیں آیا وہ دنیا کو دینے کے لیے آیا ہے، دنیا سے مانگنے کے لیے نہیں آیا۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دنیا کماؤ اس کے علاوہ فروعی مسائل میں غلو کی وجہ سے ائمۂ متبوعین اور سلف صالحین کی بے احترامی سے آپ سخت نالاں تھے۔ فرماتے تھے، حضرات صحابہ کے درمیان بھی اختلافات تھے، لیکن باوجود اس کے ادب واحترام اور عظمت و تعظیم میں ذرہ برابر کمی نہ کی، اس لیے کہ ہمارے یہاں جھگڑوں کی وجہ مسائل کی خاصیت نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے نفسانی جذبات ہیں، ہم نے اپنے جذبات کو نکالنے کے لیے مسائل کو آڑ بنا رکھا ہے۔ اگر یہ مسائل کی خاصیت ہوتی تو سب سے پہلے صحابہ کرامؓ لڑتے کیوں کہ ان کے پاس بھی اختلاف تھا، اس کے بعد ائمۂ مجتہدین کے یہاں لاٹھی چلتی، پھر علماء ربانیین آپس میں لڑتے، مگر اختلاف بھی ہے اور ادب بھی۔ بہرحال آج کل یہ چیز پیدا ہوگئی ہے، بہت گستاخی جسارت اور جرأت ہو رہی ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام)

غیروں کے ستم پر شکوہ کرنا

دوسری اقوام کے مظالم کا شکوہ کرنا کہ فلاں قوم نے اپنی مکاریوں سے ہم پُرفتن اتنے بڑھ چکے ہیں کہ اس زمانے میں آدمی یوں چاہے کہ میں زندگی صدیقؓ و فاروقؓ کی طرح گذار لوں تو یہ ممکن نہیں نہ زمانے کے حالات ہیں، نہ ہمارے اندر طاقت ہے نہ ہمیں حوصلہ کرنا چاہیے، بس حوصلہ یہ ہے کہ شریعت کے دائرے سے باہر نہ نکلے، ناجائز چیزوں کا ارتکاب نہ کرے، جائز چیزوں کی حدود کے اندر رہے، مشتبہ اور حرام سے بچ جائے، بس اتنا کافی ہے ورنہ انبیاء کی زندگی پر تو اکابر اولیاء اللہ بھی نہ چل سکے۔ (خطبات حکیم الاسلام)

فکری اعتقادی بیماریوں کی اصلاح کفر و شرک

فکری و اعتقادی گمراہیوں میں سب سے بھیانک گمراہی کفر اور شرک ہے اس معاملہ میں ذراسی لغزش تمام اچھائیوں پر پانی پھیر دینے کے مترادف ہوتی ہے۔ اس کو سمجھاتے ہوئے حضرت قاری صاحب فرماتے ہیں: عبادت نافع اور ضار ہی کی ہوتی ہے، اسباب نفع وضرر کی نہیں ہوتی۔ یہی معاملہ میں احتیاط اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی عزت واحترام ہمارا فرض ہے، مگر اس معاملہ میں حدود کو تجاوز کر جانا بے حد نقصان دہ ہے۔ ان کی (اولیاء اللہ کی) عظمت واجب ہے، گو وہ معصوم نہیں مگر خاص مقربین اولیاء اللہ محفوظ ضرور ہوتے ہیں، ان کو منجانب اللہ برائی سے روکا جاتا ہے، اگر نفس لے بھی چلے تو اللہ تعالیٰ اس طرف انھیں جانے نہیں دیتے حفاظت خداوندی شامل حال ہوتی ہے، مگر اس کے باوجود امکان ہے غلط فہمی ہو جائے امکان ہے کہ عمل غلط ہو جائے، اور جب امکان آگیا تو قطعیت نہ رہی اور دین قطعی حکم کا نام ہے ظنی اور امکانی چیز نہیں، اس لیے انبیاء کی حد تک تو بات صحیح ہے کہ ان کا قول وفعل ہے، وہ شریعت بنا دیا جائے، لیکن دوسرے لوگوں کے حق میں یہ بات نہیں کہ ان کا ہر قول وفعل شریعت بنا دیا جائے۔ (خطبات حکیم الاسلام)

''کسب الحلال فریضة بعد الفریضة'' نیک اور پاک کمائی ہر مسلمان کے اوپر فرض ہے۔ ہاتھ پیر کاروبار میں لگے ہوئے ہوں اور دل اپنے مالک میں لگا ہو، یہ اسلام کی تعلیم ہے نہ کہ تم دنیا ترک کر کے پہاڑوں میں بیٹھ جاؤ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں بیٹھ کر ایک ایک دن کے اندر کئی کئی لاکھ روپے اپنے دست مبارک سے تقسیم کیے ہیں تو یہ شان بتلائی گئی ہے کہ دنیا قبضے میں بھی کرو پھر قلب سے ترک کرو اور اگر ملتی نہیں اور کہو ہم تارک الدنیا ہیں، تو تارک الدنیا نہیں متروک الدنیا ہو، دنیا نے تمھیں ترک کر رکھا ہے۔ وہ تارک الدنیا نہیں کہ دنیا ہاتھ میں نہیں اور للچائی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے اور لوگوں کو دھوکا دے رہا ہے کہ میں تارک الدنیا ہوں۔ (خطبات حکیم الاسلام)

اختلاف رائے اور احترام

حضرت قاری صاحب کو معمولی باتوں پر بالعموم عوام کا اور بالخصوص علماء کا آپس میں لڑنا اور تماشا کرنا بالکل پسند نہ تھا ستم ڈھانا اور ہماری املاک کو جان ومال کو اور عزت ونفس کو نقصان پہنچانا، قاری صاحب کے خیال میں بے حد فضول ہے، اپنے بیشتر خطبات میں وہ اس پر طنز کرتے ہوئے نظر آتے ہیں فرماتے ہیں: ''آج مسلمان یہ شکایت کرتے ہیں کہ مجھے فلاں سکھ نے ایذا پہنچائی، فلاں ہندو یا عیسائی نے تکلیف دی میں کہتا ہوں کہ تمام اقوام عالم کی برائیوں کی ذمہ داری مسلمان پر ہے، کیوں کہ یہ دنیا کے معلم تھے جب معلم درست ہوں گے تو دوسرے خود بخود درست ہوجاتے ہیں۔ حدیث میں ہے ''**الاسلام یعلوا ولا یعلی علیه**'' اسلام غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا، لیکن جب ہم اسلام کے دائرے میں ہی نہ آئیں گے تو ہم پست ہوں گے ورنہ اسلام میں تو پستی نہیں ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام)

نظریہ اشاعت علم دین

چوں کہ قاری صاحبؒ کی ساری زندگی کا تعلق تعلیم وتعلم اور مدارس کے روحانی ماحول سے ہی تھا، اس لیے ان کی کئی تقاریر مدرسہ اساتذہ اور طلبہ وعلم دین سے متعلق ہیں۔ قاری صاحب ''دینی تعلیم کی اشاعت اور عصری تعلیم کے حصول کے معاملہ میں بھی مثالی فکر کے حامل تھے۔ کہتے ہیں میں تو کہتا ہوں کہ ہر خاندان اور گھر میں اگر پانچ بچے ہوں تو آپ چار کو دنیوی تعلیم پڑھوائیں اور کم ازکم ایک کو دینی تعلیم کے لیے وقف کردیں، یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص عالم بنے، لیکن ''ضروریات دین'' کا علم حاصل کرنا تو ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے اسی طرح یہ کہ میں مسلمان کیوں ہوں؟ مسلمان ہونے کے کیا معنی ہیں؟ اسلام وایمان کے معنی کیا ہیں؟ نیکی اور اخلاق کے کیا معنی ہیں؟ یہ اجمالی باتیں تو ہر ایک پر فرض ہیں لیکن پورے طور پر عالم بننا یہ ہر ایک پر فرض نہیں ہے، یہ تو سو میں ایک بھی بن گیا تو ان شاء اللہ وہ سب کی اصلاح کردے گا پانچ سو میں ایک ہی ہوجائے تو کافی ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام)

عصری تعلیمی ادارے اوران کی مضرت

عصری تعلیمی اداروں اور ان سے جذبہ ٔایمان کے علاوہ ادب اور فصاحت وبلاغت کے بہت سے پہلوؤں سے ہے اور یہاں بعض اہم خصوصیات کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے۔ان کے خطبات کے موضوعات کا دامن ان کے علم وفضل کی طرح وسیع ہے اس میں قرآنیات، حدیث، فقہ، کلام، منطق، ساجیات، ادب، اصلاح، غرض سبھی موضوعات سمٹ آتے ہیں۔ موضوعات زیر بحث میں وہ جو کچھ بیان فرماتے ہیں وہ وسیع مطالعہ، گہرے مشاہدے، غیر معمولی تدبر اور اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہوتا ہے۔

حضرت قاری صاحب کے خطبات میں ایسی دلکش اور دل آویز کیفیت ہوتی تھی کہ سامع کو گھٹن اور بیزاری کا احساس بالکل نہیں ہوتا۔آپ کے خطبات طنز وظرافت کی چاشنی بھی لیے ہوئے ہوتے ہیں، جو باوجود طویل ہونے کے ان کے مقبول ہونے کی ایک بڑی وجہ ہے۔ادبی اعتبار سے خطبات حکیم الاسلام منفرد اہمیت کے حامل ہیں اور کہا جاسکتا ہے کہ سادہ اسلوب سادہ زبان اور سادہ طرز بیان سے مقررین نے ان کے انداز خطبات کو اپنانے کی کوشش کی اور عوام میں مقبولیت حاصل کی۔ اس لحاظ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قاری صاحب کے خطبات نے جہاں عوام میں اسلامی روح اور شعوری بیداری پیدا کرنے میں نمایاں حصہ لیا، وہیں ان کے ذریعہ بہت سے خطباء بھی تیار ہوئے، جنھوں نے ان کو دیکھ کران کو سن کر اوران کو پڑھکر ان کے انداز کو اپنایا ان کے دردان کے جذبہ کو اپنے سینہ میں منتقل کیا اورانہی کے طرز پر عوام کی اصلاح کے لیے سرگرم عمل ہوئے، اس اعتبار سے اگر یہ کہا جائے تو بالکل بے جانہ ہوگا کہ ہندوستانی مسلمانوں کی اصلاح اوران میں اسلامی بیداری پیدا کرنے میں قاری صاحب کے خطبات کا بے حد اہم اور نمایاں کردار رہا ہے، جسکو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

❁❁❁

انداز حکمت

(از: محمد عطاء الرحمٰن خاں جامعی قاسمی

یہ واقعہ جسے حضرت نے سفر افریقہ سے واپسی پر سنایا تھا کہ ''حضرت کے میزبان حضرت کو لے کر چہل قدمی کے لیے نکلے ایک عمارت کے قریب کچھ لوگ استقبال میں کھڑے تھے۔انھوں نے ان سب کو بھی اندر چلنے کی دعوت دی۔ جہاں مختلف ممالک کے لوگ ''علم'' کے عنوان پر جمع تھے۔اسی طرح اتفاقاً ''حضرت کی شرکت بھی ہوئی حضرت کا تعارف حاصل ہونے پر ان ذمہ داروں نے صدر مجلس کے برابر والی کرسی پر حضرت کو جگہ دی،تعارف کرایا اسی عنوان پر اظہار خیال کے لیے گزارش کی''۔

حضرت کے مفصل ارشاد کو مختصر کرتے ہوئے عرض کردوں جس میں لفظی تبدیلی کا بھی امکان ہے۔

''فرمایا کہ یہاں ہم مختلف رنگ، مختلف نسل، مختلف ملک، مختلف قوم مختلف مذہب، مختلف عقیدہ وخیال، مختلف زبان کے لوگ جمع ہیں۔ کس چیز نے ہم کو جمع کیا۔ جب کہ مذکورہ تمام چیزیں علاحدہ اور الگ کرنے والی ہیں۔(رنگ ،نسل ملک، قوم، مذہب عقیدہ، خیال کی وجہ سے اختلافات ہوئے ہیں۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے)

چوں کہ وہ علمی سمینار بعنوان ''علم'' تھا۔اس لیے حضرت نے فرمایا۔کہ ''علم ہی شئی جامع ہے جس نے ان سب توڑنے والی، جدا اور دور کرنے والی اشیاء وصفات کے باوجود ہمیں ساری دنیا کے مختلف علاقائی فاصلوں کو ختم کرکے یکجا کردیا ہے۔''علم'' جو صفت الٰہی ہے۔خدا کی ایک صفت کو ہم نے اپنا مقصدِ گفتگو بنایا۔تو اس نے سارے اختلافات کو ختم کرکے اتحاد پیدا کردیا ہے۔ایسی جامع صفات والے خدا کو ہی تسلیم کرلیں تو کس درجہ اتحاد پیدا ہو جائے گا (مفہوم)

اس طرح حضرت نے علم کی فضیلت، اہمیت، رفعت جامعیت کو مختصر انداز سے سارے عالم کے ماہرین علم کے سامنے اس موقع پر دعوت توحید وایمان بھی دے دی۔

جس سے ان کو تکلیف بھی نہ ہوئی۔ غور کا موقع بھی ملا۔ وہ لوگ اس دلنشیں اندازِ بیان سے بے حد خوش ہوئے اور حضرت کا شکریہ ادا کیا۔

ایک ملاقات کے موقع پر ''بیان حدیث'' کے ذیل میں فرمایا کہ کراچی ہوائی اڈہ (ایر وڈرم) پر ایک نوجوان ''سوٹ بوٹ میں'' بہت خادمانہ انداز میں ملے۔ اور حضرت سے کہا کہ آپ نے مجھے پہچانا نہ ہوگا۔ میں اپنا تعارف کرادوں کہ میں ''اہل قرآن'' (منکرِ حدیث) ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ منکر حدیث نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں حدیث کو مانتا نہیں ہوں حضرت نے فرمایا کہ آپ منکرِ حدیث نہیں ہیں۔ انھوں نے اصرار سے عرض کیا کہ حضرت میں خود جب کہہ رہا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ میں منکرِ حدیث ہوں تو آپ کس طرح فرمار ہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ قرآن کو آپ مانتے ہیں خدا کا کلام ہے یہ آپ تک کیسے پہنچا۔ اور کس نے بتایا۔ عرض کیا حضور ﷺ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ حضور ﷺ پر نازل ہوا۔ حضور ﷺ اور صحابہ کرام کے ذریعہ پہنچا جو حضور کا فرمان صحابہ کے ذریعہ پہنچے وہی تو حدیث ہے۔ اور اس کو آپ نے مان لیا۔ اگر حدیث کا انکار کرتے ہو تو قرآن کا انکار ہو جائے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فنتھوا. تم کو رسول اللہ ﷺ جس چیز کا حکم دیں اس کو قبول کرلو۔ اور جس چیز سے منع کریں۔ اس سے رک جاؤ۔ کہنے لگا ہاں بعض حدیث کو تو مانتا ہوں۔ جو متواتر یا مشہور یا ثابت ہیں۔ فرمایا بس آپ منکر حدیث نہیں ہیں۔ بات صحیح ہوگئی۔ نفس حدیث اور جنس حدیث کو آپ نے تسلیم کر لیا باقی انواع حدیث اسی کے ذیل میں آگئیں ''موضوع'' کا تو ہم بھی انکار کرتے ہیں۔ تمام محدثین نے اس کی صراحت کی ہے۔ تب وہ صاحب تائب ہوئے اور اعتراف کیا حضرت کی گفتگو سے مجھے شرح صدر ہو گیا۔

دیکھا آپ نے! یہ ہے حکیم الاسلامؒ کے انداز حکمت اور کلام طیب کی جھلکی.... خداوند قدوس ہمیں حضرت کی کتب و ملفوظات سے استفادہ کی توفیق... عطا فرمائے۔ فقط

(ناقل) محمد عطاء الرحمٰن خان جامعی قاسمی

نوٹ: اس مضمون میں کوئی لفظی یا معنوی (کوتاہی) غلطی محسوس کریں تو اس کو ناقل کی طرف منسوب کردیں فقط جامی۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ

اور خطابت میں ان کا حصہ ومقام

از: مولانا عمید الزماں قاسمی کیرانوی

واقعہ یہ ہے کہ فن خطابت (بالخصوص زیر بحث اردو زبان میں فن خطابت) میں علماء کرام کا حصہ بہت ہی نمایاں نظر آتا ہے۔ تفصیلی جائزے کے بغیر قطعیت کے ساتھ تو نہیں کہا جا سکتا لیکن بادی النظر میں مقررین اور خطیبوں کی صف میں علماء دوسروں کے مقابلہ تعداد اور امتیاز دونوں ہی اعتبار سے غالب وفائق نظر آتے ہیں۔

ماضی قریب میں جب ہم صفِ اوّل کے خطیبوں کی تلاش میں حافظہ پر زور ڈالتے ہیں تو سطح ذہن پر جن شخصیات کے اسماءِ گرامی فوری طور پر ابھر کر آتے ہیں ان میں سے چند حسبِ ذیل ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا قاری محمد طیب صاحب، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہم اللہ۔

ان مقررین اور خطیبوں میں سے ہر ایک کا اپنا ایک الگ مرتبہ ومقام ہے، اور ہر ایک کی اپنی خطیبانہ خصوصیات ہیں، یہ وہ خطیب ہیں جنھوں نے خطابت کے دامن کو وسیع بھی کیا ہے اور مزین وآراستہ بھی، اور اس کو نئی جہات وابعاد (Dimension) عطا کر کے فن کی بلندیوں تک پہنچا دیا ہے۔

مذاکرۂ علمی کے لائق ومحترم منتظمین کی جانب سے بطور مثال تجویز کردہ عنوان ”فن خطابت میں علماء کا حصہ“ کو اپنے عموم کے ساتھ جوں کا توں رکھنے کی صورت میں میرے لیے چوں کہ مصروفیات اور کم مائیگی کے باعث نہ موضوع کے ساتھ انصاف ممکن تھا اور نہ ہی اس کی وسعتوں کو سمیٹنا، اس لیے میں نے اپنے عمل کو مختصر اور آسان

بنانے کے لیے ضروری سمجھا کہ کسی ایک ہی شخصیت کو موضوع بنایا جائے چناں چہ اس سلسلہ میں تھوڑا غور وفکر کیا گیا اور نتیجہ کے طور پر مذکورہ بالا عنوان کو ترجیح حاصل ہوگئی۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی شخصیت گوناگوں اوصاف وامتیازات کی حامل تھی، انھوں نے اپنے ان اوصاف وامتیازات کو استعمال کرتے ہوئے دین وملت کی بے مثال خدمات انجام دیں، وہ علمی وعملی دونوں سطحوں پر سرگرم رہے اور دونوں ہی کے تعلق سے اپنی الگ تاریخ بنائی، دارالعلوم دیوبند کے منصب اہتمام وانتظام کی گراں بار ذمہ داریوں اور اس میں شبانہ روز اشتغال اور آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کی سرپرستانہ مصروفیات کے باوجود ان کا اشہبِ لسان وقلم اپنے معمول کی تیز رفتاری کے ساتھ زندگی بھر دوڑتا رہا۔ جس کے نتیجے میں ڈیڑھ سو سے زائد علمی شہ پارے اسلامی مکتبات کی زینت بنے اور وہ آج تشنگانِ علم کی سیرابی وآسودگی کا ذریعہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت حکیم الاسلامؒ جیسی عبقری اور متنوع الجہات شخصیت پر اب تک بہت کم کام ہوسکا ہے ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آپ کی شخصیت اور آپ کی دینی وملی خدمات کو اجاگر کرنے کے لیے دیوبند اور دیوبند سے باہر متعدد علمی اکیڈمیاں قائم کی جاتیں اردو کے علاوہ دوسری اہم زبانوں عربی انگلش وغیرہ میں آپ کی منتخب پُر مغز اور اپنے موضوع پر نادر کتابوں کا ترجمہ کرایا جاتا اور ان کی اشاعت وتوسیع کی جاتی۔ یہ دارالعلومؒ دیوبند سے نسبت اور اس کے اکابر واسلاف سے عقیدت ومحبت رکھنے والے ہر فرد کا فریضہ ہے۔

اس وقت ان سطور میں حضرت حکیم الاسلامؒ کی پہلو دار شخصیت کے صرف ایک پہلو "خطابت" پر کچھ اظہار خیال کرنا ہے۔ حضرت کی شخصیت کے تعلق سے یہ موضوع کچھ کم اہمیت کا حامل نہیں، ضرورت کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس پر قلم اٹھانے سے قبل آپ کے کل یا بیشتر تقریری سرمایے کا مطالعہ کیا جاتا۔ اس پر تجزیاتی نگاہ ڈالی جاتی، اسی کے ساتھ اس قبیل کی دوسری اہم شخصیات اور ان کے مدوّن لسانی کارناموں کو پیش نظر رکھا جاتا، فنی تقاضوں سے بھی بحث کی جاتی اور نتائج پر گفتگو کی جاتی، اس طرح کے محاکے اور موازنے کے بعد ہی کسی شخصیت کا متعلقہ

موضوع کے حوالے سے امتیاز واضح ہو پاتا ہے۔ میں یہ اعتراف ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنی بے بضاعتی کے ساتھ ساتھ کثرتِ مشاغل کی بناء پر مجھے اس کا موقع نہ مل سکا۔

میں نے بنیادی طور پر (کتاب) ''خطبات حکیم الاسلام'' کو پیش نظر رکھا ہے، جس کی اب تک دس جلدیں شائع ہو چکی ہیں اسے حکیم الاسلام اکیڈمی دیوبند کی طرف سے مولانا محمد ادریس ہوشیار پوری نے مرتب کیا ہے، میرے سامنے دار الکتاب دیوبند کا طبع کردہ نسخہ ہے، ان دس جلدوں میں مجموعی طور پر کل ۱۰۸ر خطبات شامل ہیں، جن میں سے بعض تو خود ان کی زندگی میں تصنیف کی شکل میں شائع ہو چکے ہیں اور اب ان کی حیثیت باضابطہ اپنے موضوع پر لکھی گئی کتابوں کی ہے۔ ان میں سے ایک اہم تقریر وہ ہے جو آپ نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ''انجمن اسلامی تاریخ وتمدن'' کی دعوت پر ''اسلام اور سائنس'' کے موضوع پر کی تھی۔ زیر نظر خطبات کے مجموعے میں یہ خطبہ یا تقریر چھٹی جلد میں تقریباً سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس تقریر کو اس وقت بھی کافی شہرت و پذیرائی حاصل ہوئی تھی اور آج بھی علمی حقائق ودقائق رموز ونکات اور بصائر وعبر کے اقتباسات وواقعات سے اس کی سطر سطر پڑھنے کے لائق ہے اپنے منصب وشہرت کے اعتبار سے تقریر وخطابت حضرت قاری صاحب کی ضرورت تو تھی ہی بلکہ شاید یہ کہنا غلط نہ ہو کہ وہ لوگوں کی توقعات اور اصرار کے باعث ایک مجبوری بھی تھی۔ ملک وبیرون ملک اسفار کا سلسلہ زندگی کے اخیر کے سالوں تک جاری رہا اور شاید ہی کوئی سفر ایسا ہوتا ہو جس میں آپ کی تقریر بلکہ تقریریں نہ کرنی پڑتی ہوں۔ مولانا احمد سعید دہلویؒ نے آپ کے بارے میں کہا تھا کہ اب تک مہتممین دارالعلوم دیوبند ثوابت تھے اور مولانا قاری محمد طیب صاحب سیارہ ہیں۔ اس کے علاوہ ۲۰؍۲۲ر سالوں تک جامع مسجد دیوبند میں جمعہ کے دن تقریر آپ کا معمول تھا۔ مسلسل لکھتے اور بولتے رہنے کی وجہ سے کہنا چاہیے کہ آپ کی معلومات ویادداشت آپ کی زبان پر رہتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ تقریر کے دوران نہ آپ کو لکنت لگتی اور نہ آپ آدھی ادھوری یا ناقص بات یا حوالہ کے ساتھ آگے بڑھنے کی کوشش کرتے۔ کئی کئی گھنٹے کی تقریر میں تکرار کا نام

ونشان نہیں ہوتا۔ حقائق ومعارف اور اسرار شریعت کے بند اس طرح کھولتے چلے جاتے جیسے سب کچھ حفظ کر کے آئے ہوں، یہ سب آپ کی قادر الکلامی، قوت گویائی اور جودت طبع کا فیض تھا۔ بات بات میں نکتہ پیدا کرنا آپ کا خاص امتیاز تھا۔ ان کے خطبات کی بعض اور بھی خوبیاں ہیں جیسے وہ اختلافی مسائل کو کبھی نہیں چھیڑتے تھے۔ ایسے کسی مسئلے پر انھوں نے شاید ہی کبھی کوئی تقریر کی ہو۔ گویا وہ ''تو برائے وصل کردن آمدی لے برائے فصل کردن'' کے داعیانہ نکتے پر پوری طرح عمل پیرا تھے۔ بے سروپا قصوں کے بیان سے پرہیز کرتے اور ہمیشہ مستند روایات کے سہارے اپنی بات کو ثابت یا مدلل کرتے۔ ذیل میں ان کی بعض اہم خوبیوں پر بطورِ نمونہ الگ الگ عنوانات کے ساتھ روشنی ڈالی جارہی ہے۔

جداگانہ طرز

نثر کے تعلق سے مرزا غالب کا ایک اہم ادبی کارنامہ خود ان کے بقول مراسلے کو مکالمہ بنادینا تھا۔ خطوط میں انھوں نے بالالتزام جو اسلوب اختیار کیا وہ روزمرہ کی باہمی گفتگو سے مشابہ تھا۔ اس ندرت اسلوب سے ادب کا ایک نیا نثری باب وَا ہوا۔ حضرت قاری صاحبؒ کے تعلق سے بلا مبالغہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ انھوں نے اپنی برجستہ اور فی البدیہہ تقریروں میں تحریر وتصنیف کا علمی رنگ بھردیا۔ جنھیں صاحب تقریر کی زبان سے سنیے تو مکمل معنوی میں تقریر اور اگر انھیں زیب قرطاس کردیا جائے تو مکمل معنوں میں ایک مقالہ اور مضمون۔

یہ وصف اور رنگ اسی وقت اور انھی شخصیات کے یہاں پیدا ہوسکتا ہے جنھیں زبان اور قلم دونوں پر یکساں قدرت حاصل ہو، وہ دونوں کا شہسوار اور دونوں ہی کا رمز شناس ہو، میں نے قاری صاحب کو خود بھی سنا ہے اور ان کو سننے والوں سے بھی آپ کے بارے میں سنا ہے۔ آپ کی زبان شستگی وشائستگی کا نمونہ تھی، ''نرم دم گفتگو'' آپ کا شعار تھا۔ نہایت نپے تلے جملے، ہر قسم کے حشو وزائد گنجلک پن پاک، فلسفیانہ مضامین کو بھی اسی سادگی اور پرکاری کے ساتھ بیان کرتے۔ بذلہ سنجی اور شگفتہ مزاجی بھی اس کا ایک حصہ ہے۔ لیکن اس اعتدال کے ساتھ کہ نام کو بھی آپ کی زبان اسلوب میں رکاکت

اور غیر سنجیدگی نہیں آتی۔طویل سے طویل تقریروں میں بھی نہ تو تکرار کا گزر ہوتا اور نہ ہی اصل لہجے اور اسلوب میں کوئی فرق پیدا ہوتا۔بس شروع سے اخیر تک دریا کی سی روانی کے ساتھ آپ بولتے چلے جاتے تھے۔مولانا سعید احمد اکبر آبادی لکھتے ہیں۔

"گھنٹوں بولتے تھے۔زبان بڑی شگفتہ اور شائستہ کہیں کہیں ظرافت اور مزاح آمیزی،آواز از اوّل تا آخر یکساں، نہ زیرو بم نہ اتار چڑھاؤ،مگر ساتھ ہی منطقی استدلال اور فلسفیانہ تشقیق اس لیے تقریر عوام وخواص دونوں کے کام کی"۔

عوام کی رعایت

علامہ ابن قیم جوزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عوام کو خطاب کرنے کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مخاطبین کی ضرورت ومصلحت کے تقاضوں کے مطابق خطاب فرماتے تھے۔(وكان يخطب فى كل وقت بما تقتضيه حاجة المخاطبين ومصلحتهم) بسا اوقات ایک بڑا عالم اور لسان خطیب سامعین پر مطلوبہ اثر قائم نہیں کر پاتا۔اس کی دیگر وجوہات کے علاوہ ایک بڑی وجہ یہی ہوتی ہے کہ موضوع تقریر کے مناسب انتخاب اور اس کے مشمولات کی ترسیل وتفہیم میں زبان واسلوب کے اعتبار سے عام حاضرین کی رعایت نہیں ہو پاتی۔اس سلسلے میں بہت سی عظیم شخصیات کا نام لیا جاسکتا ہے جو اپنے علم وفن میں نادرۂ روزگار ویکتائے زمانہ تھیں لیکن جہاں تک خطبات کے حوالے سے عوامی سطح پر ان سے استفادہ کا تعلق ہے تو اس کا دائرہ نہایت محدود اور مختصر ہی رہا۔حضرت علیؓ کا قول حدثوا الناس بما يعرفون أتريدون أن يكذب الله ورسوله تنبیہی طور پر اس حقیقت کی ترجمانی کرتا ہے۔حضرت حکیم الاسلامؒ اہم سے اہم علمی، دینی اور فکری موضوعات کو سہولت وجامعیت کے ساتھ اس طرح عوام وخواص کے سامنے پیش فرمادیتے کہ استفادے کا معیار دونوں کے لیے کم وبیش یکساں ہوتا، اس کی سب سے بڑی مثال ان کی علی گڑھ کی مذکورہ بالا تقریر ہے دیکھنے کا مقام ہے کہ سائنس اور اسلام کے درمیان تقابل وتجزیہ کے موضوع کو انھوں نے کس خوبی سے نبھایا ہے کتنی

آسان اور جامع تعبیرات اور مثالوں کے ذریعہ اس سخت اور سنگلاخ موضوع کو عوام کے لیے قریب الفہم بنادیا ہے لیکن اس حوالہ سے یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ آپ کا لہجہ عوامی تھا، عامیانہ نہ تھا جس میں خطیبانہ ادائیں تو ہوتی ہیں، لیکن علمی شوکت ووقار سے خالی اور خوش بیانی اور حسن ادا تو ہوتا ہے لیکن پرتکلف ادب آمیزی کے ساتھ، حضرت قاری صاحب فطری ذوق اور وہبی صلاحیتوں کے حامل تھے ان کے اندر تکلف وتصنع کا شائبہ بھی نہ تھا۔ مجمع خواہ بڑوں کا ہو یا چھوٹوں کا اور وہ خود چھوٹا ہو یا بڑا، قاری صاحبؒ کے لب ولہجے اور انداز بیان پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

مولانا تقی عثمانی مدظلہ نے حضرت حکیم الاسلام کے انداز خطابت پر روشنی ڈالتے ہوئے بالکل صحیح لکھا ہے:

"بظاہر تقریر کی عوامی مقبولیت کے جو اسباب آج کل ہوا کرتے ہیں، حضرت قاری صاحبؒ کے وعظ میں وہ سب مفقود تھے۔ نہ جوش نہ خروش، نہ فقرے چست کرنے کا انداز، نہ پرتکلف لسّانی، نہ لہجہ نہ ترنم، نہ خطیبانہ ادائیں، لیکن اس کے باوجود وعظ اس قدر مؤثر، دلچسپ اور مسحور کن ہوتا تھا کہ اس سے عوام اور اہل علم دونوں یکساں طور پر محظوظ ومستفید ہوتے تھے، مضامین اونچے درجے کے عالمانہ اور عارفانہ لیکن بیان اتنا سہل کہ سنگلاخ مباحث بھی پانی ہو کر رہ جاتے۔ جوش وخروش نام کو نہ تھا، لیکن الفاظ ومعانی کی ایک نہر سلسبیل تھی جو یکساں روانی کے ساتھ بہتی اور قلب ودماغ کو نہال کر دیتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منہ سے ایک سانچے میں ڈھلے ہوئے موتی جھڑ رہے ہیں۔ ان کی تقریر میں سمندر کی طغیانی کے بجائے ایک باوقار دریا کا ٹھہراؤ تھا جو انسان کو زیروزبر کرنے کے بجائے دھیرے دھیرے اپنے ساتھ بہا کرلے جاتا ہے۔

ادبی اور لسانی ذوق

حکیم الاسلام کی تقریروں میں جابجا ایسے نمونے ملتے ہیں جن سے ان کے ادبی ذوق ومزاج کا پتا چلتا ہے۔

ادب صرف خوب صورت الفاظ، نادر تشبیہات و استعارات اور شعری ترکیبوں کے استعمال کا نام نہیں۔ ادب کے ظاہری ڈھانچے کی تشکیل میں یہ ضرور معاون ہوتی ہیں لیکن اصل چیز جس سے "از دل خیزد بر دل ریزد" والی کیفیت متکلم کے کلام میں پیدا ہوتی ہے دراصل لفظوں کا موزوں اور برمحل استعمال اور ان کی معنوی تہہ داری ہے جو صرف سامع نواز ہی نہیں بلکہ دل نواز بھی ہوتی ہے، جس میں صرف "فردوس گوش" ہونے کا ہی سامان نہیں ہوتا بلکہ قلب کو مہمیز کرنے کی صلاحیت بھی ہوتی ہے۔ غالب کے اس مشہور شعر میں اسی کیفیت کے اظہار کی نقشہ کشی یوں کی گئی ہے کہ:

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

تاہم اگر لفظوں کے دروبست، جملوں کی ساخت، ترکیبات وتشبیہات کو ادب کی تعریف کے حوالے سے ذہن میں رکھیں تو اس کی مثالیں بھی حضرت حکیم الاسلام کے یہاں کم نہیں ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

"صنائع حرف کے سلسلے میں لوہے لکڑی کے خوش نما اور عجیب وغریب سامان تعمیرات کے نئے نئے ڈیزائن اور نمونے، سیمنٹ اور اس کے ڈھلاؤ کی نئی نئی ترکیبیں اور انجینئروں کی نئی سے نئی اختراعات جب سامنے آئی ہیں تو سائنس کا نظر فریب چہرہ بھی سامنے کر دیا جاتا ہے کہ یہ سب اسی کے خم ابرو کی کارگزاریاں ہیں۔ ریل کی پٹریوں پر یہ دوطرفہ لاکھوں من پتھروں کے ڈھیر انہی پہاڑی پتھروں کے جگر پارے ہیں...... لیکن یہی طاقت ور لوہا جس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کا بڑے بڑے پہاڑوں نے لوہا مان رکھا ہے، جبھی تک طاقت ور ہے، جب تک کہ پتھروں کے سر پر ہے لیکن اگر اس لوہے کو کہیں آگ چھو جائے تو اس کا رنگ روپ متغیر اور چہرہ فق ہو جاتا ہے۔

"پانیوں کا سب سے بڑا گھر، بلکہ ابوالمیاہ سمندر اعظم کہ جس کی بے پناہ عظمت سے ڈر کر دنیا کا ربع مسکون گویا ایک طرف پڑا ہوا ہے اور جس کی کوہ پیکر موجوں کا لگاتار سلسلہ

خشکی کے کناروں پر اس طرح حملہ آور محسوس ہوتا ہے کہ گویا کرۂ زمین کو نگل جائے۔

''گویا وہ ایک آگ جو سر نیچا ہی نہیں کرتی تھی (دیا سلائی کی شکل میں) انسان کے سامنے تنکے چننے لگی اور اس کی رفعت و تعلی خاک میں مل گئی۔ گویا برقی رو کی ایک عظیم الشان فوج ایک دبلے پتلے سپاہی (بجلی کے تار) کی قید میں گرفتار ہے''۔

پندرہ اگست ۱۹۵۷ء کو یوم آزادی کے دن اس موضوع پر آغاز تقریر کے یہ جملہ ملاحظہ فرمائیں اس میں لسان و بیان دونوں کی قوت کس حد تک کارفرما ہے:

''یہ آزادی...... آسمان سے بارش کی طرح ایک دم برس نہیں گئی بلکہ کتنے ہی صبر آزما دنوں...... کتنے ہی دار و رسن کے ہنگاموں اور قید و بند کے ہیبت ناک کٹہروں بلکہ کتنی ہی تڑپتی ہوئی لاشوں سے گزر کر یہ آزادی کی دولت ہم تک پہنچی ہے۔ گو آج کی تاریخ میں آزادی کا پارسل ہمیں بیک دم اور پر امن طریق پر اچانک شب کے بارہ بجے موصول ہو گیا لیکن وہ کتنے تاریک سمندروں سے گزرتا ہوا ہندوستان پہنچا، کتنے طوفانوں میں سے نکلا، اور کتنی خطرناک خلیجیں اس کی راہ میں حائل ہوئیں جن کا کتنے ہی آہنی قسم کے انسانوں نے مقابلہ کیا......''

خطبات حکیم الاسلام کے مرتب لکھتے ہیں کہ: ایک موقع پر یہ مضمون ارشاد فرما رہے تھے کہ مطالب و معانی کو صرف الفاظ سے ہی نہیں ادا کیا جاتا بلکہ لب و لہجہ اور انداز تکلم سے بھی الفاظ میں معنی بھرے جاتے ہیں اور اس کی مثال میں اردو کا ایک فقرہ ''کیا بات ہے'' پیش کیا کہ یہ انکار کے لیے بھی ہے اور اقرار کے لیے بھی۔ استفہام کے لیے بھی اور اخبار کے لیے بھی۔ داد و تحسین کے لیے بھی ہے اور زجر و توبیخ کے لیے بھی۔ مرتب موصوف لکھتے ہیں کہ ایک گھنٹے تک قاری صاحب ''کیا بات ہے'' کی تشریح کرتے رہے اور مجمع آپ کے بیان سحر سے عش عش کرتا رہا۔

حضرت قاری صاحبؒ اردو کے علاوہ فارسی اور عربی پر بھی اچھی دسترس رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ ان دونوں زبانوں میں بھی ضرورت کے وقت تقریر فرماتے۔

بالخصوص فارسی پر ایسے زمانے میں عبور جب کہ ہندوستان سے اس کی طنابیں کب کی اکھڑ چکیں، نیز شعروشاعری سے فطری شغف اور اس کا ملکہ جس کی مثال ''عرفانِ عارف'' کے نام سے آپ کا شعری مجموعہ ہے یہی وہ سب صلاحیتیں تھیں جنھوں نے مل کر آپ کے لسانی اور ادبی ذوق میں غیر معمولی نکھار پیدا کر دیا تھا۔

تاثیر کلام خطبے کی تعریف لغت میں اس طرح کی گئی ہے کہ: ''وہ ایسے نثری کلام کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ متکلم (خطیب) لوگوں کی جماعت کو خطاب کر کے اسے (اپنی بات کا) قائل بنا تا ہے''۔ (الکلام المنثور یخاطب به متکلم فصیح جمعا من الناس لإقناعهم. المعجم الوسیط) اقناع (Convincing) کا عمل بغیر کلام کی تاثیر کے ممکن نہیں، تاثیر اقناع کے مقدمے کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت قاری صاحبؒ کے خطبات کی انتہائی اہمیت وافادیت ان کی اس خوبی تاثیر میں مضمر ہے۔ یہ تاثیر کیسے اور کیوں کر پیدا ہوتی ہے؟ حضرت حکیم الاسلام خود اپنے لفظوں میں اس پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں:

> متکلم کے قلبی جذبات مخاطب پر اثر انداز ہوتے ہیں، زبان تو محض آلۂ ظہور ہے۔ اس لیے قلب میں خوف وخشیت، تقویٰ وطہارت اور تعلق مع اللہ ہے تو معمولی درجہ کے مضمون سے سامعین متاثر ہوتے ہیں ورنہ اونچے درجے کے علوم ومعارف بھی دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں''۔

قاری صاحبؒ کی واعظانہ تاثیر کے بہت سے واقعات مشہور ہیں، پہلی مرتبہ بمبئی ورود کے موقع پر ایک فرقے کے لوگوں نے حضرت قاری صاحبؒ کے خلاف اشتہارات چسپاں کرائے اور عوام الناس کو آپ اور علمائے دیوبند سے متنفر کرنے اور اس جلسے میں شرکت سے دور رکھنے کے سارے حربے اور ہتھکنڈے آزمائے۔ مخالفین کا ایک گروہ وہاں جلسے کو منتشر اور پراگندہ کرنے کے لیے موجود تھا حتی کہ اس میں بعض لوگ مسلح بھی اسٹیج سے کچھ فاصلے پر بیٹھے تھے۔ لیکن جب آپ کی تقریر ہوئی تو فضا یکسر تبدیل ہوگئی۔ مجالس حکیم

الاسلامؒ میں اس اجتماع سے متعلق تحریر ہے کہ اس سے قبل کسی دیوبندی عالم کے دوسرے فرقے کی مسجد میں داخل ہوجانے پر مسجد دھلوا کر پاک کرائی جاتی تھی۔ لیکن اس اجتماع کے بعد نوعیت یہ ہوئی کہ جن لوگوں نے حضرت مولانا عبدالشکور صاحبؒ کو پستول دکھا کر مرعوب کرنا چاہا تھا وہی لوگ حضرت حکیم الاسلام کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ان لغویات سے توبہ کی اور اہل اللہ میں ہونے کی جدوجہد میں مصروف ہوگئے۔

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری فرماتے ہیں کہ: ''ان کی تقریر سے میری سال بھر کی سینکڑوں تقریریں تیار ہوجاتی ہیں''۔

ایک مرتبہ خیر المدارس کے سالانہ جلسے کے موقع پر حضرت قاری صاحبؒ تقریر فرمارہے تھے۔ جس میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری بھی موجود تھے، کچھ دیر تک تو وہ خاموش ہوکر حضرت قاری صاحب کی تقریر سنتے رہے پھر ان پر وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ بے اختیار نعرۂ تکبیر کہہ کر چند منٹوں کی اجازت لے کر مائک پر آ کھڑے ہوئے اور اپنے دو شعر حضرت قاری صاحب کی نذر کرتے ہوئے قاری صاحب کی طرف ہاتھ کے اشارے سے بار بار اشعار کو پڑھتے رہے۔

سامع کے دل کو موہ لینے اور دماغ کو قید کر لینے والی ایسی تاثیر کی مثالیں فی زمانہ کم ہی دیکھنے کو ملتی ہیں کیوں کہ خطابت کا فن عام طور پر پیشہ ورانہ ہاتھوں میں پڑ کر اپنی عظمت کھوتا جارہا ہے۔

بہرحال تقریر وخطابت کے باب میں حضرت مولانا محمد قاری صاحب کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع اور گوناگوں ہے۔ انھوں نے اس موضوع کو فن کے نقطہ نظر سے نہیں بلکہ وقت کی ضرورت اور اپنی فطری مناسبت کے لحاظ سے اختیار کیا۔ اس لیے فنی میزان پر انھیں پرکھنے کے بجائے ان کے اثرات ونتائج کو نگاہ میں رکھنا چاہیے۔ تقریر مجلس کو لوٹ لینے اور اسے زیروزبر کردینے کا نام نہیں، تقریر تو دراصل ذہن وفکر کی دنیا میں انقلاب برپا کردینے اور اسے لوٹ لینے کا نام ہے۔

حضرت حکیم الاسلامؒ اپنے مکتوبات کے آئینے میں

از: مولانا یاسر ندیم صاحب قاسمی دیوبند

وہ اپنی معصومانہ صورت کی جاذبیت، اپنی سیرت کی جامعیت، اپنے لہجے کی حلاوت، اپنے تکلم کی موسیقیت، اپنی تحریر کی شوکت، اپنے خاندان کی وجاہت، اپنے دل کی آفاقی وسعت، اپنے مزاج کی بے نظیر شرافت اور اپنے کردار کی بے مثال نجابت کے حوالے سے ایک ایسے انسان تھے، جو اس کرۂ ارضی پر صدیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں اور اپنی زندگی میں منارہ نور بن جاتے ہیں لیکن اپنے جانے کے بعد وہ ایسا عمیق خلا چھوڑ جاتے ہیں، کہ ان کے بعد کی نسلیں اس کو پر کرنے سے قاصر رہتی ہیں، وہ اقلیم خلوص کے شہر یار، کاروان خطابت وموعظت کے سالار، قلزم حکمت کے منارۂ ضوبار اور علم وتقویٰ ورشد وہدایت کی سنہری لڑی کے موتی آبدار تھے۔ وہ مدینہ علم دیوبند کی طاق زریں کے ہزاروں بجھے ہوئے چراغوں کی قطار میں، ایک ایسے آخری اور تنہا چراغ تھے، جن کے گل ہوجانے سے تمام وابستگانِ "دیوبند" کے دلوں پر مہیب اندھیرا محیط ہوکر رہ گیا تھا۔ حضرت نانوتویؒ کی سواسو سالہ طویل تحریکؒ مدارس نے، روشن آفتابوں اور ماہتابوں کے ذریعہ علم وہنر تقویٰ واخلاص اور علوم الٰہیہ کی حکمت وانسانیت کی خدمت کا جو دستور قائم کیا تھا، اور اس کے دوش بدوش حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے جو نکتہ سنجی نرم گفتاری اور تواضع شعاری کو فروغ بخشا تھا، ان کی وفات سے یہ صفات بھی درگور ہوگئیں۔ آپ کی شخصیت کے ہمہ گیر پہلوؤں پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور لکھا جاتا رہے گا لیکن آسمان عظمت پر فائز اس عظیم انسان کے شناساؤں کو یقین ہے کہ قلم کا رسطح قرطاس پر خواہ کتنی ہی جولانی دکھلادے اس کے ہمہ جہت پہلوؤں کا احاطہ کرنے سے قاصر رہے گا۔

اسی یقین کے کرب اور آپ کو منثور خراج عقیدت پیش کرنے کے جذبے نے

ذہن کو تحریک دی کہ نصف صدی پر محیط حضرت حکیم الاسلام کی علمی خدمات کے کسی ایک پہلو کو قید قرطاس کردیا جائے۔ راقم کی نظر میں آپ کی شخصیت کے سب سے روشن پہلو دارالعلوم دیوبند کے تئیں آپ کی خدمات اور تقاریر کے ذریعہ اسلام کے نشرواشاعت میں بے مثال حصہ داری ہیں۔ کتنے ہی چلتے پھرتے ذی نفس ایسے ہیں، جنھوں نے آپ کو دل وجان سے وقف دارالعلوم دیوبند کی ترقی کے لیے فکرمند دیکھا ہے، کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنھوں نے اپنے شوق کے کانوں سے اس موسیقی آمیز آواز کو سنا ہے، جو اپنے اندر اسرار وشریعت اور حکمت قاسمیہ کے بے پناہ لطائف لیے گھنٹوں گونجتی رہتی اور اپنے سامعین کو سحر میں جکڑ لیتی۔ تاریخ میں ایسی شخصیات بہت کم ملتی ہیں جو بیک وقت تقریر وتحریر نظم ونثر درس وتدریس انتظام وانصرام اور طریقت وشریعت میں کامل واکمل ہوں، آپ کی تقریر نے جہاں اپنے لاثانی ہونے کا اعلان کیا وہیں آپکے قلم نے بھی انشاء پردازوں اور نثر نگاروں سے لوہا منوایا ہے۔ یقیناً آپ کے قلم گہر بار سے نکلی درجنوں کتابیں اس میدان میں بھی آپ کی سالاری پر شاہد عدل ہیں۔

مکتوبات کو اسلامی لٹریچر میں اہم مقام حاصل ہے، کتنے ہی بھولے بھٹکے راہ رو اس راہ سے بھی راہ یاب ہوئے ہیں، یہ کوئی نیا فن نہیں ہے بلکہ اصحاب علم وہنر کے نزدیک یہ قدیم زمانے سے رائج رہا ہے حتیٰ کہ دورِ جاہلیت میں بھی اس کو نہایت اہمیت دی جاتی تھی۔ علم وفن کے قدرداں مذہب اسلام نے جب زمانے کو جاہلیت سے نکال کر علم کی راہ پر لگایا تو اس فن کی عزت افزائی کی، جس کی سب سے بڑی دلیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شاہانِ عرب وعجم کے نام خطوط نویسی ہے، قرون اولیٰ ووسطیٰ میں اس فن کی اہمیت کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے، کہ کلیدی اور بنیادی شعبوں کی ذمے داری ونگرانی ان ہی لوگوں کے سپرد کی جاتی تھی۔ جو اس فن سے واقف ہوں، امورِ مملکت میں اس فن کی ضرورت کے پیش نظر ایسے ایسے انشاء پردازوں نے تاریخ ادب کے حسین صفحات میں اپنی جگہ محفوظ کی ہے جن کے مبسوط ومختصر ''مجموعہ خطوط'' آج بھی عربی زبان وادب کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ عام طور پر یہ

سمجھا جاتا ہے کہ خطوط صرف احوال وکوائف بیان کرنے ہی کے لیے لکھے جاتے ہیں، لیکن مسلمانوں کی علمی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ بہت سے اکابرین امت نے اپنے خطوط میں ایسے ایسے مباحث کو جگہ دی ہے کہ وہ خطوط باقاعدہ رسالوں اور کتابوں کی شکل اختیار کر گئے بلکہ اسلامی لٹریچر میں اہم ترین مآخذ شمار ہونے لگے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے "مکتوبات امام ربانی" کے بعد علمائے دیوبند نے بھی اپنے مکتوبات کے ذریعہ اہم اصلاحی خدمات انجام دی ہیں، یہ خطوط جہاں طریقت وتصوف کے میدان میں اپنے قارئین کے لیے نصاب کی حیثیت رکھتے ہیں، وہیں ان کے پڑھنے والے علم وحکمت کے ایسے ذخیروں سے بہرہ ور ہوتے ہیں کہ جن تک شاید وباید ہی دیگر کتابوں کے ذریعہ رسائی ہو سکے۔ مکتوبات کے اسی علمی سلسلے کی ایک اہم کڑی "مکتوبات حکیم الاسلام" ہے جس میں حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کے علمی اصلاحی، اور تاریخی خطوط کو جمع کر دیا گیا ہے۔

ہر ایک مکتوب آپ کے علمی عظمت، حاضر جوابی اور اصلاح وارشاد کے لیے آپ کی تڑپ کا غماز ہے، حضرت مہتمم صاحبؒ کے اس مجموعۂ مکتوبات میں ایک اہم بات یہ ہے کہ جس کسی نے جس انداز کا بھی خط لکھا ہے آپ نے اس کو جواب سے نوازا ہے۔ بعض خطوط ایسے ہیں کہ ان کو پڑھ کر قاری کے ذہن میں یہ بات ضرور پیدا ہوتی ہوگی کہ یہ آپ کی بلند مزاجی اور تواضع شعاری ہے کہ آپ نے بہ نفس نفیس ایسے خطوط کے بھی جواب دیئے ہیں کہ اتنی مصروفیتوں میں گھرے افراد عموماً اس طرح کے خطوط کو پڑھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ پنجاب یونیورسٹی کی کسی طالبہ نے خط لکھ کر آپ سے قاضی بیضاوی کے احوال دریافت کیے تو آپ نے جواب میں تاخیر ہو جانے پر معذرت کا اظہار کرتے ہوئے بہت تفصیلی جواب لکھا، جس میں قاضی بیضاویؒ کے حالات زندگی کو یکجا کر دیا، یہ اور اس طرح کے دیگر خطوط یہ ثابت کرتے ہیں کہ آپ تاریخ سے باخبر بلکہ تاریخ آپ کے ذہن وحافظے میں حاضر باش رہتی تھی۔

اچھے خطوط اپنے اندر لطافت کا عنصر لیے ہوئے ہوتے ہیں، پڑھنے والا ان کے پُرکشش انداز سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، اچھا خط وہی ہوسکتا ہے کہ اگر اس کا موضوع ادب ہو تو قاری اس کو پڑھ کر لطف اندوز ہوجائے، اگر وہ کسی علمی بحث پر مشتمل ہو تو اس کا پڑھنے والا اپنے دل کی گہرائیوں میں اس کی تاثیر کو محسوس کرے، اگر وہ اصلاح وارشاد سے متعلق ہو تو مکتوب الیہ اپنے آپ کو راہ یاب سمجھے، اور اگر خط تنقیدی ہو تو پڑھنے والا برملا اپنی غلطی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوجائے حضرتؒ کے یہ خطوط ہر لحاظ سے اس معیار پر پورے اترتے ہیں، ان کا مضمون خواہ کچھ بھی ہو، وہ قاری کے دل تک پہنچتے ہیں، اس کے اندر نفوذ کرتے ہیں اور اس پر اثر انداز ہوتے ہیں، یقیناً ایسے "مجموعی خطوط" بھی دستیاب ہوں گے کہ جن کے آگے انشاء پردازی سجدہ ریز رہتی ہو، لیکن مکتوبات حکیم الاسلام اپنے اندر موجود خلوص کی تجلیاں بکھیرتے ہوئے ایک ایک لفظ کی بناء پر ان مجموعوں سے کہیں برتر ہیں۔

اس مجموعے میں ایسے خطوط بھی شامل ہیں جو اپنے اندر وقیع علمی مباحث لیے ہوئے ہیں کہ جن پر نوکِ قلم کو جنبش دینا آپ ہی کا حق تھا، حکمت قاسمیہ اور مزاج شریعت کے حسین امتزاج کی عکاسی کرتے ان خطوط میں سے ایک مکمل مکتوب بطور مثال پیش کیا جارہا ہے تاکہ اس خط میں موجود علمی قیمت سے قارئین پوری طرح محفوظ ہوسکیں۔ سائل "خودکشی" سے متعلق ایک مضمون قلم بند کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، انھوں نے ایصال ثواب سے متعلق چند سوالات کیے، حضرت مہتمم صاحب نے ان سوالات کا تفصیلی جواب دیا اور موضوع کا حق ادا کردیا۔ آپ لکھتے ہیں:

مکرم ومحترم زادمجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا مسرت ہوئی کہ آپ نے سنی سنائی باتوں پر اعتقاد نہ کرکے مسئلہ کی صحیح صورت سمجھنے کا ارادہ فرمایا۔

اس میں شبہ نہیں کہ خودکشی اسلام میں حرام ہے اسلام نے سختی کے ساتھ غلط اقدام سے روکا ہے اور سختی سے سخت تہدید اختیار کی ہے تاکہ انسانی معاشرہ اس غلط اقدام اور بزدلی کی

موت سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے قرآن وحدیث دونوں میں اس کی ممانعت موجود ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَلَاتَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ" اس آیت کا عام طور سے معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ تم ایک دوسرے کو قتل نہ کرو اس لیے کہ وہ دوسرا بھی تمہارا ہی بھائی ہے مگر اسی کے ساتھ آیت کا یہ معنی بھی بیان کیا گیا ہے کہ اپنے آپ کو قتل نہ کرو اور ظاہری الفاظ اسی دوسرے معنی کو بتاتے ہیں، علامہ نسفی اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ۔

وَلَاتُقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ (النساء:۵) مَنْ كَانَ مِنْ جِنسِكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لِاَنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ كَنَفسٍ وَاحِدَةٍ اَوْ وَلَا يَقْتُلُ الرَّجُلُ نَفْسَهٗ كَمَا يَفْعَلُهٗ بَعْضُ الْجُهْلَاءِ (تفسير مدارك التنزيل: ج:۱)

"اپنے نفسوں کو نہ قتل کرو یعنی ان کو قتل کرو جو مومن تمہارے ہی جنس سے ہیں اس لیے کہ سارے مومنین ایک جان کی طرح ہیں یا نہ قتل کرو اپنے نفسوں کو یعنی کوئی آدمی اپنے آپ کو قتل نہ کرے جیسا کہ بعض نادان کیا کرتے ہیں"۔

اور لوگوں نے بھی یہ دوسرا معنی مراد لیا ہے گویا یہ آیت باہمی قتال سے بھی روکتی ہے اور خودکشی کی حرام موت سے بھی تفسیر بغوی میں ہے: لَاتَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ. قَالَ اَبُوْعُبَيْدَةَ لَاتُهْلِكُوْهَا كَمَا قَالَ تَعَالٰى وَلَاتُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (بغوی: ج:۲،ص:۲۱۴) یہ دوسری آیت سورۂ بقرہ میں ہے لَاتُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَة اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انداز اختیار کیا ہے وہ یقیناً سخت وعید پر مشتمل ہے بلکہ جس کی نظر تمام حدیثوں پر نہیں وہ بعض حدیثوں سے یہی مطلب سمجھ لے گا کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے حالاں کہ ایسی بات نہیں ہے یہ سخت انداز زجر وتوبیخ کے لیے پیغمبر اسلام نے اختیار فرمایا ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَرَدّٰى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَهُوَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدّٰى فِيْهَا خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا وَمَنْ تَحَسّٰى سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَسَمُّهٗ فِيْ يَدِهٖ يَتَحَسَّاهُ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا

ابَدًا وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِحَدِيْدَةٍ فَحَدِيْدَتُهٗ فِيْ يَدِهٖ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِيْ بَطْنِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا ابَدًا (متفق علیہ مشکوٰۃ کتاب القصاص: ص:۲۹۹)

اس حدیث سے خالداً مخلداً ابداً کا لفظ آیا ہے جس کا لفظی ترجمہ ہمیشہ ہمیشہ ہوتا ہے شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ یا تو یہ تاکید کے لیے آتا ہے اور اس سے شدت کو ظاہر کرنا مقصد ہے یا یہ مقصد ہے کہ جو قانون اسلام کے خلاف عقیدہ قائم کر کے خودکشی کرے کہ خودکشی حلال ہے حرام نہیں تو ایسے شخص کی بخشش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیوں کہ وہ ایک حرام کو حلال یقین کر کے دائرۂ اسلام سے خارج ہو گیا، لیکن اگر کوئی خودکشی حلال سمجھ کر نہیں کرتا ہے، تو یقیناً وہ مسلمان ہے اور سزا کے بعد وہ بخش دیا جائے گا اور حدیث کے ان الفاظ کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اس کا مستحق ہے اور مدت دراز تک عذاب میں مبتلا رہے گا۔ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ: خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا ابَدًا تَاكِيْدٌ بَعْدَ تَاكِيْدٍ اَوْ مَحْمُوْلٌ عَلٰى الْمُسْتَحِلِّ اَوْ عَلٰى بَيَانِ اَنَّ فَاعِلَهٗ مُسْتَحِقٌّ لِهٰذَا الْعَذَابِ اَوِ الْمُرَادِ بِالْخُلُوْدِ طُوْلِ الْمُدَّةِ تَاكِيْدَةٌ بِالْمُخَلَّدِ وَالتَّابِيْدِ يَكُوْنُ لِلتَّشْدِيْدِ وَالتَّهْدِيْدِ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ص:۲۵۴)

مشہور محدث علامہ طیبی لکھتے ہیں کہ: وَالظَّاهِرُ اَنَّ الْمُرَادَ مِنْ هٰؤُلَآءِ الَّذِيْنَ فَعَلُوْا ذٰلِكَ مُسْتَحِلِّيْنَ لَهٗ وَاِنْ اُرِيْدَ مِنْهُ الْعُمُوْمُ فَالْمُرَادُ مِنَ الْخُلُوْدِ وَالتَّابِيْدِ الْمَكْثُ الطَّوِيْلُ الْمشتركُ بَيْنَ دَوَامِ الْاِنْقِطَاعِ لَهٗ وَاسْتِمْرَارٌ مَدِيْدٌ يَنْقَطِعُ بَعْدَ حِيْنَ بَعِيْدٍ (مرقاۃ: ج:۴، ص:۷)

علامہ تورپشتیؒ فرماتے ہیں کہ شیطان تنگی، غصہ اور حماقت کے وقت انسان کو سمجھاتا ہے کہ خودکشی کرنا دوسرے شخص کو مار ڈالنے سے اہون ہے اس لیے مخلوق کی طرف سے کوئی مطالبہ اس وقت نہیں ہوگا کہ تم نے فلاں کو مار ڈالا ہے یہ اپنا ذاتی معاملہ کر لو، اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جو مکلّف یہ کام کرے گا قیامت کے دن اس سے سوال ہوگا اور اس جرم کی سزا میں وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوگا

اور یہ فعل بھی ویسا ہی حرام ہے جس طرح کسی محفوظ الدم جان کا مار ڈالنا۔ خودکشی کے سلسلہ میں دوسری حدیث یہ ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلَّذِیْ یَخْنِقُ نَفْسَهٗ یُخْنِقُهَا فِی النَّارِ اَلَّذِیْ یُطْعِنُهَا فِی النَّارِ رواہُ البخاری. (مشکوٰۃ کتاب القصاص: ۳۰۰)

ایک حدیث ہے حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ طفیل بن عمر الدوسی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے بعد ہجرت کی اور مدینہ تشریف لے گئے ان کے ساتھ ان کی قوم کا ایک آدمی بھی ہجرت کر کے مدینہ آیا مدینہ آ کر یہ شخص بیمار ہو گیا بیماری کی تکلیف سے یہ گھبرا گیا اور اپنی انگلیوں کے جوڑوں کو کاٹ ڈالا نتیجہ یہ ہوا کہ خون بہہ نکلا اور اسی طرح وہ مر گیا۔ حضرت طفیل دوسی نے اس کو خواب میں دیکھا کہ اس کی ظاہری صورت حسین ہے مگر وہ اپنے ہاتھوں کو چھپائے ہوئے ہے، انھوں نے اس سے پوچھا کہ اللہ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا اس نے جواب دیا کہ ہجرت کے صدقہ میں بخش دیا گیا انھوں نے کہا کہ یہ ہاتھ کیوں ڈھانپے ہوئے ہو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا ہے کہ جن ہاتھوں کو تم نے خراب کیا ہے ان کی کبھی میں اصلاح نہیں کروں گا۔

حضرت طفیل دوسی نے یہ خواب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کے دونوں ہاتھوں کو بھی معاف فرما دے۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب القصاص: ۳۰۰)

یہ مسلم شریف کی حدیث ہے اس حدیث کے پیش نظر یہ کہا گیا ہے کہ جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا گو اس نے خودکشی کا جرم کیا ہے اور وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا بلکہ سزا دے کر بخش دیا جائے گا۔ محدثین لکھتے ہیں۔

ھٰذا الحدیثُ وَاِنْ کَانَ فِیْهِ ذِکْرُ الرُّؤْیَا اُرِیْهَا الصَّحَابِیُّ لِلاِعْتِبَارِ بِمَا یؤُلُ تَعْبِیْرُہٗ فَاِنسَ قَوْلَ النَّبِیِّ ﷺ وَلِیَدَیْهِ فَاغْفِرْمِنْ جُمْلَةِ مَاذَکَرْنَا مِنَ الْاَحَادِیْثِ الدَّالَّةِ عَلٰی اَنَّ الْخُلُوْدَ غَیْرُ وَاقِعٍ فِیْ حَقِّ مَنْ اَتٰی بِالشَّهَادَتَیْنِ وَاِنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ لِاَنَّ النَّبِیَّ ﷺ دَعَا لِلْجَانِیْ عَلٰی نَفْسِهٖ وَلَا یَجُوْزُ فِیْ حَقِّهٖ اَنْ

يَسْتَغْفِرَ لِمَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ بَعْدَ اَنْ نَهٰى عَنْهُ (مرقاة: ج:۴، ص:۸)

یعنی آں حضرت ﷺ کا ایک خودکشی کرنے والے کے لیے دعا کرنا بتاتا ہے کہ مسلمان کے حق میں خلود النار نہیں ہے اگر چہ اس نے خودکشی ہی کیوں نہ کی ہو، کیوں کہ اگر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خودکشی کرنے والا جہنمی ہوتا تو آپ ﷺ ہرگز اس کے لیے دعا نہ فرماتے۔ اس تفصیل سے آپ نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ خودکشی حرام ہے، کتاب وسنت میں اس کی ممانعت اور سخت وعید وتہدید ہے، لیکن اگر قانون اسلام کا اس نے انکار نہیں کیا ہے حماقت، مصائب کا عدم تحمل یا غصہ میں ایسا کیا ہے تو سزا پانے کے بعد بخش دیا جائے گا۔

فقہاء نے اس کی بھی صراحت کی ہے کہ خودکشی کرنے والے کو غسل بھی دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی گو اس کا یہ فعل بہت برا اور خلافِ شریعت ہے۔

وَمَنْ قَتَلَ نَفْسًا وَلَوْ عَمْدًا يُغْسَلُ وَيُصَلِّ عَلَيْهِ وَبِهِ يُفْتٰى (الدر المختار علی حاشیۃ رد المختار، ج:۱، ص:۸۱۵) اس لیے کہ یہ من جملہ گناہ گاروں میں ایک گناہ گار فاسق ہے، بعض حدیث میں یہ جو آیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خودکشی کرنے والے کی خود نماز جنازہ نہیں پڑھی وہ اس بات کو بتانے کے لیے تھی کہ یہ فعل شریعت میں درست نہیں اور میں اس کے اس فعل سے خوش نہیں بلکہ سخت ناراض ہوں تاکہ وہ دوسرے اس فعل کی آئندہ جرأت نہ کرسکیں، جس طرح آپ ﷺ نے اس شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جو قرض ادا کیے بغیر مر گیا تھا۔

اب اس روشنی میں آپ اپنے سوالات کا اجمالی جواب ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) جی ہاں حدیث صحیح ہے جنت فوری طور پر اس پر حرام ہوگی جب سزا پاکر پاک ہولے گا جنت میں داخل ہوسکے گا اور اگر خودکشی کو اس نے حلال یقین کرلیا ہے اور اسلامی قانون خودکشی کی حرمت کا سرے سے منکر ہے تو پھر بخشش کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔

(۲) خودکشی بھی گناہ کبیرہ ہے جس طرح اور دسرے گناہ کبیرہ ہیں۔

(۳) اس کی نماز جنازہ جائز ہے اور پڑھنی چاہیے۔

(۴) کبائر گناہوں میں سے ایک خودکشی بھی ہے یہ کفر کے درجہ کی چیز نہیں اگر وہ

اسلامی قانون حرمت کا منکر نہیں۔

(۵) خودکشی کے بعد بھی وہ مومن رہ سکتا ہے کوئی اشکال نہیں۔

(٦) ہوگا خاتمہ ایمان پر مگر اسکا یہ فعل ناجائز اور حرام ہے ہرگز اس کا ارتکاب نہ کرنا چاہیے۔

(۷) جب وہ مومن و مسلمان ہے تو پھر ایصال ثواب میں کیا مضائقہ ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب کیا جائے تا کہ اس کے گناہ میں تخیف ہو۔ واللہ اعلم۔

والسلام

محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند

۸۴/۸/۳۰ھ

دارالعلوم دیوبند کے تئیں آپ کی خدمات یقیناً آپ کی حیات مستعار کا سنہرا باب ہے، آپ نے جس خلوص اور للّٰہیت کے ساتھ اس عظیم ادارے اور اس سے وابستہ تحریک دیوبند کی آب یاری کی ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ''دیوبند'' کے نام لیوا صرف وہی طالبانِ علوم نبوت نہیں ہیں جو مدارس کی چہار دیواری میں رہ کر اپنے آپ کو اسلامی تعلیمات سے آراستہ کرتے ہیں، بلکہ اس تحریک کا نام اور اس کے کارنامے سرحدوں کی قیدو بند کو تجاوز کر کے دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ چکے ہیں یونیورسٹیوں میں بیٹھے تعلیم یافتہ طبقے سے لے کر عوام الناس تک تحریک دیوبند اور اس کے نامور قائدین کے نام لیوا ہیں، جدید تعلیم یافتہ حلقوں میں دارالعلوم دیوبند کا تعارف کرانے کی تڑپ صرف حضرت مہتمم صاحبؒ کے دل ہی میں موجزن تھی اور آپ سے بہتر دارالعلوم کی تاریخ میں کوئی دوسری شخصیت یہ خدمت انجام نہیں دے سکی۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ آپ ہی کی مساعی کی بنا پر دارالعلوم دیوبند ایک مدرسہ سے جامعہ بنا ہے ذیل کی عبارت آپکے ایک خط کا اقتباس ہے جو علمی حلقوں میں تحریک دیوبند کے تعارف کے حوالے سے آپکی کوششوں کی ایک جھلک پیش کرتی ہے۔

''ڈاکٹریٹ کے لیے حضرت مولانا سندھیؒ کی گرامی قدر شخصیت کے انتخاب پر آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو اس میں خاطر خواہ کامیابی عطا فرمائے۔

یہ اطلاع غالباً آپ کے لیے باعثِ مسرت ہوگی کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے پچھلے دنوں یونیورسٹی کے لکچرر قاری رضوان اللہ صاحب حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ پر تحقیقی مقالہ لکھ کر پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں اور اب قاری صاحب قاہرہ یونیورسٹی سے دارالعلوم دیوبند پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ہی کی ایک طالبہ شفقت فاطمہ فریدی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اور اقبال احمد صاحب حضرت شیخ الہندؒ پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں اور دارالعلوم سے ممکن حد تک ان حضرات کی علمی وفکری راہنمائی کی جارہی ہے۔

والسلام

محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند

۸۸/۱۱/۴ھ

حضرت حکیم الاسلام کے ان مکتوبات میں نقد وتبصرہ بھی ملتا ہے۔آپؒ نے ایسے افراد پر جنھوں نے صراط مستقیم سے ذرا بھی انحراف کیا ہو، زبردست تنقید فرمائی ہے۔لیکن ادبی نقادوں کی طرح یہ نقد برائے نقد نہیں تھا بلکہ اس کے مقاصد بھی دیگر خطوط کی طرح اصلاح حال ہی رہے ہیں۔کسی صاحب نے سورۂ نصر کی بالکل نئی تفسیر کی، انھوں نے نصر اللہ والفتح کے معنی ہوا اور بارش کے لیے اور دین اللہ سے مراد زراعت لی، مطلب یہ بیان کیا کہ جب ہوا چلتی ہے اور بارش ہوتی ہے تو لوگ جوق در جوق زراعت وکاشت کاری میں لگ جاتے ہیں۔ان کے بقول اس سورت میں فوجی مدد اور فتح مکہ مراد لینا درست نہیں ہے، موصوف نے یہ تفسیر لکھ کر حضرت مہتمم صاحبؒ سے اس کی تصویب چاہی۔جواب میں آپ نے درج ذیل خط تحریر فرمایا جو ایک طرف نقد وتبصرے کا عمدہ نمونہ ہے وہیں دوسری طرف منطقی وفلسفی انداز تحریر سے بھی آراستہ ہے۔

محترمی زید مجدکم　　　　　　　　سلام مسنون!

گرامی نامہ پہنچا بوجہ کثرت کار و ہجوم اسفار جواب میں تاخیر ہوئی معذرت پیش کرتا ہوں۔

آپ نے سورۂ فتح کی جو کاشتکارانہ تفسیر فرمائی ہے اس کی سند اور مآخذ کیا ہے؟ یعنی یہ تفسیر سلف میں سے کسی نے کی ہے یا محض آپ کا تخیل ہے؟ اگر آپ نے کی ہے تو اس کا حوالہ تحریر فرمائیں اور اگر یہ بلا سند محض تخیل ہے تو اگر کوئی لوہار اس کی لوہارانہ تفسیر لکھے اور کہے کہ دین سے مراد فولاد سازی ہے اور نصر اللہ سے مراد لوہا بنانے کی بھٹی اور دھونکنی ہے اور یدخلون فی دین اللہ سے سے مراد فولادی فیکٹریوں میں مزدوروں اور کاریگروں کا داخلہ ہے اور فتح سے مراد فیکٹری کے آہنی مال کی دنیا میں سپلائی ہے جس سے مالی فتوحات کا دروازہ کھل جاتا ہے اور استغفار کا حکم لوہاروں اور آہنی فیکٹریوں کے کاریگروں کو ہے حضور کو نہیں یا اسی طرح ایک نجار اس سورت کی ایک نجارانہ تفسیر لکھے کہ دین اللہ سے مراد لکڑی کی صنعت ہے اور نصر اللہ سے مراد آرہ مشین اور نہانی و بسولہ ہے اور دخول افواج سے مراد فرنیچر کے کارخانوں میں کاریگروں کا داخلہ اور استغفار کا حکم حضور کو نہیں بلکہ بڑھیوں کو ہے تو کیا اپنے تخیل کے نقطۂ نظر سے اس کو قبول فرماویں گے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر قبول فرماویں گے دراں حالیکہ آپ کی تفسیر کی نفی ہوگی تو آپ نے خود ہی اپنی تفسیر کی نفی کر دی اور اسے رد کر دیا، اب اگر اسی طرح دوسرے لوگ بھی اس صورت حال کے ہوتے ہوئے اسے رد کر دیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ اور جب یہ تفسیر اسی رد و نفی کے کنارہ پر ہے تو اگر یہ کہہ دیا جائے کہ ایسی ردی چیز تفسیر نہیں ہوسکتی تحریف ہوگی تو اس میں کیا قباحت ہے؟ مقصد یہ ہے کہ آپ کے نزدیک تفسیر کا معیار کیا ہے اور تفسیر کے معنی کیا ہیں، جسے پیش نظر رکھ کر آپکی اس تفسیر کے بارے میں کوئی رائے قائم کی جاسکے۔

والسلام

محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند

۱/۶/۹۰ھ

یقیناً حکیم الاسلامؒ کے خطوط کے اس مجموعے کا ان مختصر سطور میں احاطہ ناممکن ہے۔ مذکورہ بالا یہ چند خطوط آپؒ کی خطوط نویسی اور ان خطوط میں موجود معلومات کے ذخیروں سے ہلکی سی نقاب کشائی کرتے ہیں، اس مجموعے کا مطالعہ کرنے والا اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ ''مکتوبات حکیم الاسلامؒ'' دینی، علمی، روحانی، اصلاحی اور تاریخی مجموعہ ہے۔ یہ ایک طرف اسرار شریعت سے پردہ اٹھاتا ہے، تو دوسری طرف دفاع عن الدین اور گم گشتہ راہ لوگوں کے لیے اصلاح کا حق ادا کرتا ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ ''تحریک دیوبند'' کی آب یاری کرتا ہے۔ ان خطوط میں لکھا ہوا ایک ایک جملہ بھرپور اخلاص، اور بے پناہ علم کی توثیق کرتا ہے۔ حضرت حکیم الاسلامؒ کے مکتوبات دراصل ایسا سمندر ہیں جس میں غوطہ زنی کرنے والا ہر غوطے پر، اپنے ہاتھوں میں بے شمار موتی آب دار لے کر نکلتا ہے اور اپنی روحانی تسکین کے لیے سامان بہم پہنچاتا ہے۔

❁❁❁

حکیم الاسلام

ملک و بیرون ملک کے
عربی اخبارات کی نظر میں

ترجمہ از مجلّہ البلاغ کویت

اردو ترجمہ: مولانا محمد فاروق قاسمی صاحب / استاذ دارالعلوم وقف دیوبند

حضرت الامامؒ ۱۳۱۵ھ میں ایک علمی اور دینی خاندان میں پیدا ہوئے آپ کے والد مفتی تھے اور دادا شیخ محمد قاسم نانوتویؒ متوفی ۱۲۹۷ھ برطانوی استعمار کے خلاف سب سے بڑی انقلابی تحریک کے قائدین میں سے تھے انھوں نے ۱۸۵۷ء میں شاملی کے معرکہ میں تلوار سے جہاد کیا اور انگریزی حکومت کے خلاف مسلمانوں کی کوششیں ناکام ہونے کے بعد جب انگریزوں نے مسلمانوں کا شخصی وملی وجود ختم کرنے اور ان کو دینی وثقافتی طور سے تباہ کرنے کا منصوبہ تیار کیا اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے مسیحی مبلغین کو بڑے پیمانے میں مسیحیت کی اشاعت کے لیے چھٹا شروع کیا اور انگریزوں نے لارڈ میکالے کی تعلیمی پالیسی کو بروئے کار لانے کا عزم کرلیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک ایسی نسل تیار کی جائے جو اپنے گوشت اور خون سے ہندی ہو اور اپنے فکر اور عقیدہ سے انگلش ہو، حضرت نانوتویؒ نے اس کا جو جواب دیا وہ معروف ہے انھوں نے فرمایا کہ ہم ایک ایسی نسل کی نشوونما چاہتے ہیں جو اپنے گوشت پوست سے ہندوستانی ہو اور فکر اور عقیدہ سے حجازی مسلم ہو انھوں نے دیوبند میں دارالعلوم دیوبند کی تاسیس فرمائی اور مختلف جگہوں میں اس کی طرز کے ادارے قائم فرمائے اس کے نتیجہ میں اگلے چند سالوں میں برصغیر کے مختلف علاقوں میں مدارس کا ایک جال قائم ہوگیا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی جدوجہد کی تاریخ نورانی قلم سے لکھی جانی چاہیے اور ہندوستان کے علماء کا تابناک ماضی اس حال میں قیاس نہیں کیا جاسکتا جس کی وجہ سے بعض لوگوں نے علماء پر تنقید کو روا رکھا ہے۔

امام ولی اللہ دہلویؒ کے بیٹے شاہ عبدالعزیز دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) کے فتویٰ نے انگریزوں کے خلاف مسلمان قوم کی ہمتیں بڑھانے میں خصوصی کردار ادا کیا پھر یہ روح

۱۲۴۶ھ میں شیخ احمد بن عرفان الشہیدؒ کے جہاد میں منتقل ہوئی اور علماء صادقپور اور مجاہدین شاملی یہاں تک کہ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کی تحریک ریشمی رومال کی صورت میں ظہور پذیر ہوئی۔ان تحریکات کا مقصد ہندوستان سے انگریزوں کو نکالنا اور ترکی میں خلافتِ عثمانیہ کو بحال کرنا ہے شیخ الہندؒ حکومت افغانستان اور ترکی حکومت کے ذمہ داروں سے قریبی روابط رکھتے تھے۔لیکن شریف مکہ کی حکومت نے ان کو رفقاء کے ساتھ انگریزوں کے خلاف سازش کرنے کے جرم میں قید کیا۔اور شیخ الہندؒ ۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۰ء تک مالٹا کی جیل میں رہے۔

حضرت شیخ قاری محمد طیب صاحبؒ نے ان احوال میں نشوونما اور تربیت پائی اور ان علماء کے درمیان رہے جن کی مثالیں اور آنکھوں نے کم دیکھی ہیں ان کی تعلیم کی ابتداء مولانا محمود الحسنؒ سے ہوئی اور حفظ قرآن اور متوسط تعلیم کے بعد آپ نے علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے علم حدیث حاصل کیا۔اور مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی اور اپنے والد حضرت حافظ محمد احمدؒ جیسے علماء سے فقہ تفسیر اور دوسرے علوم کی تحصیل کی اور ۱۳۳۷ھ میں فراغت کے بعد حسبۃ اللہ تدریس میں مشغول ہوگئے۔ ۱۳۴۷ھ میں آپ کو دارالعلوم دیوبند کا مہتمم اور رئیس الجامعہ منتخب کیا،ان علماء میں مجدد ملت حضرت تھانویؒ متوفی ۱۳۶۲ھ بھی تھے جن کی تصنیفات کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے۔حضرت قاری صاحبؒ حضرت تھانویؒ کے خاص شاگرد اور آپ کے ہاتھ پر بیعت تھے۔

حضرت شیخ قاری محمد طیب صاحبؒ کا دور اہتمام پچپن سال کو محیط ہے اور اس عرصہ میں دارالعلوم دیوبند سے لاکھوں علماء اور داعی تیار ہوئے حقیقت تو یہ ہے کہ ان علماء کی تعداد کا شمار مشکل ہے جنھوں نے حضرتؒ سے علمی استفادہ کیا اور جن کی علمی سندیں ہندو پاک بنگلہ دیش افغانستان اور افریقہ اور ایشیاء میں آپ کے نام مبارک کی حامل ہیں۔آپ کے سنہری دور میں دارالعلوم ایک چھوٹے مدرسہ سے ایک عظیم جامعہ بن گیا۔جس کی شہرت انحاء عالم میں پھیل گئی۔خطبے اور تقریریں۔ ہندوستان میں علامۃ المسلمین میں کسی خطیب ومقرر کو ایسی مقبولیت حاصل نہیں ہوئی جیسی حضرت شیخ قاری محمد طیب صاحبؒ کے مواعظ کو

حاصل ہوئی لوگ ہر جگہ آپ کی تقریر سننے کے لیے پروانوں کی طرح گرتے تھے اصلاح وارشاد کے لیے آپ کے سفر مستقل ومتواتر ہوتے تھے۔ آپ کے دعوتی اسفار کی حدود حجاز ومصرو پاکستان وافغانستان امریکہ برطانیہ اور افریقہ تک وسیع ہیں، آپ کی آمد اجتماع کی کامیابی کا وسیلہ سمجھی جاتی تھی آپ کو جو سپاسنامے پیش کیے گئے ان کا مجموعہ ایک ضخیم کتاب کے حجم کا ہے، عام دینی اجتماعات کے علاوہ آپنے بین الاقوامی کانفرنسوں میں بھی شرکت فرمائی اور اس سلسلہ میں قاہرہ میں مجمع البحوث الاسلامیہ رسالۃ المسجد کانفرنس اور سیرت وسنت کانفرنس قطر میں شرکت فرمائی۔

تصنیفات

جامعہ دارالعلوم کے لیے مصروف رہنے کے باوجود آپ کی تصنیف وتالیف کی تعداد ایک سو کے قریب ہے آپ کی اہم کتابوں میں دینی دعوت کے قرآنی اصول، التشبہ فی الاسلام اسلام کا اخلاقی نظام۔ فلسفہ نعمت ومصیبت اور اجتہاد وتقلید وغیرہ ہیں۔

علمی مقام

حضرت شیخ قاری محمد طیب صاحب جلیل القدر عالم اصول شریعت اور فقہ کتاب وسنت کے رموز آشنا تھے۔ آپ نے پیہم اسفار اور مسلسل مصروفیات کے باوجود کبھی صحیح بخاری کے بعض ابواب کی تدریس ترک نہیں کی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ متوفی ۱۱۷۶ھ کی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ ہمیشہ آپ کے زیر درس رہی۔ آپ کی تقریر ہمیشہ سنن وآثار سے لبریز ہوتی تھیں۔ دقائق کتاب وسنت کے فہم میں آپ معاصر علماء میں فائق اور ممتاز مقام رکھتے تھے، دین کے بارے میں شبہات وشکوک کے دفعیہ میں آپ کو خصوصی ملکہ حاصل تھا اور اس میں آپ اپنے جد امجد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے مشابہ تھے اور آپ کا لقب فخر الاماثل اور حکیم الاسلام تھا۔

اجتماعی خدمات

حضرتؒ اہل علم وفضل کی مجالس کے رئیس وامیر تھے آپ علی گڑھ یونیورسٹی کورٹ اور ندوۃ العلماء کی مجلس شوریٰ کے ممبر تھے اور اوقاف سے متعلق مسلمانانِ ہند کے شوریٰ کے اہم ممبر تھے آپ کے اجتماعی اور مذہبی

مقام کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ مسلمانانِ ہند نے بمبئی کانفرنس میں متفقہ طور پر آپ کو مسلم پرسنل لاء بورڈ کا صدر منتخب کیا، جس میں مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی، مولانا محمد یوسف امیر جماعت اسلامی ہند، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور مولانا منت اللہ رحمانی امیر شریعت بہار واڑیسہ کے جیسی شخصیات کے علاوہ متعدد مسلم زعماء وقائدین موجود تھے حضرت اس منصب پر اپنی وفات تک منصبِ صدارت پر فائز رہے۔

شخصیت واخلاق حضرت نحیف ونزار معطر غیر معمولی طور پر طاہر ونظیف بشاش وخوش ومطمئن و پرسکون باوقار مستعد وسرگرم اور غیر معمولی طور پر صاحبِ بصیرت وثاقب الفکر تھے یہی اگر دعویٰ کروں کہ میری نگاہوں نے حلم اور تواضع میں آپ کے مثل کوئی عالم نہیں دیکھا تو غلط نہ ہوگا۔ ایک خصوصیت یہ تھی کہ حضرت حلقہ علماء میں گفتار میں سب سے زیادہ محتاط اور غیبت اور تنقید سے بری تھے، آپ اپنے معاصرین کا ذکر سب کلمات خیر سے ہی سے کرتے تھے اور آپ کا سینہ ان لوگوں کے لیے بھی کشادہ تھا جو آپ سے چشمک رکھتے تھے۔ لوگوں پر رائے زنی میں آپ عدل وانصاف کا دامن کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔ اور اپنے سے کم عمر اور کم علم متعلقین کے بھی فضل اور صلاحیت کا اعتراف کھلے دل سے کرتے تھے۔

......جلیل القدر عالم اپنی زندگی کے ایک دور میں امتحان وآزمائش سے دوچار ہوتا ہے حضرتؒ کا ابتلاء قومیت پرست حلقہ کی جانب سے ہوا۔ ایک مخصوص گروپ نے آپ کو پچپن سال کی خدمت کے بعد جامعہ دارالعلوم سے الگ کرنے کی سعی کی اور اس میں وہ سب طریقے اور اسلوب اختیار کئے جن کو اربابِ تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اور زبانی اور تحریری شتم کے ساتھ آتشیں اسلحہ کا بھی استعمال کیا، حضرتؒ نے ان پُر آشوب حالات میں عدیم المثال صبر وضبط کا مظاہرہ کیا اور عزیمت وعمل سے عبارت ایک تابناک زندگی گزارنے کے بعد ے ارجولائی کو اس دارفانی سے رحلت فرمائی۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری اہل کار حضرتؒ کی وفات کے منتظر تھے اس

خبر کے آنے کے بعد فوراً ہی انھوں نے بینکوں میں منجمد سرمایہ قابض گروپ کے حوالہ کردیا، دوسری طرف حضرتؒ کے بھی خواہاں تھے جو بغیر تنخواہوں کے نان وجو میں یہاں تک کے دواؤں کی تنگی کے ساتھ ایک اصول کی خاطر اس گروہ کے مخالف رہے۔

آج تفتیش کی جائے تو دعویٰ کیا جاتا ہے کہ روزمرہ کے اختلافات کے علاوہ کوئی غیر معمولی حادثہ پیش نہیں آیا، لیکن کیا کوئی منصف مزاج معقول یہ بات قبول کرسکتا ہے کہ فلسطین اور بیروت میں کبھی کوئی اصول نزاع اور اس کے نتیجہ میں فسادات رونما نہیں ہوئے، حضرت ان لوگوں کے درمیان ایک پہاڑ کی طرح راسخ تھے جو آپ کو بمقتضائے حسد بیخ وکن سے اکھاڑ پھینکنا چاہتے تھے آپ کی حیات کا ہر ورق صاف وطاہر ہے جس میں لوگوں کی اچھالی ہوئی گندگی کا کوئی اثر موجود نہیں ہے۔ (ترجمہ مضمون مجلہ البلاغ کویت)

حضرت شیخ محمد طیب القاسمیؒ کی شخصیت کے بارے میں چند سطور

عربی مضمون ماجد سعید رحمت مطبوعہ اخبار العالم الاسلامی

یکشنبہ ۱۷ر شوال ۱۴۰۳ھ موافق ۱۷ر جولائی ۱۹۸۳ء کو دیوبند میں حضرت علامہ شیخ محمد طیب قاسمی بن الشیخ حافظ محمد احمد قاسمی بن علامہ شیخ محمد قاسم نانوتویؒ تقریباً چھیاسی سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ آپ عالم اسلام کی عظیم درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم رہے اور یہ نام تاحیات آپ کے لیے لقب رہا۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ ۱۳۱۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۲۲ھ میں درالعلوم دیوبند سے متعلق ہوئے، ابتدائی پانچ سالوں میں آپ نے حفظ قرآن اور مبادیات فنون کی تکمیل فرمائی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آٹھ سال تفسیر حدیث فقہ اور اصول فقہ وغیرہ علوم کی تحصیل کی اور ان فنون کی متداول کتابیں اس دور کے اساتذہ سے پڑھیں۔ ان میں ممتاز علامہ شیخ محمد انور شاہ کشمیریؒ مفتی ہند مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی علامہ شیخ

شبیر احمد عثمانیؒ اور شیخ سید اصغر حسین میاںؒ وغیرہ ہیں ان اساتذہ سے اس دور میں دارالعلوم کی شہرت ایک مرکزی درسگاہ کے طور پر تھی۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں فارغ ہوئے متصلاً ہی آپ تدریس میں مشغول ہوگئے۔ اثناء تدریس میں ہی ۱۳۴۱ھ میں آپ دارالعلوم کے نائب مہتمم بنائے گئے اور ۱۳۴۸ھ میں آپ کو جامعہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند کے مدیر کے طور پر متعین کیا گیا۔ آپ زندگی کے اخیر تک تقریباً پچپن سال اس عہدے پر برقرار رہے اس دوران آپ نے دارالعلوم دیوبند کے لیے عظیم خدمات انجام دیں آپ کے عہد میں بہت سے علمی تعلیمی شعبے قائم ہوئے اور دارالعلوم دیوبند ہندوستان کی مشہور ترین درسگاہ بن گیا۔ دارالعلوم دیوبند حضرت قاری صاحبؒ کے دادا حضرت الامام محمد قاسم نانوتویؒ نے ۱۸۵۷ء میں علماء کی ایک جماعت کے ساتھ ہندستان سے انگریزوں کو نکالنے کی کوشش ناکام ہونے کے بعد قائم کیا تھا۔

حضرت قاری صاحبؒ اپنے خطبات اور مواعظ دینیہ کے لیے معروف تھے، آپ کی تقاریر قرآنی آیات واحادیث نبویہ کے شواہد سے لبریز ہوتی تھیں اس کے ساتھ ہی آپ ادیب قادر الکلام مصنف اور بلیغ شاعر تھے اردو زبان میں آپ کا دیوان عرفان عارف کے نام سے شائع ہوا۔

حضرتؒ نے اپنی زندگی میں دینی جلسوں میں شرکت اور مدارس کے افتتاح کے لیے پورے عالم کے سفر فرمائے۔ ہندو بیرون ہند میں آپ نے جماعت دیوبند کی تاسیس اور دارالعلوم کے تعارف اور ہر عمر وفکر وخیال میں دینی جذبات کی بیداری کے لیے مسلسل اور متواتر سفر فرمائے۔ حضرت قاری صاحبؒ کی مختلف موضوعات پر متعدد تصانیف ہیں۔ یہ تمام کتابیں اردو میں لکھی گئی ہیں البتہ بعض کا دوسری زبانوں میں ترجمہ ہوچکا ہے ان میں التشبہ فی الاسلام اور کلمات طیبات قابل ذکر ہیں، حضرتؒ نے علم وافر اتباع سنہ دعوت وارشاد اور حکمت وتربیت کے لیے عظیم شہرت حاصل کی، آپ تواضع اعلیٰ اخلاق اور دارالعلوم کے حسن انتظام کے لیے مشہور تھے۔ آپ کی وفات کے ساتھ مسلمانان ہند نے

ایک ایسی شخصیت کو کھو دیا ہے جس کی جانب وہ اپنے مسائل کے حل اور روحانی علمی اور تربیتی مشکلات کے علاج کے لیے رجوع کرتے تھے اور ہمیشہ انھیں رہنمائی ملتی تھی۔ حضرت قاری طیب محمد صاحبؒ کی شخصیت میں ایک صالح آسودہ اور رہنما موجود ہے۔

وفات حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ

البعث الاسلامی لکھنؤ

ہندو بیرون ہند کے مسلمانوں نے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی وفات کی خبر بڑے رنج وغم کے ساتھ سنی، حضرت دارالعلوم دیوبند کے رئیس الجامعۃ تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ باوجود اس کے حضرت کی عمر طبعی اور صحت کے مسلسل انحطاط کو دیکھتے ہوئے یہ حادثہ غیر متوقع نہیں تھا لیکن آپ کی شخصیت کے اعتبار سے حادثہ ایک عظیم دینی علمی، نقصان سے عبارت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علمی اور دینی حلقوں میں آپ کی شخصیت کا ایک عظیم احسان تھا۔ آپ کی تربیت گاہ نے بے شمار علماء تیار کیے ہندوستان کی علمی ودینی تاریخ حضرت قاری صاحبؒ نے ایک روشن صفحہ اور ایک زرّیں باب کا اضافہ کیا ہے۔ آپ نے نصف صدی سے زیادہ مدت تک دارالعلوم دیوبند کا منصب اہتمام سنبھالے رکھا اور اس مدت میں ایک مخصوص انداز میں علوم دینیہ کی تعلیم اور مسلمانوں کی تربیت کا فریضہ انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزاء خیر عطا فرمائے۔

ہندوستان میں حضرت قاری محمد طیب صاحب کی وفات

مجلۃ العرب پاکستان

حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند ہندوستان میں وفات پا کر رحمت باری میں منتقل ہو گئے۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر پچاسی سال تھی۔ آپ کے جدامجد مولانا محمد قاسم نانوتویؒ علماء ہند کے سرخیل، اور دارالعلوم دیوبند کے بانی تھے،

حضرت مرحوم نے ابتدائی تعلیم اپنے والد حافظ محمد احمد اور حضرت شیخ الہند محمود الحسنؒ معروف بہ شیخ الہند سے حاصل کی۔ حضرتؒ نے حدیث فقہ تفسیر منطق حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ سے پڑھی۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ نے دارالعلوم دیوبند ہی میں تدریس کا مشغلہ اختیار کیا اور بتیس سال کی عمر میں مہتمم کے طور پر آپ کا تقرر ہوا۔ فراغت تعلیم کے بعد تقریباً گیارہ سال تدریس کے تجربہ کے بعد آپ نے منصب اہتمام سنبھالا۔ اور وفات تک اس عہدہ پر قائم رہے۔ دارالعلوم دیوبند کو حضرتؒ کے دور اہتمام میں ہمہ جہت ترقی حاصل ہوئی اور مدرسین کی تعداد جو ۱۹۲۹ء میں اٹھارہ تھی بڑھ کر ساٹھ ہوگئی۔ اور مختلف شعبہ جات آٹھ سے بڑھ کر تئیس ہو گئے حضرتؒ کا خصوصی امتیاز آپ کی خطابت وتقریر تھا۔ آپ کی حیات مبارکہ علوم دینی کی خدمت وتدریس شعائر اسلام کی نشر واشاعت اور علوم دینیہ صحیحہ میں طلبہ کی تربیت کے لیے وقف تھی۔ آپ کے معاصر علماء میں مفتی محمد شفیعؒ صاحب، مفتی محمد حسین بانی جامعہ اشرفیہ لاہور، حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ، مولانا سعید احمد اکبر آبادی، مولانا بدر عالم میرٹھی عالم اسلام میں معروف وممتاز ہیں۔ حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کثیر التصانیف مصنفین میں شامل ہیں۔ آپ کی زیر نگرانی تاریخ دارالعلوم دیوبند بھی مرتب ہوئی حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ اکابر دیوبند کے اس سلسلہ کی آخری کڑی تھے۔ جس نے ہندوستان میں اپنی نوعیت کے اس منفرد ادارہ کی بناء وتاسیس فرمائی ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپکو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت مولانا الشیخ محمد طیب القاسمیؒ وفات پا گئے

جریدہ الرائد لکھنؤ

۶ رشوال ۱۴۰۳ھ کو عالم ربانی حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ رئیس جامعہ دارالعلوم دیوبند دنیائے فانی سے رحلت فرما کر رب ذوالجلال کی جوار رحمت میں منتقل

ہوگئے آپ کی عمر چھیاسی سال تھی۔ زندگی کے پچاس سال آپ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم رہے۔ اس عرصہ میں آپ بہت سی اسلامی سرگرمیوں اور تعلیمی وتربیتی تنظیموں کے سرپرست رہے۔ آپ ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مجلس اعلیٰ کے ممبر اور ہندوستان میں مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر رہے دارالعلوم دیوبند کے واسطہ سے بے شمار تعلیمی سرگرمیوں کی سرپرستی کے ساتھ حضرتؒ کو ایک بے مثال عوامی مقبولیت حاصل تھی۔ دینی حلقوں میں آپ کو جو احترام حاصل تھا اس کی نظیر مشکل سے ہی ملتی ہے۔ آپ کا طرز خطاب نہایت مؤثر تھا آپ ان علماء میں ممتاز تھے جنھوں نے علم اخلاص تزکیۂ نفس دعوت دینی اور تعلیم وتہذیب نفس اور روحانیت کے اوصاف کو کامل طریق پر اپنی شخصیت میں جمع فرمایا اس کے ساتھ ہی آپ تواضع عفو ودرگذر اور نرم گفتاری کے لیے بھی معروف تھے۔ حضرت قاری صاحبؒ بہت سفر فرماتے تھے، آپ نے دینی اور تعلیمی مقاصد کے لیے پورے عالم کے سفر فرمائے۔ لیکن آپ کے اسفار اور دینی علمی ودعوتی عمل کبھی دارالعلوم دیوبند کے منصب اہتمام کے فرائض کی انجام دہی میں مخل نہیں ہوئے یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم آپ کے دور میں اسلامی جامعات میں ممتاز ترین مقام پر پہنچ گیا اس کے شعبوں طلبہ کی تعداد اور تعلیمی سرگرمیوں کے اعتبار سے اسے ایشیاء کی عظیم اسلامی یونیورسٹی قرار دیا جانے لگا حضرت قاری صاحبؒ کی شخصیت اپنے اوصاف خلق وکرم کی وجہ سے تمام طبقوں اور مدارس فکر میں مقبول ومحترم تھی۔ منصب اہتمام کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہونے کے باوجود آپ لوگوں کے ساتھ معاملات میں رعایت وتسامح اور الطاف و کرم کے لیے معروف تھے۔ ایک مخصوص وصف جس کے لیے حضرتؒ مشہور تھے اور بہت کم لوگ اس سے متصف ہوتے ہیں وہ سخت نقد وتعریض کے وقت آپ کا تحمل اور حلم تھا۔ آپ کبھی کسی کے ساتھ درشت کلامی نہیں فرماتے تھے بلکہ تنقید پر آپ مکمل ضبط نفس کا مظاہرہ فرماتے۔ سلوک کی راہ میں حضرتؒ اپنے شیخ اکبر حضرت تھانویؒ کے طریق تربیت پر عمل فرماتے تھے، دینی مواعظ وخطبات آپ کا خصوصی امتیاز تھا اور اس سے آپ نے

ہزاروں قلوب کو مسخر فرمایا، آپ کے اخلاص کا عالم نے اعتراف کیا تھا اور آپ اپنے جد محترم مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے حقیقی معنی میں جانشین تھے۔ آپ کی شخصیت ہمہ جہت تھی اور اس کی جامعیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ دارالعلوم دیوبند کے سربراہ ہونے کے ساتھ ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مجلس اعلیٰ کے ممبر بھی رہے علی گڑھ یونیورسٹی میں بھی آپ کے محبین اور معتقدین کی ایک بڑی تعداد موجود تھی اس کے ساتھ آپ مسلم پرسنل لاء بورڈ کے بانی اور صدر بھی تھے علوم اسلامی کی تعلیم آپ کا خاص موضوع تھا بلاشبہ برصغیر کے مسلمانوں میں دینی تعلیم ودعوت کے باب میں جو عظیم خدمات آپ نے انجام دیں وہ تاریخ اسلام کا ایک روشن باب ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے الفاظ میں ہندوستان میں دعوت کی تاریخ آپ کے مناقب اور خدمات کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ وفات پا گئے

الدعوۃ، دہلی

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ گذشتہ ماہ جولائی کی سترہ تاریخ کو وفات پا گئے ان کی وفات سے عالم اسلام اور بالخصوص برصغیر ہند میں امت اسلامیہ نے علم و خطابت اور تحریر میں ایک عظیم بے مثال شخصیت کو کھودیا مستقبل قریب میں اس خلاء کا پُر ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ حضرتؒ ہندوستان کے ایک ممتاز علمی ودینی خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے جدامجد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے دارالعلوم دیوبند کے نام سے ایک عظیم اسلامی یونیورسٹی قائم فرمائی۔ اس ادارہ نے ہندوستان میں علوم اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ اور جدید نسل کی دینی تعلیم وتربیت میں ایک ممتاز کردار ادا کیا، حضرت مولانا محمد طیب صاحبؒ نے پچاس سال سے زائد عرصہ تک اس ادارہ کی سربراہی فرمائی۔ دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے ارکان اور بالخصوص مشہور مرشد و مصلح حضرت تھانویؒ کی رائے سے آپ کا انتخاب اہتمام کے لیے عمل میں آیا۔ حضرت تھانویؒ کی رائے میں

حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ اپنے صلاح اور شخصی خصائص کے اعتبار سے اس منصب کی ذمہ داری سنبھالنے کے سب سے زیادہ اہل تھے، حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ نے پورے اخلاص اور امانت داری اور دیانت داری کے ساتھ اپنے فرائض کی انجام دہی فرمائی۔ اور ثابت کردیا کہ آپ اکابر کے اعتماد کے اہل تھے، حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ بہت سی صفات جمیلہ کے جامع تھے آپ نے ہندوستان میں علوم اسلامی کی نشر واشاعت کے لیے عظیم خدمات انجام دیں۔ آپ پوری زندگی ہند و بیرونِ ہند میں اسفار فرماتے رہے اور لوگوں کو اپنے مواعظ سے کتاب اللہ کے اتباع اور سنت رسول پر عمل کرنے پر آمادہ فرماتے رہے۔ آپ کا نام دارالعلوم دیوبند کے ساتھ لازم وملزوم ہوگیا تھا آپ کے دور میں دارالعلوم متوسط درجہ کے ایک ادارہ سے بڑھ کر برصغیر کی عظیم اسلامی یونیورسٹی بن گیا۔ دارالعلوم کے چشمۂ علمی سے ہندوپاکستان بنگلہ دیش سری لنکا برما ملیشیا اور جنوبی افریقہ کے بے شمار طلبہ نے استفادہ کیا۔ اس فیضان علمی کا سبب حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کی تعارفی اور دعوتی مساعی تھیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی رحمتوں سے حضرت قاری صاحبؒ کو ان کے اعمال صالحہ کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ اور جنت عدن میں ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین!

فی ذمۃ اللہ

اخبار الداعی/دارالعلوم دیوبند

شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۷/جولائی ۱۹۸۳ء بروز یکشنبہ دوپہر بارہ بجے میں عادت کے مطابق کسی تحریری کام میں مشغول تھا کہ اچانک میری سماعت سے ایک آواز ٹکرائی۔ مائک پر مغموم لہجہ میں برصغیر کے سب سے ممتاز عالم اور مؤقر دینی شخصیت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی وفات کا اعلان ہورہا تھا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ باجود اس کے کہ تقریباً دس منٹ تک اعلان کی بازگشت سنائی دیتی رہی میں اور

میرے رفقاء کے لیے خبر کی صداقت پر یقین کرنا دشوار ہو رہا تھا اس شک کی وجہ سے اور کوئی نہیں بلکہ اس شخصیت کی عظمت اور علمی وقار کبھر وفات پر یقین کرنے میں مانع آ رہا تھا، اور ہم اسی طرح شک میں مبتلا رہے جیسے عظیم شخصیات کی موت کی اچانک خبر پر یقین دشوار ہوتا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے ذمہ دار اساتذہ اور طلبہ فوراً ہی حضرتؒ کے دولت کدہ پر جمع ہونے شروع ہو گئے جہاں حضرت کا جسد خاکی آخری زیارت کے لیے رکھا تھا، اس وقت منتسبین اور متعلقین کے لیے اس دار فانی سے پردہ فرمانے سے پہلے حضرت کی ایک جھلک دیکھنا اور حضرت کے پسماندگان کو تعزیت دینا واحد مقصد تھا تقریباً دو گھنٹے بعد ریڈیو دہلی نے خبر نشر کی پھر ۱۸/ جولائی کی شب میں حضرتؒ کے بعض منتسبین نے ریڈیو پر حضرت کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا ریڈیو پاکستان سے بھی وفات کے فوراً بعد خبر نشر ہوئی اور اخبارات وجرائد میں خبر شائع ہونے کے ساتھ ہی یہ اطلاع ملک کے طول وعرض میں پھیل گئی۔ وفات کے روز رات گیارہ بجے دارالعلوم کے احاطہ مولسری میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ تمام طلبہ اساتذہ اور ذمہ داروں نے دارالعلوم میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی نماز پڑھنے والوں کی تعداد پانچ چھ ہزار سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ نماز کے بعد قبرستان قاسمی میں جو پہلے دن سے علماء اور مشائخ کبار کا مدفن رہا ہے، تدفین عمل میں آئی، حضرتؒ ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۷ء میں پیدا ہوئے اس اعتبار سے آپ کی عمر اٹھاسی سال تھی۔ اس عمر کے طبعی ضعف اور عوارض نے آپ کو وفات سے پہلے صاحب فراش کر دیا تھا۔ آپ بے نحیف ونزار تھے لیکن ضعف اور مرض نے آپ کی قوائے فکریہ کو متاثر نہیں کیا تھا وفات کے دن آپ نے حسب عادت صلوٰۃ فجر ادا کی اور تلاوت قرآن کریم فرمائی۔ کچھ غذا تناول فرمانے کے بعد تقریباً دس بجے ایک طبیب کو نبض دکھانے اور کیفیت سنانے کے دوران سانس اکھڑنے لگی اور چند منٹ میں روح قفس عنصری سے آزاد ہو کر رفیق اعلیٰ سے جا ملی۔

کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ دینی تعلیم کے ساتھ آپ نے وقت کے نامور مشائخ سے روحانی تربیت حاصل کی جن میں سرفہرست حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ تھے اللہ عزوجل نے حضرتؒ کو ان تمام خصوصیات وملکات سے نوازا تھا جن سے ممتاز ترین عالم دین اور داعی الی اللہ متصف رہے۔ دارالعلوم دیوبند کے مشائخ اور اکابر نے ابتداء سے حضرتؒ میں ان خصوصیات کی جھلک دیکھ لی تھی اس لیے مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ مہتمم خامس دارالعلوم دیوبند کے دور میں ہی حضرت کو دارالعلوم کے منصبِ اہتمام کے لیے منتخب کرلیا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک تیئس سال کے قریب تھی، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ کی وفات کے بعد ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹۲۹ء میں باتفاق علماء واکابر حضرتؒ کو دارالعلوم کا مہتمم منتخب کیا گیا۔

حضرت اپنے اوصاف اور حسب ونسب میں حلقہ دارالعلوم میں سب سے ممتاز تھے آپ حضرت الامام محمد قاسم نانوتویؒ بانیٔ دارالعلوم (م: ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۷۹ء) کے پوتے تھے۔ حضرتؒ کی شخصیت ان اوصاف وکمالات کی جامع تھی جو دارالعلوم کے انتظام وانصرام اور اجتماعی زندگی کی تدبیر کے لیے ضروری ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بصیرت تدبیر ذکاوت علم اور دیانت جیسے اوصاف آپ کی ذات اقدس سے پہچانے جاتے تھے۔ بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے تاثر اور فضائل کے اعتبار سے دارالعلوم دیوبند کے اہتمام وادارۃ کے لیے سب سے اہل اور قابل شخصیت تھے۔

حضرتؒ تقریباً ساٹھ سال رئیس الجامعہ دارالعلوم دیوبند رہے یہ ایسی طویل مدت ہے کہ اس پر برقرار رہنا ایک کرامت ہی قرار دی جاسکتی ہے اس وجہ سے حضرتؒ کی ذات اور دارالعلوم دیوبند ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہوگئے تھے اور جب ہندوستان کے طول وعرض میں بلاتقیید حضرت مہتمم صاحبؒ کہا جاتا تھا تو دیوبند کے منتسبین کا ذہن حضرت کی ذات اقدس کی طرف ہی منتقل ہوتا تھا۔

دارالعلوم دیوبند کی ترقی اور شہرت میں حضرتؒ کا حصہ تمام سابق مہتممین سے زیادہ

اور موثر ہے آپ نے اپنے رفقاء مولانا حسین احمد مدنیؒ علامہ ابراہیم بلیاویؒ ناظم تعلیمات شیخ فخر الدین احمد محدث جو مولانا مدنیؒ کے بعد دارالعلوم کے شیخ الحدیث بنے کے ساتھ دارالعلوم میں ہمہ جہت ترقیات کا ایک دور پورا فرمایا۔ آپ کے دور کے عظیم کارناموں میں سے دارالعلوم دیوبند کا اجلاس صد سالہ ہے جو ۲۱ر تا ۲۳ر مارچ ۱۹۸۰ء میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں برصغیر ہند و پاک عالم عربی اور پوری دنیا سے ممتاز اہل علم دانشور مشائخ علماء صوفیاء و مفکر و مبلغین اور تعلیم و تربیت کے میدان کے فضلاء روزگار شریک ہوئے یہ اجلاس بے نظیر اور بے مثال تھا۔ عامۃ المسلمین اس میں جس تعداد میں شریک ہوئے اس کی مثال میدان عرفات میں حج کے اجتماع کے بعد کہیں نہیں ملتی یہ ایک حقیقت ہے کہ دارالعلوم دیوبند مسلمانانِ ہند کا مرکز ہے یہ علوم دینی کی سب سے قدیم اور بڑی یونیورسٹی ہے مسلمانوں کے دلوں میں اس کے لیے وہی عظمت واحترام ہے جو اہل مصر کے دلوں میں ازہر شریف کے لیے ہے۔ ہر دینی مسئلہ کے حل کے لیے مسلمانانِ ہند دارالعلوم کی طرف دیکھتے ہیں اور ہر تاریکی میں اسی ادارہ کی پھیلائی ہوئی روشنی سے استفادہ کرتے ہیں اس دیار ہند میں دین اور عقیدہ سے متعلق ہر معاملہ کو وہ دارالعلوم سے وابستہ کر کے ہی سوچتے ہیں کہ حضرت حکیم الاسلام دارالعلوم کے میر کارواں تھے ساٹھ سال انھوں نے اس ادارہ کی خدمت اور اس کی ترقی کو اپنا مقصد حیات بنایا آپ کے اخلاص علوم ربانیہ اور کتاب وسنت میں عمل نے عامۃ المسلمین کے قلوب میں آپ کے لیے وہ احترام عظمت واکرام اور گرویدگی پیدا کر دی تھی جو تاریخ میں بہت شاذ و نادر اہل علم وفضل کے حصہ میں آتی ہے۔ اسی وجہ سے دارالعلوم کے منصبِ اہتمام کے علاوہ اور بے شمار تعلیمی اداروں اور دینی تنظیموں نے سرپرستی اور صدارت کے لیے آپ کا نام تجویز کرنے میں ہمیشہ فخر سمجھا، اللہ تعالیٰ نے حضرتؒ کی شخصیت کو مجمع الفضائل بنایا تھا آپ میں روح عمل اعلیٰ اخلاق کتاب وسنت اور ان کے علوم میں تعمق اور گہرائی اسرار شریعت سے واقفیت فضل وکمال و جمال پوشاک اور طعام و شرافت کی لطافت خطابت

کی قوت زبان و بیان کی شیرینی احکام شریعت کے بیان وتفہیم کی قدرت اور اس کے منفرد سلیقہ جمع تھے میں نے برصغیر میں کسی کو نہیں دیکھا جس نے اس مہارت کے ساتھ اپنے خطابت اور مواعظ سے عوام کے قلوب کو مسخر کیا ہو۔آپ کی تقریر قوت حافظہ دلائل کی خوبی اور حکمت دعوت کی آئینہ دار ہوتی تھی۔آپ جس خوبی کلام اور جمال وکمال کے اجتماع کے ساتھ حقیقت اسلام اور اس کی حقانیت کے دلائل پیش فرماتے تھے اس کے لیے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ سننے والے محسوس کرتے تھے کہ گویا ایک ملک مقرب عالم بالا سے خطاب کررہا ہے۔آپ کے مواعظ کا خاص پہلو سکون واطمینان کی کیفیت ہے جس کے ساتھ سامعین تین گھنٹہ خطاب بغیر تعب کے پوری توجہ وانہماک سے سن لیتے تھے حضرت کی اکثر تقاریر دو گھنٹے سے زائد طویل ہوتی تھیں، آپ یہ تقریر فی البدیہہ فرماتے تھے اکثر موضوعات کا انتخاب عین موقع پر ہوتا لیکن سامعین کو معلومات کی کثرت اور تعبیر کی عمدگی سے محسوس ہوتا موضوع سے متعلق مواد پوری طرح مستحضر ہے۔تقریر کے بعد حضرتؒ کے اسلوب بیان کی ندرت مدتوں ذہنوں کو معمور کیے رکھتی اور بیشتر سامعین کی سعی ہوتی کہ وہ جہاں موقع اور ممکن ہو حضرتؒ کے مواعظ سے مزید بہرہ مند ہوسکیں۔ خطابت ووعظ کے ساتھ جو حضرتؒ کا خاص وصف کمال تھا۔تحریر میں بھی حضرتؒ کے نقوش لازوال ہیں۔ اس کے ساتھ آپ اردو اور فارسی کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔مختلف اسلامی موضوعات پر آپ نے بے شمار مقالات اور کتابیں تصنیف فرمائیں ان میں سے بہت سی انگلش اور عربی زبانوں میں ترجمہ بھی ہوئیں۔آپ کی تصانیف میں سے اہم ترین التشبہ فی الاسلام دینی دعوت کے قرآنی اصول اجتہاد اور تقلید وغیرہ ہیں۔ اردو میں آپ کے منظوم کلام میں مشتمل دیوان بھی زیور طبع سے آراستہ ہوا ہے۔حضرتؒ نے زندگی میں برصغیر ہندو پاک کے بیشتر شہروں کے دعوتی اسفار فرمائے ہر جگہ منتسبین اور متعلقین جماعت دیوبند آپ کے خطبات سے بہرہ مند ہوئے۔اس کے علاوہ شخصی اور رسمی دعوتوں پر آپ نے بیرون ملک بہت سے اسلامی اور یوروپی ملکوں میں سفر فرمائے۔

اور دینی علوم اور دعوتی موضوعات پر کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت فرمائی۔

اسلام اور قوم مسلم کے لیے خدمت کی طویل تاریخ علم اور دعوت دین کی راہ میں آپ کی مساعی علماء اور مسلم رہنماؤں کی صفوں میں آپ کی عبقری شخصیت اور اس کے ممتاز خصائص کی طرف نظر کرتے ہوئے یہ کہنا بجا ہے کہ برصغیر ہند میں آپ نے ایک تاریخ بنائی اور آپ کی وفات پر ایک عہد کا خاتمہ ہو گیا آپ کی وفات ایک خاندان کا نقصان نہیں بلکہ ایک مخصوص علمی اور دینی ماحول کا بھی خسارہ نہیں بلکہ اجتماعی طور پر علمی و دینی حلقوں کا خسارہ اور ہند بلکہ عمومی طور پر اسلامی دنیا میں اسلام سے متعلق سرگرمیوں کا خسارہ ہے۔

آپ کی روح مبارک اللہ کی رحمتوں میں اس کی جنتوں کی نعمتوں میں رہے اور اللہ تعالیٰ جامعہ دارالعلوم دیوبند کو بالخصوص اور برصغیر میں دینی سرگرمیوں کو بالعموم آپ کا بہترین عوض عطا فرمائے۔ اور مبلغین ودعاۃ اور روح شریفہ سے واقف علماء واہل اللہ میں آپ کے نمونے پیدا فرمائے۔ آپ کے بعد ہمارا اجر باقی رہے۔ بلاشبہ اللہ ہی کے لیے ہے جو اس نے لیا اور جو عطا کیا اور ہر چیز اس کے پاس سے ایک وقت معین کے لیے آتی ہے۔

❁❁❁

ملکی تعزیتی خطوط

تجویز تعزیت دارالعلوم

۷/۸/۹ رصفر ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۳/۱۴/۱۵ رنومبر ۱۹۸۳ء

حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ کی وفات ہندوستان کی سطح پر ہی نہیں بلکہ عالم گیر علمی حلقوں کا ایک ناقابل تلافی نقصان تھا وہ اپنے اعلیٰ خاندان اور علمی نسبتوں، علم وفضل اور خدمات جلیلہ کی بناء پر جماعت دیوبند کی آخری سر برآوردہ شخصیت تھے ان کے بعد علم وعمل کے چراغوں میں روشنی نہ رہی، نسبتوں اور وجاہتوں کی شمع ایسی بجھی کہ پھر کوئی دوسری شمع روشن نہ ہوئی گذشتہ نصف صدی کی علمی، دینی، تحریری، تصنیفی اور تالیفی خدمات صرف ان کے نام سے معنون ہیں وہ نسبت جس کے تحفظ اور بقاء کے لیے ہر فرزند دارالعلوم مستعد رہتا ہے اور جس کے استعمال سے قاسمی برادری کے لاتعداد اور بے شمار لوگوں نے اپنی شخصیتوں کو ابھارا، نامور بنے وہ اس نسبت کے آخری تاجدار کے گلے پر چھری پھیرنے سے ذرا بھی نہیں ہچکچائے اور اس فرشتہ صورت اور فرشتہ سیرت انسان کو پے در پے اتنے زخم دیے کچوکے لگائے کہ اس کا جسم لہولہان اور روح بے چین و مضطرب ہوگئی مگر آہ! قاتلان طیب کے دل نہ پسیجے اور نہ خوف خدا اور نہ خوف آخرت کا انہیں خیال آیا جھوٹ کے طومار باندھے گئے، سازشوں کے جال بچھائے گئے اور امریکی پروپیگنڈہ کی طرح وہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ الامان والحفیظ۔

اس سازش کے شریک کچھ لوگ تو اس دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں گنتی کے چند لوگ باقی ہیں لیکن تاریخ نے ان کے کردار، عمل اور کذب وافترا کو ہمیشہ کے لیے اپنے دامن میں محفوظ کرلیا ہے، جب تاریخ کے دھارے پلٹتے ہیں اور حقائق و

واقعات کے سوتے اچانک پھوٹ پڑتے ہیں تو کریہہ چہروں سے نقاب الٹتی ہے۔

دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے متدین، معزز اراکین نے حضرتؒ کی وفات پر جو تعزیتی تجویز پاس کی ذرا اس کی زبان، لب ولہجہ، جذبہ اور فکر دیکھئے ساٹھ سالہ عظیم علمی، دینی، تحریری، قلمی، تصنیفی، تالیفی، انتظامی خدمات کے خراج کے لیے الفاظ کیسے سکڑ گئے، حروف وعبارتوں نے کیسے اپنا دامن سمیٹ لیا اور اصحاب قلم کی صلاحیتیں کیسی کند ہو کر رہ گئیں کہ دارالعلوم دیوبند کی ساٹھ سالہ خدمات کے لیے ساٹھ لائن بھی نہ لکھ سکے۔

(مؤلف)

دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کا یہ اجلاس دارالعلوم کے سابق مہتمم اور عالم اسلام کے ممتاز و بلند پایہ عالم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے حادثۂ وفات پر انتہائی رنج وغم اور درد والم کا اظہار کرتا ہے، مرحوم ومغفور کو اللہ تعالیٰ نے لاتعداد محاسن ومناقب اور فضائل ومکارم سے نوازا تھا، علوم ظاہری میں وہ امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے بلند پایہ مایہ ناز تلمیذ رشید تھے، اور علوم باطنی میں ان کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسے عظیم المرتبت شیخ کی خلافت حاصل تھی، انہوں نے اپنے سرچشمۂ فیض سے درس وتدریس، موعظت ودعوت، اور رشد وصحبت کے مختلف ذرائع سے اپنی طویل عمر میں نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلام کو سیراب کیا۔

دارالعلوم دیوبند میں انہوں نے نصف صدی کے طویل عرصہ تک اس عظیم ادارہ کے فرائض انجام دئے، خوش قسمتی سے ان کو اس دور میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ التفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت کا فخر حاصل ہے اور ان کے دوش بدوش انہوں نے دارالعلوم کی شہرت وعظمت کو چار چاند لگادیئے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں حسن تقریر کی بے بہا دولت سے نوازا تھا اپنے جد امجد حضرت

نانوتویؒ کے علوم حکمیہ پر ان کی گہری نظر تھی، اسی لیے وہ جب بڑے بڑے اجتماعات میں علم وحکمت کے موتی بکھیرتے تو ''کان علیٰ رؤسھم الطیور'' کا منظر سامنے آجاتا اور سامعین مسحور ہوکر رہ جاتے۔

علوم ظاہری و باطنی کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حسن صورت اور حسن سیرت کے محاسن سے بھی نوازا تھا، محبت و شفقت، شیریں زبانی، ہمدردی، دل جوئی، انسانیت و مروت کے جذبات ان کو قدرت نے فراخ دلی سے عطا کیے تھے، ہر شخص کے کام آنا، اور ہر ایک کی ضرورت کو پورا کرنا ان کا مزاج بن گیا تھا۔

حضرت حکیم الاسلام کا انتقال ملت اسلامیہ کا عموماً، اس عظیم ادارہ کا خصوصاً ناقابل تلافی نقصان ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں مقام عالی عطا فرمائے، انبیاء وشہداو صالحین کے زمرے میں شامل کرے اور ان کے اہل خاندان خصوصاً ان کے تینوں صاحب زادوں مولانا محمد سالم، مولانا محمد اسلم، اور مولوی محمد اعظم قاسمی اور صاحبزادیوں کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین۔

''رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کاملۃ شاملۃ''

حضرت حکیم الاسلامؒ کی وفات حسرت آیات پر دنیا بھر سے آنے والے تعزیتی خطوط کا انبار لگ گیا ٹیلی گرامس کی تعداد الگ تھی، ان تمام مکاتیب تعزیت کو اتنے طویل زمانے تک محفوظ رکھنا ایک بڑا کام تھا۔ بے شمار خطوط ضائع ہوگئے، جو باقی تھے، ان کا بھی انتخاب ہی شامل کتاب کیا گیا ہے، آنے والی جلدوں میں جہاں حکیم الاسلامؒ کی زندگی کے دیگر گوشوں پر مضامین کی ترتیب ہوگی وہیں باقی ماندہ تعزیتی پیغامات کو شامل کتاب کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔ غیر ملکی اور ملکی تعزیتی خطوط کی قارئین کی سہولت کے لیے الگ الگ ترتیب قائم کی گئی ہے۔

(مرتب)

عالی جناب گیانی ذیل سنگھ صاحب صدر جمہوریۂ ہند:

حضرت حکیم الاسلام کی وفات حسرت آیات پر صدر یہ جمہوریۂ ہند نے اپنے غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا، کہ ہندوستان نے ایک مسلمان عالم دین اور محقق کھودیا ہے۔ انھوں نے اپنی زندگی پیغام نبوی اور حضور کی تعلیمات عام کرنے میں ایک خطیب اور مبلغ کی حیثیت سے گذاری۔

محترمہ اندرا گاندھی صاحبہ، وزیر اعظم ہند:

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب اسلامی علوم کے میدان کے ایک نمایاں علامت تھے ان کی یادگار ان کے زیر اہتمام دار العلوم دیوبند خود ہے۔

حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ، بانی ندوۃ المصنفین دہلی

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے ممتاز عالم دین اور خطیب تھے، انھوں نے اسلامی دعوت اور تعلیمات کو منبر و محراب سے عام کرنے میں اپنی زندگی وقف کردی، اور دار العلوم دیوبند کو ترقیات کے اعلیٰ درجات تک پہنچادیا۔

امیر جماعت اسلامی ہند:

امیر جماعت اسلامی حضرت مولانا ابواللیث صاحب اصلاحی نے تعزیتی ٹیلی گرام میں قاری صاحبؒ مرحوم کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے دعا کی کہ اللہ ان کے درجات جنت میں بلند فرمائے۔

میر واعظ مولوی محمد فاروقؒ، سرینگر کشمیر

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ عالم دین اور اسلاف کے نمونہ تھے، ان کی

وفات سے ہندوستانی مسلمانوں کا ایک نمایاں عہد ختم ہو گیا۔

نصف صدی سے زائد عرصے تک دار العلوم دیوبند کے مہتمم کی حیثیت سے انھوں نے دعوت وتبلیغ، اصلاح معاشرہ اور اسلامی تعلیمات عام کرنے کی نمایاں خدمات انجام دیں۔

اللہ تعالیٰ اکو علم وبردباری، زہد وتقویٰ اور قوت گویائی وحکمت کی بہت سی خصوصیات سے نوازا تھا۔

حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ بانی جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

مکرم جناب مولانا محمد سالم صاحب-------------دام کرمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج چوتھا دن ہے احقر اہلیہ کے علاج کے لیے بمبئی حاضر ہوا ہے، کل اچانک حادثۂ جانکاہ کی اطلاع ملی لیکن یقین نہیں آیا اس لیے کہ شام ہی کو جناب غازی صاحب سے حضرت کی خیریت معلوم ہوئی تھی، اور اطمینان تھا بارش بہت تیز ہو رہی تھی آمد و رفت کے راستے بند تھے کئی جگہ ٹیلیفون ملایا سب جگہ لاعلمی کا جواب آیا محمد بھائی سے رابطہ قائم کیا مگر وہ دوسری جگہ تھے بعد میں خبر ملی اور ریڈیو سے بھی معلوم ہوا کہ خبر صحیح ہے دلی صدمہ پہنچا جس نے بھی سنا سب پر ایک سکتہ طاری رہا۔

ہائے افسوس کہ اللہ پاک نے ایک نایاب موتی عطا کیا تھا لیکن امت نے قدر نہ کی جس کا وبال ہے کہ اللہ نے یہ نعمت چھین لی اب ہاتھ ملنے سے کیا ہوتا ہے، اللہ پاک حضرت کے درجات بلند فرما کر اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے، اور تمام پسماندگان و متوسلین کو صبر جمیل، اور امت پر رحم فرما کر اپنی قدرت کاملہ سے صحیح رہنما مرحمت فرمائے۔

آج ایک تار بھی کیا ہے یہاں سے فراغت کے بعد انشاء اللہ حضرت کے مزار پر حاضری دے گا۔

احقر صدیق احمد باندوی غفرلہ مقیم بمبئی مسجد نشان پاڑہ روڈ، ۷ر شوال ۱۴۰۳ھ

مکرم ومحترم ----------- زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اس سال ہی کا نہیں اس دور کا ایک عظیم سانحہ حکیم الاسلام حضرت مولانا الحاج الحافظ القاری مولانا محمد طیب صاحبؒ کی وفات حسرت آیات ہے، حضرت موصوف مرکزی حیثیت کے بہت بلند پایہ عالم تھے، ان کو علمی تبحر کے ساتھ وعظ وتقریر اور خطابت میں ہر نوع کے علمی دینی موضوعات پر ان کے دعاوی کے لیے دلائل وبراہین کے ساتھ کلام کرنے کا خاص ملکہ اور مثالی درجہ حاصل تھا۔

دینی تعلیمات میں اسرار وحِکم کا بیان اس میں نکتہ آفرینیاں اور موشگافیاں ان کا خاص طرۂ امتیاز تھیں، علماء خدام وعوام سب ان کی تقریر سے متاثر ہوتے تھے، وہ اس دور کے اکابر علماء میں وعظ وتقریر کے میدان کی صف اول کے منفرد فرد تھے اس خاص شعبہ میں اور سلسلہ میں ان کی ذات گرامی عبقریت کا مصداق تھی۔

علوم وفنون میں وہ خصوصی تفوق اور درک ورسوخ رکھتے تھے انکا حجۃ اللہ البالغۃ کا درس اک خاص امتیاز کا حامل تھا۔

تصنیف اور تالیف کی لائن میں ان کی روشن، اہم اور قابل قدر خدمات میں، دارالعلوم کو ان کے نصف صدی سے طویل دور اہتمام وسربراہی میں زبردست ترقیات ہوئیں علم ظاہر کی فضیلت مآبیوں کیساتھ رشد وہدایت کے باطنی کمالات میں ان کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ سے منصب خلافت حاصل تھا، وہ قدیم بزرگ، بزرگوں کی آخری یادگار، شریف الاخلاق اور بزرگانہ وضع داریوں کے پیکر پر بہار تھے واقعہ یہ ہے کہ حضرت موصوف اجل علماء میں جامع کمالات اور عالمی شخصیت کے مالک تھے۔

ان کی وفات ایک ناقابل تلافی نقصان عظیم ہے، اہل مدرسہ اس سانحہ عظیمہ پر

تعزیت و ہمدردی کرتے ہیں اور دعا گو کہ اللہ تعالیٰ حضرت موصوفؒ کو جنت والفردوس میں درجاتِ عالیہ عطا فرمائے اور آپ اور جملہ پسماندگان و متعلقین ومتوسلین کو صبر جمیل و اجر جزیل ارزانی کرے۔

حضرت موصوفؒ کے سلسلہ میں ہمرشتہ ایک تجویز تعزیت اہل مدرسہ کی جانب سے ارسال خدمت ہے۔

جناب مولانا محمد اسلم صاحب اور جناب محمد اعظم صاحب کی خدمت میں بعد

سلام مسنون مضمون واحد

عالم اسلام کا زبردست سانحۂ عظمیٰ

۶رشوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۷رجولائی ۱۹۸۳ء یکشنبہ کو تمام عالم اسلام پر عموماً اور ملت اسلامیہ ہند پر خصوصاً اک ایسا عظیم سانحہ گذر گیا کہ عوام وخواص سب ہی گہرے رنج وغم میں ڈوب گئے وہ حادثہ اسلام کے مفکر عظیم، ممتاز ونمایاں عالم علوم دینیہ کی بین الاقوامی درسگاہ کے معمار وتزئین کار حکیم الاسلام حضرت الحاج القاری مولانا محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کا ہے۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین ومنتسبین کی کیفیات ناقابل بیان ہیں اور مستقبل میں بہت دور تک ایک عمیق اور تاریک خلا مزید گھیرا دے رہا ہے یقیناً اس اندوہناک حادثہ پران کا غیر معمولی تاثر ایک فطری امر ہے، ہم خدام بھی اس روح فرسا سانحہ فاجعہ پر غم والم کی سخت وشدید مضطربانہ کیفیات محسوس کرتے ہیں اور تعزیت کناں ہیں، یہ الفاظ ہمارے تاثرات کا شکستہ اظہار ہیں ہم بارگاہ خداوندی میں بصمیم قلب دعا گو ہیں کہ حق تعالیٰ حضرتؒ کے درجات بلند فرمائیں اور متعلقین ومنتسبین کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی فرمائیں، یہ تاثرات صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد سالم صاحب کی خدمت میں اوران کے حسن توسط سے سب ہی متعلقین کی خدمت میں پیش ہیں۔

مظفر حسین المظاہری رناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

محب ومکرم، محترم مولانا محمد سالم صاحب!--------السلام علیکم

میں سفر میں تھا کل دہلی پہنچا تو حادثہ فاجعہ کا علم ہو کر سخت صدمہ اور رنج ہوا، یہ حادثہ صرف ایک خاندان یا ایک ادارہ، یا کسی ایک ملک کا حادثہ نہیں ہے، بلکہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی وفات کے بعد تمام عالم اسلام کا سب سے بڑا المیہ ہے، حضرت کی وفات پر دیوبندی مکتبۂ فکر کا ایک اہم دور ختم ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ماہنامہ برہان اس سلسلہ میں اپنا فرض ادا کرے گا، چار پانچ دن میں میں خود ہی حاضر ہوں گا، سر دست آپ مولانا محمد اسلم، میاں اعظم اور دوسرے اعزا و اقربا میری طرف سے تعزیتِ قبول فرمائیں، دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو جنت الفردوس میں مقام جلیل عطا فرمائے اور آپ سب کو صبر جمیل کی توفیق عطا ہو۔ آمین ثم آمین۔

آپ کا شریک غم

(حضرت مولانا) سعید احمد اکبر آبادی

مکرم ومحترم جناب مولانا محمد سالم صاحب--------زید مجدہٗ السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے انتقال کی خبر اخبار کے ذریعہ ملی بہت ہی افسوس ہوا، خبر ملتے ہی خدام مدرسہ کو حضرت موصوف کے لیے دعائے مغفرت وترقی درجات اور آپ سب کے لیے صبر جمیل کی توفیق ملی، ایصال ثواب کے لیے تلقین کی گئی ہے کہ اپنے اپنے حلقہ میں کریں احقر کو بھی یہ سعادت ملی۔

جس قدر صدمہ وغم اس حادثۂ جانکاہ پر ہو کم ہے اس نوع کے جانکاہ حوادث میں ہم سب کا امتحان ہوتا ہے صبر وتحمل واستقامت ہی سے کامیابی نصیب ہوتی ہے، رزقنا اللہ وایاکم بذالک۔

منہ تعمیلاً للحکم وتحصیلاً للثواب چند کلمات عرض کرنے کا داعیہ پیدا ہوا چنانچہ عرض ہے۔

(۱) انا للہ و انا الیہ راجعون (۲) ان للہ ما اخذ و للہ ما اعطیٰ و کل عندہ باجلٍ مسمیً فلتصبر و لتحتسب۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ایک بدوی بزرگ نے جو کلمات تعزیت پیش کیے تھے ان کے عرض کرنے کا بھی داعیہ ہو رہا ہے

وخیر من العباس اجرك بعدهٗ ☆ واللہ خیر منك للعباس

اس نوع کے حادثہ کے سلسلہ میں اکابر کرام کے کچھ ارشادات کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے جس کی چند مطبوعہ کاپیاں مرسل ہیں۔

عزیزان مکرمین اسلم میاں سلمہ و اعظم میاں سلمہ و ہمشیرہ صاحبات کی خدمت میں مضمون واحد مسطور ہے۔

والسلام

ناکارہ ابرارالحق

مکرم و محترم مولانا محمد سالم صاحب، مولانا محمد اسلم صاحب و عزیزی اعظم صاحب زیدت عنایاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل ظہر کے وقت بعض احباب کے فون سے سانحہ کا علم ہوا، دفعۃً خبر ملنے سے جو اثر ہونا چاہیے تھا وہ ہوا، تدفین میں شرکت کی غرض سے مغرب تک سواری کی کوشش و انتظار میں وقت گذر گیا، لیکن مقدر کہ مہیا نہ ہو سکی، اور تدفین میں شرکت سے محرومی رہی۔

یہ سانحہ صرف کسی ایک خاندان ہی کا نقصان نہیں پوری امت کا نقصان ہے، لیکن تقدیر خداوندی پر راضی برضا کے علاوہ چارہ کیا ہے، بس اب سوائے اناللہ و انا الیہ راجعون، اللّٰھم أجر نی فی مصیبتی و اخلف لی خیراً منھا کے اور کیا کہیں۔

متعلقین کی خدمات میں بعد سلام مسنون تعزیت فرمائیں، عزیزان مولانا محمد طلحہ و

مولوی شاہد بھی کل سے یہیں آئے ہوئے ہیں وہ بھی سلام مسنون فرماتے ہیں، ان کو حادثہ کا علم یہاں پہونچ کر ہی ہوا۔

فقط والسلام

بندہ محمد انعام الحسن — بنگلہ والی مسجد

بقلم محمد غزالی — ۷رشوال المکرم ۱۴۰۳ھ

ذوالمجد والکرم مولانا محترم ---------------- زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت قاری صاحب حکیم الاسلام مرحوم کے وصال سے بے حد صدمہ ہوا، خبر بہت تاخیر سے ہوئی اس لیے جنازہ میں شرکت سے محرومی رہی جس کا بے حد افسوس ہے، بیشک یہ حادثہ فاجعہ نہایت اندوہناک ہے اس پر جتنا صدمہ ہو کم ہے حضرت مرحوم کے کمالات اظہر من الشمس ہیں اس وقت ان کی وفات سے اتنا بڑا عظیم نقصان ہوا جس کی تلافی بظاہر دشوار ہے لیکن اللہ ما اخذ ولہ ما اعطے صبر سے بہتر کوئی دوا نہیں تسلیم ورضا سے اچھا کوئی نسخہ نہیں ایک مومن کا یہی شیوہ ہے اور اسی پر نعم العدلان ونعم العلاوۃ کی بشارت ہے زیادہ غم سے اپنی صحت کو نقصان ہوتا ہے اس لیے اس کا علاج صرف انا للہ وانا الیہ راجعون ہے خبر ملتے ہی مدرسہ شاہی میں دو روز دعائے مغفرت ہوئی ایصال ثواب کیا گیا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائیں اور اپنے شایان شان ہر طرح کی نعمتوں کی کھیر فرمائیں نور اللہ مرقدہٗ وبرد مضجعہٗ طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔

لوگ کہتے ہیں بڑی ہی خوبیاں تھیں مرنے والے میں لیکن ناکارہ کہتا ہے بڑی ہی خوبیاں تھیں جانے والے میں ایسے لوگ مرتے کہاں ہیں، زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں اس کے نام پر---- اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

بوقت نزع آئی تجلی روئے جاناں کی نظر ❁ موت سمجھے تھے جسے وہ شربت دیدار تھا

بس اسی پر بات ختم کرتا ہوں مادح خورشید مداح خوداست

اللہ تعالیٰ ہم سب پسماندگان کو عموماً اور اہل خاندان کو خصوصاً صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔

پہلے خیال تھا کہ کیا لکھوں آپ کو خط دیکھنے کی بھی فرصت نہ ہوگی مگر بے اختیار یہ چند سطور لکھے گئے۔

خوید مسلم عبدالجبار الاعظمی غفرلہ

مدرجامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد، ۸؍شوال

مکرمی و محترمی جناب مولانا محمد سالم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

والد بزرگوار کے حادثہ فاجعہ کی خبر نے پورے دارالمصنّفین کی فضا کو سوگوار اور مغموم بنا دیا ہے اطلاع ملنے کے بعد ہی ناظم دارالمصنّفین جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب نے آپ کے نام ایک تعزیتی ارسال کیا تھا، وہ باہر تشریف لے گئے ہیں۔

حضرت محترم مولانا قاری محمد طیب صاحب کی موت نے پوری قوم وملت کی عمارت متزلزل کردی ہے۔

وماكان قيس هلكه هلك واحد ☆ و لكنه بنيان قوم تهدما

یہ سچ دارالعلوم دیوبند کی جو بے مثال اور عظیم الشان خدمات عمر بھر انجام دی ہیں دی تھیں اس کا انجام اتنا ہی شاندار ہونا چاہیے تھا مگر ان کے ساتھ آخر میں جو ہوا اس کے لیے کس کی اور کس سے شکایت کی جائے، والی اللہ المشتکی ۔

آپ حضرات کے تو والد محترم اور ایسے شفیق والد محترم تھے، آپ لوگوں کے غم واندوہ کا کون اندازہ کرسکتا ہے، یہ تنہا آپ کے لیے سانحہ نہیں ہے، ہم سب کے لیے اور پوری ملت اسلامیہ کے لیے سانحہ ہے، میں اپنی طرف سے اور دارالمصنفین کے ایک ایک فرد کی طرف

سے تعزیت پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ آپ کو اور تمام متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے برائے کرم میری جانب سے پورے اہل خانہ کو بھی تعزیت پیش کریں اللہ تعالیٰ اس علم و دین کے خادم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین ثم آمین۔

والسلام ضیاء الدین اصلاحی

دار المصنّفین شبلی اکادمی اعظم گڑھ الہند، ۸ر شوال المکرّم

حضرت مولانا عبداللہ عباس الندوی جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ

فاضل گرامی مولانا محمد سالم صاحب قاسمی ---- حفظہ اللہ وجعلہ خیر خلف لخیر سلف، آمین

عالم اسلام کی مخدوم و متبرک شخصیت کا روپوش ہوجانیکی خبر باعث صد رنج والم ہوئی طیب اللہ ثراہ، وبرد مضجعہ وحشر مع الصالحین من انہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت مغفور کی وفات صرف آپ کے خاندان کا حادثہ نہیں ہے، یہ پورے بر صغیر کی علمی دنیا کا المیہ ہے، ہر عالم دین تعزیت کا مستحق ہے، ہر دینی مدرسہ اپنے روحانی سر پرست سے محروم ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ جناب کو قدرت و عزیمت عطا فرمائے اور آپ کے تمام افراد خاندان کو صبر جمیل کا اجر حسن عطا فرمائے، بے شک آپ کی ذمہ داریا بہت بڑھ گئی ہیں اب حضرت مرحوم کے وابستگانِ دامن کے لیے آپ مصدر خیر اور مرجع برکات ہیں۔

برائے کرم میری تعزیت قبول فرمائیں اور جناب مولانا محمد اسلم صاحب، مولانا غازی حامد الانصاری صاحب اور صاحبزادوں کی خدمت میں پیش فرمائیں۔

ولسلام

عبداللہ عباس الندوی

مخلصم و مکرم زید مجدکم ----- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حادثہ فاجعہ کی خبر "قومی آواز" سے ابھی ملی، کل ریڈیو سے نہ معلوم ہوسکی تھی ورنہ بہت ممکن تھا کہ تجہیز وتکفین میں شریک ہوجاتا، اس محرومی کا غم ہمیشہ رہے گا، کن الفاظ میں تعزیتی کلمات کی تعبیر کروں جو بھی الفاظ منتخب کروں گا وہ اس کے لیے کم تر درجہ کے ہونگے، مذہبی شخصیت بڑی مشکل اور قربانیوں سے وجود میں آتی ہے جس کے بعد عرصہ تک انتظار کرنا پڑتا ہے، بس اللہ ہی بدل عطا فرمائے آمین، مسئلہ آپ حضرات کا نہیں ہے بلکہ پوری ملت کا ہے مجھے ہمیشہ ان کے مذہبی تشخص کے تحفظ کی فکر رہی الگ تھلگ رہنے کے باوجود لوگوں سے ہمیشہ اصرار کرتا رہا کہ شخصیت نہ مجروح ہونے پائے اللہ ہی نے محفوظ رکھا۔

آپ حضرات خوش نصیب تھے کہ اتنے دنوں تک ایسے عظیم باپ کا سایہ قائم رہا، آہ! اب اس سایہ سے ہمیشہ کے لیے محرومی ہوگی، مدتوں امت ان کی خوبیوں کو یاد کر کے روتی رہے گی، اللہ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور آپ حضرات کو صبر جمیل کی توفیق دے، آمین۔

والسلام

محمد تقی امینی ناظم سنی دینیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مکرم ومحترم جناب مولانا محمد سالم صاحب ومولانا محمد اسلم صاحب

ارحمکم اللہ صبراً جمیلاً و اجراً جزیلاً

بعد سلام مسنون! رمضان المبارک میں عشرہ اخیرہ سے بیمار ہوں، سورتی موٹا کے یہاں آتے ہوئے فون سے حضرت والا بزرگوار رحمۃ اللہ تعالیٰ کی وفات کا علم ہوا، انا للہ و انا الیہ راجعون، ماشاء اللہ کان ومالا یشاء لا یکون، اس عظیم حادثہ سے طبیعت بہت زیادہ متاثر ہوئی بہت زیادہ صدمہ ہوا سب ہی متعلقین و منتسبین غمگین ہیں اور دست بدعا ہیں حق تعالیٰ حضرت اقدس کو غریق رحمت کرے اور جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرماوے۔

موت التقی حیاۃ لا نفاد لہا ☆ قد مات قوم وہم فی الناس احیاء

وفات کی اطلاع ظہر کے وقت ملی نماز کے بعد راندیر کی تمام مساجد میں دعاء مغفرت کی گئی اور احقر نے اپنے مدرسہ رحیمیہ تجوید القرآن اور اپنے زیر اہتمام چلنے والے مدرسے مدرسہ انجمن اسلام راندیر اور مدرسہ دینیات کنارہ اسٹریٹ میں قرآن خوانی کے بعد دعاء مغفرت اور ایصال ثواب کے بعد تعطیل کر دی حق تعالیٰ قبول فرماوے اور حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کے درجات بلند فرماوے اور پسماندوں کو خصوصاً جناب کو اور برادر عزیز مولانا اسلم صاحب اور مولانا غازی انصاری صاحب وغیرہ جملہ چھوٹے بڑے متعلقین کو صبر جمیل عطا فرماوے اور اجر جزیل سے نوازے اور حضرت اقدسؒ کے صدقہ میں احقر کو حسن عمل وحسن خاتمہ نصیب فرماوے آمین بحرمت سید المرسلین ﷺ۔

دعا گو و دعا جو

احقر سید عبد الرحیم لاجپوری ثم راندیری

عزیزی مولوی سید ابرار احمد دہلوی سلمہ ذانیا گئے ہیں، ۱۵ر شوال کو آنے والے ہیں اطلاعاً تحریر ہے۔

ع۔ ''ان ماتحذریت قد وقع''

مخدوم گرامی جناب مولا محمد سالم صاحب ------ دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل قبیل عصر ایک ندوہ کے طالب علم نے وہ روح فرسا خبر ریڈیو کے حوالہ سے سنائی جو اگر چہ غیر متوقع تو نہ تھی مگر ابھی کان اس کے سننے کے لیے تیار نہ تھے اور دل و زبان برابر دعائیں کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس متاع گراں مایہ کو تا دیر امت کی فیض رسانی کے لیے باقی رکھے اور اس کے دریائے فیض سے مستفیض ہوتے رہنے کا مزید مدت مدید تک موقع عنایت فرماتا رہے، مگر قضا نے ان دعاؤں کو بارآور ہونے کا اور

قبولیت کا شرف حاصل کرنے کی مہلت نہ دی، فانا للہ وانا الیہ راجعون، اب تو اس موقع پر وہی کہنے اور کرنے کی سعادت کی توفیق خداوند سے مانگنے کی دعا کیجئے جو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جیسے مواقع کے لے بیان فرمائی ہے، "ان القلب یحزن و العین تدمع و ما نقول الا ما یرضیٰ بہ ربنا" اور اس موقعہ پر وہی بات وجہ سکون بن رہی ہے جو عم رسولؐ حضرت عباسؓ کے انتقال کے موقع پر ایک اعرابی نے بطور تعزیت ان کے گرامی قدر صاحب زادہ حضرت عبداللہ --- سے کہی تھی۔

اجرک من العباس بعدہٗ ☆ واللہ خیر منک للعباس

آپ جیسے فاضل کو اس بارے میں کچھ لکھنا گویا سورج کو چراغ دکھانے یا لقمان کو حکمت سکھانے کے مترادف ہے، بس شدت تاثر سے یہ چند سطریں قلم سے نکل گئیں، طبیعت کا اصل تقاضہ تو یہ تھا کہ فوراً حاضر خدمت ہو کر --- فریضۂ تعزیت ادا کرتا اور کسی درجہ (اسی خوار علم کی زلہ ربائی کرتے رہنے سے جو ممنونیت) احسان مندی کا جو تقاضہ تھا وہ پورا کرتا مگر آج ہی شب میں ایک طویل سفر، الجزائر، کا کرنا ہے (انشاء اللہ) جہاں کل سے شروع ہونے والی ایک علمی اسلامی کانفرنس میں شرکت پیش نظر ہے، اس لیے بجائے لکھنؤ کے دہلی سے یہ عریضہ ارسالِ خدمت کر رہا ہوں، آج ہی صبح لکھنؤ سے دہلی پہونچا ہوں --- انشاء اللہ واپسی پر حاضر خدمت ہو کر بھی تعزیت پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کروں گا، اللہ سے دعا ہے کہ آپ سب کو خاص طور پر، اور پوری امت مسلمہ ،بالخصوص ہندوستانی مسلمانوں کو صبر جمیل کی دولت ارزاں کرے کہ یہ غم تنہا کسی ایک فرد یا خاندان کا نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کا ہے اور یقیناً ہر ہوشمند سوگوار ہوگا۔ نیز دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان عالی مقام کو اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے، برادر محترم و رفیق معظم مولوی محمد اسلم صاحب و دیگر اخوان ذوی الاحترام اور اعزہ کی خدمت میں بھی سلام تعزیت عرض ہے۔

والسلام　　　شریک غم

احقر محمد برہان الدین سنبھلی

استاذ تفسیر والحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

وارد حال نئی سڑک دہلی، التاریخ ۷/۱۰/۱۴۰۳ھ

ع۔ وہ خبر آئی کہ جس سے بزم زندگی تھرا گئی

برادر محترم ورفیق معظم مولوی محمد اسلم صاحب--------زید کرمکم وادام اللہ مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل اچانک عصر کی نماز سے تھوڑی دیر قبل ندوۃ العلماء کے ایک طالب علم نے وہ ہوشربا اور روح فرسا خبر سنائی جس کے سننے کے لیے طبیعت کسی طرح آمادہ نہ تھی کہ ان کی زندگی میں برکت اور فیض رسانی کے وصف کے تادیر باقی رہنے کی برابر زبان ودل دعاء کر رہے تھے، اور طبیعت کے بگڑ بگڑ کر سنبھل جانے کی اطلاعیں یہ مژدہ سنا رہی تھیں کہ یہ دریائے فیض ابھی اور سیراب کرتا رہے گا، مگر قضاء وقدر کے فیصلے نہ تمناؤں سے بدلتے نہ دعاؤں سے وہ تو ”یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید“ جسکی صفت ہے اسی کے پابند احکام ہیں اس لیے ہم جو سب کے سب اسی کے بندے ہیں اس کے فیصلہ پر راضی ہونے کا اظہار........چاہے بادل ناخواستہ سہی......کر کے بندگی کا ثبوت کیوں نہ دیں کہ اس کے علاوہ اور کوئی راہ نہ مفید ہے نہ مؤثر اور وہی کہیں جو صاحب اسوۂ حسنہ نے ہمیں بتایا اور سنایا ہے یعنی ”ان العین والقلب یحزن وما نقول الا ما یرضی بہ ربنا“ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آں عالی مقام کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے---اور سب کو صبر جمیل کی دولت ارزانی ہو۔

برادر محترم! یہ غم تنہا آپ کا یا آپ کے نسبی اقرباء کا نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ اور اس کے ہر باشعور فرد کا ہے اس لیے تعزیت کا مستحق اس وقت ہر ایسا شخص ہے جسے نور ایمان اور بصیرت سے کچھ بھی حصہ ملا ہو، خبر سنتے ہی جی چاہا کہ خط کے ذریعہ تعزیت کرنے کے بجائے خود حاضر ہو کر اپنے قلبی سکون کا سامان کروں مگر آج ہی رات میں

"الجزائر" کا طویل سفر درپیش ہے جہاں کل سے شروع ہونے والی ایک علمی اسلامی کانفرنس میں شکرت کرنا ہے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ بخیر وعافیت یہ سفر پورا کرائے۔اسی سفر کی وجہ سے رات ہی لکھنؤ سے چل کر آج صبح دہلی پہنچا اور دہلی سے یہ سطریں لکھ رہا ہوں۔

مخدوم گرامی مولانا محمد سالم صاحب کی خدمت میں نیز تمام برادران وہمشیرگان اوراعزہ کی خدمات میں بعد سلام کلمات تعزیت پہنچائیں، ویسے الگ بھی مولانا موصوف کی خدمت میں تعزیت نامہ لکھا ہے۔

والسلام

شریک غم احقر محمد برہان الدین

(خادم تدریس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) وارد حال نئی سڑک دہلی

مکرمی مولانا سالم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مولانا طیب صاحب کے انتقال سے جو جگہ خالی ہوئی وہ پر ہونی مشکل ہے، ان کی بعد کی علالت کی مجھے خبر نہیں ہوئی، انہوں نے مسلمانوں کی اور دارالعلوم کی ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں، دعا ہے خدا ان کے درجات کو وہاں بھی بلند فرمائے اور آپ سب کو صبر جمیل دے۔

شریک غم

حکیم عبدالحمید صاحب ہمدرد نگر، دہلی

حامداً ومصلیاً ومسلماً —— برادر گرامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حادثۂ جانکاہ کی اطلاع نے نہ پوچھئے دل ودماغ پر کیا اثر کیا، حضرت مہتمم صاحبؒ

سے آپ کا تو خیر جو روحانی وجسمانی رشتہ تھا، اس کا بیان ہی غیر ضروری ہے، لیکن ان کی جو شفقتیں اور عنایتیں تا حال اس حقیر پر رہیں ان کے پیش نظر میں اسے سمجھنے میں بالکل حق بجانب ہوں کہ میں بھی اپنے باپ کے ظل عاطفت سے محروم ہو گیا ابھی لکھنؤ کے آخری سفر میں محرم الحرام ۱۴۰۳ھ میں میری درخواست پر غریب خانہ بھی تشریف لائے تھے اور اس طرح کہ کئی دوسرے قریبی لوگ بھی حضرت کے اس وقت کے خواہش مند تھے مگر سب کو نظر انداز کر کے حضرت والا نے اس حقیر ہی کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

دار العلوم کے کربناک حالات نے حضرت کو بے چین کر دیا تھا جس کے نمایاں اثرات ان کی صحت پر بھی پڑے تھے، افسوس ہے کہ آخری دنوں میں ان کو ایسی ذہنی اذیتوں سے گذرنا پڑا جس سے خدا دشمن کو بھی محفوظ رکھے، انشاء اللہ یہ سب کچھ ان کے لیے ذخیرۂ آخرت ہوگا، حسرت تو ہم خوردوں پر ہے کہ حضرت مہتمم صاحبؒ کے بعد کوئی بھی تو ایسا نہ بچا جسے اپنا سرمایہ اور اپنے مسلک کا نقیب قرار دے سکیں۔

اس مرتبہ رمضان المبارک میں بمبئی میں مجھ پر دوسرا قلبی حملہ ہوا، اگرچہ ہلکا تھا مگر معالجین کی طرف سے احتیاط کی زبردست تاکید ہے، بلڈ پریشر اب تک درست نہیں ہوا ہے علاج جاری ہے، اب بمشکل نماز کے لیے مسجد جاتا ہوں، اس مجبوری کی وجہ سے باوجود خواہش کے بھی حاضر نہیں ہو پا رہا ہوں، ورنہ دل یہ چاہتا تھا کہ خود حاضر ہو کر تعزیت مسنونہ پیش کرتا، اور حضرتؒ کی یادگار اور ان کے جانشین کی حیثیت سے آپ سے گلے مل کر دل کو تسکین دیتا نیز حضرت کی مزار مبارک پر فاتحہ پڑھتا، رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔

میری طرف سے برادران عزیز ومحترم مولانا محمد اسلم صاحب ومولوی محمد اعظم صاحب نیز دیگر متعلقین خاندان کی خدمت میں بھی تعزیت مسنونہ پیش کر دیں، نور چشم مولوی عبد الولی سلمہ بھی رمضان المبارک سے مسلسل بیمار ہیں بلکہ رمضان میں تو ان کی علالت نے بڑی پیچیدگی اختیار کر لی تھی وہ بھی خدمت والا میں سلام گذار ہیں وہ علیحدہ خط بھی لکھ رہے ہیں، نیز اپنے رسالہ ''البدر'' میں بھی حضرت مہتممؒ کے سلسلہ میں لکھ رہے

ہیں ان کی صحت وعافیت کے لیے آپ سے خصوصی دعا کی درخواست ہے، خدا کرے مزاج سامی مع جملہ متعلقین بعافیت ہو۔

والسلام

احقر عبدالحلیم غفرلہ ۲۷ر جولائی ۱۹۸۳ء

حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی

مکرمی حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی السلام علیکم

میں سفر سے واپس آیا تو دہلی پہونچ کر حضرت مخدوم کی وفات کی خبر سنی ولی قلق اور صدمہ پہونچا، آخری شمع تھی جو گل ہوگئی، یادگار سلف تھے اور علماء کے سرخیل، دعا ہے کہ حضرت حق جل مجدہ ان کے مراتب بلند فرمائے اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے میری طرف سے جملہ خاندان کی تعزیت فرمادیں۔

سجاد حسین

کل ہند مجلس مشاورت

Ref....A/M/776/83

مکرم ومحترم جناب مولانا محمد سالم قاسمی-------زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ صبر وطمانیت نصیب فرمائے، اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے میں رات ہی وطن سے واپس ہوا بذریعہ اطلاع ملی کہ اور ساتھ ہی یہ بھی اطلاع ملی کہ تجہیز وتکفین بعد نماز عشاء ہوگی یقیناً پہونچنے کی کوشش تھی ہی نہیں۔

انشاء اللہ حاضر ہو کر تعزیت کی سعی کروں گا اللہ ہم سبھوں کو صبر وسکون نصیب فرمائے اور حضرت کی روح کو راحت اور درجات بلند فرمائے آمین، مولانا محمد اسلم صاحب

قاسمی کی خدمت میں بھی سلام عرض اور تمام پسماندگان کی خدمت میں بھی نیز سبھوں سے اظہار تعزیت، دعا کی درخواست۔

والسلام

احمد علی قاسمی ر جنرل سکریٹری کل ہند مسلم مجلس مشاورت

حکیم محمد زماں حسینی نمبر ۸۰ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

گرامی قدر مولانا محمد سالم صاحب، اور مولانا محمد اسلم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اخبارات سے علم ہوا کہ مخدوم ومطاع حضرت مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مالک حقیقی سے جا ملے۔

ان کی جدائی پوری ملت اسلامیہ اور نیاز مندوں اور گھر والوں کے لیے کس قدر جاں گسل ہے وہ بیان سے باہر ہے اللہ ہی صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین! میری جانب سے اور میرے اہل خانہ کی طرف سے کلمات تعزیت قبول فرمایئے، اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائیں، آمین!

محمد زماں حسینی

محبان گرامی قدر حضرت مولانا محمد سالم صاحب ومولانا محمد اسلم ومولانا اعظم صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی ذریعہ اخبار قومی آواز سانحہ ارتحال حضرت قاری صاحب معلوم کر کے قلب پر ایک چوٹ سی لگی، موصوف کی شفقت اور گفتگو متانت، ہر ایک سے محبت کا نقشہ سامنے آ گیا افسوس صد افسوس ہم سب کے سر سے بالخصوص اور ہند و بیرون ہند کے تمامی مسلمانوں سے بالعموم ایک ایسے تبحر عالم کا سایہ اٹھ گیا جس کی تلافی مستقبل قریب میں

ناممکن، حضرت کی وفات موت العالم موت العالم کے بالکل مصداق ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت کے مدارج اخروی بلند فرمائے اور مقام محمود کا قرب عطا فرمائے، نیز اب سب کو اور حضرت کے متعلقین و متوسلین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

والسلام

آپ کا شریک غم

محمد اقبال احمد احسن اللہ

سید احمد ہاشمی ممبر پارلیمنٹ (راجیہ سبھا)

مکرمی گرامی قدر حضرت مولانا محمد سالم صاحب --------- زید مجدہم

سلام مسنون

میں ان دنوں اپنے وطن غازی پور ہوں --------- رات میں ریڈیو سے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال کی اطلاع ملی۔

انتہائی صدمہ ہوا --------- حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد علم و فضل کی آغوش خالی ہوگئی، اور اب بظاہر اس دور محرومی میں اس کی تلافی ممکن نہیں معلوم ہوتی، اللہ تعالیٰ آپ سب کو، پورے خاندان کو اور ہندوستان اور عالم اسلام کو اس جانکاہی کے تحمل کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

میری طرف سے تمام پسماندگان تک تعزیت پہونچا دیجئے، اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس عطا کرے ---- آمین۔

والسلام

عاجز سید احمد ہاشمی

سید احمد ہاشمی ممبر پارلیمنٹ (راجیہ سبھا)

۱۸/۷/۱۹۸۳ء

مکرمی گرامی قدر حضرت مولانا محمد اسلم صاحب-------زید مجدکم

سلام مسنون

رات ریڈیو کے ذریعہ اس سانحۂ المناک کی اطلاع ملی، جو حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طویل علالت کی بنا پر متوقع تو تھا لیکن امید کی شعاعیں روشن تھیں۔

یقیناً حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کا انتقال ملت کے لیے ایک بہت بڑا حادثہ اور دل خراش المیہ ہے، دل و دماغ پر اس المناک سانحہ کا برا اثر ہے۔

حضرت قاری صاحبؒ کی ذات صرف برصغیر کے لیے ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے علم و فضل کی ایک علامت تھی۔ آج وہ شخصیت، وہ ذات ہم میں نہیں رہی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

غم بے پناہ ہے، مگر صبر و شکر ہی اس بے پناہی میں ہمارے لیے زادِ راہ ہے۔

میں آپ کے تمام برادران، پسماندگان اور غازی صاحب کے غم میں اپنے کو شریک کرتا ہوں----اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے والد اور عالم اسلام کے اس دینی مفکر کی قبر کو نور سے بھر دے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین۔

میں نے ایک ٹیلیگرام بھی ارسال کیا ہے مل گیا ہوگا۔ افسوس رہے گا کہ میں حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی تدفین میں مسافت کی دوری کے باعث شریک نہ ہوسکا۔

شریکِ غم: عاجز سید احمد ہاشمی

غازی پور میں مدرسہ دینیہ میں تعزیتی میٹنگ حضرت قاری صاحب مرحوم کے لیے ہوئی جس میں انہیں ایصالِ ثواب کرتے ہوئے تجویز تعزیت منظور کی گئی۔

عبدالقدوس رومی مفتی شہر شاہی مسجد آگرہ یوپی

مکرمی و محترمی مولانا محمد سالم صاحب----زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

۴ر شوال جمعہ کو بخار میں مبتلا ہو گیا، صاحب فراش ہی تھا کہ اتوار کو قومی آواز سے

حضرت مہتمم صاحب علیہ الرحمہ کی وفات حسرت آیات کے سانحہ کا علم ہوا، اپنی طبیعت اس وقت بہت زیادہ خراب تھی کہ سانحہ پر اظہار غم ورنج بھی کرنا قدرت میں نہ تھا، انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ ان للہ مااخذ و اعطی و کل شیءٍ عندہ اجل مسمی فلتصطبر و لتحتسب ۔

و خیر من العباس اجرك بعدہ ☆ واللہ خیر منك للعباس

احقر کو اپنے والد صاحب علیہ الرحمہ کی وفات پر اس شعر سے بہت قلبی سکون ملا تھا ،خدا کرے آپ بھی اس سے صبر وسکون محسوس فرمائیں۔

حضرت مہتمم صاحب علیہ الرحمہ کی شخصیت ہم جیسے نا اہلوں اور نکموں کی تعزیت اور مرثیہ سے بلند اور مستغنی ہے،ان کی وفات سے شاید خیر القرون کا عہد بھی ختم ہو گیا۔

اولئك آبائی فجئنی بمثلهم الخبهت دنوں تک اسلاف واکابر کے لیے دہرایا گیا،اس کا آخری مصداق بھی رخصت ہو گیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

طبیعت ابھی پوری طرح صحیح نہیں ہوئی ہے،علاج وپرہیز جاری ہے ورنہ خود حاضر ہوتا، ویسے بھی امسال انشاء اللہ تعالیٰ حج کا ارادہ ہے،اس لیے دو تین ماہ تک تو حاضری مشکل ہے،زندگی رہی تو واپسی پر حاضری کی کوشش کروں گا۔

والسلام عبدالقدوس رومی

یہ عریضہ دوسرے برادران عزیز کے ملاحظہ میں لے آئیں۔

موت العالم موت العالم

انا للہ و انا الیہ راجعون

بندہ نواز مولانا! اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سبھوں کو حضرت مہتمم صاحبؒ کے وصال سے جو صدمہ پہنچا ہے صبر جمیل بخشے اور مرحوم کے درجات میں بیش از بیش اضافہ فرمائے۔آمین۔

میں رمضان کے قبل سے زیر علاج ہوں ارادہ تھا کہ اور ہے کہ قاری صاحب نور

اللہ مرقدہ پر ایک مضمون لکھ کر رسمی خراج عقیدت نہیں بلکہ حضرت نانوتوی قدس سرہ کے عروج کی صحیح ترجمانی بطریق نزول جو مہتمم صاحب مرحوم ہی کا حصہ تھا اس پر بھی روشنی ڈالوں کیونکہ حضرت نانوتوی کے علوم و معارف کے قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ آخری اور صحیح ترجمان رہ گئے تھے جو بہت بڑا علمی نقصان ہے جس کی تلافی ناممکن، یہ ناکارہ اس سانحہ عظمیٰ پر آپ کے ساتھ برابر کا شریک ہے اور روح پر فتوح پر نذرانۂ عقیدت ذیل پیش کرتا ہوا رخصت ہو رہا ہے۔ ؎

فعليك مني الف الف تحية ☆ تغشى ضريحك يا قرين الفرقد

حزین و غمگین

نجم الدین اصلاحی

راجہ پور سکرور اعظم گڑھ سابق مقیم سدھاری

مولانا نجم الحسن مدرسہ امداد العلوم خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر یوپی

مکرمی و محترمی مولانا محمد سالم صاحب ---- زیدت معالیہم

سلام مسنون ------ مع ------ اخلاص مقرون

حضرت مہتمم صاحب کی وفات حسرت آیات ہم سب کے لیے موجب قلق اور باعث رنج ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون، ان للہ ما اخذ واعطی وکل شیء عندہ اجل مسمی، جناب کی نظروں سے اوجھل نہیں ہے، تعزیت کے مستحق تو ہم سب ہیں۔

آپ کو صبر و استقلال کی تلقین کرنا گویا لقمان کو حکمت کا درس دینا ہے، اللہ حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہ کے ساتھ رحمت و غفران و رفع درجات کا معاملہ فرمائے۔ آمین ؎

جو تھے نوری رہ گئے افلاک پر ☆ مثل تلچھٹ رہ گئے ہم خاک پر

ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا سلسلہ جاری ہے۔

والسلام دعا جو نجم الحسن، تھانہ بھون

حضرت المحترم ---------- زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خاکسار عید کی نماز پڑھ کر دیوبند سے وطن آگیا تھا، ایک ضروری کام کے لیے یہ سفر ناگزیر ہوگیا تھا۔

یہیں دوشنبہ ۷/شوال کا دن گذار کر رات میں یہ خبر دلگداز ملی کہ علم وعمل کا آفتاب روپوش ہوگیا، خانوادۂ قاسمی کا چشم وچراغ جو ساٹھ پینسٹھ سال سے دار العلوم کی خدمت کر رہا تھا اور ملک وملت جس کے فیوض وبرکات سے سیراب ہو رہا تھا، چل بسا، جماعت علماء کے امیر کارواں نے اس دنیا دنی سے کوچ فرمایا، اور جس کے وعظ وتبلیغ سے پوری دنیا پُر آشوب تھی، اور جس کی صدائے دل نوز اب بھی ہمارے کانوں میں گونج رہی ہے، داغ مفارقت دے گیا، علماء دیوبند ہی نہیں، عالم اسلام کے علماء اپنے دور کے حکیم الاسلام سے محروم ہوگئے، ملت اسلامیہ کا محسن اٹھ گیا، قال اللہ وقال الرسول کا شیوۂ بیان جاتا رہا، انا للہ وانا الیہ راجعون، دنیائے علم وعمل میں صف ماتم بچھ گئی، عالم انسانیت سر برگریباں ہے اس کا محسن جاتا رہا، خواص وعوام ایک بڑی دولت سے محروم ہوگئے۔

حکیم الاسلام قاری مولانا محمد طیب قدس اللہ سرہ کی علمی مجالس اور ان کی ذات ستودہ صفات سے ہم سب کی تشنگی جاتی رہتی تھی، آہ! اب وہ ہم میں نہیں رہے، موجودہ دور میں اپنی جماعت کے سید الطائفہ تھے، اور دنیائے علم وحکمت کے راز داں، اس ذات اقدس کے اٹھ جانے پر جس قدر بھی ماتم کیا جائے کم ہے، نمود ونمائش سے قطعاً پاک وصاف تھے، مخلص، ولی کامل اور سراپا علم وعمل تھے، اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، اور تا قیامت آپ کی قبر پر رحمت کی بارش برساتا رہے۔

یہ غم اولاً آپ کے خاندان کا غم ہے لیکن دراصل یہ ساری ملت اسلامیہ کا غم ہے اس غم میں سارے مسلمان ہی نہیں بلکہ ساری کائنات انسانی آپ کے ساتھ ہے رب العالمین آپ حضرات کو صبر جمیل کی دولت سے نوازے اور پھر سارے مسلمانوں کو صبر کی

توفیق عطا کرے، ہم سب کو بھی صبر عطا کرے۔

اس جانکاہ خبر سے دل و دماغ مختل سے ہو چکے ہیں، کئی دنوں کی سعی کے بعد یہ چند سطریں لکھ رہا ہوں، اور تعزیت مسنونہ پیش کر رہا ہوں، گھر میں سب لوگوں سے سلام مسنون فرمادیں۔

بالخصوص برادر مکرم مولانا محمد اسلم و محمد اعظم صاحبان کی خدمت میں سلام مسنون اور تعزیت پیش کردیں۔

اس کا دلی صدمہ رہا کہ اخیر وقت میں دیوبند سے باہر رہا، اور جنازہ کی شرکت سے محروم رہا، رمضان میں صحت کی رفتار سے مطمئن تھا اندازہ نہیں تھا کہ اس قدر جلد رحلت فرمائیں گے۔

والسلام

محمد ظفیر الدین غفرلہ

مفتی دار العلوم دیوبند، دربھنگہ (بہار) ۱۰ر شوال ۱۴۰۳ھ

مولانا غلام قادر صاحب مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم شہر پونچھ (جموں وکشمیر)

واجب الاحترام استاذ المکرم حضرت مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کرے کہ آپ حضرات بخیر ہوں۔

بذریعہ ریڈیو یہ سن کر کہ حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ اس دار فانی سے کوچ فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پوری ملت اسلامیہ کا ناقابل تلافی نقصان ہوا، دراصل حضرتؒ اسلاف کی دور حاضر میں جیتی جاگتی تصویر تھے۔ کس طرح آپ نے اس صدمہ کو برداشت کیا ہوگا، اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے، حضرتؒ کو بندہ کے ساتھ اور مدرسہ کے ساتھ گہری دلچسپی تھی، حضرتؒ کی ہی دعاؤں کی بناء پر یہ مدرسہ پروان چڑھا اور ترقی کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ موصوفؒ کو جنت الفردوس میں عالی مقام نصیب فرمائے، اور

آپ سب حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائے، ہم تمام خدام مدرسہ ضیاء العلوم حضرتؒ کی ہی ذات سے وابستہ تھے کوئی حکم ہمارے لائق ہو تو ہم حاضر ہیں۔

والسلام

آپ کا خادم: غلام قادر غفرلہ مہتمم مدرسہ ہٰذا

حضرت مولانا حکیم محمد عبداللہ مہتمم مدرسہ اسلامیہ گلزار حسینیہ اجراڑہ ضلع میرٹھ

گرامی قدر جناب عالی! حضرت مولانا محمد سالم قاسمی. مولانا محمد اسلم قاسمی مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی تاجدار اسلاف و اکابر قائد ملت اسلامیہ ہند، سلف صالحین حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے انتقال پر ملال کی خبر سن کر پورے مدرسہ اور علاقہ بھر میں ایک حزن وملال، رنج والم کی گھٹائیں ماحول پر چھا گئیں درحقیقت عالم اسلام بالخصوص ہندوستانی مسلمانوں کے لیے ایسا عظیم نقصان واقع ہوا ہے کہ جس کی تلافی بظاہر کسی طرح ممکن نہیں ہے۔

حضرت مرحوم ومغفور اس ادارہ کے سرپرست تھے، آج یہ ادارہ آپ کی سرپرستی سے محروم ہو گیا ہے، خداوند قدوس اس ادارہ کو آں محترم جیسا سرپرست عطا فرمائے، آمین۔ یہ خبر سنتے ہی مدرسہ کے اراکین اساتذہ کرام اور طلباء نے مل کر قرآن خوانی اور ایصال ثواب کیا ایک تعزیتی جلسہ حسینی فوقانی مسجد میں منعقد ہوا۔

اس تعزیتی جلسہ میں حضرت قاری صاحب مرحوم کی زندگی بھر کی خدمات پر تفصیلات کے ساتھ روشنی ڈالی گئی، اوران کی ملی، دینی، تعلیمی، تصنیفی خدمات کا اعتراف کیا گیا، ایک تعزیتی قرارداد میں آپ حضرات اور تمام وابستگان وپسماندگان کے ساتھ اظہار ہمدری کیا گیا، خداوند قدوس حضرتؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، مشیت باری تعالیٰ میں کس کی مجال ہے۔ ہم آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

منجانب:- علاقائی حضرات و جملہ معاونین مدرسہ ہذا۔ والسلام

شریک غم

محمد عبداللہ، ۲۱؍جولائی ۱۹۸۳ء

حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب

مکرمی ومخدومی ---------- دامت عنایاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی ابھی اچانک حضرت مہتمم صاحب کے سانحۂ ارتحال کی اطلاع موصول ہوئی رنج وافسوس کے گہرے اثر سے گویا اعصاب پر رعشہ طاری ہوگیا دل ودماغ اس خبر کے یقین پر کسی طرح آمادہ نہیں ہورہے تھے لیکن فطری طور پر اس عالم کا نقشہ ہی کچھ ایسا ہے کہ یہاں کی زندگی کے بعد موت یقینی امر ہے کہ اس میں شخصیتیں آتی رہتی ہیں اور اپنے کمال کی جلوہ نمائیاں کرکے آغوش رحمت میں پناہ گزیں ہوجائیں حضرت مہتمم صاحب کو اپنے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ سے جو باطنی قرب حاصل تھا۔ اس کا تقاضہ ہے کہ قرطاس کو آنسوؤں سے تر کروں تاہم اس سیاہی کو بھی اشکہائے غم ہی تصور کیا جائے حضرت مہتمم صاحب کی رحلت سے ہمارے پورے حلقہ میں ایک مایوسی کی کیفیت پیدا ہوگئی اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو سکون دیں اور آپ کو صبر جمیل عطا فرمائیں، ہم جملہ اہل خانقاہ کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

ارشاد احمد عفی عنہ وارد حال ممبئی / رکیے خدام حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ

مخدوم ومطاع استاذنا المحترم السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی۔ آہ! ہم لوگ آج یتیم ہوگئے، سترہ جولائی دنیائے اسلام کے لیے بڑا اندوہناک والمناک یوم ثابت ہوا کہ علوم نانوتوی کا امین اسلاف کا یادگار تھانوی زہد وتقویٰ وورع کا نمونہ، متانت وسنجیدگی کا پیکر علم وفضل کا بحر بیکراں تحمل کا کوہ وقار علم وعمل کا

سنگم یعقوب کا صبر ابراہیم کا تسلیم ورضا احقاق حق کے لیے حضرت حکیم کا جلال حضرت زکریا کی طرح مستجاب الدعوات یحیٰی کا اخلاص، حال وقال میں یکسانیت گفتار وکردار میں مطابقت شریعت وسنت کا عامل وترجمان عاشق سید المرسلین فخر الاماثل دنیائے رنگ وبو میں نہ رہے اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ اعلی اللہ درجۃ کاملۃ، اب مسند خطابت کو کون زینت بخشے گا رموز تصوف کو کون سمجھائے گا اسرار دین کی گتھیوں کو کون سلجھائے گا علم وفضل کی سوتیں کہاں پھوٹیں گی حقائق ومعارف کا دریا کون بہائے گا حق تعالیٰ آں ممدوح کے کارہاء ے نمایاں وکارہائے لائقہ کو قبول فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ دے، آمین۔اور درجات بلند فرمائے، آمین۔

میرے کرم فرما حضرت مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ! آنکھیں اشکبار ہیں دل بے قابو ہے دنیا تاریک ہوگئی اہل علم یتیم ہوگئے خانقاہ کی رونق ختم ہوگئی، تھانویؒ کا چہیتا جدا ہوگیا، حافظ محمد احمدؒ کا جگر گوشہ رخصت ہوگیا۔ بلیاویؒ کے دلدار نے رخت سفر باندھ لیا، علامہ کشمیریؒ کا پیارا اپنے قافلہ والوں سے جاملا۔

کیا کیجئے گا اس دنیا کی ریت یہی ہے ضابطۂ الوہی بھی یہی ہے وما جعلنا لبشرٍ من قبلكَ الخلد اَفَاِ مِنْ مِتّ ،رب کریم آپ پسماندگان کو صبر جمیل کی دولت سے مالا مال کرے، آمین۔ فقط والسلام آپ کا شریک غم

محمد عثمان غنی القاسمی (کاجل بیکری دھد کا روڈ آسنسول)

مظاہر العلوم وقف سہارنپور

حضرت مولانا عتیق احمد قاسمی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مخدوم مکرم جناب حضرت مولانا محمد سالم صاحب-----------دامت برکاتہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ جناب والا صحت وعافیت کے ساتھ ہونگے۔

اوائل شوال میں اپنے وطن بستی میں تھا، دیہات میں ہونے کی وجہ سے چند روز بعد حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے المناک حادثہ کی اطلاع ملی، دل و دماغ کی دنیا تہہ و بالا ہوگئی، آپ حضرات کے دلوں پر اس سانحہ سے جو گذری ہو کم ہے لیکن ہم سب کے لیے جو ان کی روحانی اولاد اور ان کے گلستانِ علم و فضل کے خوشہ چیں ہیں صبر اور رضا بالقضاء کے سوا چارہ ہی کیا ہے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں بلند درجات سے نوازے۔

مرحوم اس آخری دور میں اسلاف اور اکابر دار العلوم دیو بند کے مسلک اور روایات کے واحد محافظ و امین تھے، مدت العمر انہوں نے دار العلوم دیو بند کی تعمیر و ترقی اور مسلک دیو بند کی نشر و اشاعت کے سلسلے میں جو بیش بہا خدمات انجام دی ہیں انہیں انصاف پسند مورخ کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔

ہم سب فضلاء و منتسبین دار العلوم پر مرحوم کا حق ہے کہ ان کے لیے بیش از بیش ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کریں اور ان کا نام و کام زندہ رکھیں، میں نے ایک قرآن تلاوت کر کے ان کے لیے ایصال ثواب کیا۔

حضرتؒ کی سوانح کی ترتیب کا کام ابھی جلد از جلد خوش سلیقگی سے ہو جانا چاہئے تا کہ ان کی شخصیت آنے والی نسلوں کے لیے بھی مینارۂ نور کا کام دے، اس سلسلے میں اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو میں اس کی انجام دہی اپنے لیے سعادت تصور کروں گا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو بلند درجات سے نوازے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

شریک غم، آپ کا شاگرد

عتیق احمد قاسمی بستوی / خادم تدریس دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مخدوم و مکرم جناب حضرت مولانا محمد اسلم صاحب دامت برکاتہ السلام علیکم

امید کہ جناب والا صحت و عافیت کے ساتھ ہونگے۔ اوائل شوال میں اپنے وطن

بستی میں تھا، دیہات ہونے کی وجہ سے اخبار ورسائل وہاں نہیں پہونچتے ہیں اس لیے چندروز بعد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے اندوہناک سانحہ کی اطلاع ملی، دل ودماغ پر اچانک جیسے بجلی پڑ پڑائی ہو، آپ حضرات کے دل ودماغ پر اس حادثہ کا جواثر ہوگا اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں، اس سانحہ پر آپ کی تعزیت کیا کریں، حقیقت یہ ہے کہ ہم فضلاء دارالعلوم دیوبند خود تعزیت وتسلی کے محتاج اور مستحق ہیں، لیکن ہم سب کے لیے جو ان کی روحانی اولاد اور ان کے گلستان علم وفضل کے خوشہ چیں ہیں صبر اور رضا بالقضا کے سوا چارہ ہی کیا ہے۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس اس آخری دور میں اسلاف واکابر دارالعلوم دیوبند کے مسلک اور روایات کے واحد محافظ وامین تھے مدت العمر انہوں نے دارالعلوم دیوبند کی تعمیر وترقی اور مسلک دیوبند کی نشرواشاعت کے سلسلے میں جو بیش بہا خدمات انجام دی ہیں انہیں انصاف پسند مؤرخ کبھی فراموش نہیں کرسکتا، وہ حلقہ علماء ومشائخ کے گل سرسبد، دارالعلوم دیوبند کی آبرو اور تمام اہل حق کے متفقہ دینی رہنما تھے۔

ہم سب فضلاء ومنتسبین دارالعلوم دیوبند پر ان کا حق ہے کہ ان کے لیے زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کریں اور ان کا نام اور کام زندہ رکھیں، میں نے ایک قرآن تلاوت کرکے ان کے لیے ایصال ثواب کیا۔

حضرتؒ کی سوانح کی ترتیب کا کام ابھی جلد از جلد خوش سلیقگی سے ہوجانا چاہئے تا کہ ان کی شخصیت آنے والی نسلوں کے لیے بھی منارۂ نور کا کام دے، اس سلسلے میں اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو میں اس کی انجام دہی اپنے لیے سعادت تصور کروں گا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو بلند درجات سے نوازے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

برادرم مولوی محمد فاروق سلمہ کو سلام عرض ہے۔

شریک غم

عتیق احمد قاسمی بستوی خادم تدریس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، ۱۲رشوال ۱۴۰۳ھ

حضرت مولانا شمس تبریز خاں نیا بھوجپور، آرہ بہار

مشفق محترم زید مجدہم و لطفہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں آج کل وطن آیا ہوا ہوں، جہاں ۱۷ر جولائی کو ریڈیو سے حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال کی خبر سنی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایتھا النفس اجملی جزعا فان ما تحذرین قد وقعا

ادھر کچھ عرصہ سے علالت کی خبروں سے یہ اندیشہ لگا ہوا تھا، پھر بھی اللہ کی ذات سے امید تھی کہ حضرت والا مرحوم ابھی ہمارے درمیان رہیں گے مگر۔ ع۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ!

خاندان قاسمی پر اس حادثے سے جو گذر رہی ہوگی اور ہم تمام محبان خانوادۂ قاسمی کے دلوں پر جو گذر رہی ہے اس کا اندازہ (ایک ہی علمی خاندان کے افراد ہونے کے سبب) ہم سب کر سکتے ہیں۔

دارالعلوم کے قضیہ نامرضیہ کے سلسلے میں حضرت حکیم الاسلامؒ وغیرہ کے بارے میں بہت سی ناگفتنی وناشنیدنی سنتا رہا مگر دل کو ان باتوں کا کبھی یقین نہیں آیا، اور حضرت سے عقیدت ومحبت برقرار رہی اور دل ان کی نسبت گرامی، علوئے نسب وحسب، شرافتِ طبعی و عالی ظرفی اور بے مثال صبر وتحمل، وسیع وعمیق علم عالمانہ وحکیمانہ فکر ونظر، دارالعلوم کی نصف صدی سے زائد پرخلوص خدمت اور مسلکِ دارالعلوم کی حفاظت واشاعت کا ہمیشہ معترف رہا۔

قلب وجگر خصوصاً اس صدمہ سے شق ہو رہے ہیں کہ علوم قاسمیہ کا وارث وامین نہیں رہا اور مسلک دارالعلوم و دیوبندیت اور علوم اسلامیہ کا حکیم نکتہ داں ہمارے درمیان سے اٹھ گیا جس نے نئے حالات میں برابر زمانے کی رہنمائی کی اور مسلک حق کو واضح اور روشن رکھا۔

حضرت حکیم الاسلام کی وفات پر موت العالم موت العالم کا صحیح احساس ہو رہا ہے، اور وہ حدیث شریف یاد آ رہی ہے جس میں انبیاء کی موت سے علوم انبیاء کے فقدان کا

اندیشہ ظاہر کیا گیا ہے۔

خبر سنتے ہی ایصال ثواب کیا اور انشاء اللہ حسب توفیق آئندہ بھی کرتا رہوں گا، حضرت مرحوم سے مجھے شرف تلمذ بھی حاصل ہے، میں نے ان سے حجۃ اللہ البالغۃ کا درس لیا تھا۔

جناب مولانا محمد اسلم و محمد اعظم صاحب اور جناب مولانا حامد الانصاری غازی و تمام خاندان سے دلی تعزیت ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرتؒ کے درجات بلند فرمائے اور ان کی بشری کوتاہیوں سے (جس سے کوئی خالی نہیں) عفو و درگذر کا معاملہ فرمائے، آپ حضرات کو صبر و تحمل کی طاقت دے، اور حضرت کا جانشین اور علوم قاسمیہ کا امین بنائے۔

والسلام مع الکرام

مخلص: شمس تبریز خاں ۱۹؍جولائی ۱۹۸۳ء

حضرت مولانا وقار علی صاحب مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مکرم و محترم جناب الحاج مولانا سالم صاحب و مولانا محمد اسلم صاحب۔ مدظلہما العالی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے سلسلے میں کلکتہ آیا ہوا ہوں اور چہار شنبہ کو واپسی کا ارادہ ہے میں چندہ وصول کرتا ہوا ورچت پور سے گذر رہا تھا کہ مدرسہ کے معاون سے جو آسنول کے رہنے والے ہیں وہ کلکتہ آئے ہوئے ہیں، ان میں ملاقات ہوئی وہ اخبار مشرق کا مطالعہ کر رہے تھے مجھے خبر دی کہ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کا انتقال ہو گیا سن کر طبیعت نے گوارا نہیں کیا اور اور ہی اندر سوچتا رہا کہ یہ خبر غلط ہوگی کہ اچانک انہوں نے اخبار مشرق پیش کر دیا جس میں حضرت کے انتقال کی خبر شائع ہوئی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی مغفرت فرمائے مغفرۃ کلیہ اور حضرت کے جملہ پسماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائے میں کتنا بڑا بد قسمت ہوں کہ وطن سے اتنی دور پڑا ہوں کہ حضرت کی تجہیز و تکفین میں بھی شرکت نہ کر سکا، معلوم نہیں مدرسہ مظاہر علوم

کی جانب سے بھی حضرات نے شرکت فرمائی یا نہیں اگر وقت پر ان حضرات کو اطلاع ہوگئی ہوگی تو ضرور شرکت کی ہوگی، آپ حضرات پر کیا گذر رہی ہوگی اللہ تعالیٰ زائد بہتر جانتا ہے، صبر کیجئے میری جانب سے آپ اور حضرت کے جملہ رشتہ دار تعزیت قبول فرمائیں سہارنپور حاضری کے بعد حاضر خدمت ہوں گا، والدین کا وجود اولاد کے لیے وہ نعمت ہے جس کا بدل نصیب نہیں ہوسکتا حضرت اپنے اکابر کے سچے جانشین تھے اور امت مسلمہ کے لیے بہت بڑے ستون اور سہارا تھے، اللہ تعالیٰ حضرت کو جنت الفردوس میں اپنی شایان شان اونچا مقام نصیب فرمائے، میں جس دوکان پر بیٹھا ہوا خط لکھ رہا ہوں ان کا نام جاوید ہے دہلی کے رہنے والے ہیں وہ بھی حضرت کے انتقال کی خبر سے غمگین ہیں سلام عرض کرتے ہیں اور تعزیت پیش کرتے ہیں میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت کی مغفرت فرمائے۔ آمین!

فقط

وقار علی غفرلہ

حضرت مولانا محمد باقر حسین قاسمی صاحب دار العلوم الاسلامیہ بستی یوپی

صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت حکیم الاسلام کے سانحۂ ارتحال کی خبر ہو لوگوں پر صاعقہ بن کر گری۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آہ! آج ہم حضرت نانوتویؒ کے علوم کے جانشین، خطیب وقت، بین الاقوامی علمی شخصیت، مجموعۂ کمالات اور عصر حاضر میں مسلک دیوبند کے ممتاز ترین ترجمان اور ایک گوہر نایاب سے محروم ہوگئے۔

اس حادثۂ فاجعہ کی خبر ملتے ہی ختم قرآن پاک کرا کر ایصال ثواب کیا گیا، ختم قرآن کریم کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

اس عظیم سانحہ میں ہم آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں بلکہ اپنے آپ کو مستحق

تعزیت سمجھتے ہیں۔

انتقال کی خبر ملتے ہی ہم آپ کی خدمت میں ایک رقعہ بھی ارسال کر چکے ہیں، امید کہ ملا ہوگا، دعا ہے کہ خداوند قدوس آپ اور ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، اور حضرت قاری صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عنایت فرمائے۔

آپ کا شریک غم

محمد باقر حسین قاسمی

رئیس دار العلوم الاسلامیہ بستی یوپی

تعزیتی قرارداد دار العلوم الاسلامیہ بستی

وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے

حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کی وفات حسرت آیات پر دار العلوم الاسلامیہ بستی میں مجلس دعائے مغفرت اور تعزیتی پروگرام۔

یہ ایک سچی حقیقت ہے کہ حضرت حکیم الاسلام جناب مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا سانحۂ ارتحال صرف ایک خاندان ایک ضلع ایک صوبہ اور ایک ملک کا حادثہ نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کا حادثہ ہے اس المناک حادثہ سے خصوصاً تمام علمی ودینی حلقوں اور مدارس وجامعات میں صفِ ماتم بچھ گئی، اور ہر جگہ کی فضا سوگوار ہوگئی۔

دار العلوم الاسلامیہ بستی جو مشرقی یوپی کا ایک ابھرتا ہوا عظیم ادارہ ہے، یہاں کے اساتذہ وطلباء کو جوں ہی معلوم ہوا کہ حضرت حکیم الاسلامؒ رحلت فرما گئے تو تمام لوگ مبتلائے رنج وغم ہو گئے اور دار العلوم کے ذرے ذرے سوگوار ہو گئے، اس لیے کہ اس ادارے کی ابتدا وتاسیس میں حضرت حکیم الاسلام کی پر زور تائید اور نیک دعاؤں کا زبردست ہاتھ ہے۔

دار العلوم بستی میں مسلسل کئی روز حضرت حکیم الاسلام کی روح کو ایصال ثواب کیا گیا

اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی گئی، پھر بتاریخ ۱۳؍شوال ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۴؍جولائی باقاعدہ اجتماعی طور پر قرآن خوانی کر کے ایصال ثواب کیا گیا، اور ایک تعزیتی پروگرام و مجلس دعائے مغفرت منعقد کی گئی جس میں دارالعلوم کے اساتذہ وطلبا کے علاوہ شہر کے اور دوسرے علما ومعزز لوگوں نے شرکت کی اور اظہار رنج وغم کیا۔

تعزیتی پروگرام میں دارالعلوم کے استاذ جناب مولانا حکیم محمد ساجد صاحب قاسمی اور جناب مولانا ابوالعاص صاحب قاسمی وحیدی نے حضرت حکیم الاسلام کے اوصاف و کمالات اور علمی ودینی خصوصیات پر مفصل روشنی ڈالی۔

مولانا حکیم محمد ساجد صاحب نے حضرت حکیم الاسلامؒ کی شخصیت کا مکمل اور جامع جائزہ لیا، اور تفصیل کے ساتھ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے حضرت حکیم الاسلام کو بہت سی علمی وادبی اور اجتماعی وانتظامی خصوصیات عطا کی تھیں، حضرتؒ ایک اعلیٰ منتظم ومدبر تھے جس کی دلیل نصف صدی سے زائد تک بڑے ہی حسن انتظام کے ساتھ منصب اہتمام پر فائز رہے وہ ایک عظیم خطیب وواعظ، اچھے ادیب وشاعر اور باکمال مصنف تھے، جن کے قلم زرنگار نے تقریباً پانچ ۵۰۰ سو کتابیں تصنیف کیں، وہ ایک بہترین معلم ومدرس اور مختلف علوم وفنون کے جامع تھے، اسی طرح وہ ایک روحانی مصلح و مربی اور عظیم پیر ومرشد بھی تھے، اور خصوصاً وہ انتہائی متواضع اور منکسر المزاج انسان تھے۔

آخر میں موصوف نے دارالعلوم دیوبند کے ذمہ داران کو مشورہ دیا کہ انہیں چاہئے کہ حضرت حکیم الاسلامؒ کی مکمل سوانح حیات مرتب کرائیں، جس میں خاص طور پر ان کی چون ۵۴ سالہ علمی ودینی اور اصلاحی وانتظامی خدمات کا مکمل جائزہ وتعارف کرایا جائے

مولانا ابوالعاص صاحب وحیدی نے کہا کہ حضرت الاستاذ حکیم الاسلام کی شخصیت ایک پوری جماعت اور ایک بڑی انجمن تھی، دیکھنے کو تو وہ ایک تھے لیکن ان کے اندر مدبر و منتظم معلم ومدرس ادیب وشارع، حکیم ودانشور، مصنف ومؤلف، خطیب ومقرر اور خدا جانے نہ معلوم کون کون سی شخصیتیں پوشیدہ تھیں، اس طرح حکیم الاسلام اس دنیائے فانی سے کیا

منتقل ہوئے علوم وفنون کا ایک قافلہ اور فکر وفن کی ایک پوری انجمن دنیا سے کوچ کر گئی۔

حضرت حکیم الاسلامؒ کے تمام اوصاف وکمالات میں ان کی علمی وسعت وگہرائی اور حکمت ودانشمندی نمایاں ترین صفت تھی، ان کا حکیمانہ اسلوب ان کے تمام علمی وادبی کمالات وخصوصیات میں جلوہ گر تھا، اسی لیے عالم اسلام نے انہیں حکیم الاسلام کے لقب سے نوازا۔

آخر میں موصوف نے اس حقیقت کو مفصل طور پر واضح کیا کہ اسلاف واکابر کی اصل یاد یہ ہے کہ ان کے کارنامے زندہ کیے جائیں، ان کے اوصاف وخصوصیات کو اپنایا جائے، اللہ تعالیٰ ہم تمام متعلمین کو اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

پھر پروگرام ختم ہوا اور زبانوں پر یہ دعائیہ کلمات تھے کہ اللہ تعالیٰ حضرت حکیم الاسلام پر اپنے فضل وکرم کی بارش کرے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ملت اسلامیہ کو تمام آفات وبلیات سے محفوظ رکھے۔آمین! تقبل یارب العٰلمین۔

ظہیر انور

دار العلوم الاسلامیہ بستی، یوپی، الہند

حضرت مولانا امام علی دانش قاسمی مدرسہ رئیس العلوم اہل سنت کھیری

مولانا المحترم والمکرم ------------ عمت فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل ریڈیو سے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ کے انتقال کی خبر سن کر یہاں والوں کو صدمہ پہونچا، نماز عشاء کے بعد تعزیتی اجتماع جامع مسجد میں ہوا جس میں حالات زندگی پر روشنی ڈالی گئی اور مرحوم کے لیے دعائے مغفرت و ترقی درجات کی گئی، صبح بعد نماز فجر قرآن خوانی کی گئی ہم سب آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں اللہ تعالیٰ صبر جمیل بخشے اور نعم البدل عنایت فرمائے۔آمین۔

والسلام

امام علی دانش قاسمی عفی عنہ

سید صولت حسین حویلی دیوان صاحب اجمیر شریف

محب محترم حضرت مولانا سالم میاں صاحب سلام مسنون

آپ کے والد بزرگوار کے انتقال پر ملال کی اطلاع مجھے دہلی آکر ہوئی، اس لیے بروقت تعزیت نہ کرسکا حضرت مولانا مرحومؒ کے انتقال پر ملال سے مجھے اور علامہ انور صابری صاحب کو دلی صدمہ ہوا، اللہ تعالیٰ بطفیل حضور غریب نوازؒ ان کی مغفرت فرمائے اور آپ لوگوں کو صبر جمیل۔ علامہ انور صابری صاحب آنکھوں کی وجہ سے چلنے پھرنے کی معذوری کی بنا پر دیوبند نہیں آسکے۔

امید کہ مزاج بعافیت ہونگے متعلقین کو سلام ودعا۔ فقط

دعا گو آپ کا اپنا

دیوان سید صولت ۲۱/۷/۱۹۸۳ء

حضرت مولانا حکیم عبدالقوی دریابادمدیر صدق جدید (ہفتہ واری) لکھنؤ

محترم ومکرم السلام علیکم

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے حادثہ ارتحال کی خبر ملی، سخت صدمہ ہوا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم عالم اسلام کی ایک اہم شخصیت اور شریعت وطریقت کے مجمع البحرین کی حیثیت رکھتے تھے۔ انشاءاللہ آپ کی تعزیت صدق جدید کے اگلے پرچہ میں تفصیل سے درج ہوگی۔

اس حادثہ عظیم میں میری اور میرے خاندان والوں کی طرف سے مخلصانہ تعزیت آپ کی، آپ کے بھائیوں اور دوسرے اقرباء کی خدمت میں پیش ہے۔

آپ کا شریک غم

حکیم عبدالقوی، دریاباد

جناب عتیق احمد صدیقی شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

بھائی سالم صاحب السلام علیکم

کل اخبار سے اس سانحہ عظیم کی اطلاع ملی جو آپ کے، ہمارے لیے ہی نہیں، بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے ایک بڑا سانحہ ہے، اگر چہ قبلہ کافی دن سے علیل تھے، لیکن اس صورت حال کے لیے دل ودماغ آمادہ نہیں تھے، دل چاہتا تھا کہ ان کا سایہ ہم لوگوں کے سروں پر تادیر رہے اور ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہیں، قضا وقدر کے فیصلوں کے سامنے کس کو مجال دم زدن ہے، لکھی ہوئی ساعت ٹل نہیں سکتی، لیکن گذشتہ دوتین سال کے حالات نے مرحوم کو جس کرب میں مبتلا رکھا، اس کا بھی ان کی شخصیت پر برا اثر پڑا، اور جس تحمل کے ساتھ وہ ان حالات سے عہدہ برآ ہوتے رہے وہ ان کی شخصیت کی عظمت کی دلیل ہے، ان کا تقدس، ان کی علمیت، ان کی علمی اور دینی خدمات، ان کا محبت ورافت کا سلوک، ان کی صلۂ رحمی اور ایسی ہی متعدد صفات حمیدہ، ان کے لیے جن درجات عالیہ کی ضمانت بنے ہوں گے، ہم تو ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے، جزا ہم عند ربھم جنۃ الخ کی مصداق ایسے ہی حضرات کی شخصیات تو ہوتی ہیں، گھر میں یہ خبر معلوم ہوئی تو پہلا جملہ یہ تھا کہ "دیوبند کی آخری بزرگ ذات بھی رخصت ہوئی" سچ یہ ہے کہ ان کے لیے دعا کرنے کو زبان نہیں اٹھتی کہ چھوٹا منہ بڑی بات معلوم ہوتی ہے، لیکن اس سعادت میں شامل ہونے کے لیے اپنے رب سے دعا کرتا ہوں کہ انہیں ابرار کبار میں شامل فرمائے۔

خاندان کی، دارالعلوم کی، اس مشن کی جو ساری زندگی مرحوم کو عزیز رہا، ساری ذمہ داریاں اب آپ پر ہیں، خدا کرے آپ ان کو بوجوہ احسن پورا کریں، ان کو پورا کرنے کے لیے جس تحمل اور تدبر کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے نوازا ہے، اب تک مرحوم کے سایۂ عاطفت میں ان سے کام لیتے رہے، اب خود پوری ذمہ داری کے ساتھ ان کو روبہ کار لانا ہے، اللہ آپ کو استقلال عطا فرمائے۔ والسلام

سوگوار عتیق احمد صدیقی ۱۹/۷/۱۹۸۳ء

حضرت مولانا عبدالعلیم فاروقی صاحب لکھنؤ

از:- بمبئی　　　　باسمہ تعالیٰ　　　　حامداً ومصلیاً وسلاماً

مخدوم گرامی قدر--------------دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل ۱۷/جولائی ۸۳ء کو بمبئی پہونچا یہاں آکر حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی کے ذریعہ حضرت حکیم الاسلام علیہ الرحمہ کی وفات حسرت آیات کی اطلاع ہوئی فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ خبر حضرت والا کے خدام اور متوسلین کے لیے کس درجہ اندوہناک ہے اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا ہے افسوس عالم اسلام ایک نہایت عظیم المرتبت شخصیت سے محروم ہو گیا علم وتقویٰ کا آفتاب عالمتاب غروب ہو گیا، ہندوستان کے مسلمان یتیم ہو گئے دارالعلوم دیوبند کی عزت وآبرو اٹھ گئی اس عظیم حادثہ کو کن الفاظ سے تعبیر کیا جائے لغت ایسے الفاظ سے قاصر ہے۔

اللہ پاک حضرت والا پر اپنے خاص انعامات فرمائے اور درجات عالیہ بلند فرمائے، کاش میں اس وقت لکھنؤ میں ہوتا اور کسی طرح آپ تک پہنچ کر شریک غم ہوجاتا لیکن یہ میری بدنصیبی ہے کہ ہزاروں میل دور بمبئی میں ہوں انشاء اللہ بہت جلد دیوبند حاضر ہو کر خدمت والا میں حاضر ہوں گا۔

میری طرف سے خانوادہ عامرہ کے ہر ہر فرد کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش فرمادیں۔ اللہ پاک ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق نصیب فرمائے اور حضرت کے فیوض و برکات عام فرمائے۔ اس بمبئی میں مقیم لکھنؤ کے بہت احباب سلام نیاز کے بعد کلمات تعزیت پیش کرتے ہیں۔

والسلام

خادم دیرینہ

عبدالعلیم فاروقی ۱۸/جولائی ۱۹۸۳ء

حضرت مولانا احمد اللہ صاحب بجنوری

مکرم ومحترم مولانا محمد سالم ومولانا محمد اسلم صاحب------دام فیوضکم

السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ

پرسوں شام بعد عصر حادثہ فاجعہ وفات حضرت مہتمم صاحب قدس سرہ کی خبر ملی، انا للہ وانا الیہ راجعون، وقت تدفین کا اعلان نہ تھا ورنہ رات کو پہنچ سکتا تھا۔

پھر یہاں برخورداری سعدیہ سلمہا کے پرسوں ہی بچہ تولد ہوا اس کی وجہ سے بھی سفر بہت دشوار تھا۔ انشاء اللہ جلد حاضر ہوں گا۔

ملت مرحومہ ایسے وقت ایک نہایت عظیم القدر شخصیت سے محروم ہوئی کہ ان کی نہایت احتیاج تھی، خدا کی مرضی میں کیا چارہ ہے؟ ولا نقول الا ما یرضیٰ ربنا۔

والدۂ ارشد اللہ بھی سب اہل خانہ کی خدمت میں سلام وتعزیت پیش کرتی ہیں۔

محتاج دعا

احقر احمد اللہ عفی اللہ عنہ، بجنور

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مدنی دار التالیفات بجنور

محترم المقام زید مجدکم----------سلام مسنون

مزاج گرامی

حضرت مہتمم صاحب قدس سرہٗ کے وصال کے بعد میں نے ایک مضمون الجمعیۃ اخبار کو بھیجا تھا، افسوس کہ وہ شائع نہ ہوسکا، جس کا افسوس ہوا، اور نہ معلوم کتنے مضامین اور خبریں ہوں گی جو انہوں نے شائع نہیں کیں، بہر حال یہ ان کے اختیار کی بات تھی لیکن اس کے نتائج خدا کے اختیار میں تھے جو غالباً ان کے مفید ثابت نہ ہوں گے۔

اب اگر آپ ان کے لیے یعنی حضرت مہتمم صاحب قدس سرہٗ کے لیے کوئی چیز شائع کرنا چاہتے ہوں تو اس کی اطلاع دیں تاکہ میں بھی کچھ لکھ کر بھیجدوں، حضرتؒ کے

لیے دعا اور ایصال ثواب یہ ان کا ہمارے اوپر حق ہے دعائے خیر کا طالب ہوں۔

والسلام

مفتی عزیز الرحمٰن

(مدنی دار التالیف بجنور)

تعزیتی قرار داد: باشندگان نگینہ ضلع بجنور

نگینہ ضلع بجنور میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کے سانحۂ ارتحال پر باشندگان نگینہ کا ایک عظیم الشان تعزیتی اجلاس جامع مسجد میں تمام پارٹیز پر مشتمل زیر صدارت حکیم محمد عارف صاحب، مفتی جلیل احمد سابق۔ ایم۔ ایل۔ اے۔ وحاجی راشد ضمیر کے انتظام میں منعقد کیا گیا جس میں مندرجہ ذیل حضرات نے حضرت مولانا قاری محمد طیب مرحوم کے حالات زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کی عظیم اسلامی خدمات اور دار العلوم دیوبند کے دور اہتمام کی کامیابیوں کا تذکرہ کیا اور موصوف کو خراج عقیدت پیش کیا گیا مقررین میں (۱) مفتی جلیل احمد صاحب سابق ایم۔ ایل اے (۲) عزیز الرحمٰن صاحب ایم۔ ایل۔ اے کانگریس آئی (۳) ذکاوت حسین صاحب ایڈوکیٹ نمائندہ مسلم مجلس (۴) قاضی مسعود علی جمعیۃ علماء (۵) ماسٹر اختر زیدی جماعت اسلامی (٦) مولانا محمد عارف صاحب لوک دل (۷) خورشید احمد نمائندہ تنظیم طلباء (۸) مولانا سعید احمد صاحب نمائندہ مدارس اسلامیہ (۹) مولوی محمود الحسن صاحب نمائندہ دار العلوم دیوبند ہیں، جلسہ کا آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا گیا۔

مولوی خلیل احمد صاحب نے قرآن پاک کی تلاوت کی اور ایک تعزیتی نظم انیس احمد نے پیش کی اور مندرجہ ذیل تجویز تعزیت منظور کی گئی۔

باشندگان نگینہ کا یہ عظیم اجلاس حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کے سانحۂ ارتحال پر اپنے گہرے دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور

عالم اسلام کا ایک عظیم نا قابل تلافی نقصان محسوس کرتا ہے۔

بلا شبہ حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب کی پوری زندگی علم دین کی اور حدیث کی خدمت کرتے ہوئے گذری اور علوم دینیہ کی ترویج واشاعت ان کی زندگی کا لازم حصہ بن کر گذرا نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عالم اسلام میں ان کے علمی کارنامے مشعل راہ ثابت ہوتے رہیں گے۔

مرحوم نے دارالعلوم دیوبند کے ۵۸؍ سالہ دور اہتمام میں اپنے کارہائے نمایاں سے علمی دنیا میں ہندوستان کا سر اونچا کیا ہے اور ایک درسگاہ کو اپنی خدمات سے ایشیا کی عظیم اسلامی یونیورسٹی کی شکل میں دارالعلوم کو وجود دیا مرحوم کے دور اہتمام میں دارالعلوم دیوبند کا جشن صد سالہ پوری دنیا میں ایک تاریخ بنا بہر حال حضرت مولانا کے وصال سے علمی دنیا سوگوار ہوگئی، اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات سے سرفراز فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، نگینہ کا یہ عظیم اجلاس مرحوم کے پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ عالمی تحریک تحفظ مساجد کے سلسلہ میں جو کام حضرت حکیم الاسلامؒ نے انجام دیا ہے عالم اسلام ان کا احسان مند ہے۔

مفتی جلیل احمد غفرلہ نگینہ بجنور

حضرت مولانا محمد حامد صاحب خطیب شاہی مسجد حیدر آباد

محترمی ومخلصی مولانا محمد سالم صاحب قاسمی---------دام ظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

انتہائی گہرے صدمہ کے ساتھ عالم اسلام کے اس عظیم نقصان پر جس قدر بھی صدمہ کیا جائے وہ بہت کم ہے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حدیث شریف کی رو سے موت العالم موت العالم ہے واقعی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بے مثال ہستی تھی۔ حضرت

کے جواحسانات اور لطف وکرم اس خاکسار پر تھے اس کو یاد کر کے کلیجہ اوپر کو آتا ہے ماشاء اللہ آپ خود علامہ ہیں مگر یہ صدمہ اتنا عظیم ہے کہ آپ سب کو دوہرا شدید صدمہ پہنچا ہوگا۔ ہم سب خدام آپ کے صدمہ میں شریک ہیں آج صبح سے اپنے اس مدرسہ عربیہ تنویر نسواں میں پہلے جلسہ تعزیت منعقد ہوا۔ اور اب ختم قرآن مجید کیا جارہا ہے۔

بلکہ ختم قرآن مجید میں رسمی طور پر کوئی کام نہیں کیا گیا ہے ایصال ثواب کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ،کل ریڈیو سے ۲؍ بجے خبر نشر ہوئی اور آج یہاں پر تمام اخباروں میں بڑی سرخیوں سے یہ خبریں شائع ہوئی ہیں۔

یہاں پر کل تعزیتی جلسہ اور ختم قرآن مجید کا شہر میں اہتمام کیا جارہا ہے۔

میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے تین روز قبل ایک خواب دیکھا تھا کہ حضرت قبلہ ایک موٹر پر تشریف لا رہے ہیں مگر کرتا پہنے ہوئے ہیں اور کرتے میں سے کاندھے کی پوری ہڈیاں نظر آرہی ہیں میں ایک دم دوڑا ہوا موٹر کے قریب گیا تو حضرت قبلہؒ نے مصافحہ کا موقعہ عطا فرمایا میں نے فرط محبت سے دستِ مبارک سر پر رکھ لیا حضرت قبلہؒ نے بہت ہی تپاک سے برتاؤ فرمایا۔

اب ہم سب سوگوار ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے حضرت قبلہؒ کو اپنے جوارِ خاص میں جگہ مرحمت فرمائے۔ آمین۔

سب برادرانِ محترم سے اور متوسلین سے بھی ہم خدام کا سلام۔ فقط

والسلام

محمد حامد صدیقی ؍ خطیب شاہی مسجد حیدر آباد

حضرت مولانا محمد احمد رحمانی صاحب ابن مجاہد جلیل رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

محترم بھائی محمد سالم ومحمد اسلم ومحمد اعظم ---------------- السلام علیکم

آج اطلاع ملی ، کہ حضرت اقدس مولانا قاری محمد طیب صاحب دار العلوم دیوبند

انتقال کر گئے، مرحوم آپ کے والد تھے، لیکن پوری اسلامی دنیا کے لیے روحانی سربراہ تھے، ایسے لوگ اور شخصیت کا پیدا ہونا ناممکن ہے، ان کے وصال سے جو آپ کو صدمہ پہنچا، اتنا ہی مجھے پہونچا، میرے والد مرحوم کے قریبی شفیق دوست تھے، ایسا محسوس ہوا جیسے کہ سر پر جو سایہ تھا وہ اٹھ گیا، خداوند تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور مجھے اپنے غم میں شریک سمجھیں، بیماری کی وجہ سے سفر نہیں کر سکتا، ورنہ حاضر خدمت ہوتا

والسلام، محمد احمد رحمانی ۱۸/۷/۱۹۸۳ء

حضرت مولانا احمد اشرف صاحب مہتمم دارالعلوم اشرفیہ عربیہ راندیر سورت گجرات

محترم المقام مولانا الحاج محمد سالم صاحب------زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد از سلام و عافیت کے والد ماجد ہمارے بہت قدیم مشفق تھے اور ہمارا قدیم تعلق تھا مرحوم کی وفات کی خبر سن کر از حد صدمہ ہوا فون سے خبر سنتے ہی آپ پر ٹیلیگرام کیا تھا جو ملا ہوگا اور دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں احقر کی صدارت میں تعزیتی جلسے ہوا، جس میں مرحوم ومغفور کی وفات پر اظہار غم کیا گیا۔

تمام اساتذہ وطلباء نے قرآن کریم کی تلاوت کر کے مولانا مرحوم کو ایصال ثواب کیا، اور شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ مولانا الحاج محمد رضا اجمیری صاحب دامت فیوضہم نے حضرت والا کے مختصر حالات وکمالات بیان کیے۔

بعد ازاں مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی گئی اور آپ تمام پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی توفیق کی دعا کی گئی، خدا پاک قبول کرے۔ آمین ثم آمین۔

فقط والسلام

احمد اشرف راندیری غفرلہ

مہتمم دارالعلوم اشرفیہ عربیہ راندیر گجرات

حضرت مولانا اسماعیل حافظ احمد صاحب جامعہ حسینیہ محمدیہ عربیہ اسلامیہ حسینیہ روڈ راندیر سورت

مکرم ومحترم مولانا محمد سالم صاحب------------ زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون! آج یہ غمناک اور روح فرسا خبر بذریعہ ٹیلی فون معلوم ہوئی کہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، افسوس علم وعرفان کی شمع فروزاں، فضل وکمال کا نیر تاباں اور علم ودانش کا آفتاب غروب ہو گیا؛ امت اپنے ایک عالم جلیل، حکیم اسلام، پیر طرقت اور رہنماء دین سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئی، حضرت حکیم الاسلام کی وفات حسرت آیات سے علمی دنیا میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے بظاہر اسکا پورا ہونا ممکن نظر نہیں آتا، آپ کا سانحۂ ارتحال پوری علمی دنیا کا نقصان ہے۔

فما کان قیس هلکه هلکة واحد ☆ و لکنهٗ بنیان قوم قدتهدما

حضرت والاؒ کو جامعہ کے ساتھ خاص تعلق تھا اسی وجہ سے ہمیشہ جامعہ کے سالانہ اجلاس میں تشریف لاتے رہے ہیں، گذشتہ سال میں خود جلسہ کی دعوت کے لیے حاضر ہوا تھا۔

اس سال بھی دعوت پیش کی تھی مگر بیماری کی وجہ سے حضرتؒ کی طرف سے آپ ہی نے اپنے قلم سے معذرت پیش کی تھی۔

میں اور اہل مدرسہ آپ کو، مولانا محمد اسلم صاحب کو اور جمیع متعلقین کو بایں الفاظ تعزیت پیش کرتے ہیں۔

ولو کا ن فی الدنیا لساکن ☆لکان رسول اللہؐ فیها مخلداً

وما کان احد ینجوه الموت سالما ☆و سهم المتایا قد اصاب محمداً

ہم آپ کے غم میں برابر شریک ہیں، اظہار ہمدردی کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ خداوند کریم حضرتؒ والا کو جنت الفردوس میں بلند درجات مرحمت فرماویں۔ اور جملہ پسماندگان

کوصبر جمیل کی توفیق عطا کریں۔اعظم اللہ لکم الاجر والھمکم الصبر، آمین

جامعہ میں اراکین، اساتذہ اور ملازمین نے مل کر ختم قرآن کر کے ایصال ثواب کیا۔

والسلام: ناچیز اسماعیل حافظ احمد غفرلہ ۱۷/ جولائی ۱۹۸۳ء

تعزیتی قرار داد

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب

کی وفات پر جامعہ حسینیہ راندیر میں تعزیتی جلسہ

جامعہ حسینیہ راندیر سورت (گجرات) میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی وفات حسرت آیات پر ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا، جس میں اراکین، اساتذہ، طلبہ کے کے علاوہ شہر کے ممتاز علماء وذی وقار حضرات نے بھی شرکت فرمائی، جلسہ میں حضرت موصوف کی وفات پر اپنے اپنے تاثرات اور جذباتِ غم کا اظہار کیا گیا، اور آپ کی دینی وعلمی خدمات کا ذکر جمیل کر کے خراج عقیدت پیش کیا گیا، جلسہ کے تمام ہی شرکاء نے تلاوت قرآن کر کے ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کی، آخر میں تعزیتی تجویز پیش کی گئی، جو بالاتفاق منظور ہوئی تجویز کا متن حسب ذیل ہے۔

الحمد اللّٰہ الذی له البقاء و الدوام قال اللّٰہ تعالیٰ فی کل فان و یبقی وجه ربك ذو الجلال و الاکرام و صلی اللّٰہ علیٰ سید الانام ۔

تجویز ...۱۔ جامعہ حسینیہ راندیر کا یہ تعزیتی جلسہ حضرت حکیم الاسلام فخر الاماثل حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ وفات پر اپنے قلبی غمناک تاثر کا اظہار کرتا ہے اور بعد تأسف اقرار کرتا ہے کہ آہ! فضل وکمال کا پیکر، حسن اخلاق زہد وتقویٰ کا مرقع، صبر وثبات کا مجسمہ اس دارِ فانی سے اٹھ گیا، اور ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا جسکا پر ہونا بظاہر ممکن نظر نہیں آتا، یہ جلسہ آپ کے سانحۂ ارتحال کو پوری علمی دنیا کا نقصان تصور کرتا ہے نیز یہ جلسہ حضرت مرحوم کی خدمات دینیہ اور نمایاں کارکردگی کا اعتراف کرتا ہے۔

تجویز...۲۔ حضرت مرحوم کو جامعہ کے ساتھ خصوصی تعلق تھا یہی وجہ ہے کہ ۱۹۵۰ء سے برابر جامعہ کے سالانہ جلسہ میں تشریف لائے ہیں لہٰذا جامعہ بھی اس حادثہ جانکاہ کو اپنے لیے نا قابل تلافی نقصان عظیم سمجھتا ہے، اہل مدرسہ اور شرکاء جلسہ حضرت مرحوم کے اہل بیت و متعلقین خصوصاً مولانا سالم اور مولانا محمد اعظم کی خدمت میں تعزیت اور اظہار ہمدردی کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ حق تعالیٰ مولانا مرحوم کو جنت الفردوس میں درجات عالیہ عطا فرماویں اور خصوصی رحمت و مغفرت سے نوازیں۔ آمین یارب العالمین۔

حضرت مولانا عبدالعلی فاروقی ایڈیٹر "البدر" وصدر المدرسین دارالعلوم فاروقیہ کاکوری لکھنؤ

ذوالمجد والکرم حضرت استاذ محترم مدظلکم العالی -------- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بستر علالت پر حضرت اقدس مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حادثۂ وفات کی اطلاع ملی، دل اس خبر کو سننے کے لیے قطعی آمادہ نہ تھا اور اب تو یک گونہ ڈھارس بندھ گئی تھی کیونکہ حضرت والد ماجد مدظلہ بمبئی سے یہ اطلاع لائے تھے کہ اب حضرت کے مزاج سامی پر سکون ہیں اور صحت اس درجہ اطمینان بخش ہو چکی ہے کہ حضرت کا جلد ہی بمبئی کا سفر ہونے والا ہے، جب اخبارات کے ذریعہ حضرتؒ کی تشویشناک علالت کی اطلاع ملی تھی دل پکڑا سا رہتا تھا اور ہر وقت ایک اندیشہ لگا رہتا تھا مگر والد ماجد مدظلہ سے یہ تسلی بخش حالت سن کر دل کو کچھ اطمینان ہو گیا تھا کہ اچانک یہ اندوہناک خبر سننے کو ملی کہ حضرت مہتمم صاحبؒ کی ضیابار شخصیت سے ہم سب لوگ محروم ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مجھ جیسے ناکارہ کی کیا بساط کہ اس حادثۂ عظمیٰ پر حضرت والا کی خدمت میں تعزیت پیش کر سکے لیکن ادائگی نیت کے جذبہ کے ساتھ یہ عریضہ ارسال خدمت ہے حق تعالیٰ حضرتؒ کے اسوۂ حسنہ پر ہم سیہ کاروں کو بھی چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے (آمین)۔

یوں تو دنیا میں جو آیا ہے اسے ایک نہ ایک دن جانا ہے مگر قلق اور افسوس اس بات کا ہے کہ حضرت مہتمم صاحبؒ اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ انجام آخرت سے

لاپرواہ مفاد پرستوں نے ان کا کلیجہ چھلنی کردیا تھا، آپ حضرات کو اس کا جس قدر بھی ملال ہو کم ہے، ویسے یہ تو یقین ہے کہ انشاء اللہ یہ کلفتیں ان کے لیے ذخیرۂ آخرت ثابت ہونگی، اس سلسلہ میں اپنے دلی جذبات کا قلم برداشتہ اظہار ''البدر'' کے تازہ شمارہ میں کیا ہے اگرچہ مسلسل علالت کی وجہ سے بہت زیادہ تفصیل کے ساتھ نہیں لکھ سکا، یہ شمارہ حسب معمول طبع ہونے کے بعد انشاء اللہ خدمت والا میں بھی بھیجا جائے گا۔

دل تو یہ چاہتا تھا کہ اس غم آگیں موقع پر حاضر خدمت ہو کر کفش برداری کی سعادت حاصل کرتا شاید اسطرح حضرت والا کی کچھ تسلی کا باعث بن سکتا مگر شروع رمضان سے مسلسل بیماری کا سلسلہ چل رہا ہے، بخار کی شکایت رہی جس نے آخر رمضان میں بہت شدت اختیار کرلی اور ۱۰۵؍ سے ۱۰۶ تک بخار ہو گیا جس کی وجہ سے معالجین بھی تشویش میں مبتلا ہو گئے تھے مختلف قسم کی جانچ اور ایکسرے ہوئے جس کے نتیجہ میں معلوم ہوا کہ خون میں کچھ فساد پیدا ہو گیا ہے جس کی اصلاح کے لیے صبح دوپہر شام ۳؍ انجکشن یومیہ لگتے رہے اب بحمد للہ بخار کا سلسلہ کم ہو گیا ہے مگر علاج جاری ہے اور کمزوری کافی آگئی ہے، مدرسہ کھل چکا ہے مگر ابھی تک حاضری نہیں دے سکا ہوں۔

حضرت والا سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

مخدومان گرامی جناب مولانا محمد اسلم صاحب و محمد اعظم صاحب کی خدمات میں بھی تعزیت مسنونہ پیش کردیں۔

والسلام
عبد العلی فاروقی

حضرت مولانا محمد ریاض الدین فاروقی ندوی ناظم مدرسہ عربیہ کاشف العلوم اورنگ آباد (دکن)

بخدمت گرامی حضرت مولانا سالم صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مورخہ ۶؍ شوال کی شام میں آل انڈیا ریڈیو کی مقامی خبروں میں اچانک بتایا گیا کہ

حضرت والا (رحمۃ اللہ علیہ کس قلم سے لکھیں جس ذات گرامی کو آج تک "دامت برکاتہم" اور "مدظلہ العالی" لکھتے رہے) ہم سب منتسبین اور وابستگان کو سوگوار چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللّٰھم رحمہ رحمۃ واسعۃ و اعلِ درجاتہ ، اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنّا بعدہ .

وہ کیا تعزیت کرے اور تسلی دے جو خود تعزیت اور تسلی کا محتاج ہو، اللہ تعالیٰ آپ کے سایہ عاطفت کو ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے، اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی اور علمی فیضان کو آپ کی ذات بابرکات کے ذریعہ جاری رکھے۔

مدرسہ میں کل رات تعزیتی جلسہ رکھا گیا تھا جس میں اہالیان شہر بڑی تعداد میں شریک تھے، اور بعد نماز عصر ایصال ثواب اور دعا کی گئی۔

اپنی خصوصی دعاؤں میں ہم دور افتادگان کو یاد فرما کر احسان فرمائیں۔

سوگوار اور شریک غم آپ کا

ضیاء الدین ۱۹/۱۰/۱۴۰۳ھ

حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب مدرسہ فیض القرآن نگرہ جھانسی یوپی

مخدومی قبلہ مولانا محمد سالم صاحب، زید مجدکم ---------سلام مسنون!

کل شام ریڈیو سے یہ خبر جگر خراش سارے ملک نے انتہائی رنج وقلق سے سنی کہ ملک کی مایہ ناز ہستی حضرت حکیم الاسلام قاری طیب صاحب علیہ الرحمہ ہمیشہ کے لیے ہم سے جدا ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی برّ اعظم ایشیاء میں ایک امتیازی شان رکھتی تھی، اور اپنے ظاہر و باطن اور جسم و روح کے اعتبار سے ایک ایسی مافوق الفطرت ہستی تھی کہ جس کی نظیر اب صدیوں میں پیدا نہ ہو گی، حضرت شاہ ولی اللہؒ بلندیٔ فکر، شاہ عبدالقادر و شاہ رفیع الدینؒ کی فراست قرآنیہ، شاہ عبدالعزیز کا علم وعرفان اور حضرت

نانوتویؒ کی حکمت کسی انسانی قالب میں جاری وساری تھی تو وہ حضرت قاری صاحب کی ذات گرامی ہی تھی، وہ یادگار سلف تھی حکیم الامت تھے، وہ عصر نو میں سراج رہِ ہدایت تھے وہ ایک ہی وقت میں مفسر قرآن، محدث زماں، فقیہ امت، مورخ دوراں، دانائے رموز معرفت وحقیقت امام راہ طریقت سب کچھ تھے اقتصادیات ومعاشیات، معادیات واخلاقیات، اجتماعیات اور دیگر علوم وفنون کا وہ کونسا گوشہ تھا جس میں حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہ کی رائے اور آپ کے قلم حکمت رقم سے بکھرے ہوئے جواہر ریزے حرف آخر کا درجہ نہیں رکھتے ہوں، شریعت مصطفوی کو دلیل وبرہان کے حکیمانہ پیراہنوں میں آراستہ کر کے جس طرح آپ نے پیش کیا وہ صرف آپ ہی کا حصہ ہے جو رہتی دنیا تک باقی رہے گا، ان سب کی دلیل خود دار العلوم ہے جو آج سوگوار وآبدیدہ ہے، شریعت وطریقت، علم وعرفان کی بزم سونی ہوگئی، سلوک وتصوف کی خانقاہ اجڑ گئی، عزم واستقلال کے مینارے زمیں دوز ہوگئے، غرضیکہ ہدایت کا مینار، عزم وہمت کا سنگ میل گمراہی کی گھٹاؤں میں بدر منیر، اہل حق پر رحمت کا سایہ، حسن وتقویٰ اور طہارت کا مجسمہ آج ہم سے رخصت ہوگیا اور ہمیشہ کے لیے جدا۔ ؎

رحمتوں کے پھول برسیں تیری تربت پر مدام ☆ خلد میں حاصل تجھے ہو ارفع واعلیٰ مقام

جہاں پوری دنیا آج اس رنج وغم میں آپ کے برابر کی شریک ہے، وہیں یہ پورا شہر جھانسی بھی اس رنج وغم میں شریک ہوکر ادارے میں جمع ہے طلبا واساتذہ اور اہالیان شہر قرآن خوانی اور کلمہ طیبہ سے ایصال ثواب کر رہے ہیں حق تعالیٰ قبول فرمائے اور حضرت علیہ الرحمہ کو اعلیٰ مقام عنایت فرمائے، آمین۔

خادم اور تمام حضرات کی جانب سے مولوی محمد اسلم صاحب اور مولوی محمد اعظم صاحب کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کیجئے۔

خادم مغموم ومحزون: احقر محمد اسحاق قاسمی غفرلہ

محترم جناب شوکت علی فہمی صاحب ایڈیٹر دین دنیا جامع مسجد

محترمی مولوی محمد اسلم صاحب السلام علیکم

ریڈیو اور اخبارات سے یہ معلوم کر کے انتہائی قلق ہوا کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ہم سے جدا ہو گئے، یہ حادثہ صرف آپ کے لیے اور آپ کے خاندان ہی کے لیے ایک بہت برا حادثہ نہیں ہے، بلکہ مسلمانان ہند کا بھی ایک ایسا نقصان عظیم ہے جس کی شاید زمانہ دراز تک تلافی نہیں ہو سکے گی۔

ہمارے ملک میں یوں تو پہلے ہی قحط الرجال ہے، اور اب اس میں اور بھی اضافہ ہو گیا، اس میں ذرا بھی شک نہیں ہمارا ملک ایک ایسے عالم بے بدل، سحر بیان مقرر اور مجسم اخلاق سے محروم ہو گیا ہے، جسے کہ بری طرح سے محسوس کیا جائے گا، مجھے بھی اس حادثہ عظیم میں اپنا شریک غم تصور کیجیے، اور میری جانب سے سب ہی متعلقین سے تعزیت فرما دیجیے۔

مخلص

شوکت علی فہمی / ۱۸/ ۷/ ۱۹۸۳ء

محترمی حضرت مولانا مولوی محمد اسلم صاحب السلام علیکم

ریڈیو اور اخبارات کے ذریعہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی رحلت کی اطلاع ملی، یہ حادثہ صرف آپ ہی کے لیے ایک بہت بڑا حادثہ نہیں ہے، بلکہ پوری ملت اسلامیہ کا ناقابل تلافی نقصان ہے، جس کی شاید زمانہ دراز تک تلافی نہیں ہو سکے گی۔

ہمارا ملک ایک عالم بے بدل اور سحر بیان مقرر اور بہترین مدیر سے محروم ہو گیا ہے مجھے بھی اس حادثہ میں اپنا شریک غم تصور فرمائیں، اور میری جانب سے جملہ متعلقین سے تعزیت فرما دیں۔

مخلص: شوکت فہمی / ۱۸/ ۷/ ۱۹۸۳ء

حضرت مولانا قاری اسرار احمد صاحب سلیم، چنئی

محترم بھائی میاں--------دام مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس جانکاہ حادثہ کی خبر پاکر کہ حضرت مہتمم صاحب انتقال فرما گئے، ایک سکتہ کا سا عالم طاری ہو گیا مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ کہنے والا جو کہہ رہا ہے یہ اندوہناک خبر سنا رہا ہے یا یہ خواب کی حالت ہے یا بیداری میں سن رہا ہوں، بے حد رنج وملال کے ساتھ سنتا رہا جب دوسرے ذرائع سے تصدیق ہو گئی، دل پھٹ گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون، کئی روز سے خط لکھنے ارادہ کرتا ہوں مگر بخدا قلم چلنے کو تیار نہیں کن الفاظ میں تعزیت پیش کروں ہر وقت دعائیں کرتا ہوں۔

اللہ رب العزت حضرتؒ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرما کر جنت الفردس میں جگہ عطا فرماوے آمین، اے رب العزت تو اپنی رحمت سے حضرت کو کروٹ کروٹ چین نصیب فرماوے، بال بال مغفرت فرماوے، آمین، اے اللہ تو حضرتؒ کے تمام پسماندگان اور تمام متعلقین کو صبر جمیل عطا فرما، یا اللہ آمین، ہم سب اہلیہ اور تمام بچے آپ کے غم والم میں برابر کے شریک ہیں جمعہ کے روز بھری مسجد میں تعزیتی جلسہ نماز کے قبل رہا، حضرتؒ کی علمی اور عملی زندگی اور اٹھاون سالہ دارالعلوم کا ذور اہتمام اور اس کی خدمات پر روشنی ڈالی اور بعد نماز ایصال ثواب کیا گیا، جامع مسجد کے تمام جماعت نے بہت اظہار افسوس کیا حضرت مہتمم صاحبؒ نے ایک مرتبہ جامع مسجد میں کوئی آٹھ سال قبل تقریر بھی فرمائی تھی، بھائی اسلم اور اعظم سے بھی میری اور اہلیہ کی طرف سے تعزیت پیش فرمادیں، بھائی اسلم کے پاس بھی خط لکھ رہا ہوں آپ اپنے گھر میں سلام سنائیں بچوں کو دعائیں۔ہم سب تمام آپ کے غم میں شریک ہیں۔ فقط والسلام

اسرار احمد وراشدہ خاتون واولادہٗ، ۱۵؍شوال ۱۴۰۳ھ، ۲۶؍جولائی ۱۹۸۳ء

محترم بھائی اسلم---------------زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

انتہائی صدمہ اور رنج ہوا اس بات کو سن کر کہ بھائی جی رحلت فرما گئے اس جانکاہ حادثہ سے ایسی حالت ہوگئی بیان نہیں کرسکتا یقین نہیں آتا تھا، ریڈیو میں جب الاؤنس ہوا دل پھٹ گیا کئی روز سے خط لکھنے بیٹھتا ہوں نہ دماغ کام کرتا ہے نہ ہی قلم چلنے کو تیار ہے، اور یہ سوچتا تھا کہ اپنے بھائی اسلم کو کن الفاظ میں تعزیت پیش کروں بخدا اس وقت بھی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، اس اندوہناک حادثہ کی برداشت کہاں، اللہ رب العزت حضرت مولاناؒ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عنایت فرما کر جنت الفردوس عطا فرماوے آمین ہم ہر وقت دعا کرتے ہیں اہلیہ ابرار احمد ارشاد احمد اور تمام بچے سب کو بہت ہی افسوس اور صدمہ وملال ہے، سب دعا کرتے ہیں اے اللہ تو اپنی رحمت کاملہ کے صدقہ حضرت مہتمم صاحب کو کروٹ کروٹ چین وراحت نصیب فرما، یا اللہ بال بال مغفرت فرما، یا اللہ تو اپنے فضل وکرم سے خاندان قاسمی کے ہر فرد کو صبر جمیل عطا فرما، تمام متعلقین کو صبر کی دولت سے مالا مال فرما، بھائی اسلم صبر سے کام لینا ہم سب تمہارے سب کے غم میں برابر شریک ہیں تفصیل معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوں، کسی کا خط تفصیل لے کر نہیں آتا کہ آخر میں کیسی طبیعت ہوگئی تھی نماز کس نے پڑھائی کتنے آدمی جنازہ میں شریک ہوئے بھائی طاقت پرواز نہیں ورنہ اڑ کر تمہارے سے مل کر اپنے غم کو ہلکا کرلیتا، جب بھائی جیؒ کا خیال آجاتا ہے تو کیسا دماغ ہوجاتا ہے گھر ودیوار بھی روتے ہی ہونگے، آہ ثم آہ۔ ؎

آہ گل چین اجل تجھ سے نادانی ہوئی ☆ پھول وہ توڑا کہ گلشن بھر میں ویرانی ہوئی

اللہ رب العزت ہم سب کو صبر عطا فرما، بھائی جان سے بھی تعزیت پیش کرنا اعظم آگئے ہوں گے حمیرہ آپا کہاں ہیں، ذرا فرصت ملنے پر دو لفظ لکھ دو گے، مجھے بھی تسلی ہو جاوے گی، اہلیہ سے اور بچوں سے سلام ودعا کہنا، میں اور اہلیہ اور سب بچے آپ کے غم میں برابر شریک ہیں۔ آج کل جامع مسجد میں امامت کے منصب پر ہوں۔

گذشتہ جمعہ کے روز نماز سے پہلے بھری مسجد میں تمام مصلیان مسجد کو اس جانکاہ حادثہ کی اطلاع دی اور حضرت مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور علمی دینی و تدریسی تحریری تقریری خدمات پر تقریر کی اور بعد نماز حضرتؒ کے لیے ایصال ثواب کیا، تمام ہی نمازی شریک رہے، بسمل شاہجہاں پوری بھی تھے انہوں نے بھی حضرتؒ کے اوصاف بیان فرمائے۔

اللہ رب العزت حضرتؒ کے درجات میں ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

شریک غم سوگوار تمہارا بھائی

ابرار احمد قاسمی دیوبندی

مولانا محمد سعید الرحمٰن صاحب مدیر ماہنامہ "نصرۃ الاسلام" سرینگر کشمیر

حضرت الاستاذ گرامی ------------- مدظلہ العالی

سلام مسنون نیاز مقرون

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری صاحبؒ کے ارتحال کی خبر آل انڈیا ریڈیو سے سن کر پاؤں تلے کی زمین نکل گئی، اور خاکسار پر سکتہ کا عالم طاری ہوگیا۔

حضرت قبلہ قاری صاحبؒ بے شبہ دور حاضر میں ملت کا عظیم سرمایہ تھے، مرحوم کے وصال سے جو روحانی، عرفانی اور علمی فضا میں خلا پیدا ہوگیا ہے اس کا پر ہونا اب بظاہر ناممکن ہے۔ ع

اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

انجمن نصرۃ الاسلام کے تحت چلنے والے اداروں اور انجمن اوقاف کے اہتمام سے تعزیتی جلسے اور ایصال ثواب کی مجلسیں منعقد کی گئیں۔

خاکسار عنقریب خود حاضر خدمت ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی

توفیق، آں محترم سے تعزیت کیا کروں، خود تعزیت کا مستحق ہوں۔

والسلام: نیازمند

محمد سعید الرحمٰن شمس/ مدیر ماہنامہ، نصرۃ الاسلام کشمیر

تعزیتی جلسہ

مدرسہ اسلامیہ فیض الاسلام سیال نگلہ جی ضلع میرٹھ میں

حضرت حکیم الاسلام علامہ قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کا تعزیتی جلسہ

آج بتاریخ ۸/ شوال المکرم ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۹/ جولائی ۱۹۸۳ء بروز سہ شنبہ مدرسہ کے وسیع وعریض صحن میدان سے ملحق درسگاہ میں جملہ طلبا علماء، مدرسین گردونواح کے تمام منسلکین ومعتقدین ومتوسلین نے مل کر قرآن ختم کیا، اور حضرت نور اللہ مرقدہ کے لیے ایصال ثواب کیا گیا، بعد ازاں بعد ایک جلسہ منعقد کیا جس میں سب سے پہلے طلبہ علما اور کل مجمع کے سامنے جناب مولانا حامد حسین صاحب قاسمی ناظم مدرسہ ہذا نے تعزیتی تقریر فرمائی اور حضرت اقدس مہتمم صاحبؒ کی خدمات اور قربانیوں کا اور اپنی حیات میں دارالعلوم دیوبند کی ترقیات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت اقدس مہتمم صاحب کا ۶۰/ سالہ دور اہتمام سب سے روشن دور گذرا ہے، مزید فرمایا کہ صاحبزادہ محترم مولانا محمد سالم مدظلہ ان کے صحیح جانشین ہیں، مولانا حامد حسن قاسمی کے بعد مولانا قاری نثار احمد صاحب خطیب جامع مسجد بھاونپور ضلع میرٹھ نے جملہ حاضرین ومجمع کے سامنے ایک جامع اور بصیرت افروز تعزیتی تقریر فرمائی، اور حضرت مہتمم صاحبؒ کے فضل وکمال اور خدمات وقربانیوں کو خراج عقیدت پیش کیا، مزید قاری نثار صاحب نے حضرت مہتمم صاحبؒ کے وصال پر بارش اور ٹھنڈی ہواؤں کو اپنی زندہ کرامت سے تعبیر کیا، آخر میں گہرے صدمہ اور افسوس کا اظہار کیا، بعدہ فاضل نوجوان عزیزی مولوی علی احمد صاحب سلمہ قاسمی ندوی نواس گڑھی نے موت العالم موت العالَم کے موضوع پر تقریر فرمائی، اور

حضرت مہتمم صاحبؒ کی زندگی کے کچھ عجیب وغریب واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ تقریر وتحریر، خطابت وصحافت درس وتدریس، تبحر علمی، انتظام وانصرام، رشد وہدایت، تحمل وبردباری، محبت وشرافت کے ان جملہ خوبیوں میں آپ اپنے ثانی خود تھے، نے آپ کی حیات میں آپ کا کوئی ہم پلہ تھا اور نہ آج ہے، آخر میں عزیزی مولوی علی احمد نے پسماندگان کے لیے بالخصوص حضرت مولانا سالم صاحب کے لیے صبر جمیل کی دعا فرمائی، آخر میں یہ جلسہ حضرت مولانا حامد حسن صاحب مدظلہ ناظم مدرسہ ہذا کی دعاؤں پر ختم ہوا، مولانا موصوف نے پردرد لہجہ میں دعا کرائی اور دعا میں فرمایا جس طرح اب تک خاندان قاسمیہ کے ذریعہ مسلک دارالعلوم دیوبند کا تحفظ ہوا اسی طرح آئندہ حق تعالیٰ اسی خاندان قاسمیہ کے فرزندار جمند مولانا سالم صاحب کے ذریعہ سے تحفظ فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

منجانب:۔ مہتمم صاحب مدظلہ مدرسہ فیض الاسلام سیال نگلہ جئی ضلع میرٹھ

از: دفتر مدرسہ بیت العلوم شہر مالیگاؤں ضلع ناسک

محترم ومکرم عالی جناب حضرت مولانا محمد سالم صاحب ------------- زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عالم اسلام کے مایہ ناز عالم دین، اسرار دین کے حکیمانہ شارح، امت کے بطل جلیل، ملت اسلامیہ کے مخلص قائد، اسوہ اسلاف کے تابندہ مثیل حضرت الحاج مولانا قاری محمد طیب صاحب کے انتقال کی خبر سے اراکین واساتذہ مدرسہ بیت العلوم کو سخت صدمہ پہنچا، اس وقت پوری ملت غم والم سے نڈھال ہے، مالیگاؤں کے ارباب علم میں صف ماتم بچھ گئی اور عوام میں کہرام مچ گیا، تقریباً سبھی مساجد ومدارس میں قرآن خوانی ہوئی اور قاری صاحب کے لیے دعائے مغفرت کی گئی آپ کو تو علم ہی ہے کہ حضرت موصوف کے اراکین مدرسہ بیت العلوم سے مشفقانہ روابط تھے اور ہم لوگ ہمیشہ خانوادہ قاسمی کے خوشہ چیں رہے ہیں اس وقت آپ پر جو غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے اس میں

ہم برابر کے شریک ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ تمام حضرات کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، ان کے علوم کا وارث بنائے اور امت میں آپ کے مدارج و مراتب کو بے انتہا بلند فرمائے، اور حضرت قاری صاحب کی مخلصانہ خدمات کو قبول فرما کر ان کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔ (آمین)

اراکین مدرسہ بیت العلوم عبد اللہ نگر مالیگاؤں

جناب محمد ابراہیم گھی والا خورجہ

محترم جناب مولانا محمد سالم و محمد اسلم صاحب------السلام علیکم

اتوار کی شام یہ خبر سن کر بہت ہی صدمہ ہوا کہ حضرت اقدس کا انتقال ہو گیا شام کا وقت تھا، جتنے خدام تھے سب کو بے حد صدمہ ہوا مگر اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی یوں ہی کہ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو جنت الفردوس عطا فرمائیں اور آپ صاحبان کو صبر جمیل عطا فرمائیں میں نے خود ایک قرآن شریف ختم کر کے ایصال ثواب کر دیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اپنے والدین کے ساتھ ایصال ثواب کرتا رہوں گا میری طبیعت شعبان ہی سے خراب چل رہی ہے، کمزور بہت ہو گیا ہوں اتنے بڑے سفر کی ہمت نہیں ہو رہی ہے انشاء اللہ صحت ہونے پر حاضر ہوں گا، خادم کو کار لائق سے یاد فرماتے رہیں۔

فقط والسلام

خادم محمد ابراہیم عفی عنہ گھی والا خورجہ

حضرت مولانا محمد سمیع اللہ صاحب بستوی مدرسہ قاسمیہ تعلیم الاسلام موانہ کلاں میرٹھ

حضرت محترم المقام دام ظلکم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جس راہ سے مفر نہیں اس راہ کے مسافر محسنِ ملت زعیم قوم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ مہتمم دار العلوم دیوبند کے سانحۂ ارتحال کی خبر معمولی خبر نہیں تھی جو دل ہلا دینے

والی نہ ہو لیکن نظم مشیت سے چارۂ کار ہی کیا ہے فوراً ہی حضرت کے لیے ایصال ثواب کا انتظام کیا گیا، پھر ۲۲ر جولائی یوم جمعہ کو با قاعدہ بستی کے بڑے مجمع نے لوگوں کا اظہار کیا اور حضرت کے لیے ایصال ثواب ودعاء مغفرت کی گئی، تمام باشندگان سڈھلہ آپ کے شریک غم ہیں صرف اطلاع کے لیے یہ عریضہ ارسال کرتا ہوں، اور دعاؤں کا خواستگار ہوں۔

فقط والسلام

احقر محمد سمیع اللہ بستوی

مدرسہ قاسمیہ تعلیم الاسلام سٹھلہ موانہ کلاں ضلع میرٹھ

حضرت مولانا عبدالجمیل صاحب خطیب مدراس

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ

عزیز محترم مولانا محمد اسلم صاحب زادحبہٗ خلف الرشید حضرت حکیم الاسلام نور اللہ مرقدہٗ

سلام مسنون

کسی کی بھی موت کی خبر سن کر ایک دین دار مسلمان کی زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون، نکلتا ہے مگر میری حقیر گنہ گار زبان اس عظیم سانحہ کو سن کر اس کے ساتھ ہی انک میت کا جملہ نکلا نبی کریم ﷺ کو اللہ نے مادی حیات کے بعد روحانی لباس موت کے اعزاز سے مشرف فرما کر آخرت کی زندگی پر یقین رکھنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کے لیے قرآنی دعوت کو عام کرنے والوں کے دل کو تسلی دیتے ہوئے یہ جملہ انک میت کے بعد وانہم میتون پھر ثُمَّ اِنَّ بَعدَ ذالك یو م القیامة تُبعَثون نازل کیا۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی علیہ الرحمہ نے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کی رحلت پر تعزیتی الفاظ میں فرمایا تھا کہ یہ ایسا سانحہ ہے جس کی تعزیت ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے کرے، پوری ملت اسلامیہ عالمی کے دل پر حضرت حکیم الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کی وفات کا اثر ناگزیر ہے، دار العلوم دیوبند کی عالمی شہرت کے

وکیل اصلی حضرت ہی کی ذات اقدس تھی جگہ خالی ہے اور قیامت تک خالی رہے گی دارالعلوم کے درودیوار کنکریاں تک حضرت کی یاد میں اپنے انداز میں دعا گو رہیں گی۔

اللّٰھم اغفر لہ و قارب اللہ ثراہ و جعل الجنت مثواہ

اللہ تعالیٰ اس سانحہ عظمیٰ پوری امت کو صبر جمیل عطا کرے اور مرحوم کا نعم البدل نصیب کرے۔

والسلام

محمد عبدالجمیل خطیب باقوی وانمباڑی

حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب مکتبہ اثریہ قاسمی منزل غازی پوری

محترم المقام جناب مولانا محمد سالم صاحب---------زیدمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل شب ریڈیو سے حضرت قاری صاحب، نور اللہ مرقدہ کے حادثہ رحلت کی جانکاہ خبر ملی اور دل ودماغ پر صاعقہ اثر بن کر گری، حضرت رحمۃ اللہ اگرچہ اپنی عمر طبعی کو پہونچ چکے تھے مگر یہ توقع نہ تھی کہ علم وعمل اور فضل وکمال کی یہ گراں قدر شخصیت اتنی جلد ہم سے رخصت ہوجائے گی، یہ حادثہ صرف ہم وابستگان دارالعلوم ہی کے لیے نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے ایک زبردست حادثہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور خصوصاً حضرت کے متعلقین کو صبر جمیل عطا کرے۔

افسوس اس دور انحطاط میں یہ ساری باکمال ہستیاں ہم سے ایک ایک کر کے رخصت ہوتی چلی جارہیں ہیں اور دنیائے علم وفضل سونی ہوتی چلی جارہی ہے، خدا کرے حضرت کے علوم کی حفاظت کا کوئی بندوبست ہوسکے، اس کی کوشش ہم سب کا دینی فریضہ ہے یہ میرے کلمات تعزیت گھر کے افراد کو آپ پہنچادیں۔ والسلام

شریک غم: محمد ابوبکر غازی پور ۱۸؍جولائی دوشنبہ ۱۹۸۳ء

محترم جناب مخمور عثمانی صاحب حویلی حسام الدین بلی ماران دہلی

برادر عزیز مولانا محمد سالم صاحب ---------- السلام علیکم

کئی روز بعد آج اس قابل ہو سکا ہوں کہ آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں، گزشتہ اتوار میں ایک بجے کے قریب نرسنگ ہوم سے گھر واپس آتے ہوئے سر راہ چند اجنبی لوگوں کی باہمی گفتگو سے حضرت مولانا کے انتقال کی خبر ملی، کچھ دیر کے لیے یک لخت سکتہ سا طاری ہو گیا، حواس قدرے قابو میں آئے تو بے ساختہ ایسا معلوم ہوا کہ فرشتے بخاری شریف پڑھ رہے تھے، پڑھتے پڑھتے اچانک کتاب بند کر کے رخصت ہو گئے۔

''بخاری شریف پڑھتے ہوئے فرشتوں کا پیکر'' حضرت مولانا کی ذات اقدس تھی ،جنہیں جب بھی میں کہیں دیکھتا تھا تو زبانِ خاموشی بے اختیار گویا ہو جاتی تھی۔ ع

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں، ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

لاریب فیہ وہ ہر اعتبار و ہر پہلو سے نایاب تھے، آج ہم جس دور سے گذر رہے ہیں، اس میں بظاہر کوئی ایسا بھی نظر نہیں آتا کہ جس سے ہم یہی کہہ سکیں کہ۔ ع

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

بے شبہ حضرت مولانا کی وفات آپ اور جملہ عزیزوں کے لیے نا قابل بیان غم ہے، لیکن بھائی! یہ تو پوری ملت اسلامیہ کا وہ نقصان ہے، جسکی تلافی ممکن نہیں، اللہ تعالیٰ آپ سب اعزہ و اقربا کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت مولانا کو اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

از راہ کرم یہ عریضہ برادران عزیز مولانا محمد اسلم و اعظم صاحبان کی نظر سے بھی گذار دیں کہ میں الگ الگ خط لکھنے کے قابل نہیں ہوں۔

والسلام مع الکرام

مخمور عثمانی ۲۱/ جولائی ۱۹۸۳ھ

حضرت مولانا سرفراز احمد تھانوی صاحب

حضرت مخدوم ومطاع واجب الاقتداء جناب مولانا محمد سالم صاحب دامت برکاتکم العالیہ

سلام مسنون عقیدت مقرون

طالب عافیت الحمد اللہ تعالیٰ بعافیت ہے احقر جمادی الاخری ۱۴۰۳ھ کے اخیر عشرہ سے پاکستان گیا ہوا تھا چونکہ ماموں جان صاحب کی طبیعت علیل تھی، انہوں نے ’’ویزا‘‘ ماموں زاد برادر کے ہمراہ تین ماہ کا پاکستان سے ارسال کرادیا تھا، اس کے بعد عوام پاکستان حالات دار العلوم دیو بند معلوم کرنے کے خواہش مند تھے چنانچہ کراچی لاہور پشاور اور راولپنڈی اور ان کے مضافات میں تقاریر اور جلسے ہوتے رہے الحمد للہ تعالیٰ لوگوں پر حق واضح ہوا، وہاں کے کانگریسی مولوی تعاقب کرتے رہے مگر ناکام رہے افسوس ہے خاندان قاسمی اور حضرت حکیم الامت اور مجدد ملت ومولانا شاہ اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہ کے مجوزہ اہتمام پر ظلم وستم بذریعہ قزاقی ہوا کسی نے نہیں بولا جان ہتھیلی پر لے کر سر کرتا رہا یہ سلسلہ جاری تھا کہ آہ! وسیلۃ یومی وتجدی حضرت حکیم الاسلام رشدنا مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ کا وصال کی خبر سن کر جملہ حوصلے پست ہو گئے ’’ویزا‘‘ توسیع کراتے رہے دو ماہ مزید، اب واپس آ گیا ہوں میری اہلیہ صاحب پنجاب بڑے لڑکے کے پاس ہیں ان کا خط گیا آپ راستہ میں اتر جائیں چونکہ مردہ لڑکی پوتی تولد ہوئی اس لیے اترنا پڑا، یہاں آکر احقر کے گھٹنے میں چوٹ آ گئی جس سے مضطرب ہوں نماز میں بھی تکلف ہو رہا ہے غرضیکہ احقر کا ایک سہارا تھا وہ بھی اللہ کو پیارا ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون، احقر کی اور احقر کے جملہ اہل خانہ کی جانب سے سب کی خدمت میں سلام مسنون اظہار افسوس۔

فقط والسلام

سرفراز احمد تھانوی

حضرت مولانا علی احمد بلیاوی استاد مدرسہ دار العلوم چھاپی

محترم المقام حضرت الاستاذ صاحب ---------- دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت الاستاذ حکیم الاسلام نور اللہ مرقدہ کے سانحۂ ارتحال حادثۂ فاجعہ کی اطلاع بذریعہ ریڈیو معلوم کر کے انتہائی کرب واضطراب ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو جنت کروٹ کروٹ نصیب فرمائے اور جنت میں اعلیٰ علیین میں مراتب عالیہ مرحمت فرمائے آمین۔ اور پس ماندگان اولاد واحفاد اعزہ واقارب کو اجر جزیل وصبر جمیل مرحمت فرمائے۔ آمین۔ آپ حضرات کو صبر وتسلیم ورضا کے سلسلے میں کچھ لکھنا لقمان کو حکمت کی باتیں تلقین کرنے کے مرادف ہے۔ البتہ تعزیت مسنونہ ارسال ہے۔ ان اللہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیء عندہ باجل مسمی فلتصبر ولتحتسب

حضرت والا کا سانحۂ ارتحال ملت مسلمہ کے لیے عظیم نقصان ہے جو نا قابل تلافی ہے۔

امت مسلمہ جلیل القدر عالم دین شیخ ربانی ملت کی دردمند ذات ستودہ سے محروم ہوگئی۔

حضرت والا نے جن نا مناسب حالات میں دار العلوم کی خون جگر سے آبیاری کر کے بام عروج پر پہونچا ہے اور زندگی کا مقصد حیات دار العلوم کے طلبہ اور اساتذہ کی علمی واخلاقی زلفیں سنوارنا ہی تھا، اس انتھک محنت نے دار العلوم کا علمی روحانی معیار عالم میں بلند کیا، ملک بیرون ملک علماء مشائخ کھیپ کی کھیپ تیار کیا، ان کی خدمات جلیلہ کا اقرار واعتراف کرتے ہوئے خراج وتحسین پیش کرتے ہیں، اور خداوند قدوس کی بارگاہ میں ہم سب دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت والا کے جنت میں درجات عالیہ میں جگہ مرحمت فرمائے آمین۔ حضرت والا کی دو عظیم الشان یادگار ہیں۔ دار العلوم دیوبند، مسلم پرسنل لاء بورڈ۔ احقر نے انفرادی ختم قرآن وغیرہ کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ چند روز میں منجانب مدرسہ ایصال ثواب کا اہتمام انشاء اللہ ہونے والا ہے تمام طلبہ کے جمع ہونے کے بعد۔ جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دار العلوم چھاپی سلام مسنون اور

تعزیت مسنونہ عرض کرتے ہیں۔

والسلام

سوگوار

علی احمد بلیاوی/استاد مدرسہ دارالعلوم چھاپی

محترم المقام عزت مآب زادت معالیہ---------- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت الاستاذ حکیم الاسلام کے سانحۂ ارتحال حادثہ فاجعہ کی اطلاع بذریعہ ریڈیو معلوم کرکے انتہائی رنج ودکھ ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت والا کا سانحہ ارتحال پوری امت مسلمہ کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے امت مسلمہ جلیل القدر عالم دین شیخ ربانی مخلص امت کا درد رکھنے والی، ذات ستودہ سے محروم ہوگئی اللہ تعالیٰ حضرت والا کی قبر کو انوار سے بھردے، آمین، اللہ تعالیٰ آپ حضرات اولادو احفاد اور اعزہ واقارب کو اجر جزیل اور صبر جمیل سے ہمکنار فرمائے۔ آمین

آپ حضرات کو صبر وتسلیم ورضا کے متعلق کچھ لکھنا، لقمان کو حکمت کی باتوں کے تلقین کرنے کے مرادف ہے البتہ تعزیت مسنونہ ہے، ان للہ ما اخذ و لہ ما اعطی و کل شیء عندہ با جل مسمی فلتصبر و لتحتسب۔ احقر کو حضرت والاؒ اور خانوادہ قاسمی سے تعلق اور جو شیفتگی ہے اسی اعتبار سے رنج وغم ہے، حضرت والاؒ نے جس جانفشانی کے ساتھ امت مسلمہ کی علمی دینی زلفیں سواریں ہیں، وعظ وتقریر، تحریر و تصنیف وتالیف سے امت مسلمہ ہمیشہ یاد کرتی رہا کرے گی، اور امت کے اعمال حسنہ کا ثواب حضرت والا کے نامۂ اعمال میں درج ہوتا رہے گا، انشاء اللہ۔

حضرت والا کی جہد مسلسل کی یادگار دارالعلوم دیوبند، مسلم پرسنل لا بورڈ ہے، ہم سب انتہائی رنج اور دکھ کا اظہار کرتے ہیں اور تمام اہل خانہ کی تعزیت کرتے ہیں۔ انفرادی ایصال ثواب کا سلسلہ جاری ہے۔

چند روز میں انشاء اللہ اجتماعی طور پر بھی ختم قرآن وغیرہ کا اہتمام منجانب مدرسہ ہوگا۔ بعجلت ممکنہ حاضری کا ارادہ ہے، بسلسلۂ تعزیت، دعا کی درخواست ہے۔

والسلام

علی احمد بلیاوی

استاذ مدرسہ دارالعلوم چھاپی

حضرت مولانا محمد عطاء الرحمٰن ابن محمود حسن صاحب وارد حال کڑے کل شیموگہ کرناٹک

حضرت خطیب الاسلام مدظلہ　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ حضرت والا ودیگر اہل بیت بخیر وعافیت ہونگے۔

۷/شوال کو جب میرے کان میں یہ خبر پہونچی کہ مرشدی ومولائی حضرت حکیم الاسلام نور اللہ ضریحہٗ کا سایہ اقدس اس عالم فانی سے عالم باقی کی طرف اٹھ گیا ''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔

اس دن سے میں بغیر ماں باپ کے یتیم ہوگیا اس تاریخ سے میں اپنے میں ایسا محسوس کر رہا ہوں کہ میرا اس دنیائے فانی میں میرے مربی میرے مشفق شیخ میرے مشفق مرشد کے بغیر رہنا بیکار ہے ایک قسم کا پریشان حال ہوگیا ہوں یہ غم ایسا ہے کہ جیسا اپنے والدین کے رحلت پر ہوتا ہے بلکہ کہیں اس سے زیادہ بڑھ کر ہے، جب مجھے اتنا غم والم ہے تو حضرت آپ تو حضرت مرشدی ومولائی کے چشم وچراغ نور نظر لخت جگر ہیں آپ کے غم والم کی کوئی انتہا نہ ہوگی اور دیگر اہل بیت بھی بہت مغموم ہوں گے حضرت خدا کی جو مرضی تھی وہ ہوگیا اس دنیا میں انبیاء بھی نہیں رہے، اللہ تعالیٰ آپ تمام اہل بیت کو صبر وسکون عطا فرمائے۔ اور حضرت والاؒ کو جنت النعیم میں اعلیٰ مراتب ودرجات پر فائز فرمائیں۔ آمین۔

ہمارے والدین بھی بہت مغموم ہیں اور ہمارے گھر میں ایصال ثواب کیا گیا اور

ہمارے شہر شیموگہ میں ہر مسجد میں ایصال ثواب کیا گیا اور سارے شہر میں غم والم کا سیلاب بہہ گیا، اور شافعیؒ مذہب کے مساجد میں جمعہ کے دن حضرت کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ مجھے اتنا اور اس وجہ سے غم ہے کہ آخر میں حضرت کا دیدار نہ کرسکا محروم القسمت ہو کر رہ گیا۔

انشاء اللہ میں پندرہ اگست کو دیو بند آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا اور ساتھ چھوٹا بھائی بھی آرہا ہے مجھے امید ہے کہ آپ نے اور تمام گھر والوں نے گذشتہ سال محبت و شفقت سے اپنے مکان میں کمرہ دیا تھا امید کہ امسال بھی ان شفقتوں کو زندہ فرمائیں گے امی جان صاحبہ اور تمام گھر والوں کی شفقتیں مجھے یاد آرہی ہیں، جزاکم اللہ خیر الجزا افضلا، ونجاکم اللہ من المکروہ عفواً۔

جوابی خط ارسال کر رہا ہوں امید کہ برکتاً چند حروف تحریر فرمائیں گے۔

زیادہ احترامات تمام اہل بیت کو سلام عرض ہے اور دعا کی درخواست، کچھ گستاخی ہوئی ہو تو معافی چاہتا ہوں۔

فقط والسلام

آپ کا ناکارہ خادم محتاج دعا

احقر محمد عطاء الرحمٰن غفرلہ ۱۲ ارشوال ۱۴۰۳ھ

حضرت مولانا ابو زاہد محمد یونس قاسمی سلک پیراڈائز وارانسی

بخدمت اقدس حضرت مولانا محمد سالم صاحب زید مجدکم

بعد تحیہ مسنونہ بحمد اللہ بعافیت ہوں۔ خدا کرے آپ جملہ حضرات بخیر ہوں، عرض دیگر یہ کہ حضرت مہتمم صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہ کی وفات بذریعہ ریڈیو نام کی خبر سے معلوم ہوئی، سن کر بے حد رنج و غم میں ڈوب گیا اور بڑی بے چینی سے دیو بند پہنچنے کی خواہش ہوئی۔ افسوس کہ کوئی شکل دیو بند پہونچنے کی نہ نکل سکی کہ تدفین میں شرکت کرسکوں۔ ٹیلی گرام ارسال کرنے کے سوا اور کوئی بات میرے سامنے نہ تھی، جہاں تک ہوسکا مدرسہ اور محلہ

کی مساجد میں قرآن خوانی وغیرہ کرادیا۔ اللہ سے دعا ہے کہ حضرت ؒ کے بال بال کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے۔ اور آپ جملہ حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائے، انشاء اللہ جلد سے جلد دیو بند حاضری کی کوشش کر رہا ہوں، پھر بھی حضرت ؒ کی بیماری اور اخری دور کے حالات کا بڑی بے چینی سے اشتیاق ہے، اگر ممکن ہو سکے تو خود اپنے دست مبارک سے کسی خادم سے ہی بس مختصر حالات لکھوا دیں، تا کہ جانکاری ہو سکے۔

فقط

ابوزاہد محمد یونس غفرلہ قاسمی بنارسی

جناب پیرزادہ سید محمد علی ایڈوکیٹ شبستان فوزیہ آغا پورہ حیدر آباد

گرامی محترم مولانا سالم قاسمی سلام مسنون

حضرت قبلہ مولانا طیب قاسمی صاحب کی وفات حسرت آیات پر آپ کو تعزیتی خط لکھنے بیٹھا ہوں تو قلم کانپ جاتا ہے اور آنکھیں اشکبار ہیں، ان کا اس دنیا سے اٹھنا ایک عالم دین اور مینارۂ نور کا رخصت ہونا ہے۔ ان کی ساری زندگی فلاح وہدایت کا سرچشمہ تھی، یہ صدمۂ عظیم میر لیے ایک شخصی واردات سے کم نہیں ہے، حضرت قبلہ نے اپنی زبان، اپنے قلم اور اپنی بے پناہ علمیت سے دنیائے اسلام کی جو خدمت کی ہے اس کی مثال کم سے کم اس صدی میں ملنی مشکل ہے۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کی تشکیل کے ذریعے مختلف مکاتیب خیال کے مسلم علماء کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا ان کا ایسا کارنامہ تھا جس کی نظیر پیش کرنا مشکل ہے، انتہائی ناموافق حالات میں بھی صبر واستقلال اور عفو درگذر سے کام لینا ان کا شیوہ تھا، راست بازی اور حق گوئی ان کا طریق تھا، غرض اللہ تعالیٰ نے ایک انسان میں اتنی خوبیاں جمع کر دی تھیں کہ محض ان کو دیکھنے سے بھی دل خود بخود نیک کاموں کی طرف راغب ہو جاتا تھا۔

جو رنج آپ کو اور دیگر خاندان کو ہوا ہوگا اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے لیکن مجھ جیسے

لاکھوں ارادت مندوں کو اس سانحہ سے جو صدمہ پہونچا ہے وہ بھی بیان سے باہر ہے عالم اسلام میں نہ جانے کتنی آنکھیں ہوں گی جو اس دردناک خبر کو سننے کے بعد اشکبار ہو گئی ہوں گی۔ اتنوں کا رنج اور ایسا رنج، بشارت ہے رحمت و مغفرت کی، اس ذات کریم کی طرف سے جس کے جوار رحمت میں مولانا اب پہنچ گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نیاز مند

سید محمد علی

جناب حکیم سید حسین دہلوی لال محل حضرت نظام الدین نئی دہلی

عزیز المحترم حضرت مولانا سالم صاحب زاد مجدہٗ

سلام مسنون! کیفیت مزاج کیا پوچھوں، جانتا ہوں، کہ اس عظیم سانحہ کے بعد دل و دماغ پر کیا گذرتی ہے، عام لوگوں کو بھی سایہ پدری اٹھنے پر صدمہ ہوتا ہے، اور جس شخص کا باپ عالم اسلامی و انسانی میں عظیم المرتبت ہو، اس کا سایہ اٹھنے پر تو خدا ہی صبر دیتا ہے، امید کہ آپ جمیع وابستگان نے دامن صبر و رضا کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہوگا، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب پسماندگاں کو صبر جمیل عطا فرمائے، حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لیے تو دعائے مغفرت ایک رسمی سی بات ہے۔ یقیناً ان کے اعمال صالحہ ان کی مغفرت اور مراتب علیا کے لیے کافی ووافی ہیں۔

طبع فاتحہ از خلق نداریم نیاز

عشق من در پس من فاتحہ خوانم باقی است

محترم بندہ غازی صاحب کے لیے مضمون واحد ہے۔ زیادہ السلام

حریص کرم

حکیم سید حسین ۱۷/۷/۱۹۸۳ء

حضرت مولانا محمد رشید بزرگ صاحب سملک ڈابھیل

مخدوم محترم زید مجدکم السامی　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف! بعد یہ کہ ریڈیو اور اخبار کے ذریعہ والد محترم کی وفات کی اطلاع پاکر دلی رنج ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرماکر درجات عالیہ سے سرفراز فرمائیں، احقر مولانا مرحوم ومغفور کے دور اہتمام میں سات سال سے زائد دارالعلوم میں رہا ہے، یقیناً ان کی وفات امت محمدیہ ؐ کے لیے نقصان عظیم کا درجہ رکھتی ہے، دعا ہے کہ حق جل مجدہ مولانا کی مغفرت فرماکر درجات عالیہ سے سرفراز فرماویں اور ان کی نیکیوں کو قبول فرماویں اور امت کو اس کا بہترین بدل عطا فرماویں۔ آمین۔ اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرماکر ان کی ہر طرح سے مدد فرماویں، احقر اس خط کے ذریعے جملہ پسماندگان قاسمی برادری کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہے۔

فقط والسلام

دعا گو ودعا خواہ

محمد رشید بزرگ

سملک ڈابھیل ضلع بلساڑ

۸ر شوال ۱۴۰۳ھ، ۱۹ر جولائی ۱۹۸۳ء

جناب کریم الاحسانی صاحب حسن پور لوہاری مظفر نگر

محترم المقام حضرت مولانا محمد سالم صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس صدی کے اس عظیم سانحۂ ارتحال پر قلبی وروحانی دکھ ہوا، میں اس عظیم غم میں آپ کا برابر کا شریک ہوں، یہ سانحۂ عظیم ملک ووطن کے لیے جہاں بڑا المیہ ہے وہاں ممالک اسلامیہ کے بھی عظیم سانحہ ہے خدا مرحوم کو جنت والفردوس اور سکون ابدی نصیب کرے۔ آمین۔

ریڈیو واخبارات کی روش سے بڑا دکھ ہوا کچھ لوگوں کا لاکھ اختلاف سہی لیکن اس

عظیم المرتبت ہستی کے لیے اخبارات کے کالم (کم از کم) یا صفحات سیاہ ہونے چاہئیں تھے، لیکن یہاں ایسا نظر نہیں آیا، میں نے پرسوں شب میں جو خبریں سنی ہیں ان میں مرحوم کا قطعاً نام نہیں لیا گیا جب کہ جوش ملیح آبادی پر رات میں تبصرہ بھی سنایا گیا تھا اور کیا ستم ہے کہ جوش غیر ملکی بھی تھے اور کس قدر افسوف اور دکھ کی بات ہے کہ قاری صاحبؒ کے بارے میں اس قسم کا کوئی فیچر یا تبصرہ نہیں تھا، کیا کوئی ایم۔ پی (غیرت مند اور حق گو) پارلیمنٹ میں اس مسئلہ کو پیش کرنے کی جرأت اور سعادت حاصل کر سکتا ہے؟ یہ بات کھٹکی تھی اس لیے تحریر کر رہا ہوں میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم فرمائیگا۔

والسلام

نیاز کیش رکریمی الاحسانی

حضرت مولانا عبدالحفیظ رحمانی صاحب استاد مولانا آزاد کالج قادر آباد ضلع بستی

محترم المقام مولانا محمد سالم صاحب--------زاد مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

الحمد اللہ بعافیت ہوں، کل ریڈیو پر حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ کے سانحۂ ارتحال کی خبر سن کر مبہوت ہو گیا، یقیناً حضرت والا ان نابغۂ روزگار شخصیتوں میں سے تھے جن کے لیے زمانہ برسوں سے اپنی آنکھیں بچھائے رہتا ہے، مولانا مرحوم ایسی جامع شخصیت کم از کم اس دور میں تو نظر نہیں آتی، بلا شبہ حضرت کی وفات سے ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جو تا دیر پر نہیں ہو سکے گا۔

حضرت مولانا ملت ابراہیمی کے مرد حکیم، وسیع النظر محدث، ژرف نگاہ فقیہ، بے مثال خطیب دیدہ ور مصنف اور اسلاف کے علمی و عملی کارناموں کے امین تھے جن خوش نصیبوں کو حضرت والا سے حجۃ اللہ البالغۃ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے وہ تادم آخر مرحوم کی باریک نظری اور وسعت علم کی داد دیتے رہیں گے۔

ایسی عظیم شخصیت تو ہزاروں کو سوگوار بنا دیتی ہے چہ جائیکہ اولاد اور اہل خاندان کو، ان کے دکھ کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے، لیکن اس منزل کو عبور کر کے حضرت والا کو رفیق اعلیٰ سے ملنا تھا وہ جا ملے، اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔

ضرورت ہے کہ حضرت کے نصف صدی کے علمی و تصنیفی کارناموں کو فروغ دینے کے لیے بطور یادگار اسلم (اکاڈمی) قائم کیا جائے اور حضرت کی تابناک زندگی کو مشعل راہ بنا دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام

عبدالحفیظ رحمانی

حضرت مولانا نظام الدین فخر الدین صاحب پونا مہاراشٹر

حضرت مولانا محمد سالم صاحب----------مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ کی خبر وفات اہالیان پونہ پر بھی بجلی بن کر گر پڑی۔

بزرگوں کی آخری نشانی بھی اٹھ گئی۔

حکیم الاسلام برد اللہ مضجعہ کی قربانیاں اور خدمتیں مورخ کبھی بھلا نے سکے گا۔ ؎

جان کر منجملۂ خاصان میخانہ مجھے ❁ مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

بندہ نے آج ہی مسجد میں جمعہ کے خطبہ سے قبل تعزیتی بیان دے کر مصلیوں سے دعائے مغفرت کے لیے کہا، نیز اور دیگر مساجد میں بھی قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا اور ہنوز جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ پس ماندگان، متوسلین، متعلقین، مریدین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حکیم

الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس عطا کرے۔

والسلام

(مولانا) نظام الدین فخر الدین ۲۳/ جولائی ۱۹۸۳ء

حضرت مولانا الیاس صاحب دہلی

محترم المقام جناب مولانا محمد سالم صاحب ------ دامت عنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

باعث تحریر آنکہ حضرت قاری صاحب مرحوم کی رحلت کی خبر تو بروقت مل گئی تھی مگر نماز وتدفین کی خبر بے وقت موصول ہوئی جس کی بنا پر شرکت سے محروم رہا۔

حضرت کے سانحہ ارتحال سے جو خلا پیدا ہو گیا وہ پر ہونا مشکل ہے اور امت ایک بڑے قیمتی سرمایہ سے محروم ہو گئی، دست بدعا ہوں کہ اللہ رب العزت امت کو اس کا نعم البدل نصیب فرماویں اور پس ماندگان کو صبر جمیل نصیب، اور حضرت کو جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام نصیب فرماویں۔

ایسے موقع پر خداوند قدوس کی طرف سے داد و دہش کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں لہٰذا اس وقت پوری امت محمدیہ کے لیے کچھ فیصلہ کرلیں۔ اود خدا ایسوں کی برکت سے امت محمدیہ کا بیڑا پار کریں۔

باقی سب خیریت ہے امید کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے

والسلام

محمد الیاس دہلی

حضرت مولانا محمد سفیان صاحب باجھوٹی گرام وپوسٹ اسماعیل پور ضلع الور راجستھان

عمرہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات ❁ تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

بخدمت عالی مکرم بندہ گرامی قدر واجب الاحترام جناب مولانا محمد سالم صاحب زاد کرم ولطفہ

سلام مسنون

امید کہ باوجود سانحۂ عظیم مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔ سرتاج عربی مدارس، امام العلماء والفضلاء، مہتمم دارالعلوم دیوبند، حکیم الامت، حضرت قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ کی خبر وفات ۱۷؍جولائی ۱۹۸۳ء بروز اتوار شام شب میں بذریعہ ریڈیو معلوم ہوئی جو کہ انتہائی رنج وغم اور صدمہ والم کا باعث ہوئی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مہتمم صاحب مرحوم کی وفات کوئی معمولی حادثہ نہیں ہے ان کی وفات کی خبر سے پورے ہندو پاک میں صف ماتم بچھ گئی، اور جملہ دینی عربی مدارس کے حلقوں میں سوگوار فضا پیدا ہوگئی۔ پورے عالم اسلام میں پھیلے ہوئے عربی مدارس کے وہ زبردست سہارا و نگراں تھے، اور اب پورے عالم اسلام کے عربی مدارس اپنے ایک مضبوط ومعتمد مشیر ونگراں سے محروم ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت قاری صاحب مرحوم تاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔ کی وفات حسرت آیات ایک ایسا عظیم وشدید نقصان ہے جس کی تلافی انتہائی مشکل ہے، مرحوم نور اللہ ضریحہ نے بے بہا، ان گنت اور قیمتی دینی خدمات انجام دی ہیں جوامت میں رہتی دنیا تک یادرکھی جائیں گی، اب پورا عالم اسلام بالخصوص ہندو پاک مرحوم کی رہنمائی سے محروم ہوگیا، حق تعالیٰ شانہ حضرت مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات عطا فرمائے اور آپ حضرات ان کے جملہ پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین۔ حق تعالیٰ نے ہمیشہ اپنے دین کے کام کے لیے مخصوص افراد کو چنا ہے، حضرت قاری صاحب مرحوم بھی ایسے ہی ان عظماء رجال اور ائمۃ اسلام میں سے تھے جن کی مدۃ العمر پوری زندگی دینی خدمات میں گذری اور ان ہی پر ان کا خاتمہ ہوا، حق تعالیٰ قبول فرمائے۔

قاری صاحب مرحوم کا وجود ان کی گفتار رفتار، اور طرز عمل امت کے لیے ایک امت کے درجہ کی چیز تھی، وہ ایک ایسی جامع العلوم تبحر عالم تھے، کہ جن کے متعلق

مسلمانانِ عالم کا صحیح موقف یہ ہے کہ فہم قرآن وحدیث، غور وفکر، سلاست کلام، دل چسپی تحریر، ودل پذیری تقریر میں وہ اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، علوم اسلامی اور معارف قرآن و حدیث کو اپنی اردو تحریر وتقریر میں اس خوبی، خوشنمائی، شگفتگی متانت، سلاست اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان فرماتے تھے، کہ گویا ان کے دہن مبارک سے پھول جھڑ رہے ہیں اور موتیوں کی بکھیر ہو رہی ہے۔ ان کے مواعظ نہایت ٹھوس، مؤثر، معنی خیز، بصیرت افروز، لطیف اور دل آویز ہوتے تھے۔ درس وتدریس کتاب وسنت اور ان کے اسرار و معارف کی نشر واشاعت میں وہ یگانۂ روزگار تھے، وہ بلا ریب ہند و پاک میں سرتاج العلماء اور علوم اسلامی اور قرآنی حکم وبصائر ان کی ہر ہر بات میں شریعت واتباع سنت کا لحاظ ہوتا تھا، ہند و پاک میں ان کی ذات گرامی سے بے شمار لوگوں کو فیض پہنچا ہے، قاری صاحب مرحوم کے مریدین کا سلسلہ بھی بہت وسیع ہے اور ان کی ذات گرامی ملک کے تمام دینی اداروں کے لیے ایک عظیم روشنی کا مینار ہے، اور وہ ان سب کے پیشوا و سرپرست تھے، پوری زندگی وہ بلاغت علمی کے دریا بہاتے رہے اور معارف اسلامی کے انمول موتی بکھیرتے رہے، تمام عمر مرحوم کو ان کے معتقدین ومسترشدین نے ایک جگہ بیٹھنے نہ دیا اور وہ مضطرب وبے چین برصغیر پاک وہند کی رہنمائی کرتے رہے، عصر حاضر کی یہ عظیم الشان دینی درسگاہ دار العلوم دیوبند کی موجودہ شکل وصورت اور اس کا مضبوط و معتدل نظم ونسق اور یہ کارنامۂ اعظم تمامتر حضرت قاری صاحب مرحوم ہی کے فیوض و برکات، حسن تدبر اور لگاتار جد جہد کا مرہون منت ہے، جب جب کبھی دار العلوم موت و حیات وانتشار کی کشمکش میں مبتلا ہوا تب تب اس کو جملہ ولولوں سے نکالنے اور بام عروج پر لے جانے میں صرف قاری صاحب مرحوم ہی کی اعلیٰ قابلیت متانت وسنجیدگی اور قوت فیصلہ پیش پیش رہی ہے، نور اللہ ضریحہ وقدس سرہ۔

ان کی صلاحیت کے پیش نظر عنفوان شباب کم وبیش ۲۸ رسال کی عمر میں ہی شعبۂ اہتمام ان کے سپرد کر دیا گیا تھا، مسلسل ساٹھ سال تک عصر حاضر کا یہ عظیم الشان اور

مقدس کارنامہ انجام دینے کے بعد ان کی مقدس ومبارک روح رفیق اعلیٰ سے وصال کے لیے بیتاب تھی، چنانچہ وہ کئی ماہ صاحب فراش رہ کر بروز اتوار ۶ ر شوال المکرم ۱۴۰۳ھ کو دنیائے فانی سے دار بقا کا ان کو سفر پیش آیا، اور پوری زندگی کا تھکا ماندہ مہاجر الی اللہ مسافر جوار رحمت خداوندی میں پہنچ گیا، تاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ، حضرت قاری صاحبؒ کی تعزیت کے متعلق آپ کو مجھ ہیچمداں ناکارۂ خلائق اور ایک اجڈ میواتی کا کچھ لکھنا یا کہنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے باوجود اس کے یہ تعزیت حضرت مہتمم صاحب مرحوم کے ساتھ اپنی عقیدت ومحبت کے باعث لکھی ہے جو ناگزیر تھی، امید کہ آپ اسے قبول فرمائیں گے، میری حضرت مہتمم صاحب مرحوم سے کوئی سیدھی جان پہچان نہ تھی، اور نہ ہی ملنے جلنے کی کوئی زیادہ رسم وراہ تھی، اور نہ سیدھا کوئی تعارف تھا، حضرت العلام مولانا سید فخر الحسن صاحبؒ سابق صدر مدرس دارالعلوم دیوبند سے میرے انتہائی نزدیکی گہرے اور قدیمی تعلقات تھے ان کی شفقت ومحبت کم وبیش چالیس سال نیاز مند سے انتہائی بھرپور رہی، پورے میواتیوں میں بس میں ہی ان کی نگاہ کا مخصوص تھا، ان کے یہاں میری آمدرفت کافی تھی ان کے واسطہ سے حضرت مہتمم صاحب مرحوم سے تعارف کی ابتداء ۱۹۳۶ء میں ہوئی جب کہ سید صاحب مرحوم مدرسہ فتحپوری دہلی میں مدرس تھے، بعد میں یہ عقیدت ومحبت بڑھتی ہی رہی اور اخیر تک جوں کی توں رہی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ویسے میرا اپنا بیعت کا تعلق سیدی وسید العالم شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ سے ہے، میں ضلع الور راجستھان کی میوات کا ایک میواتی ہوں اور اپنی قدیم اور مضبوط عقیدت پر یہ تعزیت روانہ کررہا ہوں حق تعالیٰ شانہٗ حضرت مہتمم صاحب مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس عطا فرمائے اور اعلیٰ علیین کا مقام مرحمت فرمائے۔ اللّٰھم آمین۔

فقط والسلام مع الکرام والاحترام

کمترین نیازمند (مولوی) محمد سلیمان باجھوٹوی غفرلہ

گرام وپوسٹ اسماعیل پور ضلع الور راجستھان

حضرت مولانا محمد ارشد فاروقی صاحب روضہ علی عاشقان سرائے میر اعظم گڑھ

بخدمت گرامی جناب عالی حضرت الاستاذ مولانا محمد سالم صاحب --- دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ ۱۸/ جولائی ریڈیو اور پھر اخبارات سے لرزہ براندام کر دینے والی اندوہناک حادثہ جانکاہ کی اطلاع ملی تو دل ودماغ مفلوج ہو کر رہ گئے اور اعضاء شل ہو گئے، ذہنی طور پر تردید ہوتی رہی، لیکن حقیقت حال کا کیسے انکار کیا جائے، بہرحال اب سوائے صبر کے اور کیا۔

آج کوئی کسی کو تعزیت نامہ لکھے سب تو اسی غم میں مبتلا ہیں، ہائے اللہ، ہم سے خزانہ علم، محافظ فکر ولی اللہی، وارث علوم قاسم، شمع ہدایت جدا ہو گیا، اللہ ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

چند دنوں بعد بندہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لیے برائے حصول تعلیم روانہ ہوگا، (انشاءاللہ) اور سب خیریت ہے، متعلقین کو بندہ کی طرف سے سلام پیش ہے۔

والسلام مع غایۃ الاحترام

ارشد فاروقی سرائے میر اعظم گڑھ

حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب صدر مدرس سراج العلوم دھولیہ مہاراشٹر

مکرمی حضرت مولانا محمد سالم صاحب ----- مدظلہ

سلام مسنون

حضرت حکیم الاسلام کی وفات حسرت آیات سے بہت رنج ہوا سراج العلوم، جامع مسجد مولوی گنج، مسجد جلال شاہ، مسجد اکبر چوک مسجد ملا باڑہ، مسجد مسلم نگر، مسجد ریلوے اسٹیشن وغیرہ میں قرآن خوانی کر کے انہیں ایصال ثواب کیا گیا، حضرت نے مسلمانوں کی اصلاح اور دار العلوم دیوبند کے لیے جو خدمات انجام دی ہیں انہیں فراموش نہیں کیا

جاسکتا خصوصاً دار العلوم سے متعلق ان کی خدمات کو چھپانے کی کوشش سورج کو کے مرادف ہوگی، آخری زندگی میں انہیں جو صدمات پہونچے ہیں ان پر بھی ہمیں دکھ ہے ہم آپ کے رنج وغم میں شریک ہیں اللہ تعالیٰ صبر کی توفیق عطا فرمائے حافظ محمد صدیق صاحب صدر مجلس عاملہ سراج العلوم کی جانب سے بھی آپ تعزیت قبول فرمائیں۔

والسلام

عتیق الرحمٰن

صدر مدرس سراج العلوم دھولیہ مہاراشٹر

حضرت مولانا محمد عزیز الحسن صاحب صدیقی مہتمم مدرسہ دینیہ غازی پور

محترم المقام مولانا محمد سالم صاحب--------زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گذشتہ رات ریڈیو نے حادثہ جانکاہ کی خبر سنائی، دل کسی طرح اس خبر کو صحیح ماننے پر تیار نہ تھا، مگر واقعہ جب پیش آچکا ہو تو اس کو صحیح ماننا ہی پڑتا ہے، کاش یہ خبر وحشت اثر کچھ دن اور سننے کو نہ ملتی۔

دعا ہے کہ خداوند کریم حضرت حکیم الاسلامؒ کو جنت الفردوس میں مقام اعلیٰ نصیب فرمائے اور ملت اسلامیہ کو ان کا نعم البدل نصیب ہو۔

میں اس الم انگیز حادثہ پر اپنی طرف سے اور ادارۂ دینیہ کی طرف سے تعزیت پیش کرتا ہوں۔

والسلام

محمد عزیز الحسن صدیقی رمہتمم مدرسہ دینیہ غازی پور

حضرت مولانا محمد عزیز الحسن صاحب صدیقی مہتمم مدرسہ دینیہ غازی پور

محترم المقام مولانا محمد اسلم صاحب--------زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گذشتہ رات ریڈیو نے حادثہ جانکاہ کی خبر سنائی، دل کسی طرح اس خبر کو صحیح ماننے پر تیار نہ تھا، مگر واقعہ جب پیش آچکا ہو تو اس کو صحیح ماننا ہی پڑتا ہے، کاش یہ خبر وحشت اثر کچھ دن اور سننے کو نہ ملتی۔

دعا ہے کہ خداوند کریم حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں مقام اعلیٰ نصیب فرمائے اور ملت اسلامیہ کو ان کا نعم البدل نصیب ہو۔

میں اس الم انگیز حادثہ پر اپنی طرف سے اور ادارۂ دینیہ کی طرف سے تعزیت پیش کرتا ہوں۔

والسلام

خادم محمد عزیز الحسن صدیقی

مہتمم مدرسہ دینیہ غازی پور

۷رشوال المکرّم ۱۴۰۳ھ، ۱۸/۷/۱۹۸۳ء

حضرت مولانا ابوالفضل وابوالبرکات بن الشیخ عبدالغنی صاحب پھولپور اعظم گڑھ

برادر گرامی قدر مولانا محمد سالم صاحب------دامت حسناتہم وعمت مآثرہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! بذریعہ اخبار ورسائل خبرِ وحشت اثر پہونچی دلی صدمہ ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بلاشبہ علوم ومعرفت کا آفتاب غروب ہوگیا اور ہمیں رنج والم کی بھیانک تاریکی میں چھوڑ گیا، ہم تشنگان علم وحکمت سے ایک بے بدل شیریں چشمہ چھن گیا، ملت اسلامیہ کی جو عظیم خدمات حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انجام دی ہیں انہیں تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی، بلکہ آنے والی نسل بھی ان خدمات واحسانات کو دیکھ کر حضرت کو اپنا محسن گرداننے پر مجبور ہوگی۔

ہم سبھی احباب قاسمیہ کے ساتھ غم میں سوگوار ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ آپ سبھی حضرات کو صبر جمیل عنایت فرمائے اور حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کو غریق رحمت فرمائے جنت الفردوس سے نوازے۔

فقط والسلام

ابوالفضل وابوالبرکات

بن الشیخ عبدالغنی صاحب پھولپور اعظم گڑھ

حضرت مولانا امین صاحب امارت شرعیہ بہار واڑیسہ پھلواری شریف پٹنہ

حضرت مولانا المکرم ...... زید مجدکم واطال اللہ بقاءکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نادرۃ العصر حکیم الاسلامؒ قدس سرہ کی رحلت کی اطلاع ریڈیو کے ذریعہ ملی، اطلاع کیا تھی ایک صاعقہ تھی جو آئی اور ہوش وخرد کو کچھ دیر کے لیے لے گئی، یوں تو حضرت والا کی علالت کی خبریں دہلی وغیرہ سے برابر آرہی تھیں، مگر اس کے باوجود اس قدر جلد روپوش ہوجانے کا یقین نہیں تھا۔

حضرتؒ کی ذات اپنے موجودہ ہمعصروں میں علوم اسلامیہ کی جامعیت میں یکتا و منفرد تھی، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو بصیرت وتعمق اور حکمت عطا فرمائی تھی وہ اوروں کو نہ ملی تھی، اس حادثہ فاجعہ پر خداوند قدوس تمام اہل خانہ اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کے ذریعہ وہ خلا پر ہو، تمام کارکنان دفتر اس غم میں شریک ہیں۔

والسلام

محمد امین ادری ۳؍شوال ۱۴۰۳ھ

حضرت مولانا قاضی ظفر شاہ رضوی خیابان شاہی فرخ آباد

محترم جناب فضیلت مآب صاحبزادہ قاری صاحب قبلہ

السلام علیکم

مجھے بڑا افسوس ہے کہ جناب کے والد بزرگوار ہم لوگوں کو بے سہارا کر کے ایک

ایسے وقت پر عالم بقا کا سفر کیا جب کہ ان کی ضرورت تھی ان جیسا اتحاد پرور اور عالم دین میری نظر میں نہیں۔

اللہ آپ لوگوں کو صبر جمیل دے ہم آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں مرحومؒ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔

خادم

شاہ ظفر، ۲۰/۷/۱۹۸۳ء

حضرت مولانا صلاح الدین احمد صاحب صدیقی

مخدوم ومکرم برادر محترم مولانا محمد سالم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مہتمم صاحب کے وصال کا سن کر دل پر جو گذری وہ کیا عرض کروں بس اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ لوگوں کو خداوند کریم صبر جمیل عطا فرمائے۔

ایک بہت بڑی مسجد الہ آباد میں یعنی وصی آباد میں بنوائی ہے جس کی مثال الہ آباد میں نہیں ہے ابھی مکمل نہیں ہو پائی مگر چھت پڑ گئی اس کے بعد احقر اور مولوی عمار سلمہ نے یہ طے کیا کہ حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم سے اس مسجد کا افتتاح کرائیں گے اور جلد ہی دیوبند پہنچ کر انہیں لائیں گے لیکن یہ آرزو دل میں رہ گئی، حضرتؒ کو ایصال ثواب کرایا گیا جامع مسجد وصی آباد میں ایک جلسہ کر کے حضرت مہتمم صاحب کے اوصاف حسنہ اور حالات زندگی پر روشنی ڈالی گئی جس میں احقر، مولانا قمر الزماں صاحب و مولانا عمار صاحب اور دیگر علماء صلحاء و معززین شہر شریک جلسہ رہے، انشاء اللہ حاضر ہوں گا اس وقت مسجد کی تعمیر میں اور مدرسہ کے کاموں میں احقر اور مولانا عمار سلمہ بے حد مصروف ہیں جس کی وجہ سے فی الفور حاضر نہ ہو سکا آپ کے مدرسہ کے لیے دل سے دعا گو ہوں دیکھئے اب کیا شکل ہوتی ہے، گھر میں اور بچے آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں سلام کہہ رہے ہیں۔

آپ کا مخلص: صلاح الدین احمد صدیقی

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب نظام الدین اولیاء

مکرم ومحترم عالم بے بدل فاضل بے مثل خطیب اشہر ہم رنگ پدر مولانا محمد سالم صاحب

اعظم اللہ اجرکم وزادکم اللہ صبرکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل تین بجے دوپہر سے چند منٹ پہلے یکا یک سانحہ ارتحال کی اطلاع ملی، چونکہ خبر کا ذریعہ خود بھی متردد تھا بہر حال پانچ بجے تک یہ بات محقق ہوگئی کہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال پاک ۱۱ر بجے دن میں ہوگیا اور تدفین ۹ ر بجے رات میں عمل میں آئے گی انا اللہ وانا الیہ رجعون۔

اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کے درجات کو بلند فرمائے، اعلیٰ علیین کو روح پاک کا ماویٰ بنائے، اوران کو تمام آلام سے آرام کلی نصیب فرمائے، ہمارے اسلاف کے وہ آخری نمونہ تھے، تمام متعلقین والا کو صبر وشکیب اور اجر کا گنجینہ بنائے اور آپ کو ہم کو ان کے علوم پھیلانے کا ذریعہ بنائے میرے بیٹے عبد الرشید عبد الرحیم وعبد العلیم اور گھر والے اور جملہ اہل نظام الدین بھی آپ سب کو سلام مسنون کے بعد تعزیت پیش کرتے ہیں، میں اپنی معذوری کی وجہ سے قضاء حاجت کے لیے بھی دو آدمی کے کندھوں پر سہارا لے کر جاتا ہوں، تدفین میں حاضر نہ ہوسکا جس کا مجھے بے حد قلق ہے، تمام بھائی صاحبان اور متعلقین کی خدمت میں سلام مسنون اور تعزیتی پیغام کہہ دیں۔

فقط والسلام

عبید اللہ عفا اللہ عنہ

حضرت مولانا سید شاہ احمد حسین جعفری سجادہ نشیں خانقاہ سلون رائے بریلی

گرامی قدر حضرت مولانا محمد سالم صاحب ---دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پرملال پر سخت رنج وافسوس ہوا، اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔آمین۔

حضرت قاری صاحب کی وفات موت العالم موت العالم کے مصداق ہے، حضرت موصوف اس صدی کے گوہر نایاب تھے، انہوں نے اپنی ساری زندگی دارالعلوم دیوبند کے لیے وقف کردی تھی، ان کی شخصیت دارالعلوم دیوبند کی زندہ علامت تھی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت قاری صاحب کا جانشیں بنائے اور آپ کے تمام بھائیوں کو درجات سے نوازے۔

احقر سید شاہ احمد حسین جعفری
سجادہ نشیں خانقاہ سلون
۲۵؍جولائی ۱۹۸۳ء

حضرت مولانا محمد اکرام علی صاحب بھاگلپوری استاذ جامعہ مفتاح العلوم مئو

مخدوم زادہ حضرت مولانا محمد سالم صاحب--------زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! استاذنا المکرم حکیم الاسلام حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہ کی وفات علمی حلقہ میں غیر معمولی سانحہ ہے صرف آپ اور آپ کے برادران ہی نہیں بلکہ ہم تمام فرزندان قاسمی یتیم ہو گئے، مرحوم کے علمی، دینی خدمات ان کی ترقیٔ درجات کے لیے مکمل ضمانت ہیں، انشاء اللہ، افسوس اس کا نہیں کہ حضرت مرحوم دنیا سے رحلت فرما گئے کل نفس الآیۃ کے تحت ایک دن تو ان کو کوچ کرنا ہی تھا بلکہ افسوس اس بات کا ہے کہ حضرت مرحوم نے اپنے پیچھے جو خلا چھوڑا ہے اس کا پر ہونا بظاہر ناممکن معلوم ہوتا ہے، حق تعالیٰ ان کے مراتب کو بلند سے بلند تر فرمائے اور ہم لوگوں کو ان کا سچا جانشین بنادے، آمین۔ جو صدمہ آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو پہنچا ہے اس میں ناچیز برابر کا

شریک ہے دعا ہے کہ حق تعالیٰ جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین، ہم سبھوں کی تسلی کے لیے ایک اعرابی کا درج ذیل شعر کافی ہے، جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وفات پر ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو تسلی دیتے ہوئے کہا تھا۔

اصبر بك فكن صابرين فانما
صبر الرعية بعد صبر الرأس
خير من العباس اجرك بعده
والله خير منك للعباس

جس روز حضرت مرحوم کی وفات ہوئی حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب -- مدظلہ -- چمپانگر بھاگل پور میں میرے یہاں تشریف فرما تھے، عین جلسہ کے دوران میں وفات کی خبر ملی جلسہ میں تعزیتی تقریر ہوئی اور ان کی ترقی درجات کے لیے دعا ہوئی اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کی دعاؤں کو ان کے حق میں قبول فرمائے۔ آمین۔ امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا، الحمد للہ اچھا ہوں۔ دعا کر رہا ہوں دعا چاہتا ہوں۔

والسلام

محمد اکرام علی غفرلہ بھاگلپوری

خادم جامعہ مفتاح العلوم مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ

۱۹ر شوال المکرم ۱۴۰۳ھ

حضرت مولانا محمد اسلم آسی قاسمی بکھتوی مدرس مدرسہ احسن العلوم ڈالٹن گنج پلاموں بہار

محترمی قبلہ ---------- السلام علیکم

عرض اینکہ حضرت مہتمم صاحب نوراللہ مرقدہ کا سانحۂ ارتحال ایک عظیم سانحہ ہے جس کا صدمہ امت مسلمہ کے لیے مسلم ہے، اور خاص کر ہم برادران قاسمی کے لیے ایک عظیم خلاء ہے، جس کی تلافی ناممکن ہے، ہائے کیسی صورت اور کیسی سیرت آپ نے پائی

تھی، آپ کا خلوص اور پاکیزگی وہ متانت اور سنجیدگی اور اور وہ خطابت حکیمانہ یاد ہے۔ میں حضرت کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

ندانم کدامی سمن گو یمت　　　که با تر ایں زانچہ من گو یمت

پھر بھی آپ سے عقیدت تھی اور آپ کا احسان ہم نہیں بھلا سکتے ہیں چند کلمے نظم کر کے آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں---گر قبول افتد زہے عز و شرف---اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس کو چھپا دیں گے اور ایک ایڈیشن بھیج دیں گے۔

والسلام: محمد اسلم آسی قاسمی

حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب قاسمی مراد آباد

محترم بھائی سفیان صاحب------　　　سلام مسنون

مزاج گرامی! بعد تسلیم کے خدمت اقدس میں گذارش یہ ہے کہ بفضلہ تعالیٰ بعافیت ہوں، آنجناب کی خیریت کا طالب ہوں، دیگر عرض یہ ہے کہ حضرت مہتمم صاحب کی وفات کی خبر سن کر بہت افسوس ہوا اور میں کسی مجبوری کی وجہ سے جنازہ میں شرکت نہیں کر سکا اور مجبوری یہ تھی کہ حضرت کے انتقال سے ایک روز قبل میں نینی تال جا چکا تھا اور مجھے حضرت کے انتقال کے دو روز بعد خبر ملی، سن کر میں نے اپنے آپ کو ملامت کیا اور شاید مجھ جیسا بدنصیب کوئی نہیں ہوگا کہ میں اتنے بڑے شرف سے محروم کہ حضرت کے جنازہ میں بھی شرکت نہیں کر سکا، اگر مجھے گھر پر خبر ملتی یا نینی تال ہی میں اسی روز خبر مل گئی ہوتی تو میں ہر حال میں دیوبند پہنچ جاتا اور پھر کوئی ریڈیو بھی میرے پاس نہیں تھا کہ جس سے خبر ملتی، بلکہ جب میں نینی تال سے کاشی پور آیا تو ایک صاحب نے مجھے یہ بتایا کہ حضرت مہتمم صاحب انتقال فرما گئے ہیں، بس میرے پیروں سے زمین نکل گئی، اللہ تعالیٰ آپ تمام اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔　　　فقط والسلام

عتیق الرحمٰن ۲۷/۷/۱۹۸۳ء

حضرت مولانا محمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلماء بہادر گنج ضلع غازیپور یوپی

مولانا المحترم م--- عفاکم اللہ و رزقکم صبراً جمیلاً و اجراً جزیلاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مہتمم صاحب نور اللہ مرقدہ کے وصال پر ملال کے سلسلہ میں بعد نماز جمعہ موصوف کی روح پاک کو ایصال ثواب کیا گیا۔ اور قرارداد پاس کی گئی کہ تعزیت نامہ جناب والا کی خدمت میں ارسال کیا جائے ، دعائیں کی گئیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور حضرت نور اللہ مرقدہ کے درجات بلند فرمائے ، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

جمعیۃ العلماء بہادر گنج آپ کے غم میں برابر کی شریک ہے۔

محمد سعید

ناظم جمعیۃ علماء بہادر گنج ضلع غازی پور

۲۵ر جولائی ۱۹۸۳ء

تجویز تقریب

مسلمانان اوری ضلع اعظم گڈھ کا یہ اجلاس عام اسلامی ہند کی عظیم ترین شخصیت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ؒ کے سانحہ ارتحال پہ اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے اسے ہندوستان میں ملت اسلامیہ کا ایک ناقابل تلافی نقصان تصور کرتا ہے۔

حضرت قاری صاحب کی دینی مذہبی خدمات کا سلسلہ نصف صدی تک پھیلا ہوا ہے آپ نے ازہر الہند دارالعلوم کی عظمت اور وقار و ترقی کے لئے جو پچاس سالہ خدمت انجام دی ہے اسی کا خلاصہ ہے کہ آج وہ عالم اسلام کی عظیم ترین یونیورسٹیوں میں شمار ہوتی ہے اور اس کا بجٹ پچاس لاکھ سے تجاوز کر چکا ہے۔

قدرت نے حضرت قاری صاحب کو زبان و بیان کی حلاوت بخشی تھی اس سے آج سارا ہندوستان واقف ہے آپ ایک سحر البیان مقرر و خطیب ہی کی حیثیت سے نہیں بلکہ تعلیمات اسلامی کے اسرار و حکم بیان کرنے اور اپنی دقیقہ سنجیوں اور نکتہ اثر بیانوں کیوجہ سے صحیح معنی میں وہ حکیم الاسلام کے معزز لقب کے مستحق تھے، اور یہ خطاب ملت اسلامیہ کی طرف سے ان ملی خدمات کا صحیح ترین اعتراف ہے۔

حضرت قاری صاحب کی وفات حسرت آیات کا حادثہ فاجعہ ایک خاندان کا تنہا حادثہ نہیں ہے بلکہ اس لامحدود حادثہ نے ان لاکھوں اور کروڑوں مسلمانوں کو رنج و غم میں ڈبو دیا ہے جو آپ کی ذات گرامی سے والہانہ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔

یہ اجلاس دست بدعا ہے کہ خداوند کریم حضرت قاری صاحب مرحوم کی قبر کو رحمت کے پھولوں سے بھر دے اور بال بال مغفرت فرمائے اور فردوس میں ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

محمد طیب الاعظمی، ۷؍ شوال المکرم ۱۴۰۳ھ

حضرت الاستاذ دام ظلکم العالی　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اچانک حضرت مہتمم صاحب کے انتقال کی خبر سن کر بڑا صدمہ ہوا اگر دیوبند پہنچنے کی کوئی سبیل ہوتی تو آخری دیدار کے لئے ضرور حاضر ہوتا حضرت الاستاذ حکیم الاسلام نور اللہ مرقدہ کی وفات سے پوری قاسمی برادری یتیم ہوگئی سبھی غمزدہ ہیں۔ اللہ تعالی ہم سبکو عموماً اور آپ حضرات کو خصوصاً صبر جمیل کی توفیق اور حضرت مہتمم صاحبؒ کا نعم البدل عطاء فرمائے اور حضرت مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اللہ تعالی بال بال مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں مقام عالی عطاء فرمائے اور جنت الفردوس میں ہمیں بھی حضرت مہتمم صاحب کی معیت نصیب فرمائے آمین!

رمضان المبارک میں یہاں مدرسہ کے کام سے مالیگاؤں وغیرہ جانا ہوا تو وہاں

مالیگاؤں بیڑ۔اور پونہ وغیرہ میں جو فضلائے دارالعلوم ملے وہ سب حضرت مہتمم صاحب ؒ اور آپ حضرات کے حامی تھے یہ دیکھ کر جی خوش ہوگیا تھا۔

یہاں فتح پور میں ایصال ثواب بھی کیا گیا اور سیرت کمیٹی مسلم فنڈ کی جانب سے تعزیتی جلسہ بھی ہوا جس میں علماء۔شعراء اور معززین شہر نے خراج عقیدت پیش کیا اور وہ لوگ جنھوں نے حضرت مہتمم صاحب کی برسہابرس کی دارالعلوم کی خدمات کو فراموش کردیا حضرت کو مادر علمی سے جدا کیا انکی بھرپور مذمت کی گئی۔امید ہے کہ آپ حضرات بعافیت ہونگے بہرکیف حضرت مہتمم صاحب ؒ کو ہم سے اچھا رفیق اور اس دنیا سے بہتر جگہ ملی ہے اللہ تعالی ہمیں بھی حضرت مہتمم صاحب کی طرح تقویٰ و بے نفسی کی صفات سے نوازے آمین۔

احقر محمد حبیب قاسمی عفی عنہ

دیوکھریا تکیہ۔تحصیل فتح پور۔ضلع بارہ بنکی (یوپی) ۷/شوال ۱۴۰۳ھ

مکرمنا المعظم ذوالمجد والکرم قبلہ جناب استادی حضرت اقدس مولانا محمد سالم صاحب ادام اللہ بقائکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

بعد آداب وتسلیمات کے عرض خدمت اقدس میں یہ ہے کہ حضرت مہتمم صاحب مرحوم کے انتقال پرملال کی خبر وحشت اثر سن کر کلفت ہوئی۔

مخدومنا۔ہمارے حضرت سے دو تعلق تھے ایک تو مادر علمی دارالعلوم کے مہتمم تھے اسلئے میرے مربی تھے۔

دوم۔حضرت ؒ سے میں نے کتاب الایمان بخاری شریف سے پڑھی۔اور حضرت مولانا شریف حسن صاحب کے بعد چند اسباق کتاب الحج سے بھی پڑھے ہیں۔

حضرت مرحوم کی دو یوم کی تقریر بخاری آج بھی ذہن نشین ہے پتہ چلتا تھا کہ حضرت اگر چاہیں تو بخاری شریف چند دنوں میں ختم کرادیں صرف نفس مطلب اور اہم اہم باتیں دوسرے دن حضرت ؒ نے چند سطریں پڑھائیں اور پورا وقت بلکہ کچھ زائد وقت لے لیا

صرف اور صرف حج پر طویل بحث فرمائی۔ حضرتؒ قطرہ کو دریا اور دریا کو کوزہ میں بند کرنا بتوفیق خداوندی خوب جانتے تھے یہ خداداد صلاحیت تھی جس کی مثال اب ملنا مشکل ہے۔

ایک اور واقعہ۔ یاد ہے کہ شاید روس کے سفیر مادر علمی تشریف لائے ان کو شکایت ہوئی کہ طلبہ میں سلام کا رواج بہت کم ہے۔ ان کے استقبال میں ایک جلسہ ہوا جس میں حضرتؒ نے افشوا السلام پر گھنٹوں وعظ فرمایا۔ اب تک بہت کتب نظروں سے گزریں مگر حضرتؒ نے جس پیرایہ میں طلباء کو سمجھایا اور ایسی ایسی حکمتیں بیان فرمائیں جو کہ شاید صرف حضرتؒ کی زبان مبارک تک رہ گئیں اب ایسی باتیں اور حکمت سے لبریز واقعات کہاں سننے کو ملیں گے اور کون ایسا علم رکھتا ہے یہ تبحر علمی کی ادنی سی مثال تھی جو ناچیز نے بچشم خود دیکھا اور سنا۔

حضرتؒ میں خوداری بھی غضب کی تھی جو طبقہ مسلم میں کما حقہ ہونا چاہے۔

فخر الدین علی احمد صدر جمہوریہ ہند کی آمد پر ایس۔ پی نے کہا کہ اسٹیج مولانا شریفؒ کی درسگاہ کے پچھم ہونا چاہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ جہاں اسٹیج مولانا مرحوم صاحب کے گیٹ کی طرف ہے ادھر ہی رہے گا۔ چنانچہ حضرتؒ نے جو فرمایا وہی ہوا۔

اللہ اکبر ایسی ہستیاں کہاں گئیں۔

حضرتؒ کی حلم و بردباری کی ایک مثال۔

حکومت کانگریس میں جب نسبندی کا زیادہ زور تھا مولانا اسعد صاحب لندن ہجرت فرما گئے تھے چنانچہ سالانہ جلسہ میں طلبائے بہار نے ایک محادثہ کیا جس میں یہ دیکھایا کہ قاضی مجاہد السلام حکومت کے خلاف سینا سپر ہو کر تقریر کر رہے ہیں اور مولانا اسعد صاحب حکومت سے فرار اختیار کر رہے ہیں۔

اس بات کی اطلاع حضرتؒ کو ہوئی بہر حال استاذ زادے تھے غم وغصہ ہونا چاہیے تھا چنانچہ طلبائے بہار کا اخراج فرمادیا۔ پھر شفقت پدری جوش میں آئی اور باہر سے خط لکھا کہ بہار کے بچوں کا اخراج واپس کر لیا جائے۔ یہ وسیع الظرف حضرتؒ تھے۔ دل موم ہونے کے لئے

ایک مثال کافی ہے مگر دل تو ہو اور نتائج اسکے برعکس مرتب ہوئے کاش ذرہ برابر احساس ہوتا۔
اور حضرت مدظلہ سے ابن ماجہ بھی پڑھی ہے۔

ویسے میرے دو تعلق نکلے ہیں مگر خاندان قاسمی کے ہر اعتبار سے جتنے تعلق حضرت نانوتویؒ سے اب تک دنیائے اسلام پر ہیں ان کا احصاء دشوار ہے۔اور خاندان قاسمی کی بے حرمتی کرنے والا وہ احسان فراموش ہے۔اس سے کوئی دینی توقعات نہ ہوسکیں گی۔ اور اس احسان فراموشی کا صلہ دنیا میں ملے گا اور آخرت میں باز پرس ہوگی۔

حضرتؒ کی وفات کی خبر سن کر مدرسہ میں ایصال ثواب کرایا گیا اور مغفرت کی دعاء کی گئیں اور سلسلہ ایصال ثواب جاری ہے اور انشاء اللہ جاری رہے گا۔

افسوس اتنا ضرور ہے کہ اب ایسی ہستیاں ناپید ہیں۔اور جو ہیں وہ داعیٔ اجل کو لبیک کہہ رہی ہیں۔جیسا کہ شاعر نے کہا۔

ثانی احمد مختار تو کیا لاوگے   انکی امت کی مثالیں بھی نہیں تم پاوگے

خیر ایک دن سبھوں کو لقمۂ اجل بننا ہے اللہ تعالی حضرتؒ کی بال بال مغفرت فرمائیں۔آمین!

حضرتؒ سے جو عقیدت ہے اور اللہ تعالی سے جن الفاظ میں دعائیں کرتا ہوں اور ہماری دعائیں ہی کیا ہیں۔وہ قلب میں ہیں۔نوکِ قلم میں اور صفحۂ قرطاس پر نہیں آسکتیں۔

اللہ تعالی حضرتؒ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں اور اسٹاف وطلبائے مدرسہ ہذا سلام عرض کرتے ہیں اور سبکی طرف سے تعزیت پیش کرتے ہیں خصوصاً بھائی سفیان صاحب میرے ہم سبق ہیں اور میرے چھوٹے بھائیوں اور بہنوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور نعم البدل عطا فرمائے آمین۔

ع   زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

محتاج دعا

محمد یونس قاسمی مدرسہ مصباح العلوم قصبہ ہرپور سیتاپور (یوپی)

محترم اعظم صاحب۔ السلام علیکم

ریڈیو اور اخبارات کے ذریعہ معلوم ہوا کہ آپکے والد محترم قاری طیب صاحب کا انتقال پر ملال ہو گیا۔ سنکر بہت افسوس ہوا اللہ تعالی انکو جوار رحمت میں جگہ دے۔ قاری صاحب کی وفات سے مسلم قوم اور علمائے اسلامیہ دونوں کو نقصان ہوا ہے مرحوم نے مدتوں تک عالم اسلام کیلئے خدمات انجام دیں انہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ خدا کرے کہ آپ انکے مقصد کو آگے بڑھا سکیں تا کہ مرحوم کی روح کو سکون ملے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ آپ سبھی کو صبر جمیل عطا کرے آمین

اخلاق حسین ڈپارٹمنٹ آف فلاسفی

اے۔ ایم۔ یو علیگڑھ، ۲۰/۷/۱۹۸۳ء

مخدومنا المکرّم زید مجدہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱۷ جولائی ریڈیو کے ذریعہ یہ وحشت ناک خبر سنی گئی کہ نمونہ اسلاف یادگار اکابر نبیرۂ قاسم والخیرات ترجمان حکمت قاسمیہ فخر الاماثل حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب نوراللہ مرقدہ کا وصال ہو گیا دل کو سخت صدمہ ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پیدا کہاں ہیں ایسے فرشتہ مزاج لوگ ❁ افسوس تمکو میری محبت نہیں رہی

تاریخ کی ایک کتاب بند ہو گئی علم وعرفان کا خزانہ اپنے ساتھ لیکر رخصت ہو گئے بڑے بڑے اہل اللہ اور اکابر کو انکی آنکھوں نے دیکھا تھا اب ایسے لوگ کہاں ملیں گے۔

کچھ ایسے بھی اس بزم سے اٹھ جائینگے جن کو ❁ تم ڈھونڈھنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

اللہ تعالی حضرت مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ حضرات کو صبر جمیل عطاء فرمائے یہ حادثہ پوری ملت کا ہے خداوند قدوس ملت پر رحم فرمائے۔

شریک غم: عثمان احمد غفرلہٗ قاسمی شاہ گنج جونپور

فیض جمیل لائبریری۔ شاہ گنج جونپور (یوپی)

آہ۔ حضرت حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحب قدس سرہ

از بنارس۔ حضرت مولانا محمد طیب صاحب کے وصال پر ملال کی خبر سنکر یہاں کا ایک ایک فرد رنجیدہ ہوگیا۔

آسماں راحق بود گر خون ببارد بر زمین ❁ بر وفات شیخ طیب صاحب حق الیقین

وہ خود اور انکی زندگی کی جدوجہد ایک مسلّم و مکمل تاریخ ہے۔

۵۸ سال تک مسلسل از ہر ہند دار العلوم دیوبند کے منصب اہتمام پر فائز رہے وہ اور دار العلوم کا ذکر گویا لازم وملزوم ہے کوئی ان دونوں کو علیحدہ کر کے دار العلوم کی تاریخ ہرگز کبھی بھی نہ لکھ سکے گا۔ حضرت مہتمم صاحب بانی دار العلوم مولانا قاسم نانوتوی کے پوتے تھے علامہ انور شاہ کشمیری کے شاگرد تھے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے خلیفۂ مجاز تھے حضرت مہتمم صاحب اپنی خصوصی صفات نیز علم وعمل صلاح وفلاح تقویٰ دیانت امانت صبر وتحمل مرنجامرنج مزاج کی وجہ سے سب کے نزدیک قابل احترام اور غیر متنازع شخصیت تھے۔

بے مثال خطابت کی وجہ سے محبوب خلائق تھے تواضع عاجزی انکساری خاکساری انکی خمیر میں تھا نسبی وروحانی شرافت کی وجہ سے علماء کے محبوب تھے۔ وہ دنیا سے چلے گئے مگر اپنے اخلاف میں صلبی اولاد کے علاوہ لاکھوں سے متجاوز تلامذہ مریدین خلفاء چھوڑ گئے حق تعالیٰ حضرت مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور جملہ پس ماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائے آمین۔

فقط والسلام احمد نصر بنارسی

مہتمم مدرسہ عربیہ امدادیہ برنا پل بنارس

مکرمی جناب مولانا محمد سالم صاحب سلام مسنون۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے انتقال کی اچانک خبر سن کر بہت دکھ اور

افسوس ہوا۔ قاری صاحب کی موت سے صرف ان کے خاندان یا اہل دیوبند کا؟ نقصان نہیں ہے بلکہ عالم اسلام کا نقصان ہے۔ اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ حق تو یہ ہے کہ ایسے حضرات کے دنیا سے چلے جانے سے پھر جگہ پر نہیں ہوتی۔ لیکن یہ قانون قدرت ہے۔ جو آیا ہے وہ جانے کیلئے اسلئے ہمیں اور آپ کو صبر سے کام لینا چاہئے۔ اللہ تعالی مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائیں آمین اور تمام متعلقین کو صبر جمیل عطاء فرمائیں۔

۲۰ جولائی کو مدرسہ کے اساتذہ اور طلباء کا ایک مختصر سا جلسہ ہوا جس میں حضرت قاری صاحبؒ کے انتقال پر افسوس ظاہر کیا گیا۔ اور انکی زندگی پر روشنی ڈالی گئی۔ کلام پاک ختم کرا کر ایصال ثواب کرایا گیا۔ فقط

عبدالحمید

مدرسہ تعلیم القرآن

محلہ چوڑیوالان، دہلی، ۲۱/۷/۱۹۸۳ء

محترم المقام حضرت مولانا محمد سالم صاحب زید مجدہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت حکیم الاسلامؒ کی وفات عالم اسلام کیلئے عظیم نقصان ہے جسکی تلافی ناممکن ہے۔ آج ہم اپنے کو یتیم سا پا رہے ہیں۔ ہمارے قلوب حزن وملال سے مملو ہیں۔ ہماری آنکھیں اشکبار ہیں اور ہم آپ حضرات کے اس عظیم غم کو پوری ملت کا غم تصور کرتے ہیں۔ اور دعاء کرتے ہیں کہ باری تعالی عز اسمہٗ حضرت کے درجات کو بلند فرمائے۔ اور ہم سب کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین۔

دار العلوم عزیزیہ میں تعزیتی جلسۂ عام کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہٗ باندوی بحیثیت صدر جلسہ شریک رہے علماء ائمہ کرام طلباء اور شہریوں کی بڑی تعداد نے جلسہ میں شرکت کی اور دعاء مغفرت فرمائی ہماری طرف سے

اپنے دونوں بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں سے اظہار تعزیت فرما دیں۔

فقط والسلام

شریک غم مظہر عالم بہاری

مہتمم دار العلوم عزیزیہ میرا روڈ، بمبئی

حضرت الاستاذ دامت برکاتہم .... سلام مسنون!

امید کہ مزاج گرامی بخیر و عافیت ہونگے آپ کے والد محترم حضرت حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کے وصال کی خبر ریڈیو کے ذریعہ ملی انا للہ وانا الیہ راجعون مدرسہ دار العلوم بسوریا اسوقت رمضان وعید کی تعطیل کی وجہ سے بند ہے باضابطہ ایصال ثواب نہیں کیا جاسکا ہے مدرسہ کھلنے کے بعد کیا جائے گا۔

یہ سانحہ وحادثہ محض آپ کی ذات اور آپ کے گھر کیلئے نہیں ہے پوری جماعت دیوبند اور عالم اسلام کیلئے ہے اسلئے کس کس کی تعزیت کی جائے بہر حال رسمی طور پر پورے خاندان کی خدمت میں تعزیت پیش کرتے ہیں اور دعاء کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالی پوری جماعت دیوبند اور عالم اسلام کو شرور وفتن سے محفوظ رکھے آمین۔ اور ہم پسماندگان کو حضرت کا نعم البدل عطاء فرمائے آمین۔

محمد سمیع الدین قاسمی

صدر مدرس مدرسہ دار العلم بسوریا

وایا۔ لوریا ضلع مغربی چمپارن، ۱۹/۷/۸۳ء

مخدومی و معظمی حضرت الاستاذ دام ظلکم العالی/ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہونگے ایک صاحب کے ذریعہ اس دور کے امیر المومنین جیسی شان رکھنے والے،، خاندان قاسمی کے چشم وچراغ اور چمنستان قاسمی کے والی ومالی۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے سانحہ ارتحال کی خبر سنی خبر واحد کی وجہ سے یقین نہیں ہوا پھر ایک انگریزی اخبار کے ذریعہ اس خبر کی تصدیق ہوئی انا للہ وانا الیہ راجعون، نور اللہ مرقدہٗ و برد اللہ مضجعہٗ ،قدس سرہٗ، طاب ثراہ،،

استاذ محترم !اس وقت تعزیت کے سلسلہ میں وہی کلمات سب پسماندگان کی خدمت میں بعد سلام مسنون معروض ہیں جو ایک اعرابی نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے موقعہ پر تعزیت کے سلسلہ میں کہے تھے۔

اصبر نكن بك صابرين فانما صبر الرعية بعد صبر الرأس
وخير من العباس اجرك بعدهٗ والله خير منك للعباس

حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے حضرت موصوف کو بڑے لاڈ و پیار کے ساتھ جنت الفردوس میں اپنے قرب خاص میں رکھیں۔اور جملہ پسماندگان منتسبین کرام کو صبر جمیل اوراجر عظیم سے سرفراز فرمائیں۔

یہ ناکارہ بھی شاگردی کی نسبت رکھتا ہے، حضرت نور اللہ مرقدہٗ بھی استاذ تھے اور آں محترم بھی میرے مشفق اساتذہ میں ہیں اس ناکارہ کی ایک دعاء یہ بھی ہے کہ حق تعالیٰ آپ کو روایات قاسمی کو زندہ رکھنے کیلئے مساعی جمیلہ کی توفیق سے نوازیں۔

علالت وغیرہ کی تفصیلات سے مطلع ہونے کو جی چاہتا ہے کیا اچھا ہوتا کہ حضرت اقدس بقلم خود فرصت کے وقت کچھ تفصیلات سپرد قلم فرما کر اس ناکارہ کو ممنون فرمائیں کہ اس نواح کے طالبین کو بھی حالات معلوم ہوجائیں،،

ایصال ثواب کی سعادت سے بھی حق تعالیٰ نے نوازا یہ انکا کرم ہے۔سب بھائیوں کی خدمت میں مضمون واحد عرض ہے جواب کیلئے لفافہ وکاغذ روانہ ہے۔

والسلام

مولانا عبدالرؤف رصدر مدرس مدرسہ جامع العلوم

متصل کیپٹل مسجد بھوبنیشور، اڑیسہ

مخدومنا المکرم حضرت استاذنا المحترم جناب مولانا محمد سالم صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔ افسوس صد افسوس آج ڈیڑھ بجے شام حضرت سیدی ومرشدی قبلہ، محترم حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کی اچانک خبر اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف چلے جانے کی ملی یہ خبر سنتے ہی زمین پیر تلے سے نکل گئی اور آنکھ سے آنسوؤں کا قطرہ موجزن ہو کر بے تحاشہ جاری ہونے لگے۔ عالم اسلام کا منور وروشن چراغ آہ آج ہمیشہ کیلئے گل ہو گیا ایسا حلیم الطبع ومتحمل المزاج شخص ہم نااہلوں کو چھوڑ کر اپنے رب حقیقی سے جاملا یہ خبر ملنے کے بعد فی الوقت جتنے طلباء مدرسہ میں موجود تھے قرآن شریف پڑھوا کر حضرت مرحوم کیلئے ایصال ثواب کرا کر پسماندگان کیلئے صبر جمیل کی دعاء کرادی گئی۔ اللہ رب العزت حضرت مرحوم کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں ہمیشہ ہمیش کیلئے جگہ عطاء فرماوے آمین ثم آمین۔ والسلام

آپکا کفش بردار شاگرد

محمد ابراہیم قاسمی خادم مدرسہ ناشر العلوم پانڈولی ضلع سہارنپور

استاذ محترم حضرت اقدس مولانا محمد سالم صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج کے اخبار سے یہ اندوہ ناک حادثہ کی خبر ملی حضرت اقدس مہتمم صاحبؒ ہمارے اکابرین کی آخری نشانی تھے ویسے بھی موت العالم موت العالم ہے ہم ایک عظیم خطیب۔ ایک عظیم مدبر کے سایہ سے محروم ہو گئے اور حقیقت یہ ہے کہ صرف آپ حضرات ہی نہیں بلکہ ہم جیسے تمام ہی قاسمی برادر یتیم ہو گئے۔

حضرت کی خدمات دار العلوم۔ اور ملک وقوم کیلئے رہیں انکو کسی قیمت پر بھلایا نہیں جا سکتا ہے اور ہم خدام پر تو جو عنایت رہیں وہ بے شمار ہیں۔

ہمارے مدرسہ کے جملہ اراکین ومدرسین ومتعلمین۔ آپ حضرات کے غم میں شریک ہیں اور ہم نے مدرسہ میں پانچ ختم کلام پاک کرا کر حضرت اقدس کو ایصال ثواب کیا گیا اوران شاء اللہ سلسلہ جاری رہیگا۔

گھر کے جملہ افراد ورفقاء کی خدمت میں تعزیت پیش فرمادیں۔

خداوند کریم مرحوم کے درجات بلند فرما کر کروٹ کروٹ نور بھر دے ور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمادے۔

فقط والسلام

مہتمم مدرسہ اسلامیہ عربیہ عرفان العلوم رامپور

ڈاکخانہ روڑکی سہارنپور، ۱۸/۷/۸۳

آج مورخہ ۱۸/ جولائی ۱۹۸۳ء کو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی وفات حسرت آیات کی خبر ملی فوراً ہی مدرسہ کی جانب سے قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا نیز مندرجہ ذیل تجویز پاس کر کے مدرسہ میں تعطیل کردی گئی۔

تجویز : جملہ اساتذہ وطلبہ مدرسہ احمدیہ حنفیہ فیض آباد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ وبرد اللہ مضجعہٗ کی وفات حسرت آیات پر انتہائی محزون ومغموم ہیں آج سارا عالم اس عالم جلیل سے محروم ہو گیا جس کو اللہ رب العزت نے علمی وروحانی دنیا کا ایک پیکر اعظم بنا کر بھیجا تھا جسکی زندگی کا لمحہ لمحہ حیات جاودانی کی دعوت دیتا تھا۔

آپ کی موت (موت العالم موت العالم) کا مصداق ہے

حضرت کے اعزاء ومتوسلین ہی تعزیت کے قابل نہیں ہیں بلکہ سارا عالم اس قابل ہے کہ اسکی تعزیت کی جائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے حضرت موصوف کو اپنی رضا کا اعلیٰ سے اعلیٰ مقام جنت الفردوس میں عطاء فرمائے اور آپ کی قبر اطہر پر اپنے فضل وکرم کی موسلا دھار

بارش برسائیں اور جملہ اعزاء، متوسلین متعلقین، کو صبر جمیل عطاء فرمائیں اور علمی و روحانی دنیا کو موصوف کا نعم البدل مرحمت فرمائیں۔

فیض اللہ غفرلہٗ

مہتمم مدرسہ احمدیہ حنفیہ مغلپورہ فیض آباد، ۱۸/۷/۱۹۸۳ء

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی رحلت کی خبر سن کر بیحد صدمہ ہوا ہم سب مدرسین واراکین مدرسہ شمس العلوم سرائے ترین آپکے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا گو ہیں کہ باری تعالیٰ حضرت حکیم الاسلام کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائیں آمین ثم آمین۔

والسلام

احقر محمد آفتاب علی خادم مدرسہ شمس العلوم سرائے ترین

احقر اطہر شاہ غفرلہٗ ابن مولانا اختر شاہ خاں مرحوم

سابق مفتی مدرسہ شاہی مراد آباد

۱۸/ جولائی ۱۹۸۳ء

مکرمی استاذ محترم حضرت مولانا محمد سالم صاحب و مولانا محمد اسلم صاحب زاد عنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ آج جس عظیم غم میں آپ ہیں۔ اسی غم میں پوری ملت اسلامیہ اشکبار ہے۔ حضرت حکیم الاسلامؒ ہمارے مربی و محی نہ تھے بلکہ حقیقی رہنما وسرپرست تھے آج ملت اسلامیہ حضرت کے سانحہ پر جتنا ملال کرے کم ہے مگر اللہ کا ولی ہماری آنکھوں کو اشکبار چھوڑ کر حقیقی مولا سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون تمام مدارس کے ذمہ داران واراکین مدرسہ و معلمین وطلباء عزیز آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

حضرت کے انتقال پرملال پر ہم اپنے کو بدنصیب تصور کرتے ہیں۔اور حضرت کے لئے برابر ایصال ثواب کرار ہے ہیں اللہ حضرت کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس عطاء فرمائے پسماندگان خصوصاً آپ حضرات کو صبر جمیل سے نوازے آمین۔

شریک غم عبدالعزیز قاسمی

مہتمم مدرسہ اشاعت العلوم ریلوے اسٹیشن: ڈوئی والاضلع دہرادون (یوپی)

قبلہ گاہ عالیجاہ محترم جناب حضرت مولانا محمد سالم۔ مولانا محمد اسلم صاحب دام ظلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی رحلت کی خبر سنکر انتہائی رنج وصدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون میرے محترم مالک حقیقی کے اس امر کے سامنے کسی کا کوئی چارہ اور کوئی بس نہیں چلتا۔ خواستہ ناخواستہ اس آواز پر لبیک کہنا ہوتا ہے۔ بس میں تو صبر کی تلقین کرتے ہوئے دعائے مغفرت کی بات کرتا ہوں

ہم مجبور و بے بس اسکے علاوہ اور کیا کرسکتے ہیں کہ مرحوم کے لئے جوار رحمت میں اعلیٰ مقام کے حصول کی دعا کرتے رہیں اور ہر ممکن طور پر مرحوم کیلئے ایصال ثواب کرتے رہیں۔

ہم ناتوان خدام اراکین اور کچھ متعلقین دارالسلام نے ملکر دس کلام پاک پڑھکر حضرت مرحوم کیلئے ایصال ثواب کردیا ہے اور انشاء اللہ العزیز یہ سلسلہ چلتا ہی رہے گا۔ خداوندتعالی قبول فرماکر مرحوم کو ہر قسم کے آرام راحت اور جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین!

جملہ پسماندگان کو صبر جمیل اور امت مسلمہ کو اپنے خزانہ غیب سے بہترین نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!!

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

ناچیز محمد احمد مظاہری رخادم دارالسلام سہارنپور

ہر گز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق ❁ ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

حضرت مولانا قاری طیب صاحب کے وصال کی خبر آتے ہی مدرسہ اسلامیہ جامع العلوم مظفر پور کے طلباء و اساتذہ اور منتظمین پر سکتے کا عالم طاری ہو گیا یہ تو حقیقت ہے کہ یہاں پر آنے والا جانے کیلئے آیا ہے مگر ان جانے والوں میں بعض ایسی ہستیاں بھی ہوتی ہیں جنکا نعم البدل تو کیا بدل بھی ناممکن ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جناب قاری صاحب یادگار سلف تھے اپنے دور کے ہر میدان فکر میں ایک منفرد مقام کے مالک تھے چلنے میں، پھرنے میں، گفتگو میں، تعلیم و تربیت میں، پرہیزگاری تقویٰ اور طہارت خطابت مروت اور سادگی میں بے مثال تھے جسکی نظیر اس دور میں مشکل ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

والسلام

اختر الزماں رحمانی

مہتمم مدرسہ اسلامیہ جامع العلوم مظفر پور ۸/۷/۱۹۸۳ء

عزیزان محترم مولانا سالم صاحب و اسلم صاحب و اعظم صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ دعائیں۔ دنیا فانی ہے جو یہاں آیا ہے جانا اسکو ہو گا ایک دن۔ مگر وہ ہستیاں جن پر اس چودہویں صدی میں اسلام اپنی تاریخی جلال و قوت پر نازاں ہے ان میں سے جب کوئی ہستی اس فانی دنیا میں اپنا نقش چھوڑ جاتی ہے تو صدیوں تک نسل انسانی اپنے غم کے آنسوؤں سے ایک تاریخ لکھتی رہتی ہے اور نہ بھلانے والا صدمہ باقی رہتا ہے حضرت حکیم الاسلام لاکھوں رحمتیں ان پر ہوں طیب و اطیب زندگی کی ایک صدی کے قریب اس فانی دنیا سے پاک و صاف اپنے محبوب کو جا ملے۔ یہ وہ غم نہیں جو تنہا دیوبند یا ہندوستان کو

ہو بلکہ اس ہلاکت آفریں دور میں انکا ہم سے جدا ہونا پورے عالم اسلام کیلئے ایک صدمہ ہے جسکو قرنوں تک مٹا نہیں سکتے ہیں۔ بجز صبر کے اور کوئی چارہ نہیں۔

کل من علیھافان ویبقٰی وجہ ربك ذوا لجلال والاکرام. آپ لوگوں کو صبر جمیل عطاء فرمائے اور آپ ہم لوگوں کیلئے اپنے والد محترم کی طرح مشعل راہ بنے رہیں۔

میری طرف سے اور تمام گھر والوں کی طرف سے اور جامعہ مہدیہ کی طرف سے تعزیت قبول ہو۔ مدرسہ میں ختم قرآن اور دعا مغفرت کرادی گئی خادم ناکارہ آپ کے غم میں شریک۔

والسلام

محمد میاں مہتمم مدرسہ جامعہ مہدیہ ہدایت العلوم محلّہ جھنڈا کلاں۔ شاہجہانپور

۸/ شوال المکرم ۱۴۰۳ھ ۱۹/ جولائی ۱۹۸۳ء

محترمی جناب اعظم صاحب زید مجدکم		السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خیریت کا طالب ہوں۔ پرسوں ریڈیو سے اور کل اخبار سے والد محترم قاری صاحبؒ کے انتقال پرملال کی خبر سنکر شدید قلق اور صدمہ ہوا، بیماری کی خبریں مل رہی تھیں جبھی تشویش تھی۔

اس حادثہ فاجعہ میں میں آپ تمام لوگوں کا شریک غم ہوں اور اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں کہ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، اور جس اعلی مقصد وخدمت کے لئے محترم قاری صاحب رحمہ اللہ نے اپنی زندگی وقف فرمادی تھی اس کی تکمیل کے لئے ان کا جانشیں مقرر فرمائے۔ آمین

بقیہ حالات اچھے ہیں، ممکن ہوا تو ملاقات کی کوشش کروں گا۔

فقط		والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپکا مقتدا احسن محمد یاسین وکیل الجامعۃ السلفیہ،

ریوڑی تالاب وارانسی (الہند) ۱۹/ جولائی ۱۹۸۳ء

مخدومنا وسیدنا جناب مولانا محمد سالم صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعدہٗ معروض خدمت اینکہ ۱۷/ جولائی ۱۹۸۳ء کے پیش آمدہ سانحہ ارتحال یعنی حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نور اللہ مرقدہٗ وبرد اللہ مضجعہٗ کی وفات حسرت آیات کی جانکاہ خبر سے عالم اسلام کو عموماً اور ہم فرزندان قاسمی واہل مدرسہ ہٰذا کو خصوصاً جو صدمہ پہنچا وہ بیان وتحریر سے بالاتر ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت حکیم الاسلام کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام، پسماندگان کو صبر جمیل۔ ملت مسلمہ کو نعم البدل عطاء فرمائے۔ آمین!

اسی سلسلہ میں مدرسہ ہذا نے قرآن خوانی اور ایصال ثواب کا انتظام کیا۔ نیز تعزیتی جلسہ زیر صدارت مولانا راشد علی صاحب قاسمی مہتمم مدرسہ ہذا منعقد ہوا اور دیگر اساتذۂ کرام نے حضرت حکیم الاسلام کی زندگی پر روشنی ڈالی اور آخر میں دعا کی گئی حاضرین گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے دست بدعا ہوئے۔

ہم فرزندان قاسمی حضرت مولانا محمد سالم صاحب زید مجدہٗ اور حضرت مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہٗ ودیگر پسماندگان کے غم والم میں برابر کے شریک ہیں۔ فقط والسلام

راشد علی القاسمی

خادم مدرسہ اسلامیہ عربیہ اشاعت العلوم انوریہ اچھ بل

رفیع آباد، کشمیر، ۱۸/۷/۱۹۸۳ء

محترم مکرم حضرت الاستاذ مولانا محمد سالم صاحب قاسمی ومولانا محمد اسلم صاحب قاسمی زید مجدہٗ السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۱۷/ جولائی بعد نماز عصر ریڈیو سے یہ جانکاہ اطلاع ملی کہ عالم اسلام کی عظیم ترین شخصیت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے داعی اجل کو لبیک کہا

۱۸/ جولائی کو اسکی مزید تصدیق قومی آواز لکھنو نے بھی کردی جسنے اپنی جلی حرفوں سے اس مامور عالم دین قاری محمد طیب صاحب کی وفات،، کے عنوان سے شائع کیا حقیقت یہ ہے کہ حضرت حکیم الاسلام کی وفات کا یہ عظیم ترین المیہ کسی ایک فرد یا خاندان یا شہر یا ایک ملک کا نہیں ہے بلکہ پورے عالم اسلام کا صدمہ ہے حضرت کی ذات گرامی اپنی قابلیت ومقبولیت کے لحاظ سے بلا امتیاز عالمگیر شخصیت تھی دار العلوم کی چہار دیواری ہی میں انکی علمی استعداد فکری نشوونما کا آغاز ہوا فراغت کے بعد اکابرین نے قابلیت کی رفعت مندانہ کیفیت کو دیکھ کر آپ کو دار العلوم کے اہتمام کی خدمت سپرد فرمائی حضرتؒ نے بہت جلد اکابرین کی نظروں میں اعتماد اور طلبہ کی نظروں میں اعتماد اور طلبہ کی نظروں میں محبوبیت ومقبولیت پیدا کرکے بلند ترین مقام پیدا کیا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پے روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت مرحوم کی خداداد صلاحیتوں نے انھیں جو مقبولیت عالم اور ہردلعزیزی عطا کی تھی وہ شاذ ونادر ہی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

۲۶/ مارچ ۱۹۸۰ء کے اجلاس اشرف العلوم میں حضرتؒ تشریف لائے اہل ہردوئی نے اسٹیشن پر بڑا پرتپاک خیر مقدم کیا جو ہردوئی کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ آج تک کسی کا ایسا شاندار استقبال نہیں کیا گیا۔ جبکہ یہاں ہردوئی کے بعض اہل علم اسکے سخت خلاف ہیں حضرت نے اسی مدرسہ کی سرپرستی بھی قبول فرمائی اور اپنی گرانقدر دعاؤں سے نوازا۔ اللہ رب العزت نے اپنے اس نیک بندے کی لاج رکھی اور جتنی دعائیں دیں سبھی کو اسنے قبول فرمایا۔

میں آپ کی خدمت میں کیا تعزیت پیش کروں میرے پاس وہ الفاظ ہی نہیں ہیں جسکو میں ادا کرسکوں۔ حضرت کیلئے ایک ہفتہ تک مسلسل قرآن پاک کا ختم ہوتا رہا ایک جلسۂ تعزیت بھی کیا گیا جس میں حضرت کے اوصاف پر روشنی ڈالی گئی۔ حق تعالی آپ

سبھی حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور ہم خدام کو بھی اسی کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

خادم محمد جمیل احمد قاسمی غفرلہٗ

مہتمم مدرسہ اسلامیہ عربیہ اشرف العلوم ادریس گنج۔ ہردوئی۔ یو، پی

برادران گرامی مولانا محمد سالم صاحب قاسمی و مولانا محمد اسلم صاحب قاسمی زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج گرامی

احقر نے سفر میں حضرت الاستاذ حکیم الاسلامؒ کی وفات کا سانحہ سنا فیض آباد پہنچتے ہی مدرسہ میں ختم شریف کرائے ایصال ثواب کیا گیا اور تعزیتی جلسہ بعد نماز عصر مسجد میں ہوا جس میں حضرت مرحوم کی عظیم خدمات پر روشنی ڈالی جو علمی فیض حضرت والا کی ذات سے عالم اسلام کو حاصل تھا اسکی تلافی بظاہر اسباب مشکل ہے خدا تعالی آپ حضرات کو صبر جمیل مر حمت فرمائے اور ملت اسلامیہ کو خدمت کا بدل عطا فرمائے ہم سب کی وہی محبت او رہمدریاں خانوادۂ قاسمی کے ساتھ ہیں اس غم میں برابر کے شریک ہیں خود حاضر ہو کر تعزیت کرنی چاہیئے تھی ابتدائے سال ہے داخلوں کا سلسلہ جاری ہے موقعہ ملتے ہی حاضری دونگا۔

فقط والسلام شریک غم

بشیر احمد قاسمی غفرلہٗ مہتمم مدرسہ عربیہ حسینیہ فیض آباد یو پی

۱۸/شوال المکرم ۱۴۰۳ھ

استاذنا المحترم حضرت مولانا محمد سالم صاحب! دامت برکاتہم، سلام مسنون

خدا کرے مزاج اقدس بہمہ وجوہ بخیر ہوں۔

حضرت مہتمم صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کے انتقال پر ملال کی خبر نشر ہوتے ہی علاقہ ساٹھی کے تمام مقامات پر صف ماتم بچھ گئی، انا للہ وانا الیہ راجعون، مدرسہ ریاض

العلوم ساٹھی رمضان کی تعطیل کے بعد جب کھلا تو تین دنوں تک ختم کلام پاک کے بعد جامع ریاض میں ایک تعزیتی جلسہ کا اعلان ہوا، اساتذہ، طلبہ اور علاقائی لوگوں نے اپنے اداس اداس سے چہروں کے ساتھ شرکت کی حضرت مولانا ابوالحسن صاحب ناظم جمعیۃ علماء ضلع چمپارن مہمان خصوصی تھے، ناظم صاحب اور حضرت صدر صاحب نے حضرت موصوف کے علم وعرفاں، تقویٰ وتقدس، تقریر وتحریر، اخلاق وکردار، ظاہری وباطنی کمالات، مذہب اسلام کی ترجمانی کرنے میں حکیمانہ انداز، تقریر قوت تسخیر اور انفرادی وامتیازی خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے دل کی گہرائیوں سے خراج عقیدت پیش کیا اور کہا حضرت مہتمم صاحبؒ کی عالم گیر ممتاز شخصیت کی وفات سے وہ خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پورا ہونا ناممکن نہیں تو مشکل ترین ضرور ہے، علمی وروحانی کمالات کا پیکر ہم سے جدا ہو گیا، پھر دور اہتمام ۵۸ رسالہ زرّیں خدمات کو ان ماہ پاروں سے تعبیر کیا جو دارالعلوم دیوبند کی تاریخ کو ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے آخیر میں ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی گئی اور تعزیتی تجویز منظور کی گئی۔

ہم لوگ تمام متعلقین ومتوسلین نیز اہل خانہ خصوصاً آپ تینوں برادران گرامی کے رنج وغم میں برابر کے شریک ہیں اور آنجناب سے ہماری بہت ساری امیدیں وابستہ ہیں ہم آنجناب کو حضرت مہتمم صاحب کا صحیح جانشین اور خلف اور انکی یادگار سمجھتے ہیں اللہ تعالی سے درخواست ہے کہ حضرت مہتمم صاحب کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے آپ لوگوں کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کی شخصیت اس خلا کو پر کردے جو دنیا محسوس کررہی ہے۔

والسلام

مشتاق قاسمی خادم مدرسہ ریاض العلوم ساٹھی

ضلع چمپارن (بہار) ۸۳/۷/۲۹

گرامی قدر منبع علم وفضل جناب حضرت مولانا محمد سالم صاحب زید مجدکم

سلام مسنون بخدمت اقدس: عرض خدمت اقدس یہ ہے کہ اچانک خبر اندوہناک حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری صاحب رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کی وفات حسرت آیات کی خبر سنی قلب وجگر کو پارہ پارہ کردیا آپ کی وفات پورے عالم کی وفات ہے، ہم آپ کے اس انتہائی رنج وغم میں برابر کے شریک ہیں خداوند تعالیٰ آپ کو اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے آمین!

ہم جملہ اہلیان بستی نے قرآن پاک ختم کرا کر حضرتؒ کو ایصال ثواب کر دیا ہے، خدا کرے کہ آپ کے مزاج عالی بخیر ہوں دعا کی درخواست ہے۔

فقط والسلام

العارض

محمد اقبال قاسمی

خادم مدرسہ اسلامیہ احسن العلوم موضع جڑودہ ڈاکخانہ خاص ضلع میرٹھ (یوپی)

۱۶/شوال المکرم ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۹۸۳ء

محترم ومکرم قبلہ حضرت مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ ۶/شوال المکرم یکشنبہ کو دنیائے اسلام کے مربی ومشفق والد بزرگوار کی اس دار فانی سے رحلت کی خبر جیسے ہی اہالیان اورنگ آباد ریڈیو کے ذریعہ سنی سب مبہوت رہ گئے خصوصاً ہم مدرسہ والوں پر تو گویا سکتہ سا طاری ہوگیا۔

یہ موت نہ صرف یہ کہ موت العالم موت العالم ہے بلکہ اس سے بھی کہیں بڑی ایک سرپرست علماء اور منارۂ علم کی موت ہے۔

خداوند قدوس حضرت مرحوم جیسے اہل علم وفیوض وبرکات کو دار بقاء کی طرف بلا کر آثار قیامت کا ظہور فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کے ساتھ ہی ساتھ ہم وابستگان کو صبر جمیل

عطا فرمائے اور پوری امت مسلمہ کے لئے حضرت کی خدمات مثال راہ بنادے آمین۔

حضرت کے وصال کی خبر پاتے ہی پوری دنیائے اسلام میں جہاں جلسہ ہائے تعزیت اور ادعیہ مغفرت ہو رہی ہے وہیں مدرسہ انوار العلوم میں کل بعد نماز عصر قرآن خوانی وجلسہ تعزیت منعقد کیا گیا۔ جسمیں اساتذہ واراکین مدرسہ کے علاوہ تمام لوگوں نے بھی شرکت کی۔

مولانا عبد الرحمٰن ندوی استاذ مدرسہ نے حضرت کی سیرت پر روشنی ڈالی اور ناظم مدرسہ مولانا عبد الغفور صاحب ندوی کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔ مقامی اخباروں میں بھی جلسہ کی مختصر روداد شائع ہوئی۔

فقط والسلام

عبد الغفور ندوی / عبد الرحمٰن ندوی

اساتذہ واراکین مدرسہ انوار العلوم اورنگ آباد

۸/ شوال المکرم ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۸۳ء

برادرم اسلم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱۶/ جولائی کو ممبئی سے روانہ ہوا اور ۱۸/ کی شام کو مونگیر پہنچتے ہی خبر وحشت اثر معلوم ہوئی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تین دن کا سفر ہی مضمحل کردینے کیلئے کافی تھا کہ حادثہ فاجعہ کی خبر نے تو گویا توڑ کر رکھ دیا، اور اب حال یہ ہے کہ بستر پر پڑا پڑا یہ خط لکھ رہا ہوں حضرت کے سائے سے صرف تم لوگ ہی محروم نہیں ہوئے ہو بلکہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے لاکھوں فرزندان دار العلوم یتیم ہوگئے، یہ غم سب کا غم ہے اور یہ نقصان عظیم مشترکہ نقصان ہے، اللہ ہم سب کو یہ غم برداشت کرنے کی توفیق وطاقت عطاء فرمائے اور اپنے فضل وکرم سے اس علمی وروحانی نقصان کی تلافی فرمادے آمین!

۱۰/ شوال کو مدرسہ کھل رہا ہے ان شاء اللہ سب سے پہلے حضرت علیہ الرحمہ کیلئے زیادہ

سے زیادہ قرآن ختم کرا کے ایصال ثواب کراؤنگا، اللہ قبول فرمائے آمین بمشکل یہ چند سطریں لکھ سکا ہوں، معاف کردینگے، اہل خانہ کو میری طرف سے تعزیت پیش کردیں۔

والسلام

شاہد اللہ قاسمی، ناظم مدرسہ تجوید القرآن مونگیر (بہار)

مکرمی ومحترمی جناب مولانا سالم صاحب مدظلہٗ

سلام مسنون ونیاز مقرون

حضرت اقدس قاری صاحبؒ کے وصال کی ریڈیو پر خبر پر ملال سن کر انتہائی افسوس ہوا۔

اللہ تبارک وتعالی حضرت والا کو جنت الفردوس عطاء فرمائیں آمین اور ہم سب کو صبر جمیل عطاء فرما کر حضرت والا کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین! خدا تعالی کو بس اتنے دن تک ہی حضرت کا سایہ ہمارے اوپر منظور تھا (الحمد للہ علی کل حال)

امید ہے کہ حضرت والا کے بعد آپ اہل حق یعنی مسلک دیوبند کی پورے طور پر سرپرستی فرماتے رہیں گے اور چند وقتی مشکلات سے نہ گھبرائینگے اللہ تعالی ہم سب کو ہر حال میں حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!!

حضرت والا کے واسطے خود اور احباب سے بھی ایصال ثواب کرا رہا ہوں اللہ تعالی قبول فرمائیں اور حضرت کے درجات عالیہ کو بلند فرمائیں آمین۔

امید ہے جناب والا بھی احقر کو خصوصی دعاؤں میں یاد کرتے رہیں گے۔

فقط والسلام

دعاء جو خاکسار

رشید مصطفی شیروانی، ۲۰/۷/۱۹۸۳ء

برادر محترم جناب مولانا محمد سالم صاحب زادعنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بروفات حسرت آیات حضرت استاذنا قاری صاحب طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔ مقولہ! (موت العالم موت العالم) ایسے ہی موقع پر کما حقہٗ صادق آتا ہے۔

اخبار قومی آواز میں حضرت کی رحلت کو پڑھکر جو صدمہ پہنچا وہ قابل بیان نہیں ہے چند ہی روز قبل حضرت کی علالت اور دہلی میں معالجہ کے بارے میں مذکورہ اخبار میں پڑھکر تشویش ہوئی تھی اور انفرادی واجتماعی دعاؤں کا اہتمام حضرت کی صحت کیلئے کیا گیا تھا۔ معلوم نہیں تھا کہ خداوند قدوس ہم سب کو اپنی ایک جیتی جاگتی نشانی اور دینی سرپرست ومربی سے محروم کردینے کا ارادہ فرما چکے ہیں۔ ابھی ایام گزشتہ میں نام نہاد اپنوں نے جو خلفشار برپا کیا تھا اسکی تلخیاں کچھ کم نہ ہوئی تھیں کہ صدمۂ اندوہناک سے دوچار ہونا پڑا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، میں مع متعلقین آپ سب کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

ہم سب حضرت کے اعلیٰ وارفع درجات کے لئے بارگاہ خداوندی میں دست بدعا ہیں اور پسماندگان کیلئے صبر جمیل کا خواستگار۔ مناسب تھا کہ میں آپ کے در دولت پر حاضر ہوکر تعزیت کرتا لیکن اپنی علالت کی وجہ سے معذور رہوں۔

حضرتؒ کی سیرت ہمارے لئے مشعل راہ ہے، علمی شغف، سلسلۂ درس وتدریس اور خدمت دین حنیف ہمارا شیوہ ہونا چاہیے۔

فقط والسلام

طالب دعا خیر اندیش صغیر احمد القاسمی

قاسمی دواخانہ ڈاکخانہ کوٹھی ضلع بارہ بنکی (یوپی)

مخدومی حضرت مولانا محمد سالم صاحب زیدت معالیکم سلام مسنون

حضرت اقدس کی وفات حسرت آیات کی اطلاع اگرچہ ریڈیو وغیرہ پر دن میں

ہی آ چکی تھی مگر مجھے بعد المغرب اطلاع ہوئی۔ تدفین میں عدم شرکت کا بڑا افسوس ہے۔

حضرت اقدس کی رحلت ایک فرد کی نہیں بلکہ ایک عہد اور دار العلوم کی صد سالہ تاریخ کا خاتمہ ہے۔ حضرت کی جدائی ہم سب کیلئے ایک عظیم اور نا قابل تلافی سانحہ ہے۔

علم و عمل حقائق و معارف کا عدیم المثال ایک جامع اور آخری آفتاب تھا جو سرزمین دیوبند میں ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا۔ حضرت کی جدائی سے جو زخم لگے ہیں اس سے صرف آپ کے نہیں بلکہ ہم سب خدام کے قلوب زخمی ہیں یہ صرف آپ کا غم نہیں بلکہ پوری ملت و قوم کا غم ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطاء فرمائے اور ہم سب کو حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

حضرت کیلئے قرآن پاک کا ختم کرایا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔

والسلام

معاذ الاسلام محلہ دیپا سرائے سنبھل ضلع مراد آباد، ۱۸/۷/۱۹۸۳ء

برادر محترم سلام مسنون!

اچانک آج سہ پہر بذریعہ ریڈیو حضرت مہتمم صاحبؒ کے انتقال کی اندوہناک خبر سن کر مبہوت ہو گیا اللہ تبارک و تعالیٰ انھیں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، آمین ثم آمین۔ برادرم! ہمسائگی رب سے بڑھکر اور کون ہمسائیگی ہوگی، وہ لطیف حلیم ہے اسکی قدرت عظیم اور انکی رحمت تمام عالم پر سایہ فگن ہے، موت ایک ابدی حقیقت ہے یہ سب کو معلوم ہے، کوئی زندہ وجود جز ذات باری اس سے بچ نہیں سکتا۔ ہر مخلوق خالق کی طرف واپس ہو کر رہے گی، موت حیات خواہ کتنی ہی دراز ہو، اسکے لئے نوشتہ ہے، یقیناً یہ جدائی آپ کے قلب پر گرز بنکر گرے گی، مگر حتی المقدور صبر سے کام لینا ہے اور اس غم کو برداشت کرنے میں صبر سے زیادہ اور کوئی شئی مفید نہیں، ان شاء اللہ مدرسہ کھلنے پر باقاعدہ ایصال

ثواب کا انتظام کیا جائے گا۔ والسلام

آپ کا شریک غم

محمد حسام الدین قاسمی

مدرسہ تجوید القرآن مونگیر (بہار) ۶/شوال ۱۴۰۳ھ

محترم ومکرم ذو المجد والکرم دام اقبالکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۱۷/ جولائی ۱۹۸۳ء کو حضرت مہتمم صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر دل ودماغ پر بجلی بنکر گری۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت کی قبر کو نور سے بھر دے اور کروٹ کروٹ جنت الفردوس عطا فرمائے آمین۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسے کے سانحہ ارتحال پر فرمایا تھا للہ ما اخذ ولہٗ ما اعطی و کل شئی عندہٗ باجل مسمّٰی فلتصبر و تحتسب۔ دعا ہے کہ خدائے تعالیٰ آپ سب پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو ایک بدوی نے جن الفاظ میں صبر کی تلقین کی تھی کیا خوب ہیں۔ اصبر نکن بك صابرين فانما صبر الرعية بعد صبر الراس. خير من العباس صبرك بعده. والله خير منك للعباس۔

یقیناً آپ کے صبر سے ہم روحانی بیٹوں کو مدد ملے گی۔ حضرت مہتمم صاحب کو ہمارے پاس جو آرام تھا بالیقین اس سے زیادہ آرام آغوش رحمت میں ملے گا۔

والسلام مع الاحترام

محمد مجتبیٰ اعظمی جامعہ اسلامیہ سلطانپور، ۱۸/۷/۱۹۸۳ء

مخدومنا مکرم جناب مولانا محمد سالم صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

طالب عافیت باعافیت ہے عید الفطر کے بعد متصلاً حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی کی خدمت میں الہ آباد حاضر تھا وہیں وفات حسرت آیات حضرت قاری صاحب قدس سرہ کا علم ہوا بہت رنج ہوا ایسا معلوم ہوا کہ کوئی بہت بڑی دولت ونعمت ہم سے لے لی گئی سبھی لوگوں پر حسرت وغم کا اثر ظاہر ہوا۔ تفصیل تو کچھ معلوم نہ ہوسکی علالت کا علم تو پہلے سے تھا پھر اخبارات سے کچھ مزید تفصیل معلوم ہوئی سفر سے واپسی کے بعد برابر خیال رہا کہ تعزیت کہوں مگر یہ خیال تھا کہ تعزیت کسکو کی جائے بلکہ ہم سب پوری امت تعزیت کی مستحق ہے موت العالم موت العالم برحق ہے۔

مکتب تھانویؒ وقاسمیؒ کا وہ شب چراغ جو ضعف پیری اور پچھلے واقعات دارالعلوم کی بادسموم کے جھونکوں سے اخر بجھ ہی گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی ❁ اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خاموش ہے

اب اس دور کا خاتمہ ہی سمجھا جائے جو حضرت حکیم الامت تھانوی اور حضرت مولانا محمد قاسم کی یادگار تھا جسکا سینہ چشتی ذوق وشوق حضرت نانوتویؒ وحضرت شاہ انور صاحبؒ کی علمی وعملی حکمت وموانست سے مجمع البحرین تھا۔

جس نے اپنی طہارت ظاہری وباطنی ونفوس قدسیہ وحسن ونظام سے دارالعلوم کو چار چاند لگائے اور خطابت وحسن بیان سے پورے عالم اسلام کے ہزاروں بزرگان خدا کے قلوب ایمان وحکمت سے شفیق بنائے رکھا تھا۔ ایک طرف اپنے حسن انتظام سے درالعلوم کو دنیائے اسلام کی مرکزی درسگاہ بنایا تو دوسری طرف اپنی خطابت وشیریں بیانی سے لاکھوں قلوب کو مسحور فرمایا۔ ایک طرف درس وتدریس وتصنیف سے ہزاروں قلوب کو منور فرمایا تو دوسری طرف سیاست دینی ومسلم پرسنل لا بورڈ کے صدرنشیں بنے اور دنیا نے انھیں حکیم الاسلام کے لقب سے پکارا۔

ان کے جانے کا شہیدی حادثہ ایسا نہیں ❁ کچھ نہ روئے آہ گر ہم عمر بھر رویا کرے

مدرسہ کے طلباء و مدرسین نے ایصال ثواب و دعا کی اللہ تبارک وتعالی حضرت قاری صاحبؒ کو اپنے جوار رحمت میں اعلی مقام عطاء فرمائے اور ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق نصیب فرمائیں۔

کسے گنجائش شک ہے مبارک کامرانی میں
کہ اک دنیا کو چھوڑ آتے ہیں اس دنیا فانی میں

والسلام شریک غم و دعا گو

محمد یوسف بستوی ناظم مدرسہ عربیہ خیر العلوم شہر بستی یوپی

۱۷/شوال المکرم ۱۴۰۳ھ

برادر عزیز سالم سلمکم اللہ تعالی السلام علیکم والدعاء لکم

مستخیر بخیر قبل ازیں ایک جوابی کارڈ بدریافت حالت وصحت مہتمم صاحب کے لکھ چکا ہوں لیکن جواب سے محروم رہا ۱۸/ جولائی کا اخبار آیا تو شروع ہی صفحہ پر لکھا ہوا تھا قاری محمد طیب صاحب کی رحلت جو فخر محدث اور اسلامی فقہ کے ماہر تھے یہ پڑھتے ہی دل دھڑکا آنکھیں پرنم ہوئیں سینہ سے آہ کا ایک شعلہ اٹھا جس نے صبر و تمکنت کی متاع کو جلا کر خاکستر کر دیا لیکن مشیت ایزدی میں چارہ کیا **کل من علیھا فان ویبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام کل شیئی ھالك الاوجھهٗ** نے قدرے سکون بخشا۔

داعی ہوں کہ اللہ تعالی آپ لوگوں کو صبر جمیل عطاء کریں۔ بندہ ۱۹۵۸ء فروری کے مہینہ میں مولانا مناظر احسن گیلانی کا ایک دستی خط بنام قاری صاحب لیکر دیوبند پہونچا تھا جس میں مولانا گیلانی نے اس ناکارہ کے بیعت کے متعلق سفارش کیا تھا قاری صاحب نے دوسرے دن بیعت سے مشرف فرمایا۔ پچیس سال کا عرصہ گزر گیا سوچتا ہوں تو کل کی بات معلوم ہوتی ہے لم یَلْبثوا اِلَّا عَشِیَّۃً اَوْضُحٰھا کا شاید یہی مطلب ہو۔ ابھی حال ہی میں پٹنہ میں ایک سیمینار ہوا تھا بیسویں صدی کی اردو نثر پر اس

سیمینار میں ہمارے داماد پروفیسر رضوان احمد خان نے بھی ایک مقالہ پڑھکر سنایا جو بہت پسند کیا گیا۔ موضوع تھا، بیسویں صدی میں تراجم وتفاسیر قرآنی کی نثر، اسی سلسلے میں پروفیسر مذکور نے آپکی کتاب جائزہ تراجم قرآنی پٹنہ خدا بخش لائبریری سے ایشو کرا کے لایا تھا اور اسی سے استفادہ بھی کیا تھا مجھے اس سے پہلے آپ کے اس کتاب کی خبر بھی نہ تھی۔ یہ کتاب بھی ہمارے پاس ضرور رہنا چاہیے لہٰذا آپ سے عرض ہے کہ آپ کی کتاب جائزہ تراجم قرآنی دیوبند کے جس کتب خانہ میں موجود ہو اسے ہمارا پتہ دیدیں کہ ہمارے پاس بھیج دیں ایک کتاب قاری صاحب کی لکھی ہوئی برزخ کے حالات بھی ساتھ ساتھ بھیج دیں۔ نوازش ہوگی۔

ہمارا پتہ یہ ہے: حکیم ہمایوں اختر خان موضع مینوری ڈاکخانہ میہوس ضلع مونگیر صوبہ بہار

۲۲/ جولائی ۱۹۸۳ء

محترم حضرت مولانا محمد سالم صاحب ادام اللہ فیوضکم سلام مسنون!

استاذی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال کی خبر نے دل ودماغ پر ایک سکتہ کی حالت طاری کردی۔ بیحد دکھ وصدمہ ہوا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی حضرت مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں مدارج عالیہ عطافرما کر جمیع پسماندگان کو اور اور تبعین ومتوسلین حضرات کو صبر جمیل کی توفیق عطافرمائے۔ آمین ثم آمین۔

خادم داؤد عفی عنہ قاسمی محلہ عزیز پورہ ضلع بیڑ (مہاراشٹر)

مولانا المکرّم زید مجدکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حادثہ جانکاہ کا علم بذریعہ اخبار قومی آواز ۸/شوال کو ہوا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون، آپ عالم دین ہیں اور اسلاف کرام سے نسبت رکھتے ہیں۔ آپ کو صبر وسکون کی تلقین

کرنا میرا منصب نہیں ہے۔ حضرت مرحوم سے اپنے خصوصی تعلقات کی بناء پر میں تو خود ہی تعزیت کا مستحق ہوں۔ میرے وطن نظام آباد میں زبردست جلسہ تعزیت ہوا ہے اور حاضرین نے ۳ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھکر حضرت کی روح پاک کو ایصال ثواب بھی کیا ہے۔ اور مغفرت کے ساتھ بلندی درجات کی دعائیں بھی کی گئی ہیں۔ روداد جلسہ کی بغرض اشاعت اخبار کو بھیج دی گئی ہے۔

حضرت مرحوم کی پاک زندگی سے متعلق بہت سی یادگاریں ہیں اگر، تذکرۂ طیب نام کا کوئی نمبر نکالنے کا ارادہ ہو تو اطلاع ملنے پر یہ سیہ کار بھی اپنا نام خریداران یوسف کی طرح شرکت میں نام لکھوائے گا۔ شیخ الاسلامؒ نمبر اور مجاہد الملتؒ نمبر میں میرے مضامین شائع ہو چکے ہیں۔

اس لئے میں ایسے میں کیوں محروم رہونگا۔ بدقسمتی سے عید کے بعد سے بیمار چل رہا ہوں دعاء صحت کی درخواست ہے۔ اسکے سوا اور کیا عرض کروں میں اس غم میں آپ جملہ حضرات کے ساتھ شریک ہوں۔

فقط والسلام

غمزدہ! عبدالحمید الاعظمی غفرلہٗ

نظام آباد ضلع اعظم گڈھ

۲۵/ جولائی ۱۹۸۳ء

از: عبدالرحمٰن ناظم ادارۂ تعلیم و تربیت مسجد ریلوے اسٹیشن بارہ بنکی

کرمنا و محترمنا حضرت مولانا محمد سالم صاحب زاد مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

طالب خیر بخیر ہے ۱۷/ جولائی ۱۹۸۳ء بروز اتوار رات میں تقریباً نماز عشاء کے وقت بہت المناک نہایت اندوہ گیں خبر سنی جسکو لکھنے میں ہاتھ لرز رہا ہے آنکھیں رو رہی

ہیں دل بہت مغموم ہے مگر جب کل نفس ذائقۃ الموت کل من علیہا فان پیغمبر ﷺ جنکے بارے میں لولاک لما خلقت الافلاک فرمایا گیا ہے ان کا اس دنیا سے تشریف لیجانا خیال میں آیا تو سکون ہوا۔ بہرحال حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات موت العالم موت العالم کا صحیح مصداق ہے ہم سب بلکہ ساری دنیا مرحوم کے ادیبانہ کلام حکیمانہ بیان محققانہ تقاریر سے محروم ہوگئی۔ ہم سب کے سروں سے بہت بڑے متبحر عالم دین وولی کامل کا سایہ اٹھ گیا اب صبر کے سوا کیا چارہ ہے پس حضرت قاری صاحبؒ کیلئے زیادہ ایصال ثواب کر سکتے ہیں اور اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی آپ حضرات کو ان کا سچا جانشین بنائے اور آپکو تمام اعزاء کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت قاری صاحبؒ کو جنت کے اعلیٰ درجات نصیب فرمائے۔ اور ہمیشہ اپنے سایہ رحمت میں رکھے آمین ثم آمین!

احقر عبید الرحمٰن، ۱۷/۷/۱۹۸۳ء

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یکتاءروزگار قاری صاحب مرحوم کی وفات کی خبر نے دل ودماغ کو چھلنی کر دیا ان کے اوصاف بیان کرنے کے لئے نہ قلم میرے پاس ہے نہ ہی الفاظ میرے پاس ہیں۔

انھوں نے جس حوصلہ وجوانمردی کے ساتھ قوم کو باد مخالف کے جھونکوں سے بچایا یہاں تک اپنی زندگی ہی قربان کردی اور آخرکار قوم طوفان کے تھپیڑوں کی زد میں آہی گئی خداوند ہم سب کو ایسا ہی ہمت واستقلال دے اور قوم ان کی چٹان جیسی شخصیت کی زور بیانی میں کام کرتی ہے میں بچے اور طاہرہ بیگم آپ کے اس غم میں پوری طرح شریک ہیں اور دعا گو ہیں کہ حق تعالی ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔

والسلام

سید نفیس احمد طاہرہ بیگم ہیڈ ماسٹر سہارنپور

۱۸/ جولائی ۱۹۸۳ء

مکرمی ومحترمی جناب استاذی صاحب

سلام مسنون! امید ہے کہ حضرت والا کے مزاج گرامی بعافیت ہوں گے ضروری تحریر یہ ہے کہ بروز اتوار ۱۷/ جولائی کو شام سات بجکر ۲ منٹ پر یہ خبر ریڈیو سے سنی کہ حضرتؒ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ یہ خبر سننا تھی کہ پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ لیکن یہ وقت سب کے ساتھ متعین ہے۔ اور ایک دن سب کو اس دار فانی سے جانا ہے حضرت کے لئے دعا ہے کہ خدایا جنت الفردوس عطا کرے۔ اور آپ حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ حضرت والا دار العلوم آنے کے بعد خیریت تو آپ حضرات کی ملتی رہی لیکن کوئی خط آپکا نہ مل سکا۔ یہ میری بدقسمتی ہے۔ ویسے حضرت کبھی کبھی خیریت سے مطلع کرتے رہیں۔ اور مجھ ناچیز کے لئے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالی مجھکو عمل کے ساتھ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور کیا لکھوں اماں جان کو اور سبھی گھر کے افراد کو میری طرف سے تسلی دیدینا۔ حضرت آپ کے رنج وغم میں بندہ برابر کا شریک ہے۔

اور کیا لکھوں مجھے امید ہے کہ حضرت خیریت سے مطلع کریں گے۔ تمبور کے مدرسے میں قرآن خوانی کا انتظام کرایا بہت زیادہ ایصال ثواب ہوا۔ اور کیا بندہ حضرت کو نذرانہ عقیدت پیش کرسکتا ہے۔

شاہد علی قاسمی تمبور سیتاپور

۲۱/۷/۱۹۸۳ء

ذوالمجد والکرم جناب مولانا محمد سالم صاحب مجدکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مہتمم صاحب کے وصال کا صدمہ حقیقت میں پوری امت مسلمہ کیلئے صدمہ عظیم ہے۔ ایسی عظیم اور جامع کمالات شخصیت برسوں میں کہیں پیدا ہوتی ہیں اللہ تعالی ہم سب پسماندگانوں کو صبر جمیل نصیب فرمائے۔ مدرسہ میں ایصال ثواب کرادیا گیا ہے۔

انکے جانے کا شہیدی حادثہ ایسا نہیں ❁ کچھ نہ روتے آہ گر ہم عمر بھر رویا کرے

پتہ۔ محمد یوسف اسٹیشن روڈ متصل مسجد پالنپور گجرات، پن: ۳۸۵۰۰۱

۲۰/۷/۱۹۸۳ء

محترم المقام حضرت مولانا محمد سالم صاحب دامت برکاتہم

سلام مسنون! اخبارات اور ریڈیو کے ذریعہ قاری صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر ملی خبر ملتے ہی موضع کے تمام لوگوں پر سکتہ چھا گیا اور ہر شخص رنج وغم میں ڈوب گیا۔ ایسے پر آشوب دور میں قاری صاحب مرحوم کا انتقال کر جانا نہ صرف مسلمانان ہند کیلئے بلکہ دنیائے اسلام کیلئے ایک عظیم سانحہ ہے۔ ان کے نہ ہونے سے دنیائے اسلام میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے اسکا پر ہونا مشکل ہے۔ علامہ اقبالؒ نے شاید ایسے ہی موقعہ کیلئے کہا ہے

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

بہر حال مشیت ایزدی میں کسی کا کوئی بس نہیں سوائے صبر کے اور چارہ کیا۔ ہم لوگ آپکے رنج وغم میں برابر کے شریک ہیں اور بارگاہ خداوندی میں دست بدعا ہیں کہ خداوند کریم مرحوم کو جنت الفردوس اور آپ کو نیز جملہ متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ کا خیر اندیش

عبدالحیٔ خاں وکیل جگن پور، یوپی

۱۹/۷/۱۹۸۳ء

موت العالم موت العالم

عزیزم محترم جناب مولانا مولوی محمد اسلم صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! کل بتاریخ ۱۷ جولائی کو ۷ بجے کے بعد ایک

صاحب نے یہ اندوہ ناک خبر سنائی کہ قبلہ وکعبہ حضرت العلامہ مولانا قاری محمد طیب صاحب اب مدظلہ نہیں بلکہ رحمۃ اللہ علیہ ہو چکے ہیں اور اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف تشریف لے جا چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سب لوگ اس افسوسناک حادثہ کی خبر سنکر حیران و پریشان ہو گئے۔ ایک روز پیشتر ہی عزیز منصور عالم سلمہ نے یہ خبر دی تھی کہ حضرت کی طبعیت اب ٹھیک ہے اور عزیزہ عائشہ سلمہا ایک دو روز میں سہارنپور آنے کا ارادہ کر رہی ہیں اس سے اطمینان ہو گیا تھا۔ مگر مشیت ایزدی میں کس کو چارہ ہے وہاں تو وقت مقرر ہو چکا تھا چاہئے تو یہ تھا کہ میں خود وہاں حاضر خدمت ہو کر تعزیت کرتا مگر میں اپنی مفلوجیت کے باعث سفر تو در کنار چند قدم چلنا بھی مشکل ہے اللہ تعالی حضرت مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائیں اور درجات بلند سے بلند تر فرمائیں۔ آپ کی داستان علم وعمل کی ایک طویل اور شاندار تاریخ کا دور اب ختم ہو گیا ہے۔ وہ آفتاب جو اپنے علمی فیوض اور روحانی برکات سے مومنین کے قلوب کو منور کر رہا تھا افسوس کہ وہ اب غروب ہو گیا جسکا بدل مشکل اور یہ ایسا خلا ہے جسکا پر ہونا محال ہے۔ دار العلوم کی تاریخ میں آپ کے شاندار دور کو ہمیشہ سنہرے حروف میں لکھا جائیگا۔ اللہ تعالی آپ کو اور دیگر متعلقین کو اس صدمہ عظیم کو برداشت کرنے کی قوت عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ثم آمین

والسلام

سید احمد خمران روڈ سہارنپور، ۱۸/ جولائی ۱۹۸۳ء بروز دوشنبہ

ذوالمحاسن حضرت مولانا محمد سالم صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! اخبارات سے ۱۷/ جولائی ۱۹۸۳ء کو اس المیہ کی خبر سے سخت دکھ ہوا حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ جامعہ ہذا میں دوبار تشریف لا چکے تھے۔ افسوس سانحہ ایسے وقت پیش آیا کہ مدرسہ بند تھا اللہ تعالی حضرتؒ کو بلند مقام عطا

فرمائے اور آپ حضرات وجمیع متوسلین کو انکے مسلک پر چلنے کی توفیق بخشے بلاشبہ حضرت مجمع محاسن اور گنجینہ علوم ومعارف تھے۔ قاسم العلوم والخیرات حضرت نانوتویؒ کے بعد علم کی مولاناؒ نے جس طرح آب پاشی کی اور مدرسہ دیوبند کو عالم اسلام میں روشناس کرایا وہ مولانا کا خصوصی کارنامہ ہے محترم صلحاء کو معاندین سے یہی واسطہ پڑتا ہے جو حضرت کو بھی پیش آیا بہرحال جو پہلے ہونا تھا وہ ہوا۔ اور اب بالکل آخری بات ہوگی جس کا ہونا قطعی تھا ہماری طرف سے اور میرے محترم مولانا محمد سفیان صاحب مدظلہٗ وعزیز گرامی مولوی عبدالباسط سلمہٗ کی طرف سے تعزیت مسنونہ قبول فرمائیں۔ امید ہے کہ حضرت مولانا محمد واصف صاحب موجود ہونگے انکی خدمت میں ہم سب کا سلام ہو۔

والسلام

عبدالحئی ناظم مجلس عاملہ جامعہ یتیم خانہ مظہر العلوم وارانسی

۲۱/۷/۱۹۸۳ء

مکرمی محترمی جناب بھائی صاحب سلام مسنون

بہت افسوس اور رنج کے ساتھ یہ خبر معلوم ہوئی کہ قبلہ پھوپھا صاحب اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو رخصت ہوگئے قلب پر بیحد اثر ہوا۔ نہ صرف اعزہ بلکہ عالم اسلام کو ایک زبردست دھکا لگا جو کہ ناقابل بیان ہے اور احاطہ تحریر میں رنج وغم نہیں آسکتا ہے۔ خداوند قدوس جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور باقی سب کو صبر جمیل عطاء فرمائے جملہ پرسان حال اظہار غم کرتے ہوئے پرسوں کالی مسجد میں قرآن خوانی ہوئی اور قاری صاحب کو ایصال ثواب کیا گیا گھر میں سبھی سلام لکھاتی ہیں مضمون واحد کے سب پر ایک سلام ودعاء۔

والسلام

مقبول احمد صابری بلندشہر نزد کالی مسجد، ۱۸/۷/۱۹۸۳ء

استاذ محترم مولانا سالم صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل نفس ذائقة الموت۔ ریڈیو واخبارات کے ذریعہ مربنا الجلیل حضرت مہتمم صاحب کے انتقال کی خبر سنکر دل ودماغ ماؤف ہوگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، کیا لکھوں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ امت مسلمہ ایک عظیم رہنما سے محروم ہوگئی۔ درالعلوم کی طالب علمی کے زمانے میں حضرتؒ کا درس اور عصر کی مجالسیں ایک دم متحضر ہوگئیں راقم کو بخاری شریف کے چند ابواب حضرت سے پڑھنے کی سعادت حاصل رہی ہے اور جب حضرت بھٹکل تشریف لائے تھے اسوقت مسلسلات کی اجازت عنایت فرمائی تھی بھٹکل کے سفر کے دوران حضرت کے ساتھ شب وروز رہنے کا موقع ملا۔ حضرتؒ کی کون کون صفات لکھی جائیں جملہ صفات کے حامل تھے۔

دارالعلوم کی خدمت جس طرح کی کہ پوری زندگی دارالعلوم کے لئے وقف کردی تھی اسکی مثال مشکل سے ملے گی مگر اخیر کی عمر میں جو ناانفاقی حضرت کے ساتھ کی گئی انتہائی افسوسناک بات تھی۔ اللہ تعالی حضرتؒ کی جملہ خدمات قبولیت سے نوازے اور اعلی علیین میں جگہ عطا فرمائے، اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

والسلام

آپکا شریک غم محمد شفیع صاحب بھٹکل، ۱۴/شوال ۱۴۰۳ھ

آہ! کیا کیا صورتیں آنکھوں سے اوجھل ہوگئیں
پے بہ پے منزل بمنزل حسرت پیہم ہے آج
کونسا شعبہ ہے وہ جس میں نہیں قحط الرجال
ایک کا دو کا نہیں اک قوم کا ماتم ہے آج
علم وفن شعر وسخن درس وادب فکر ونظر
داستان زندگی کا ہر ورق برہم ہے آج

کس طرح آگے بڑھائینگے قدم اہل جنوں
لو چراغ رہ گزر کی کس قدر مدہم ہے آج

برادر عزیز مولوی محمد سالم زید مجدہٗ ....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت مہتمم صاحب۔ اعلی اللہ مقامہٗ ونور ضریحہٗ کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر بے انتہا حسرت واندوہ اور قلق وصدمہ ہوا حضرت مولانا کی ذات بابرکات اور عظیم شخصیت اس امت مرحومہ اور ملت مکرمہ کی ایک اہم دولت اور ایک پاکیزہ ورثہ تھا۔ افسوس کہ آخری ایام میں بندہ اپنی ناتوانی اور علالت کی وجہ سے شرف دید وادید حاصل نہ کر سکا۔

خبر سنتے ہی موصوف کی صورت آنکھوں میں پھرنے لگی اور وہ باوقار چہرہ سامنے آ گیا۔ انکے تمام اوصاف یاد آنے لگے۔ وہ انکی نرمی، محبت، اخلاق، تبحر علمی، وسعت مطالعہ، کمال خطابت، انداز تقریر، غرض کہ انکی سیرت کے تمام پہلو یاد آنے لگے اور دل کا اضطراب فزوں تر ہوتا رہا۔

مگر میرے بھائی! وہ قادر مطلق فعال لما یرید ہے۔ اسکے قانون میں کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ یہ دن سب کے لئے ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ذات قوی ودانا خدائے عزیز وحکیم جس نے اپنے نیک بندے سے عمر بھر اپنے دین کی خدمت لی ہے وہ انکو اعلی تر مقام عطا فرمائیگا۔ اور اپنی خاص رحمت سے نوازے گا۔

زیست ہے اک وقفہٗ موہوم ❁ زندگانی سے زندگانی تک

جانے والے چلے گئے اور انکو جانا ہی تھا۔ وادیٔ رنگ وبو سے آئے تھے دشت پرخار سے دامن بچاتے ہوئے گزرے اور پھر منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گئے۔

شور شد واز خواب عدم چشم کشودیم ❁ دیدم کہ باقیست شب فتنہ غنودیم

لیکن وہ ہمارے اوپر اپنا ایک حق چھوڑ گئے ہیں اور وہ انکے لیے طلب مغفرت ہے۔ اگرچہ انکے درجات بہت بلند ہیں لیکن مقرب بندوں کی چھوٹی سی لغزش بھی بارگاہ قدس

میں بڑی سمجھی جاتی ہے۔ اغلب ہے کہ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْئٍ حوادث زندگی اور ابتلاہائے ماضیہ کی وجہ سے ایسی لغزشیں بھی محو ہوگئی ہونگی۔

اللہ رب العزت انکی لغزشوں اور خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ انکی طویل علمی ودینی خدمات کوشرف قبول عطا فرمائے اوراعلیٰ وارفع درجات سے نوازے آمین

احقر کی طرف سے اپنے بہن بھائیوں کو بھی صبر کی تلقین فرمائیے۔اور سچ تو یہ ہے کہ زمرۂ علماء کوصبر کی تلقین کرنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔آپ حضرات کیلئے تو وحی الہی کی تلقین کافی ہے۔

وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

اللہ تعالی آپ لوگوں کوان آزمائشوں اورفتنوں سے بچائے جو بزرگوں کا سایہ اٹھ جانے کے بعد اکثر اصاغرو اخلاف کوپیش آتے ہیں۔

دمتم بخير وسلامه وعشتم بعزو كرامه

خیراندیش

حفیظ الرحمٰن واصف عفی عنہ ابن مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ

اردو بازار دہلی، ۱۸/ جولائی ۱۹۸۳ء

عزیز محترم عافاکم وسلمکم اللہ واصبر کم صبراً جمیلا

بعد سلام مسنون! حضرت قاری صاحب واصل باللہ ہونے کی خبر شق صدر ارسال ہوئی ریڈیو کے ذریعہ معلوم ہوا کہ اسی وقت سے پیکر ماتم ہوں ادنی ذکر پر ہی چشم گریاں ہوجاتی ہے۔ہم جیسے بعد مکانی والوں کا یہ حال ہے آپ تو انکے خون ہیں عالی قدر فرزند جمیل آپ پر کیا گزری ہوگی اللہ تعالی آپ کو اور حضرت قاری صاحب کے جملہ متعلقین کوصبر جمیل عطا فرمائیں۔سفر کے لائق بالکل نہیں ہوں ورنہ اسی وقت حاضر ہوکر شریک غم ہوتا شرکت غم اب بھی ہے مگر فاصلہ سے۔تعزیتی عریضہ تحریر کرنیکی بھی قدرت نہیں ہے۔

یہ سوچا جب اتنی تاخیر ہورہی ہے تو ایک ادنیٰ ناچیز معاصر کی طرف سے یہی ایک بیان شائع ہوجائے تحریر کردیا ہے ایک کاپی آپ کے نام اور ایک کاپی اخبار قومی آواز میں روانہ کررہا ہوں اللہ کرے شائع ہوجائے۔

میں بہت کمزور ہوں ہر خدمت لائق قدرت کیلئے حاضر ہوں پھر اپنا معتمد جانکر خدمت سے نوازتے رہیں۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ اور آپ کے دادا صاحبؒ اور حضرت قاری صاحب کا یہی معتمد رہا اس زمانہ میں قریب تھا اور بعد میں قاری صاحب کے بعد مکان ہوگیا تھا مگر قلبی بہت قریب تھا۔ معاصر کا بیان بھی پرانا نہیں ہوتا ہے اسلئے تحریر کی جرأت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور سب کو صبر عطا فرمائیں اللہ تعالیٰ قاری صاحب کی مسند پر آپ کو جانشین فرما کر اس جگہ کو پر فرمائیں۔

والسلام

حضرت! آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا آپ کی کرم نوازی اور شفقت کا مداح ہوکر آیا سلام مسنون عرض کرتا ہے۔

حکیم جلیل احمد عفی عنہ

محمد علی روڈ کاٹھ کی پلیا مراد آباد

مخدومی و مخلصی حضرت مولانا دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت حکیم الاسلام فقیہ العصر مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی دردناک اطلاع ملتے ہی ہم لوگوں کو افسوس شدید ہوا اول یہ ہیکہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا وصال جوامت مسلمہ کیلئے ایک عظیم سانحہ تھا پھر اسکے بعد حضرت حکیم الاسلام قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی جو مجمع الجارتھی اکابرین میں علمی سطح ولیاقت علمی قابلیت اپنے خاندان کے علاوہ بزرگوں کے آغوش میں بچپن سے تربیت کا

اندازہ اس ناچیز کے قلم سے تحریر کے باہر ہے میں حضرت قاری صاحب کی ذات گرامی سے اچھی طرح واقف ہوں اسلئے کہ میرا گھرانہ اور ماحول حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی جو کہ بہت بڑے بزرگ اور نمونہ سلف ہیں اور دوسرے مولانا محمد اویس ندوی جو کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے شیخ التفسیر رہ چکے ہیں جو کہ میرے پھوپھا تھے اور قابل ترین علماء میں سے تھے اول الذکر کہ حضرت مولانا پھولپوری جو کہ راقم سطور کے نانا ہیں اور خاندان کے بزرگ کے علاوہ نمونہ سلف جنکی زندگی سراپا سنت اور متبع شریعت ہیں ابتداء سے تعلق تھا راقم سطور حضرت مولانا صدیق احمد صاحب ناظم جامعہ سے شرف بیعت اور شرف تلمذ حاصل ہے ویسے مولانا عبدالوحید صاحب صدیقی فتحپوری بھی میرے استاذ محترم ہیں حضرت والا کو خاکسار اچھی طرح سے جانتا ہے میرا قیام فتحپور ہی میں رہتا ہے لیکن تعلیم کیوجہ سے اب ہتورہ میں ہے سال چہارم میں تعلیم حاصل کر رہا ہوں اس وقت الہ آباد اپنے نانا جان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا وہاں یہ دردناک اطلاع سنی جس سے دل لرز گیا کانپ گیا حسرت ہونے لگی کہ عالم اسلام کے ایک عظیم حکیم الاسلام کا وصال جن سے اصلاح امت اور دنیا مستفیذ ہوتی رہی ہے وہ شخصیت ہمارے اور آپ کے سامنے نہ رہی کہ جس سے ہم لوگ مستفیض ہوسکتے اللہ رب العزت اپنے فضل وکرم سے حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی مغفرت کلی نصیب فرمائے اور جنت الفردوس علیین میں اعلی مقام عطا فرمائے پسماندگان جملہ صاحب زادیاں اور خصوصاً مولانا محمد اسلم صاحب قاسمی کو صبر جمیل نصیب فرمائے ہمارے لئے بھی دعائیں فرمایا کریں آمین۔

محمد عبدالسلام صدیقی

الہ آبادی ثم فتح پوری متعلم جامعہ عربیہ ہتورا باندہ ۱۴۰۳ھ

اک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

آج مورخہ ۱۸/ جولائی ۱۹۸۳ء مطابق ۷/شوال المکرم ۱۴۰۳ھ۔ بروز پیر کی

شب کو آل انڈیا ریڈیو پہ اندوہناک خبر حضرت مہتمم قاری محمد طیب مرحوم کی وفات کے بارے میں سنکر کلیجہ منھ کو آ گیا انا للہ الی آخر حقیقت ہیکہ عالم کی موت عالم کی موت ہے آج تک جو لوگ آپ سے استفادہ اٹھا رہے تھے آج وہ لوگ محروم ہو گئے۔

آپ کی شخصیت ظاہر و باطن کے اعتبار سے ایک بے مثل شخصیت تھی آپ علوم وفنون کے اعتبار سے اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ کی شخصیت نے دار العلوم کی ۷۰ ر سال تک خدمت انجام دی اور آپ ہی کی ایسی شخصیت تھی کہ دار العلوم کو ایک یونیورسٹی کی شکل دی۔ آپکی شخصیت نے دارلعلوم میں انوکھے انوکھے شعبہ جات قائم کئے جس کی مثال ظاہر و باہر ہے آج یہ یونورسٹی سارے عالم میں مشہور ہے۔

آپ ہی کی شخصیت نے ماہرین کی دیرینہ خواہشات کی تکمیل صد سالہ اجلاس سے کی۔ آج یہ شخصیت ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے کیا باری الٰہ کو یہی منظور ہے کہ چیدہ چیدہ ہستیاں ہماری آنکھوں کے سامنے سے اٹھتی چلی جارہی ہے لیکن جو خلا ہو جاتا ہے اسکا پر ہونا ناممکنات میں سے ہو گیا ہے۔ اے باری الٰہ جو یہ خلا ہو گیا ہے اسکو پر فرما آمین۔

نیز ۹ شوال المکرّم کو بعد نماز عصر اہل بلگرام نے ملکر سرائے والی مسجد نزد پولس چوکی میں حضرت مہتمم صاحبؒ کے لئے قرآن خوانی اور ایصال ثواب کیا گیا۔

موت اسکی ہے کرے جسکا زمانہ افسوس ❁ یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کیلئے

باری الٰہ سے یہی دعا ہیکہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ثم آمین!!

بندہ اہل بلگرام آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

خادم شریف احمد قاسمی بلگرامی، ۲۲/۷/۱۹۸۳ء

محترمی و مکرمی جناب حضرت مولانا سالم صاحب دام ظلکم

سلام مسنون! مرشدنا و مخدومنا علامہ قاری طیب صاحب کی وفات حسرت آیات کی جانکاہ خبر ملی۔ اس روح فرسا خبر نے ہوش و حواس کو معطل کر دیا۔ غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ امت محمدیہ ایک عبقری شخصیت متبحر عالم عارف باللہ اور بے مثال علامہ سے محروم ہو گئی۔ ہم

ناکاروابستہ گان کا حال خدا ہی کو معلوم ہے۔ایک رہبر اور بہترین مرشد سے ہم ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے۔اللہ تعالی مرحوم ومغفور کے درجات کو بلند سے بلند فرما کر اعلی علیین میں مقام عطا فرمائے اللہ ہم بے کسوں کو صبر جمیل نصیب کرے۔آنجناب کو ہم کس طرح تسلی دیں کیوں کہ ہم خود تسلی کے محتاج ہیں۔پھر بھی اللہ تعالی رب العزت سے دعا کرتے ہیں آنجناب کو اور تمام متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔خصوصی دعاوں میں ہم کو ضرور یاد رکھیں۔تمام بزرگوں اور بھائیوں کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

غمزدہ وغم میں شریک

ڈاکٹر محمد فاروق عثمانیہ دواخانہ مولانا آزاد

روڈ ناندیڑ (مہاراشٹر) ۴۳۱۶۰۴

۲۱/۷/۱۹۸۳ء

محترم سالم صاحب اسلم صاحب.....................السلام علیکم۔خیریت

ابا جی کے انتقال کی خبر سنکر بہت صدمہ ہوا اللہ تعالی انھیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔یہ سب کیسے ہو گیا۔طبیعت تو اچھی تھی پھر یکایک اس خبر نے تو سارے خاندان کو حیران وپریشان کر دیا ہے۔ایک نایاب ہستی دنیا سے اٹھ گئی گھر کے تمام احباب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔والدہ صاحبہ گھر پر تمام احباب کو صبر کے لئے کہتی ہیں۔

فقط

رشید احمد، پری میٹ مدراس

۱۹/۷/۱۹۸۳ء

محسی ومکرمی برادرم اعظم صاحب

حضرت قبلہ کے انتقال کی خبر اخبار میں دیکھی۔پروردگار انکے ساتھ بہترین معاملہ کرے اور صدیقین اور شہدا کے ساتھ انکو روز حساب اٹھائے۔انکے دنیا سے اٹھ جانے کے ساتھ ایک عظیم روایت ختم ہوئی اور پورا ایک عہد تمام ہوا۔اس وقت جبکہ

پوری دنیا ایک بڑے عالم اور عہد ساز شخصیت کے دنیا سے رخصت ہونے کا ماتم کر رہی ہے، میں آپکو پرسہ کس طرح دوں۔ آپ کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا، میرے خیال میں کوئی بھی غم اس سے بڑا نہیں ہوسکتا۔ میں اس غم کو اسی حد تک محسوس کر سکتا ہوں۔ چونکہ میں غم کی اس منزل سے گزر چکا ہوں۔ جیسے کوئی بہت گھنا اور سایہ دار درخت ایکبارگی ٹوٹ کر گرے اور ہم اپنے آپ کو دھوپ میں کھڑا پائیں یا جیسے کسی گھر کی چھت گر پڑے اور دیواریں ننگی نظر آئیں۔ یا جیسے لیکن شاید کوئی بھی مثال اس غم کی کیفیت کو بیان نہیں کر سکتی۔

میں نے اپنی زندگی میں اتنا خوبصورت انسان نہیں دیکھا جیسا کہ آپ کے نامور والد ماجد تھے۔ اسقدر نرم خوں اور اخلاق کریمانہ کے پیکر۔ مجھے آپ کے طفیل کئی باران کے ساتھ شریک طعام ہونے کا موقعہ ملا اور انکی مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا۔ لگتا تھا کہ کسی شیشے کے گھر میں بیٹھا ہوں جہاں تیز ہوا کا چلنا بھی گستاخی کے مترادف ہوگا۔ کچھ خنکی اور چاندنی اور شبنم کی ملی جلی کیفیت سی محسوس ہوتی تھی۔ وہ اس عہد کے لئے پیدا نہیں کیئے گئے تھے جس آب وگل سے ان کو بنایا گیا تھا اسکی خوشبو اس دنیا کی نہ تھی۔ جشن صد سالہ کے بعد دار لعلوم میں جو ہوا اس دوز کے مزاج کے مطابق تھا۔ سازش، ڈھونگ مذہبی جذبات کا استحصال، رعونت اور آخر میں شب خون۔ لیکن ان سب چیزوں سے زیادہ افسوسناک اور عبرت انگیز اور شرمناک وہ واقعہ تھا جس دن ہندوستان کے ائمہ اور مشائخ اور علماء نے لکھنؤ میں بیٹھ کر ایک اٹھاسی سالہ بوڑھے کو مہتمم کے عہدہ سے برطرف کیا۔ اسکا قصور یہ تھا کہ اس نے اپنے بڑے بیٹے کو دارالعلوم کا نائب مہتمم بنانے کی تجویز مجلس شوری کے کسی جلسے میں رکھی تھی۔ اور وراثت کا قائم کرنا علماء کا شعار نہیں۔ ہاں البتہ ندوۃ العلما، امارت شرعیہ۔ جمعیۃ علماء اس کلیہ سے مثتسناء ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کو کسی بھی طرح مثتسناء قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔ میں تو شخصی تقویت کیلئے بیٹھا تھا، یہ سب باتیں کہاں سے نکل آئیں،،۔

پروردگار آپ کو اور مولانا محمد سالم صاحب کو اور مولانا محمد اسلم صاحب کو صبر دے بعدہٗ عائشہ صاحبہ بھی اس سانحہ سے بے انتہاء متاءثر ہونگی۔ انکو اور احمد فرید سلمہٗ کو بھی اللہ صبر کی تلقین دے۔

شریک غم

این ایچ جعفری ڈپارٹمنٹ جامعہ ملیہ دھلی

مکرم ومحترم برادر مولانا محمد سالم صاحب وجملہ برادران وجمیع اہل خانہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرض خدمت یہ ہے کہ جس دن ناچیز بندہ کو مرشدی مولائی حضرت قبلہ قاری محمد طیب صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر ملی بندہ کیلئے پوری کائنات تاریک ہوگئی بندہ کا ہوش اڑ گیا آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور رگ رگ رواں رواں رنج والم سے بھر گیا۔ اور بندہ کا حال یہ ہے کہ اب دنیا کی ہر چیز اور زندگی کا ہر لمحہ بے کیف و بے لذت محسوس ہو رہا ہے اور موصوف کی نورانی شخصیت نگاہوں میں گھوم رہی ہے۔ اور حضرت کی حکیمانہ باتیں اور کریمانہ نصیحتیں اور شفیقانہ روحانی عنایتیں ایک ایک کرکے یاد آرہی ہیں اور قلب مضطر ہر وقت بارگاہ ارحم الراحمین میں دعا کر رہا ہے۔ کہ خدائے مہربان مرحوم کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ اور قبر مبارک کو رحمت بے پناہ سے بھر دیں۔ بندہ دعا گو ہے کہ گلستان قاسمی چمنستان حافظ احمد اور چشمہائے علوم طیب ہمیشہ قائم دائم جاری وساری رہے اور ہم جملہ پسماندگان کو صبر جمیل اجر جزیل اللہ نصیب کرے۔

فقط، والسلام

محمد حنیف حاجی جمال

بخدمت گرامی جناب حضرت الحاج مولانا محمد سالم صاحب مدظلہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوگا! حضرت قاری صاحبؒ کے سانحہ ارتحال کی

یہ وحشت خبر معلوم ہوئی دل دماغ پر گہرا اثر ہوا۔ حضرت قاری صاحبؒ کے سانحہ ارتحال سے جو مسلمانان عالم بالخصوص مسلمانان ہند کو، ناقابل تلافی نقصان عظیم ہوا اس کا نعم البدل غیر ممکن ہے سچ ہے ایک عالم باعمل کی موت پورے عالم کی موت ہے۔ حضرت قاری صاحبؒ آپ کے والد ماجد تھے جس قدر بھی رنج وصدمہ ہو کم ہے یقین نہیں آتا کہ حضرت قاری صاحبؒ امت مسلمہ کو داغ مفاقت دیکر رخصت ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحبؒ کو جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ وحضرت قاری صاحبؒ کے دیگران کو صبر واجر کی عظیم نعمت سے نوازے نیز حضرت مرحوم کا صحیح وسچا جانشین ہونے کی توفیق خیر عطا فرمائے۔ کرم فرما کر دیگران کی خدمت گرامی میں ہدیہ سلام مسنون پیش فرما کر تعزیت نامہ پیش فرمائیں اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے ہم شکر گزار ہونگے خیریت وخدمت سے ممنون فرمائیں۔

حاجی علی جان نئی سڑک دہلی، ۱۸/ جولائی ۱۹۸۳ء

برادرم مولانا محمد سالم صاحب　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل رات نو بجے کی انگریزی خبروں میں حضرت مہتمم صاحب گرامی کے انتقال کی المناک خبر سنی بس دل بیٹھ ہی گیا۔ ۱۶/ جولائی کو مولانا معراج الحق صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات ہوئی تھی ان سے معلوم ہوا کہ اب صحت ٹھیک ہے اور رمضان المبارک میں دھلی تشریف لائے تھے۔

بہر حال ان کے وصال سے متوسلین اور ابناء دارالعلوم کا ہر ہر فرد غمگین آپ حضرات نے جس تندہی سے حضرت کی صحت اور انکے علاج ومعالجہ کا اہتمام کیا وہ معرض تحریر میں نہیں آسکتا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس سے نوازے اور آپ سب عزیزوں کو اور قرابتداروں کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ثم آمین

احقر العباد ابراہیم فکری ظفر منزل جامعہ نگر نیو دھلی

محترم مولانا محمد سالم صاحب زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ریڈیو اور اخبارات سے سانحہ کبریٰ کی خبر ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، ادھر تین ماہ سے جو کھٹک تھی وہی ہوا کہ محفل دوشیں کا چراغ بجھ گیا اور اپنے ساتھ ایک دور کی یادگار لیتے گئے اب حضرت مولانا قاسم صاحبؒ کا علمی تحریک کا حدی خواں نہ رہا، جو اپنے فضل وکمال میں ممتاز تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت قاری صاحبؒ کو جو جامعیت اور مقبولیت دی تھی وہ کم دیکھنے میں آئی۔

وعظ وتذکرہ، پند ونصائح کا وہ حکیمانہ انداز اب کہاں ملیگا اے کاش اللہ تعالیٰ انھیں اور موقع دیتے تو اس امت کا۔ بڑا فائدہ ہوتا، گرچہ افراد امت میں ایسے لوگ ہونگے جنھوں نے اسی عیسوی کے بعد انکی سنہری اور بیداغ زندگی کو چوارہے پر کھڑا کردیا، ادا ہم اللہ بہرحال اب صبر کے سوا چارہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ انھیں کوثر وتسنم سے سیراب فرمائے، اور انکی بیش بہا خدمتوں کے انعام میں اپنی خوشنودیوں کا تاج پہنائے، آمین!!

یہ غم صرف آپکا یا ایک گھرانے کا نہیں بلکہ پوری امت سوگوار ہے اللہ سب کو صبر دے اور بہترین اجر مرحمت فرمائے۔

والسلام

محمد اسحاق اینڈ کو، امان اللہ پورہ کچی باغ وارانسی

محترم المقام حضرت الاستاذ مولانا محمد سالم صاحب دام فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی مع الخیر ہونگے، ہم بفضل تعالیٰ اور آپ حضرت کی نیک دعاؤں سے بخیر ہیں۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحبؒ کی موت دیوبند کیا پورے عالم انسانیت کیلئے سانحہ ہے ہم اس میں پورے پورے شریک ہیں ارکان تنظیم نے الگ الگ جلسہ منعقد کئے اور حضرت الاستاذؒ کے لئے ایصال ثواب کا کام جاری رکھا اللہ کرے قبول ہوجائے آمین۔ لیکن ۲۲/ جولائی کو ایک اہم تعزیتی جلسہ

منعقد ہوا جس میں حکیم الاسلامؒ کی زندگی پر روشنی ڈالی بعد میں میں نے بھی اپنے غریب الفاظوں کے ساتھ اختتام پذیر ہوا جسکی ایک کاپی آپ کے سامنے ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ آنجناب اپنے خصوصی دعاؤں میں یاد کرتے ہونگے۔

والسلام دعاء گو دعاؤں کا محتاج

مولوی سید غلام حسین القاسمی

نوٹ: اس کاروائی کی کاپیاں مندرجہ ذیل اخباروں ورسائل میں روانہ کی گئیں اور سری نگر ٹائمز میں شائع ہوئی۔

۱۔ سری نگر ٹائمز
۲۔ تعمیر حیات لکھنؤ
۳۔ نشیمن بنگلور
۴۔ ماہنامہ الحق حیدر آباد دکن
۵۔ ندائے سنت لکھنؤ
۶۔ ترجمان نئی دھلی
۷۔ ماہنامہ دارالعلود دیوبند

والسلام سید غلام حسین القاسمی

امیر تنظیم پریسیڈینٹ اصلاح البیان جموں اینڈ کشمیر اسٹیٹ سری نگر

۲۲/۷/۱۹۸۳ء

کل نفس ذائقة الموت

آج مورخہ ۲۲/ جولائی ۱۹۸۳ء کو اصلاح البیان جموں کشمیر سری نگر کی ایک ہنگامی میٹنگ منعقد ہوئی۔ جس میں ارکان تنظیم نے حضرت العلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رہتمم دارالعلوم دیوبند کے ۱۸/ جولائی کے اچانک انتقال پرملال پر تعزیتی جلسہ ہوا۔ ارکان تنظیم نے حکیم الاسلامؒ پر روشنی ڈالی۔ بعد میں اصلاح البیان کے ناظم اعلی سید غلام حسین القاسمی نے اپنے ان الفاظوں میں حکیم الاسلامؒ پر روشنی ڈالی۔ حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت ہونے سے امت محمدیہ علیہ السلام ایک عالم دین، مفکر اسلام،

شریف النفس، انسان پرور، کی ہر کس وناکس سے محروم ہوگئی۔ انا للہ الخ

حضرت الاستاذؒ نہایت خوش لحن آواز میں قرآن شریف پڑھتے تھے۔ اور انکا خطبہ بھی نہایت پراسرار ہوتا تھا۔ جو کسی انسان کو متاءثر کئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ آپ ذہانت، محنت، کثرت مطالعہ، اور افہام وتفہیم کے مجتہدانہ طرز سے درس کا انجام دیتے تھے۔ آپ ہمت واستقلال کے پہاڑ تھے۔ آپ علم وعدل، حق وصداقت، صدق واخلاص، اخلاق ومروت، عزت ورفعت اور توحید وسنت کے زمزمہ ونغمہ کرنے والے درس وتدریس و دارالعلوم کے مشغلہ کے علاوہ تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی حضرت الاستاذؒ کی زندگی کا انتہائی محبوب مشغلہ رہا ہے۔ انکا کلام نہایت شریں، نہایت دلچسپ، نہایت واضح، نہایت بلیغ اور حق وباطل میں فرق کرنے والا ہوتا تھا۔ حضرت حکیم الاسلامؒ کی موت نہ صرف براعظم ایشیاء کے لئے سانحہ ہے بلکہ پورے عالم اسلام کیلئے۔ جسکا پر ہونا عالم اسلام کے اندر مشکل ہے۔

انکی عمر ۸۸/ سال کی تھی اور جس میں ۵۰/ سال نیابت دارالعلوم میں گزاری۔ دارالعلوم نے جس شان وشوکت سے ترقی کی تاریخ میں ایک باب کا اضافہ کیئے بغیر نہیں رہ جاتی ہے۔ آپنے دارالعلوم کی ترقی کیلئے محض لوجہ اللہ کیلئے کام کیا ہے۔

اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ وہ حضرت الاستاذؒ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر واستقامت بخش دیں۔ آمین

آخر میں میں تمام مسلمانان عالم سے التجاء کرونگا کہ وہ حکیم الاسلامؒ کیلئے غائبانہ نماز جنازہ اور ایصال ثواب بخش دیں۔

والسلام

جنرل سکریٹری اصلاح البیان جموں کشمیر اسٹیٹ سری نگر

۲۲/۷/۱۹۸۳ء

کل من علیہا فان   موت العالم موت العالم

اساتذہ وطلبہ اسلامیہ انٹر کالج شاہ جہان پور حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے سانحہ ارتحال پر جس صدمہ جانکاہ سے دوچار ہوئے اس کے بیان کا زبان کو یارہ نہیں۔ آج امت مسلمہ اپنے ایک زبردست مجاہد اور ایک مخلص کارکن سے محروم ہوگئی جس نے اپنے کردار سے اخلاق سے گفتار سے اور مجموعی زندگی سے ایک داعی حق کا حقیقی پیکر پیش کیا اور موجودہ حالات میں حقیقی مرد مجاہد کا فرض ادا کیا۔ مرحوم حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے آخری خلفاء میں سے تھے۔ اور تادم آخر اپنے مرشد رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر مکمل طور سے ثابت قدم رہے۔

اللہ تعالیٰ سے ہم سب دعا کرتے ہیں کہ مرحوم کی دعوۃ حق کی مساعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ اور امت مسلمہ کے لئے ناسازگار حالات میں مرحوم کے مجاہدانہ عمل کو توشۂ آخرت کے طور پر قبول فرمائے۔ اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے نیز امت مسلمہ کی زبوں حالی پر رحم فرما کر مرحوم کا نعم البدل عطا فرمائے آمین ثم آمین یارب العالمین۔

پرنسپل! اسلامیہ انٹر کالج شاہ جہان پور

۱۹/۷/۱۹۸۳ء

پریس ریلز

برائے تعزیت   میرٹھ (ڈاک سے)

یہاں جیسے ہی دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم عالیجناب قاری مولوی، مفکر ملت فخر اسلام محمد طیب کے انتقال کی اطلاع موصول ہوتے ہی رنج وغم کے بادل چھا گئے اور یہاں پر ایک ماتمی میٹنگ زیر صدارت جناب ڈاکٹر ایس۔ ڈی خان برمکان جناب سلطان منصوری دکن راشٹریہ سنچے منچ میرٹھ، شہر کے سرکردہ اشخاص نے اس میٹنگ میں

شرکت کی جن میں جناب راجی لال سہا یک، جناب خوش دل سنگھل جناب او۔ پی۔ شرما ایڈوکیٹ جناب امتیاز احمد جناب ارشاد احمد جناب ماسٹر شمیم احمد جناب صوفی صغیر احمد سنبھلی جناب مظہر احمد صابری وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

مرحوم قاری صاحب کی خدمات کو سراہتے ہوئے خداوند قدوس کی بارگاہ میں مغفرت کیلئے دعا کی گئی اور ایصال ثواب کیلئے قران خوانی کا اہتمام کیا گیا۔ اور ایک قرارداد پاس کی گئی جس میں پسماندگان کو صبر جمیل کی تلقین کی گئی ہے اور دعا کی گئی کہ رب العزت مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام: احقر سلطان منصوری

محترم المقام جناب غازی صاحب و بہن نازلی صاحبہ!

پرسوں ٹی وی اور ریڈیو پر معزز و محترم بزرگوار جناب مولانا قاری طیب صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر سن کر بے حد صدمہ ہوا خداوند کریم مرحوم کو غریق رحمت کرے۔ آمین!

وہ آپ ہی کے نہیں ہمارے بھی بزرگوار محترم تھے، اور مدینہ منزل کی وساطت سے ہم بھی انکے اتنے ہی معتقدین میں سے تھے جتنے کہ مرحوم مولوی مجید حسن صاحب۔ آپ لوگوں پر جو صدمہ جانکاہ گزر گیا، اسکا اندازہ تو نہیں کیا جا سکتا لیکن پھر بھی اس حادثہ فاجعہ میں ہم دونوں آپ لوگوں کے برابر کے شریک ہیں۔ اور خداوند کریم سے دست بدعا ہیں کہ آپ سب پسماندگان کو صبر جمیل اور مرحوم کو جنت الفردوس عطا ہو۔ آمین۔ نیز دینی علوم کے میدان میں جو بھاری خلاء پیداء ہو گیا ہے اسکو پر کرنے کیلئے جلد کوئی دوسرا نعم البدل عطاء فرمائے۔ آمین۔

فقط والسلام

شریک غم

وحید الدین ملک وائس چانسلر یونیورسٹی آف کشمیر سری نگر، واختر ملک

مکرمی و محترمی جناب مولانا محمد سالم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

اخبارات ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ محترم جناب قاری محمد طیب صاحب مرحوم کے انتقال پرملال کی خبر سے اچانک دل کو صدمہ عظیم پہنچا انا للہ وانا الیہ راجعون، محترم قاری محمد طیب صاحب مرحوم نہایت ہی نیک متقی شریف النفس اور عالم دین اور مفکر اسلام تھے۔ دنیا سے ایک عظیم المرتبت اور مفکر اسلام رخصت ہو گیا خداوند تعالی سے دعا ہے کہ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلی سے اعلی مقام عطا فرمائے اور تمام متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

جس حسن وخوبی سے انھوں نے دارالعلوم دیو بند کے مہتمم کی حیثیت سے اس عظیم ادارے کو ترقی کی منازل تک پہنچایا وہ رہتی دنیا تک یاد رہیگا۔

مولانا قاری محمد طیبؒ مرحوم ومغفور کی ساری زندگی اسلام کیلئے وقف تھی اور انکی زندگی ایک عملی نمونہ تھی جس کی وجہ سے ہندوستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا فیض یاب ہوئی لیکن افسوس کہ انکی زندگی میں ہی کچھ ناعاقبت اندیش اور ذاتی عداوت رکھنے والوں نے انکو نہایت کرب اور تکلیف میں مبتلاء کیا اور دارالعلوم دیو بند کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور پورے عالم اسلام کو رسوا اور بدنام کیا۔ لیکن ان سنگین حالات میں بھی مولانا قاری محمد طیب صاحب مرحوم نے جس صبر وضبط اور تحمل کا مظاہرہ کیا وہ ایک نیک صفت اور متقی اور سچا اسلام کا درد رکھنے والا ہی کر سکتا ہے۔

ہم تمام آپ کے اس غم کو اپنا غم سمجھتے ہیں اور قاری صاحب مرحوم کیلئے ایصال ثواب کرتے ہیں۔ میں باہر کے سفر پر تھا ورنہ تدفین میں شامل ہونے کے لئے دیو بند خود حاضر ہوتا آپ سب کی خدمت میں سلام عرض ہے۔ فقط والسلام

غمزدہ

ڈاکٹر شمیم احمد خان صدر یوپی اسٹیٹ مسلم لیگ

کل ریڈیو سے قاری محمد طیب صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر وحشت اثر سنکر بہت افسوس ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، شہر بھر میں رنج وغم کی لہر دوڑ گئی۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مرحوم کے سانحہ ارتحال سے ملک وملت کو ایک نا قابل تلافی نقصان اور نا قابل برداشت صدمہ پہنچا ہے ہم سب کارکنان مسلم فنڈ آپ کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں اور اظہار تعزیت کرتے ہوئے بارگاہ رب العزت میں دعا کرتے ہیں کہ خداوند قدوس مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جنت الفردوس میں مقام اعلیٰ مرحمت فرمائے آمین۔

درحقیقت قاری صاحب کی ذات جامع کمالات تھی کیا نظم ونسق کیا درس وتدریس کیا تصنیف وتالیف اور کیا تحریر وتقریر غرض ہر طبقہ میں بہت اونچا مقام رکھتی تھی۔ ان کی دل دارانہ اور حقیقتانہ زندگی اور تبحر علمی اپنی مثال آپ تھی اور آنے والی نسلوں کے لئے قابل تقلید نمونہ تھی مرحوم نے چالیس برس سے زائد عرصہ تک دارالعلوم دیوبند کے اہتمام کا کام نہایت حسن وخوبی سے سنبھالے رکھا۔

قاری صاحب کے وصال سے ایک ایسی جگہ خالی ہوگئی ہے جسکا پر ہونا مشکل نظر آتا ہے ایسی جامع الصفات ہستی برسوں کے بعد پیدا ہوئی تھی اور شاید اب برسوں کے بعد پیدا ہو۔ رحمت خداوندی انکی قبر کو اپنے نور سے بھر دے اور مغفرت کے پھول برساتی رہے۔

میں اہل شہر اور خصوصاً ارکان وکارکنان مسلم فنڈ بجنور کی جانب سے اظہار تعزیت کرتا ہوں میرا یہ پیغام انکے پسماندگان کو پہنچا دیا جائے۔

سوگوار غم: حقیق الرحمٰن مسلم فنڈ بجنور

مکرمی استاذ محترم حضرت مولانا محمد سالم صاحب ومولانا محمد اسلم صاحب زادعنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ آج جس عظیم غم میں آپ ہیں اسی غم میں پوری ملت

اسلامیہ اشکبار ہے حضرت حکیم الاسلام ہمارے مربی ومحبی ہی نہ تھے بلکہ حقیقی رہنما وسرپرست تھے آج پوری ملت حضرت کے اس سانحہ پر جتنا ملال کرے کم ہے۔مگر اللہ کا ولی ہماری آنکھوں کو اشکبار چھوڑ کر حقیقی مولیٰ سے جاملے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ،،تمام ایجوکیشنل بورڈ کے ذمہ داران واراکین مسلم ایجوکیشنل بورڈ ومعلمین ومتعلمین آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں حضرت کے انتقال پرملال پر ہم اپنے کو بدنصیب تصور کرتے ہیں اور حضرت کیلئے برابر ایصال ثواب کرارہے ہیں اللہ رب العزت حضرت کو کروڑ ہا کروڑ جنت الفردوس عطا فرمائے۔پسماندگان خصوصاً آپ حضرات کو صبر جمیل سے نوازیں آمین۔

شریک غم محمود الحسن ناشری

واراکین مسلم ایجوکیشنل بورڈ دہرادون یوپی

۱۸/۷/۸۳

بخدمت جناب مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرمی جناب محترم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی وفات حسرت آیات کی خبر سنکر کل عملہ دفتر ریاست وقف نواب عظمت علی خاں صاحب مظفرنگر کو انتہائی رنج وملال ہوا۔حضرت مرحومؒ جماعت متولیان ریاست وقف مذکور کے ایک بزرگ رکن تھے اور بحیثیت متولی وقف ہذا عرصہ دراز تک رہنمائی وخدمات انجام دیتے رہے بعد ایصال ثواب ودعائے مغفرت دفتر وقف آج بند رہا۔

حضرت والا کی شخصیت بابرکات تمام موجودہ امت محمدیہ ﷺ کے لئے رحمت الٰہی تھی اللہ تعالیٰ جل شانہ' مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں مقام اعلیٰ دے۔اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل اور مسلمانان ہند کو انکے راستہ پر چلنے کی ہدایت عطا فرمائیں۔آمین

ایک نقل سکریٹری صاحب وقف ہذا کو بطور اطلاع۔

وقف نواب محمد عظمت علی خان مظفر نگر یوپی

مورخہ ۱۸/ جولائی ۱۹۸۳ء

۱۷/ جولائی ۱۹۸۳ء کو اسلامی دنیا کے ممتاز عالم دین محترم قاری محمد طیب صاحب کی وفات کی خبر سنکر مسلمانان عالم پر سوگ چھا گیا۔

اس سلسلے میں ۱۸/ جولائی ۱۹۸۳ء کو اسلامک اسکول کے منیجر جناب مولوی محمد اسرائیل کی صدارت میں ایک تعزیتی میٹنگ ہوئی جسمیں سبھی اساتذہ شامل رہے محترم مولوی صاحب نے مرحوم قاری صاحب کے اوصاف حسنہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ وہ لگ بھگ پچاس برس تک عظیم اسلامی ادارے دارلعلوم دیوبند کی اپنے خون جگر سے آبیاری کرتے رہے اور مسلمانوں کی دینی رہنمائی فرماتے رہے۔

دارالعلوم نہ صرف دینی بلکہ سیاسی رہنمائی میں بھی اپنا مقام رکھتا ہے موصوف صدر صاحب نے بتایا کہ جنگ آزادی ہند میں دارالعلوم کا ایک خاص حصہ رہا ہے۔

آپ کے بعد ہیڈ ماسٹر لطیف مبارک صاحب نے فرمایا کہ قاری صاحب کا شمار ان بزرگ علماء میں ہوتا ہے جنکی علمی اور ذہنی کاوشیں اسلام کی سربلندی کا سبب بنی موصوف قاری صاحب کی متعدد تصانیف سے نہ صرف ہندی مسلمانوں کو بلکہ دنیائے اسلام کو ہمیشہ رہنمائی حاصل ہوتی رہے گی۔ لیکن موصوف کی وفات حسرت آیات ملت اسلامیہ کا ناقابل تلافی نقصان ہے کیونکہ ملت پر قحط الرجال کا وہ عالم ہے کہ بزرگ تو اپنے کارناموں کی یادگار چھوڑ کر اٹھتے جارہے ہیں مگر ان کی جگہ لینے کیلئے اب کوئی فعال بے لوث اور خداترس شخصیت پیدا نہیں ہوری ہے۔

معاون مدرس

قیوم عطا شرر، اسلامک جونیئر ہائی اسکول راج بی روڈ کانپور

السلام علیکم محترم المقام واجب الاحترام عزیز القدر الحاج حضرت مولانا محمد سالم صاحب وجملہ اہل خانہ اور احباب مقربین۔ خداوند قدوس آپ سبھی کو صبر جمیل سے نوازے آمین۔

بعدہٗ ماھوالمسنون۔ امروز ۶/شوال بروز اتوار شام پانچ بجے والد محترم بلبل ہند، حکیم السلام مدیر مدرسہ دارالعلوم دیوبند الحاج حضرت مولانا حافظ قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً غفرلہٗ کی یکا یک دار فانی سے دار بقاء کو رحلت فرما جانیکی خبر سنی اناللہ وانا الیہ راجعون۔ یہ دینی اور علمی دنیا میں نہایت افسوس ورنج والم کا سبب بنی ہے اور یہ حادثہ بہت بڑا اور رخنہ پیدا کرنے والا واقع ہوا ہے موت العالم موت العالم کے مطابق سارا عالم ہی زیر صدمہ غرق آلود ہوگیا ہے۔ خیر ہمیں بھی حضرت سے اور موصوف کے خاندان سے نہایت گہرا قلبی تعلق ہے ہم نے خبر پاتے ہی بعد صلوٰۃ عشاء یٰسین شریف کا ختم کر کے دعاء مغفرت گزاری ہے اور پیر کے دن صبح سویرے مدرسہ میں طلباء کرام اور اساتذہ عظام نے قرآن خوانی کر کے دعاء مغفرت پر مدرسہ بند کر دیا اور شام کو پورے محلہ کے لوگوں نے بعد عشاء مدرسہ کے وسیع ہال میں جمع ہو کر ایک تعزیتی جلسہ حاجی احمد ابراہیم چوتھیہ صاحب زیر صدارت کیا جس میں مرحوم کی ۴۰/سالہ گراں قدر خدمات کو خوب خوب سراہا اور ہم سب نے یہ ظاہر کیا کہ ہم موصوف کو سالہا سال سے جانتے ہیں اور تقریباً سبھی حضرت کے مریدین میں ہیں اسی لئے ہم لکھتے ہیں کہ ہمیں بھی بہت ہی افسوس اور دکھ ہے اور ہم بھی آپ کے شریک غم ہیں اور بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے ہیں کہ خداوند قدوس مرحوم کی بال بال مغفرت فرماوے اور ان کی قبر کو نور سے بھرپور فرماوے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین مراتب سے نوازے اور پسماندگان مرحوم کو صبر جمیل سے نوازے، اور ان کے لئے ثواب جاریہ کو جاری وساری رکھے، اور پوری امت مسلمہ کو نعم البدل عطا فرمائے آمین!

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

فقط والسلام بالاحترام

من جانب: احقر احمد ابراہیم چوتھیہ نوساری سنی بہورا جماعت ضلع بلساڑ۔ گجرات

مکرمی مخدومی حضرت مولانا محمد سالم صاحب دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کانپور۔ حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کے انتقال پر ملال پر انجمن فروغ سنت کانپور کی طرف سے ایک تعزیتی جلسہ چمن باغ میں حاجی قمر الدین صاحب انصاری کی صدارت میں ہوا جلسہ میں (جو کہ انتہائی رنج وغم کے ماحول میں شروع ہوا) بڑی تعداد میں دارالعلوم دیوبند کے بہی خواہ شریک ہوئے۔ مقررین میں صدر جلسہ حاجی قمر الدین انصاری، حافظ حمید احمد، حبیب اللہ، مولانا عبدالقیوم مظاہری، حافظ نذیر احمد، الحاج ضیاء الدین انصاری اور بابو محمد انیس خاں نے قاری صاحب کی دینی خدمات پر سیر حاصل روشنی ڈالتے ہوئے کہا، موصوف دارالعلوم دیوبند سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اسکی خدمت میں لگ گئے تھے ۱۹۲۹ء میں مجلس شوریٰ نے انکو دارالعلوم کا مہتمم منتخب کیا تھا۔

وہ دنیائے اسلام کے ایسے عالم دین، مقرر اور بزرگ تھے جنھوں نے اپنے ترپن ۵۳ سالہ دور اہتمام میں اس مدرسہ کو اپنی خداداد صلاحیت اور اپنے ہم عصر اور بزرگ ساتھیوں کے بھرپور تعاون سے ایشیاء کی سب سے بڑی اسلامی دانش گاہ میں تبدیل کردیا جہاں سے ہزاروں علماء، عارف باللہ، مجاہد، مبلغ اور دانشور پیدا ہوئے جو دنیا کے ہر ملک اور خطہ میں آج دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ موصوف کی اس عظیم جدوجہد میں اللہ تعالیٰ کی خاص مدد ساتھ تھی۔ حضرت قاری صاحبؒ کا شمار دنیا کے ممتاز مقرر، عالم دین، مصنف اور بزرگوں میں تھا۔

انکی وفات سے جو خلاء پیدا ہوگیا ہے، اسکا پر ہونا مشکل نظر آتا ہے۔

جلسہ نے ایصال ثواب کیا اور ایک تعزیتی تجویز منظور کی جسمیں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کو سراہتے ہوئے اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کیا ہے اور بارگاہ رب العزت میں مغفرت، درجات کی بلندی کی دعا کی ہے اور صاحبزدگان، اعزاء

اور معتقدین کو صبر و شکر کی تلقین کی ہے۔

(حافظ) حمید احمد غفرلہٗ

سکریٹری انجمن فروغ سنت چمن گنج کانپور یوپی

محترم المقام واجب الاحترام مکرمی ومخدومی جناب حضرت مولانا محمد سالم صاحب دامت برکاتہم استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند زید مجدکم۔ وصاحبزادہ محترم حکیم الاسلام مرشد عالم قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج گرامی

مؤرخہ ۸/شوال المکرم ۱۴۰۳ھ بروز پیر قبلہ مرشدی ومولائی حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نوراللہ مرقدہٗ (مہتمم دارالعلوم دیوبند وصدر دینی مسلم پرسنل لابورڈ وصدر تنظیم ابناء قدیم دارالعلوم دیوبند) کے سانحہ ارتحال کی پرملال خبر سنکر علاقہ جامنیر خاندیش مہاراشٹر کے تمام عوام وخواص کی طرف سے جامنیر کی وسیع جامع مسجد کے اندر حضرت شیخ الحدیث والتفسیر مفکر علام حضرت مولانا خان محمد میرٹھی صاحب صدر بین الاقوامی متحدہ انجمن اسلام ومہتمم جامعۃ الاسلام احیاء العلوم جامنیر کی زیر صدارت ایک تعزیتی جلسہ منعقد کیا گیا جسکے اندر عوام وخواص کی ایک بھاری تعداد نے شرکت کی جن میں خاص طور پر تبلیغی جماعت کے امیر شیخ احمد صاحب جماعت اسلامی حلقہ جامنیر کے امیر مولانا عبدالغفور صاحب انصاری انچارج ہیڈ ماسٹر اینگلو اردو ہائی اسکول جامنیر مولانا قاضی خورشید احمد صاحب پریسیڈنٹ اینگلو اردو ہائی اسکول۔ قاضی شہر۔ جناب محمد ابراہیم صاحب جنرل سکریٹری (B.M.A. بی.ایم.اے.) متحدہ انجمن جامنیر۔ جامع مسجد کے متولی وخزانچی متحدہ انجمن جامنیر الحاج حبیب الدین صاحب کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

جلسہ عام کے اندر عوام وخواص کو خطاب کرتے ہوئے حضرت صدر محترم نے جلسہ کی غرض وغایت پر مختصر روشنی ڈالتے ہوئے آغاز جلسہ کا حکم فرمایا۔ چنانچہ حافظ جمیل

احمد متعلم مدرسہ احیاء العلوم جامنیر نے اپنی دلکش و پر کیف آواز سے تلاوت کلام پاک کر کے عوام وحاضرین جلسہ کو متاءثر کر دیا۔

اسکے بعد جناب مولانا قاضی خورشید احمد صاحب ۔قاضی شہر ۔پریسیڈنٹ اینگلو اردو ہائی اسکول جامنیر نے مختصر انداز پر حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کے کمالات ومحاسن کا ذکر کرتے ہوئے انکے انتقال کو امت کا زبردست خسران ونقصان اور امت مسلمہ کو علم وفضل وکمال سے محرومی کی علامت قرار دیا۔

اخیر میں حضرت صدر محترم نے حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کے متعلق مختصر سوانح حیات وخلافت کے حالات ،فراغت نیابت واہتمام کے تدریسی، وانتظامی امور، علمی وعملی ملکی وسیاسی ،سماجی واخلاقی اور بین الاقوامی وعالمی خدمات اور محاسن وکمالات اوصاف حسنہ کے تذکرہ پر مشتمل ایک سیر حاصل پر مغز جامع رنج وغم میں ڈوبی ہوئی درد بھری آواز میں ساحرانہ تقریر فرمائی جو دلوں کو پھاڑتی چیرتی چلی گئی اور قلب ودماغ کو متاءثر کر کے گہرے نقوش چھوڑ گئی جسمیں دار العلوم دیوبند کی رفتار ترقی کو معراج کمال تک پہنچانے اور صد سالہ جیسے بین الاقوامی وعالمی بے نظیر اجلاس منعقد کر کے اسکو بحسن وخوبی تکمیل تک پہونچانے کا ذکر بھی فرمایا دوران تقریر ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا کہ دلوں پر ایک بھاری پتھر یا ایک بجلی گر گئی ہو۔جامنیر کی چہار دیواری اور خاندیش کے پورے علاقہ اور چپہ چپہ سے رنج وغم کے آثار رونما تھے، ہر ایک فرد بشر محو حیرت اور رنج وغم میں نڈھال وپژمردہ ہو چکا تھا۔آپنے اس وقت فرمایا کہ داستان رنج والم کو کس کے سامنے پیش کیا جائے انکے غم میں پوری ملت اسلامیہ بلکہ پورا عالم زخمی ہو چکا ہے۔

مگر موت کا زبردست پنجہ اور بھاری بھرکم شکنجہ کی زد سے کوئی بچ نہیں سکا۔

اب تو انکے لئے دعاء مغفرت وترقی درجات وجنت الفردوس اور اعلیٰ علیین کے بلند مقام کے حصول کی دعا پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق کی دعا ہونی چاہئے چنانچہ اخیر میں آپنے تقریر کو ختم کرتے ہوئے عوام وخواص کا شکریہ اداء کیا اور پھر آپ نے اخیر

میں دعا فرما کر جلسہ کے پروگرام کو ختم فرمایا۔

مولانا شیخ معصوم علی سکریٹری آفس متحدہ انجمن دفتر جامنیر۔

محمد ابراہیم صاحب سکریٹری منتظم کمیٹی جامنیر۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے وصال پر مسلم فنڈ پٹنہ کی تعزیتی تجویز

۲۴/ جولائی ۱۹۸۳ء کو تعزیتی جلسہ زیر صدارت جناب پروفیسر صغیر احمد صاحب جمیعۃ بلڈنگ عالم گنج پٹنہ میں منعقد ہوا کہ مسلم فنڈ ٹرسٹ پٹنہ کا یہ جلسہ عالم اسلام کے مایۂ ناز عالم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب علیہ الرحمہ کے سانحہ رحلت پر دلی حزن وملال کا اظہار کرتا ہے۔

مولانا مرحوم نے پوری زندگی اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں وقف کردی تھی۔ اپنے فاضلانہ درس تفسیر وحدیث اور حکمت خطابت اور علمی تصانیف کے ذریعہ اصلاح امت ودین اسلام کی اشاعت کا اہم ملی فریضہ انجام دیا۔

آپکی سیکڑوں دینی علمی کتابیں قابل یادگار ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کی عظیم اسلامی یونیورسٹی کے مہتمم تقریباً ۵۸/ سال تک رہے۔ اور اسکی عظمت وشہرت کو چار چاند لگانے میں اہم رول ادا کیا۔

مسلم فنڈ ٹرسٹ پٹنہ انکی جدائی کو عظیم ملی نقصان سمجھتا ہے اور دعاء کرتا ہے کہ خداوند قدوس مولانا مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے نیز تمام پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے آمین موت العالم موت العالم ہے۔

صغیر احمد جنرل سکریٹری مسلم فنڈ ٹرسٹ پٹنہ

۲۴/ ۷/ ۸۳

محترم جناب الحاج محمد سالم صاحب دام ظلکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

صدر انجمن ندائے اسلام جناب الحاج شیخ غلام رسول صاحب مدظلہٗ سے آپکے والد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کی اطلاع وابستگان مدرسہ ندائے اسلام کو ملی۔ اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائے اور آخرت میں بلندی درجات سے سرفراز فرمائے آمین۔

قوم وملت کی اس گریہ کناں حرماں نصیبی پر اظہار تاسف کیلئے الفاظ نہیں ملتے۔ دل کی تسکین کیلئے اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ مشیت ایزدی کا تقاضہ پورا کرتے ہوئے اللہ کا ایک صالح بندہ اپنے خالق سے جاملا۔ اللہ تعالی آپکو اور تمام متعلقین ودیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

مدرسہ ندائے اسلام کے تمام اساتذہ کرام طلباء اور وابستگان نے کلام اللہ کے کئی ختم کر کے مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کیا ہے۔

اور ان شاء اللہ یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہیگا۔ اللہ تعالی قبول فرمائے آمین۔

سکریٹری انجمن ندائے اسلام فیرس لین کلکتہ

۷/ شوال المکرم ۱۴۰۳ھ

۱۸/ جولائی ۱۹۸۳ء

محترم ومکرم جناب مولانا محمد سالم صاحب قاسمی دام اقبالہٗ

آں محترم کے والد بزگوار جناب حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے سانحہ ارتحال کی جانکاہ اور جگر خراش خبر سنکر انتہائی صدمہ ہوا۔

آہ! امت مسلمہ اپنے دور کے واعظ بے مثال، ایک عالم بے بدل، ایک خطیب لاجواب اور پر خلوص ہمدرد بزرگ ورہنما سے محروم ہوگئی۔

حضرت قاری صاحب مرحوم و مغفور نے دارالعلوم دیوبند کی خاص طور سے اور امت مسلمہ کی عام طور سے جو رہنمائی فرمائی ہے اور جو خدمات انجام دی ہیں ان کو دور موجودہ اور آئندہ دور صدیوں تک فراموش نہ کر سکے گا۔

بے شک! مرحوم کا شمار تاریخ ساز ہستیوں میں کیا جاتا رہیگا۔

داعئ اجل کو لبیک کہکر حضرت اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور ہم سب کو داغ مفارقت دے گئے۔ اللہ جل شانہٗ انکی قبر کو نور سے بھر معمور فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

شریک غم

پرنسپل، اسٹاف، اسلامیہ انٹر کالج مظفر نگر یوپی۔ ۱۸/ جولائی ۱۹۸۳ء

یوپی سنی سنٹرل بورڈ، لکھنؤ کے ملازمین کا ایک تعزیتی جلسہ دفتر بورڈ میں بتاریخ ۱۸/ جولائی ۱۹۸۳ء ہوا جسمیں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مرحوم کے انتقال پر شدید رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور یہ محسوس کیا گیا کہ دنیائے اسلام بالخصوص ملت اسلامیہ ہند کا یہ اتنا عظیم نقصان ہے جس کی تلافی ممکن نہیں ہے۔ جملہ ملازمین نے قاری صاحب مرحوم کیلئے دعائے مغفرت کی۔ تعزیتی جلسہ کے بعد دفتر وقف بورڈ بقیہ وقت کیلئے بند کر دیا گیا۔

غلام حمدانی ہاشمی

سکریٹری سنی کنٹرول بورڈ آف وقف موتی لال بوس روڈ لکھنؤ ۲۲۶۰۰۱

حضرت مولانا محمد سالم صاحب — السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

حضرت قاری صاحب کی وفات کی خبر سنکر انتہائی رنج و غم ہوا صبر کے علاوہ کوئی صورت نہیں ایک دن یہ وقت سب کو آنا ہے۔

ہم لوگوں نے فوری طور پر ایک ہنگامی نشست کی اور اخبارات کے تئیں ایک خبر جاری کردی ہے اسی کی ایک کاپی آپ کیلئے بھی حاضر خدمت ہے آپ جہاں مناسب سمجھیں شائع کرادیں۔

والسلام عقیل احمد انجمن تحفظ اسلام غازی آباد

انجمن تحفظ اسلام غازی آباد کی جانب سے حکیم علیم الدین صاحب کی صدارت میں ایک نششت ہوئی جسمیں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم ممتاز عالم دین حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا گیا اور حضرت مہتمم صاحب کی دینی وملی خدمات خاص طور پر اسلامی علوم پر آپ کی تصانیف اور اپنے دور میں دارالعلوم کو ایشیاء کا سب سے بڑا دینی ادارہ بنانے پر زبردست خراج تحسین پیش کیا اور مسلم عوام خاص طور پر قاری صاحب کے پیروکاروں سے اپیل کی کہ وہ حضرت قاری صاحب کے مشن کو جاری رکھیں۔

ایصال ثواب اور دعاء مغفرت پر نشست برخاست ہوئی۔

عقیل الرحمٰن

انجمن تحفظ اسلام غازی آباد

بگرامی خدمت حضرت مولانا محمد سالم صاحب زید مجدکم

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ

حکیم الاسلام قاری محمد طیب قدس اللہ سرہٗ کے وفات حسرت آیات کی خبر عالم اسلام کے قلب وجگر پر بجلی بنکر گری اور پوری اسلامی دنیا غم واندوہ میں ڈوب گئی چناچہ یہ المناک خبر جونہی کو پا گنج میں سنی گئی۔

مقامی جمعیۃ علماء کے ذمہ داران نے بعد نماز عشاء ایک تعزیتی جلسہ کا انعقاد کیا جس میں قرآن خوانی اور ایصال ثواب کے بعد حضرت قاری صاحب کے حالات زندگی

اخلاق وکردار اور وہ خدمات جو آپ نے زبان وقلم سے انجام دیا انکا تذکرہ کیا گیا خاص طور سے دارالعلوم دیوبند میں مدیر کی حیثیت سے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے انکو سراہا گیا اور زبردست خراج تحسین پیش کی گئی اور درج ذیل قرارداد پاس کی گئی۔

جمعیۃ علماء کوپا گنج یہ اجتماع حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ، کے انتقال پر ملال پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور بارگاہ ایزدی میں دعاء گو ہے کہ پروردگار عالم مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔اور مرحوم کے اعزہ واقرباء قاسمی برادران، ہمدردان اور متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق دے اور امت مسلمہ کو آپ کا نعم البدل عطاء کرے آمین۔

شمس اللہ قاسمی: صدر جمیعۃ علماء اعظم گڈھ یوپی انڈیا،

بنام مولانا قاری محمد سالم صاحب مدظلہ استاذ دارالعلوم دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپکے والد بزرگوار، عالم اسلام کے جید عالم دین حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ کے سانحہ ارتحال کی خبر ذریعہ اخبارات ملی ،مسلمانان کرنول عموماً اور کارکنان جماعت اسلامی کو خصوصاً سخت صدمہ ہوا۔

اس سلسلہ میں جماعت اسلامی شہر کرنول (اے پی) کے زیر اہتمام مسجد قائم خاں بس اسٹینڈ کرنول میں نماز جمعہ کے عظیم اجتماع کے موقع پر دین وملت کیلئے علامہ کی خدمات کو مولانا حافظ محبوب شریف نظامی امیر مقامی جماعت اسلامی کرنول اور عالیجناب ابراہیم خاں صاحب ایڈوکیٹ سابق ایم ،یل ،اے، نے خراج عقیدت پیش کیا اور علامہؒ کی مغفرت درجات کی بلندی اور علامہؒ کے پسماندگان بالخصوص صاحبزادگان کو صبر جمیل کی دعا کی۔

والسلام

ایس، اے، امیر، ناظم جماعت اسلامی ضلع کرنول (اے پی)

تعزیتی تجویز بروفات مفکر اسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ

اسٹاف اسلامیہ شفاخانہ سہارنپور کی یہ میٹنگ دنیائے اسلام کے مایہ ناز سپوت مفکر اسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب مدظلہٗ کے انتقال پر ملال پر اپنے دلی گہرے رنج وغم کا اظہار کرتی ہے۔ موصوف ہندوستان ہی کے نہیں پوری دنیا کے مانے ہوئے جید عالم تھے۔ دین کے تئیں انکی خدمات اپنا ایک اہم مقام رکھتی ہیں۔ وہ انتہائی شریف النفس اور پاکیزہ خیالات کے حامل شخص تھے۔ دارالعلوم دیوبند نے انکے دور اہتمام میں بہت زیادہ ترقی کی ہے اور پوری دنیا میں نام پیدا کیا ہے۔ انکے انتقال سے جو خلاء پیدا ہو گیا ہے اسکو پر کرنا ممکن نہیں ہم سب لوگ موصوف کیلئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی انکی مغفرت فرمائے اور انکو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطاء فرمائے نیز انکے لواحقین کو و متعلقین کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ آمین

اسکے بعد مرحوم کیلئے ایصال ثواب کیا گیا۔

عبدالماجد

اسلامیہ شفاخانہ چوک مطربان، سہارنپور

جملہ اراکین بجنور انٹر کالج بجنور نیز طلباء حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے سانحہ انتقال پر رنج وغم کا اظہار کرتے ہیں اور دعاء گو ہیں کہ خدائے ذوالجلال انکو اپنے آغوش رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے آمین! فقط والسلام

آپ کے غم میں برابر کے شریک

اراکین بجنور انٹر کالج بجنور

اسلامیہ ہائر سکنڈری اسکول دیوبند ضلع سہارنپور کے اساتذہ وطلباء کا یہ تعزیتی

جلسہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے حادثہ انتقال پر اپنے قلبی حزن وملال کا اظہار کرتا ہے۔

حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ ایک تبحر عالم، اسلامی دنیا کی مشہور ومعروف شخصیت حلم وبردباری کا مجسمہ، شرافت ومروت کا نمونہ اور ایک پاکیزہ اوصاف کے انسان تھے۔ سیکڑوں سال کی گردش کے بعد ایسا انسان پیدا ہوتا ہے حضرت قاری صاحب ایک زبردست نسبت رکھتے تھے اور وہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ بانی دارالعلوم کے پوتے تھے۔

حضرت قاری صاحبؒ نے تقریباً ۶۰/ سال تک دارالعلوم کے مسند اہتمام کو شرف بخشا اور ادارہ کی عظیم خدمات انجام دیں۔ آپ نے اپنی تقریروں اور تصانیف سے دنیا کے عالموں میں ایک بلند مقام حاصل کیا اور اس عظیم ادارہ میں اپنے سلسلہ تدریس سے ہزارو ں تشنگان علوم کو سیرابی بخشی اور حکیم الاسلام کا لقب پایا۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے اجل خلیفہ تھے اور سلوک وطریقت میں آپ سے ہزاروں انسانوں کو رشد وہدایت نصیب ہوئی۔ حکیم الاسلام کا فیض ہمہ جہت ہے اور ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو پھیل رہا ہے۔

آپکے اٹھ جانے سے شریعت وطریقت، علوم وفنون اور تقویٰ وطہارت کا آفتاب عالم تاب غروب ہوگیا ہے جسکی وجہ سے ایسا خلا پیدا ہوگیا ہے جسکا پر ہونا مشکل ہے۔

یہ جلسہ حضرتؒ کی مغفرت کیلئے دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالی انکو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور بلند درجات نصیب کرے۔ آمین

اور پسماندگان خصوصاً صاحبزادگان مولانا محمد سالم صاحب مولانا محمد اسلم صاحب جناب محمد اعظم صاحب اور صاحبزادیوں ودیگر اہل خاندان کیلئے صبر کی دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالی انکو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

یہ غم تنہا انکا غم نہیں ہے بلکہ پوری علمی دنیا اور ہم سب کا غم ہے ہم سب اسمیں برابر کے شریک ہیں۔

طفیل احمد، پرنسپل اسلامیہ ہائر سکنڈری اسکول، دیوبند سہارنپور

مکرمی محترمی جناب محمد سالم صاحب

حکیم الاسلام جناب قاری صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر سنکر سخت افسوس ہوا۔ میں اور میرا پورا اسٹاف آپکے غم میں برابر کے شریک ہیں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ محترم کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے اور جملہ عزیزان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

پرنسپل اور تمام اسٹاف گورنمنٹ گرلس ہائی اسکول دیوبند (سہارنپور)

کل تو یہ کہتے تھے بستر سے بھی اٹھ سکتے نہیں
آج دنیا سے چلے جانیکی طاقت آگئی

مفکر اسلام۔ ممتاز عالم دین اور دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی رحلت پر جمیعۃ علماء کے حلقوں میں بڑے گہرے رنج وغم کی لہر دوڑ گئی۔ اس سلسلہ میں ایک تعزیتی جلسہ آج بتاریخ ۱۸/ جولائی ۱۹۸۳ء کو جمیعۃ بلڈنگ میں ہوا جس کی صدارت خواجہ محمد رائق ایڈوکیٹ (ناظم جمیعۃ علماء) نے کی۔

جلسہ میں الحاج سید محمد متین (خازن) مسٹر راحت علی خاں (جرنلسٹ) نانپارہ ضلع بہرائچ مسٹر ظفر حیات جیلانی ایڈوکیٹ (صدر آل انڈیا مسلم یوتھ کنونشن) مسٹر محمد وسیم ، مسٹر محمد شمیم اور مسٹر آفتاب احمد (وکلا ہائی کورٹ) وغیرہ نے شرکت کی۔

جلسہ میں مولانا مرحوم کے حالات زندگی۔ انکی بے مثال دینی ومذہبی خدمات، دارالعلوم سے ۶۰/ سالہ غیر معمولی وابستگی۔ انکی تصنیف وتالیف کی خصوصیات، انکی بے پناہ تعلیمی اور تدریسی صلاحیت، انکا تبحر علمی اور عبادت وریاضت کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا گیا اور یہ محسوس کیا گیا کہ نہ صرف دیوبندی مسلک بلکہ عالم اسلام کی ایک عظیم شخصیت سے مذہبی اور علمی ڈگر محروم ہوگئی اور اس طرح محسوس کیا گیا کہ یہ ایک ایسا خلا ہے جسکا پر ہونا بظاہر ناممکن ہے۔

اخیر میں حاضرین جلسہ نے قاری صاحب مرحوم مغفور کی روح کو ایصال ثواب

پہنچایا اور خداوند کریم سے دعا کی گئی کہ وہ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دیں۔ ایک قرارداد کے ذریعہ مرحوم کے کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا گیا کہ

"حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کی ذات گرامی مسلمانان عالم خصوصا ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ تھی مرحوم کے دنیا سے رخصت ہو جانے پر جو عظیم صدمہ اور رنج مولانا مرحوم کے عقیدت مندوں اور پسماندگان کو پہنچا ہے اسمیں ہم جمیعۃ علماء کے کارکنان بھی برابر کے شریک ہیں اللہ تعالی مرحوم کو جنت الفردوس عطا کرے اور آپ سب پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دیں۔ حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی و دیگر پسماندگان، دیوبند

خواجہ محمد رائق (ایڈوکیٹ) ناظم جمیعۃ علماء اتر پردیس لکھنؤ (ہند)

۱۸/ جولائی ۱۹۸۳ء

محترم المقام مولانا محمد سالم صاحب! ذادقدرہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مرحوم قاری صاحب کی وفات حسرت آیات پر جماعت اسلامی جموں کشمیر کے دائرے میں صف ماتم بچھ گئی ہے مرحوم کی وفات بہرحال خدا تعالی کی مشیت سے مقرر وقت پر ہوئی ہے لہذا سوائے صبر وشکر کے اس درد کا کوئی درماں نہیں مرحوم کی علمی و عملی، لحاظ سے جلالت شان آنکھوں کے سامنے پھر رہی ہے اور اسپر مستزاد انکی دینی خدمات، خدا تعالی سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کی دینی خدمات کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے انھیں آخرت کے درجات عالیہ سے نوازے آمین۔

جماعت اسلامی جموں کشمیر دار العلوم دیوبند کے شاندار ماضی سے بخوبی واقف ہے اور چاہتی ہے کہ اسکا حال اسکے ماضی ہی کا آئینہ دار ہو اور مستقبل درخشندہ تر! اس مادری علمی کے خلاف معاندین کی ریشہ دوانیاں نہایت ہی افسوس ناک بھی تھیں اور حیرت ناک بھی! خدا تعالی اسے دشمنان دین وملت کی شرارتوں سے محفوظ رکھے۔

مرحوم کی وفات پر جماعت اسلامی جموں کشمیر کی طرف سے ایک اور بار اظہار تعزیت کرتا ہوں۔ خدا تعالی ہم سب کی دنیا و آخرت سنوارے اور ہمیں ہمیشہ حق پر ثابت قدم رہنے اور اسے عامۃ الناس تک پہنچانے کی بیش از بیش توفیق مرحمت فرمائے۔

واللہ المستعان وبہ نستعین ۔ فقط والسلام

محمد انوار الحق، شیخ غفور حسن

قیم جماعت اسلامی جموں کشمیر

۱۱/۱۰/۱۴۰۳ھ-۲۲/۷/۱۹۸۳ء

محترم المقام عزت مآب عالیجناب حضرت مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ العالی

سلام مسنون!

امید ہے کہ حضرت کے مزاج بخیر ہونگے خدمت عالیہ میں ضروری التماس اس طرح ہے کہ۔

موت اسکی کرے جس کا زمانہ افسوس ❁ یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کیلئے

اچانک والد محترم کے انتقال کی خبر سنکر بیحد افسوس ہوا۔ قاری صاحب لاتعداد خوبیوں کے مالک تھے۔ قاری صاحب کے انتقال سے جو عالم اسلام میں خلا پیدا ہوا وہ شاید کبھی پورا نہیں ہوسکتا قاری صاحب کی خدمت سے جو فیض درالعلوم دیوبند اور ہندوستان کے مسلمانوں کو ہوا ہے وہ کبھی بھی انکے اس احسان کا بدلہ نہیں اتار سکتے۔ میری اور سبھی عہدیداران وممبران کی خدا سے دعاء ہے کہ اللہ تعالی مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے آمین۔ اور سبھی کو صبر جمیل کی توفیق دے

یہ وہ غم جو دشمن کو بھی نصیب نہ ہو ❁ جدا کسی سے کسی کا کوئی رفیق نہ ہو

فہیم انور قریشی آل انڈیا یوتھ فارڈیمو پریسی شہر مراد آباد یوپی

عزیزم مولانا صاحبزادہ زادحبہٗ سلام مسنون

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی رحلت کا حادثہ ایک خاندانی حادثہ نہیں ہے بلکہ پوری ملت اسلامیہ کیلئے ایک دردناک سانحہ اور المناک حادثہ عظیمہ ہے مجلس علماء وانمباڑی سے حضرت مرحوم کا ایک گہرا تعلق تھا اسکے سالانہ اجلاس کی صدارت آپنے فرمائی تھی۔ مجلس نے اپنے تقریری اجلاس ۱۰/شوال بروز پنج شنبہ مسجد قدیم سلم پور میں ذیل کی قرارداد منظور کی اور شہر کے علماء کرام نے مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا۔

حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی وفات ملک کی ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کی ایک عظیم شخصیت کی وفات ہے اس غم میں مرحوم کے خاندان متعلقین کے ساتھ ہر دیندار مسلمان اور عالم دین شریک ہے مجلس علماء کا یہ اجلاس حضرت قاری صاحب کی علمی اور ملی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے مرحوم کی بلندی درجات اور مغفرت کے لئے دعا گو ہے اور پروردگار کے فضل وکرم سے امیدوار ہے کہ وہ ملت کے لئے عموماً اور مدارس دینیہ کے لئے خصوصاً موصوف کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام

محمد عبدالرحمٰن عفی عنہ ناظم مجلس العلماء وانمباڑی

۱۱/شوال ۱۴۰۳ھ

بخدمت عالی حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مدظلہٗ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بروز منگل ۱۹/ جولائی رات میں بمقام مومن پورہ مسجد میں حکیم الاسلام قاری حضرت مولانا محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ برائے ایصال ثواب تلاوت قرآن کریم کی مجلس اور ساتھ ہی ساتھ جلسہ تعزیت بھی کیا گیا۔

اس جلسہ میں شہر کے علماء حضرات اور سیاسی لیڈران نے تقاریر کی جسمیں حضرت

” کی اسلامی، دینی، قومی، ملی، علمی، تعلیمی، غرض کہ تمام خدمات کو سراہا گیا اور یہ تجویز متفقہ رائے سے منظور کی گئی۔

دنیائے اسلام کی عظیم عبقری علمی شخصیت خاندان قاسمی کے گل سر سبد حفید سعید حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کے سانحہ ارتحال پر آج کا یہ جلسہ مسلمانان سنگم نیر کا اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔ صدیوں میں ایسا انسان اور علم کی گہرائی وگیرائی رکھنے والی شخصیت وجود میں آتی ہے۔ حق تعالی شانہٗ مرحومؒ کو جنت الفردوس میں اعلی مقامات ودیعت فرمائے اور تمام مسلمانان عالم کی جانب سے انھیں شایان شان جزائے خیر عطا فرمائے اور انکا نعم البدل دنیاء اسلام کو عطا فرمائے۔ ہم تمام شرکاء جلسہ حضرتؒ کے خاندان عالی کے غم میں شریک ہیں۔ اور دعا گو ہیں کہ حق تعالی ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

ساتھ ہی ساتھ تمام احباب اور شرکاء جلسہ آپ کی خدمت میں کلمات تعزیت پیش کرتے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں۔ والسلام

منجانب مسلمانان سنگم نیر عبداللہ حسن چودھری
صدر سوسائٹی سنگم نگر ضلع احمد نگر (مہاراشٹر)

افسردگی میں ڈوب سی جاتی ہے کائنات ❁ تاباں وہ حادثہ ہے کسی دیدور کی موت

مخدومی۔ مخدومنا حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مدظلہ العالی حضرت مولانا محمد اسلم صاحب قاسمی مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بذریعہ ریڈیو اور اخبارات کے حکیم السلام فخر الاماثل الحاج حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ (اب تک دامت برکاتہم جنھیں قلم ودل خطاب کرتا تھا) رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس دار فانی سے عالم بقاء کی جانب سفر کر گئے یہ خبر سنکر ہم تمام پر غم وافسوس وقلق ورنج کی فضا چھا گئی اسکا بیان مشکل! انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ خبر دل فگار سنکر فوراً آپ کی خدمات میں ٹیلیگرام دیا ہی گیا ساتھ ہی بروز پیر رات میں مسلمانان سنگم نیر کی جانب سے ایک تعزیتی جلسہ اور تلاوت قرآن حکیم کی مجلس منعقد کی جارہی ہے۔ پورے سنگم نیر پر غم کی فضا چھاگئی ہے۔ ہر کوئی یہی محسوس کررہا ہے کہ ہمارے روحانی باپ کا سایہ شفیق اٹھ گیا۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدور پیدا
ماتم یہ زمانہ میں بپا تیرے لئے ہے

الحمدللہ حضرت مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اقدس کے ساتھ اہالیان سنگم نیر کو جو روحانی وقلبی تعلق تھا اس پاکیزہ تعلق ہی کا اسے کرشمہ کہئے یا روحانی کشش کہ حضرت مرحومؒ کے انتقال پر ملال کے دوتین روز پہلے ہی سے حضرت کے تعلق سے کہ حضرت کو حضرت مولانا سالم صاحب مدظلہ کے ساتھ ہی سنگم نیر لانا ہے اور حضرت ہی کا تذکرہ دوتین روز سے وقتاً فوقتاً احباب میں جاری وساری تھا لیکن جسوقت حادثہ جانکاہ کی خبر قلق ملی تب عقدہ کھلا کہ حضرت مرحوم عنقریب اپنے رب کریم کی بارگاہ عالیہ میں تشریف لے جائینگے۔ حضرت حق جل مجدہ' حضرت مرحومؒ جنت الفردوس میں درجات عالیہ عطا فرمائے اور انبیاء وصدیقین وشہداء وصالحین کے زمرۂ سعید میں انھیں داخل فرمائے اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

شرکاءغم

عبداللہ حسن چودھری (والدمحترم) احسن عبداللہ چودھری
انور عمر بھائی باغبان (والدمحترم) عمر بھائی بڈھن بلنمالی ایم۔ جی، پٹھان۔
رفیق بھائی انگریز اور تمام احباب۔

مکرمی جناب مولانا محمد سالم صاحب سلام مسنون!

آپکے والد ماجد بزرگوار کے انتقال کی خبر الجمعیۃ اخبار میں پڑھی ہمیں دلی افسوس

اور صدمہ پہنچا ہے مرحوم کیلئے ممبران سوسائٹی نے فاتحہ خوانی کی اور انکی روح کو ایصال ثواب پہنچایا گیا اللہ تعالی انھیں جنت الفردوس میں اونچے مراتب عطا کرے اور متعلقین کو صبر جمیل عطا کرے آمین ثم آمین۔

محمد شاہد انصاری سکریٹری کشمیری گیٹ دہلی

جمعیۃ علماء مہاراشٹر کے زیر اہتمام دو تعزیتی جلسے

حکیم الاسلام علامہ قاری محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کے انتقال پرملال پر پوری امت مسلمہ کا جو نقصان عظیم ہوا فی الحال اسکی تلافی ناممکن نظر آتی ہے۔

جامع مسجد سات راستہ ممبئی ۱۱ اور جامع مسجد کھار روڈ ممبئی میں علیحدہ علیحدہ تاریخوں میں دو تعزیتی جلسے ہوئے رکن مجلس شوری حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی نے دونوں جلسوں کی صدارت فرمائی اور مقرر خصوصی کی حیثیت سے ظل الرحمن صدیقی صدر جمعیۃ علماء مہاراشٹر نے شرکت فرمائی۔

ہر دو مقررین نے حضرت حکیم الاسلامؒ کے فضائل و کمالات سے عوام کو واقف کراتے ہوئے کہا کہ اب ہم مسلم عوام کا یہ فریضہ ہے کہ حضرت قاری صاحب نے اپنے جس مشن کو چھوڑا ہے ہم سب اسکے لئے دامے درمے قدمے سخنے اسکی اعانت و امداد کریں۔

حضرت حکیم الاسلامؒ کے انتقال سے ملت مسلمہ کا جو نقصان عظیم ہوا ہے اسکی تلافی کیلئے خداوند قدوس سے دعا کریں نیز یہ بھی دعا کریں کہ خداوند تعالی حضرت حکیم الاسلام کی مغفرت فرما کر درجات عالیہ سے سرفراز فرمائے۔

جمعیۃ علماء مہاراشٹر نیز ممبئی شہر اور مضافات شہر ممبئی کے تمام مسلمان حضرت مرحوم کے پسماندگان بالخصوص صاحبزادگان محترم کی خدمت میں تعزیت پیش کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالی آپ حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

آفس انچارج شاکر صدیقی جمعیۃ علماء مہاراشٹر ابراہیمؒ روڈ وزیر بلڈنگ بھنڈی بازار ممبئی

محترم جناب حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مدظلہٗ تسلیم

محترم المقام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ دامت برکاتہم کے انتقال پر ملال کی خبر آج صبح میں ہوئی رنج وغم کا عالم چھا گیا انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالی اپنے پاک بندہ کو اپنے آغوش میں لے لے اور غریق رحمت فرماوے موت ایک زندگی ہے ہم سب کو ایک روز جانا ہے آپ کو اور گھر والوں کو صبر جمیل عطا فرماوے

فقط والسلام

آپکا یوسف پارکھیتی فاضل دیو بند

جنرل سکریٹری الجامعۃ الاسلامیہ ایجوکیشن ٹرسٹ بھروچ گجرات (الہند)

نوٹ! چند دنوں میں دہلی کام کیلئے آ رہا ہوں اس وقت حاضر خدمت ہونگا امور لائقہ سے مطلع فرمائیں۔

برادر محترم جناب مولانا محمد اسلم رمزی قاسمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۱۷/ جولائی ۸۳/ عیسوی کو عید کے بعد میں مراد آباد سے دہلی واپس پہنچا تو سہ پہر میں حضرت مہتمم صاحب مرحوم ومغفور کی وفات حسرت آیات کی خبر ملی، دل میں فوراً یہی خیال آیا، افسوس یہ ایک عالم دین کی یا ایک بزرگ کے وصال کی اطلاع نہیں ہے بلکہ ہندوستان، ایشیاء اور عالم اسلام کے ایک لاثانی مقرر کی رحلت کی خبر ہے جس کے بعد اب ایشیاء ایک متبحر عالم ایک بے مثال خطیب اور حکیم الامت سے یکسر خالی ہو چکا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دار العلوم کو جو شہرت اور عظمت حضرت مہتمم صاحبؒ سے حاصل ہوئی وہ اس سے قبل کبھی بھی نہ تھی۔ آج حضرت مرحوم کی رحلت سے صرف آپ لوگ ایک مشفق باپ کی سرپرستی سے محروم نہیں ہوئے ہم سب ہی اپنے روحانی مربی سے محروم ہوگئے ہیں۔ مگر یہ دن تو سب کے لئے ہے اللہ تعالی ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور

حضرت مرحوم کا نعم البدل عطا فرمائے۔

برادر بزرگوار حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب کی خدمت میں بھی عریضہ ارسال کررہا ہوں ۔اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس جانکاہ حادثہ سے جو ہم سب کا ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے وہ سب ہی کے لئے ایک دوسرے سے تعزیت کرنے کا متقاضی ہے۔ اللہ تعالی مرحوم ومغفور کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرے۔ آمین

فقط والسلام

نیازمند

بدرالدین لکچرار عربی جامعہ ملیہ جامعہ نگر نئی دہلی

مکرمی جناب حضرت مولانا سالم صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعدہٗ! جس وقت آل انڈیا ریڈیو سے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدت فیوضکم کے سانحہ عظیمہ کا اعلان کیا گیا ہے سنتے ہی دل ودماغ بے باختہ ہوگئے موصوف نے عرصہ دراز تک دارالعلوم دیوبند کی خدمت کی آپکے لاکھوں شاگرد پورے عالم میں پھیلے ہوئے ہیں علم وتقویٰ ختم ہوگیا دین کا ایک اور چراغ بجھ گیا خداوند قدوس پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے اور قاری صاحب کی قبر کو نور سے بھردے آمین ثم آمین

خادم الشرع

قاضی محمد عطاء الدین مرگھے چیف قاضی ممبئی عظمیٰ

بخدمت حضرت المحترم زیدمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ دیگر حضرت حکیم الاسلامؒ کے انتقال پرملال پر جمعہ کی نماز سے قبل مسجد چوک پرنام بمبئی ضلع شمالی آرکاٹ میں احقر یہ مضمون سنایا تھا احباب کا

تقاضا ہوا کہ اس مضمون کو نقل کر کے آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا جائے۔(نماز جمعہ کے بعد حضرتؒ کے لئے مغفرت ورفع درجات کیلئے دعا کی گئی)۔

یہ خبر نہایت رنج وغم کے ساتھ پرسوں آل انڈیا ریڈیو میں سنی گئی کہ دنیائے اسلام کی مشہور ومعروف ہستی حضرت فخر الاماثل حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ نے چھیاسی سال کی عمر میں دار دنیا سے دار آخرت کی طرف رحلت فرمائی اور وابستگان کو غم واندوہ میں تڑپتا ہوا چھوڑ کر اپنے مقام کریم میں جا داخل ہوئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون،آپ ایشیاء کے سب سے بڑے جامعہ دار العلوم دیوبند کے ۵۲ سال مہتمم رہے۔جماعت دیوبند کے عظیم رہنما اور اس کی سوا سو سالہ تاریخ کی اس صدی میں آپ آخری کڑی تھے۔

آپ کی روحانی توجہات کے ذریعہ ملک اور ملک سے باہر ہزاروں علماء اس علمی امانت کے امین بن گئے جو اس مرکز علم وفن یعنی درالعلوم دیوبند سے آپ کی بدولت نشر ہوتی رہی آپ اپنے اساتذہ وشیوخ کے ابتداء ہی سے معتمد علیہ اور مرکز توجہ رہے اور انکے تمام اکابر وشیوخ انھیں اطمینان واعتماد اور امید بھری نگاہوں سے دیکھتے رہے اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ مختلف ماہر فن اساتذہ وشیوخ کی علمی وعملی یادگار تھے قرآن وحدیث تفسیر وادب منطق وفلسفہ کی مہارت وحذاقت آپ کے قول وفعل سے نمایاں رہتی تھی۔فن حدیث میں اپنے استاذ محدث عصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کا رنگ پوری طرح غالب رہا تو تفسیر وادب اور فن خطابت میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی اسی طرح اسرار وحکم اور رموز ومعارف بیان کرنے میں اپنے شیخ حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا انداز اپنے اندر خوب جزب فرمایا تھا ایک طرف وہ اپنے جد امجد حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے علوم وفلسفہ کے علمبر دار تھے تو دوسری طرف اپنے استاذ حضرت شیخ الہند کی سی جامعیت بھی اپنے اندر رکھتے تھے اس موقعہ پر شیخ الہند کے چند اشعار کو تبدیلی کے ساتھ سنانے کو جی چاہتا ہے۔

ابن عربی وغزالی وجنید ونعمان
مسند علم وعمل جن پے تھے نازاں دونوں
یہی حسرت تھی کہ افسوس نہ دیکھا انکو
یار دمساز سے محرمی وحرماں دونوں
نجد بھی دیکھ لے دیدار محمد طیب
دل سے بس محو ہوئے حسرت وارماں دونوں

حضرت حکیم الاسلام کا فیضان نہ صرف ہندوستان کی چہار دیواری تک محدود رہا بلکہ پورے ایشیاء اور یورپ تک پہنچتا رہا حضرت ممدوح کی وفات اس پندرھویں صدی کا سب سے بڑا سانحہ اور عظیم علمی نقصان ہے جس کی تلافی بظاہر مشکل ہے۔ جامع ہستیاں دیر سے بنتی ہیں اور اٹھ جاتی ہیں تو انکی جگہ مدت تک خالی پڑی رہتی ہے۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدور پیدا

حضرت حکیم الاسلام کا ہمارے اس شہر پیارم بٹ سے جو تعلق تھا وہ سب پر واضح ہے بارہا تشریف لا چکے ہیں انکے بیانات اور فیوض و برکات سے سارا شہر مستفیض ہوتا تھا خود حکیم الاسلام کو ہماری اس بستی سے خاص انس تھا جس کو انھوں نے بارہا ظاہر فرمایا ہے کہ مجھے اس بستی پیارم بٹ نے کسی قسم کی اجنبیت محسوس نہیں ہوتی بلکہ یہاں آکر محسوس ہوتا ہے کہ میں اپنے وطن دیوبند ہی میں قیام پذیر ہوں۔ غرض کہ حضرتؒ کی وفات عالم اسلام کیلئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔

حضرت حکیم الاسلام کو عمر کے آخری حصہ میں جن ناسازگار حالات کا سامنا کرنا پڑا اور لوگ انھیں طعن وتشنیع کرنے پر کوئی کسر باقی نہیں رکھے یہ کوئی تعجب کا مقام نہیں ہے زمانہ سلف میں بھی اکثر علماء کے ساتھ یہی رویہ اختیار کیا گیا اس سے انکی ذات گرامی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جس میں علماء سے عداوت نہ کی گئی ہو انکی اہانتیں نہ ہوئی ہوں علماء امت نے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے علامات قیامت میں علماء

کی اہانت کو شمار کیا ہے چنانچہ الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جس میں علماء کو کتوں کی طرح قتل کیا جائیگا انکی توہین کی جائے گی ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آنے والا ہے کہ علماء کو موت سونے سے زیادہ محبوب ہوگی حالات زمانہ کی ناسازگاری کے سبب سے ایک اور حدیث میں ہے اگر سچا مومن گوہ پھوڑ کے سوراخ میں داخل ہو جائے وہاں بھی کسی شخص کو مسلط کر دیا جائے گا جو اس کو اذیت پہنچائے۔ اس لئے اہل اللہ اور علماء کی اہانت دینداروں پر گالی گلوج سبھی کچھ قیامت کے قریب ہو کر رہے گا جتنا کچھ ہو رہا ہے اس سے زیادہ ہوگا علماء و مشائخ کا کیا ذکر جبکہ آج کل صحابہ کرام کی توہین کی جاتی ہے جس صحابی کی شان میں جو چاہا کہہ ڈالا نہ کوئی پوچھنے والا ہے نہ روکنے والا ہے حالانکہ حدیث میں ہے اللہ اللہ فی اصحابی لاتتخذوھم غرضاً من بعدی، اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے معاملے میں میرے بعد انکو طعن و تشنیع کا نشانہ مت بناؤ کیونکہ جس شخص نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے انکو ایذاء پہنچائی اس نے مجھے ایذاء پہنچائی جس نے مجھے ایذاء دی اس نے اللہ کو ایذاء دی اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو میرے صحابہ کو گالیاں دے اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے جب یہ سب چیزیں آج کل کثرت سے جاری ہیں اور ایسے حالات میں اگر دین کو یا علم و علماء کو برا بھلا کہا جائے یا برا سمجھا جائے تو کیا بعید ہے۔ انکے علاوہ قانون الٰہی کا مقتضاء بھی ہے کہ علماء ہوں یا مشائخ کیلئے سب وشتم بھی ایک قدیمی معمول ہے کوئی زمانہ بھی اس سے خالی نہیں گزرا۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ان حقاً علی اللہ ان لایرفع شیاً من امر الدنیا الا وضعہ۔ اللہ کی یہی عادت ہے کہ دنیا کی جس چیز کو بلند کرتے ہیں اسکو پست بھی کر دیتے ہیں جب معاملہ ایسا ہے تو اگر کسی عالم سے کچھ لغزش ہو جائے تو انکے معاملہ کو اللہ کے حوالے کرنا چاہئے انکی غیبت کرنا انکی اہانت کرنا یہ عذاب الٰہی کا پیش خیمہ ہے شیخ ابو القاسم

عسا کر فرماتے ہیں اے میرے بھائی ایک بات سن لے حق تعالی مجھے اور تجھے اپنی رضا کے اسباب کی توفیق عطا فرمائے اور ہم کو ان لوگوں میں داخل فرمائے جو اس سے ڈرنے والے ہوں یہ بات سن لے علماء کے گوشت (یعنی انکی غیبت کرنا) نہایت زہر ہے یہی جو بھی اسے کھائیگا وہ کبھی نہیں پنپے گا۔

انکی شان میں گستاخی کرنے والوں کی پردہ دری میں اللہ کی عادت سب کو معلوم ہے جو شخص انکے عیب لگانے میں لب کشائی کرتا ہے اسکے مرنے سے پہلے حق تعالی شانہ اسکے دل کو مردہ بنادیتے ہیں۔علامہ عبد الوہاب شعرانی جو اکابر صوفیاء میں سے ہیں انھوں نے ایک کتاب عہد محمدیہ میں لکھی ہے کہ ہم لوگوں سے نبی کریم ﷺ کی طرف سے یہ عام عہد لیا گیا ہے کہ ہم علماء کی اور صلحاء اور اکابر کی تعظیم کیا کریں چاہے وہ خود اپنے علم پر عمل نہ کیا کریں اور ہم لوگ انکے حقوق واجبہ کو پورے کرتے رہیں اور انکے ذاتی معاملہ کو اللہ کے سپرد کریں جو شخص انکے حقوق واجبہ اکرام و تعظیم میں کوتاہی کرتا ہے وہ اللہ اور رسول کے ساتھ خیانت کرتا ہے۔

غرض کہ کسی ایک جانب اگر غلطی ہے تو کیا اسکا مقتضی یہ ہے کہ انکے سارے دینی کمالات اور عمر بھر کی دینی خدمات سے آنکھیں بند کرلی جائیں اس بارے میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وصیت قابل عمل ہے انھوں نے ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے خدا ان پر رحمت نازل کرے کس قدر نفیس بات کہی۔سنن ابوداؤد میں کتاب السنۃ میں منقول ہے کہ۔واحذرکم زیغه الحکیم فان الشیطان قد یقول کلمة الضلالة علی لسان الحکیم قد یقول المنافق کلمة الحق ۔الخ میں تمھیں حکیم (دانشمندی کی کنجی سے ڈراتا ہوں کہ شیطان کبھی ناحق بات عقلمندی کی زبان سے کہدیتا ہے کبھی منافق بھی حق بات کہہ دیتا ہے۔شاگرد نے عرض کیا اللہ آپ پر رحم کرے جب ایسا ہے تو مجھے کس طرح معلوم ہوگا کہ حق کیا ہے اور گمراہی کیا ہے؟

معاذ رضی اللہ تعالی عنہ نے ارشاد فرمایا۔ہاں عقلمندی کی ایسی باتوں سے پرہیز کرو

جن کے متعلق یہ کہا جائے یہ کیا ہو گیا؟ یہ کیسے کہہ دیا اور اسکا خیال رکھا جائے کہ اتنی سی بات کے سبب سے اس عقلمندی سے روگرداں نہ ہو جانا بہت ممکن ہے کہ وہ حق کی طرف رجوع کر لے محض ایک آدھ بات کی وجہ سے غیر معتقد نہیں ہو جانا چاہئے اور اس سے علیحدہ ہو کر اس کے حق میں بدگوئی بدزبانی اختیار نہ کرے بہت ممکن ہے کہ وہ اپنی بات سے رجوع کر لے اور تم مخالفت کر کے ہمیشہ کیلئے اس سے چھوٹ ہی جاؤ گے اور جب وہ دنیا سے رخصت ہو جائے تو اس سے معافی کی بھی نوبت نہ آنے پائے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص کسی مسلمان کو اذیت پہنچائے وہ مجھ کو اذیت پہنچاتا ہے جو مجھے اذیت پہنچاتا ہے وہ اللہ کو اذیت پہنچاتا ہے دیکھئے کتنی سخت بات ہے کہ جب عام مسلمان کا یہ حکم ہے تو علماء و مشائخ کو اذیت پہنچانا جو کہ حقیقی معنوں میں مسلمان ہیں کتنا سخت ہو گا۔

طبقات الکبریٰ یہ شیخ ابوالحسن شاذیؒ جو اکابر صوفیہ اور مشہور ائمہ تصوف ہیں فرماتے ہیں اللہ والوں کو اور علماء کو ہمیشہ جھگڑالو، لوگوں کے ساتھ ہمیشہ سے ابتلاء رہا ہے ان میں بعض لوگ وہ ہیں جو علماء اور اولیاء کا اعتقاد تو ظاہر کرتے ہیں لیکن خاص عالم یا شیخ کی نسبت یہ کہکر انکار کرتے ہیں یہ کیسے عالم ہیں یہ کیسے ولی ہو سکتے ہیں حالانکہ جو شخص خود عالم وولایت سے ناواقف ہے وہ کیسے انکار کر سکتا ہے بعض مشائخ لوگوں کی نگاہ سے اس وجہ سے مستور ہوتے ہیں کہ وہ مالداروں اور امیروں سے ملتے جلتے ہیں اور ان لوگوں کو اعتراض کا موقع ملتا ہے کہ اگر یہ اللہ والا ہوتا تو الگ تھلگ کونے میں بیٹھ کر علم وعبادت میں مشغول ہوتا لیکن یہ اعتراض کرنیوالا اپنے دین کی حفاظت کرتا تو یہ بھی غور کرتا کہ یہ مالداروں سے ملنے والا شخص اپنی ذات کے لئے مل رہا ہے یا کسی دینی غرض اور دین کے فائدے کے لئے یا مسلمانوں کی کسی بہبود کیلئے اور ان سے کسی نقصان کو دور کرنے کیلئے مل رہا ہے حالانکہ ایسے فائدوں کی خاطر ان لوگوں سے ملنا واجب ہو جاتا ہے مالداروں سے علیحدگی اختیار کرنا حرام بنجاتا ہے۔ اللہ مسلمانوں کو نیک توفیق عطا فرمائے۔

اب دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت حکیم الاسلامؒ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کی قبر کو انوار سے منور کردے۔

بندہ محمد ایوب غفرلہٗ
ناظم مدرسہ عربیہ دارالعلوم پیارم بٹ
ضلع شمالی ارکاٹ مدراس

اساتذہ اہل عملہ وطلبہ اسلامیہ انٹر کالج سہارنپور کا یہ تعزیتی جلسہ عالم اسلام کے نامور عالم دین اور مفکر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے انتقال پر ملال پر اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔ مرحوم اس درجہ کی شخصیتوں میں سے تھے جو کمیاب ہوتے ہیں اور اپنی ہستی سے دنیا کو منور کرتے ہیں۔ علوم اسلامی پر آپ حکیمانہ نظر رکھتے تھے دارالعلوم دیوبند سے جو بین الاقوامی شہرت کا دینی ادارہ ہے آپ تقریباً ساٹھ سال تک بحیثیت مہتمم منسلک رہے اور نہایت خوش اسلوبی کیساتھ اپنے فرائض منصبی کو ادا کیا جسکی وجہ سے اس ادارہ کا وقار عام طور سے تمام عالم اسلام میں اور خصوصاً مسلمانان ہند کی نظر میں مزید اونچا ہوگیا۔ روحانی اعتبار سے آپ ایک عظیم مرتبہ پر فائز تھے۔ حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز کے بلند پایہ خلفاء میں سے تھے اور اس اعتبار سے آپکی ظاہری اور باطنی خوبیاں یکجا تھیں آپ کے انتقال سے ایک ایسا خلا پیدا ہوا ہے جسکا پر ہونا نہایت مشکل ہے۔

ہم سب اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ وہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب فرمائے اور ملک وملت کو نعم البدل عطاء فرمائے۔ آمین ایصال ثواب کے بعد کالج بند کردیا گیا۔ طے پایا کہ اس تجویز کی نقول مرحوم کے صاحبزادے محترم

مولانا محمد سالم صاحب کو اور اخبارات کو ارسال کی جائیں۔

شرکاءغم

اساتذہ اہل عملہ

طلبہ اسلامیہ انٹر کالج سہارنپور

ناصر علی پرنسپل اسلامیہ انٹر کالج سہارنپور

محترمی ومکرمی حضرت مولانا محمد سالم صاحب دامت فیوضکم

مہتمم دار العلوم وقف جامع مسجد دیوبند

سلام مسنون!

۱۸/ جولائی کو ریڈیو اور اخبارات کے ذریعہ برکت العصر فخر الاماثل بقیۃ السلف حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کی المناک خبر ملی، ہر شخص غم میں ڈوبا ہوا نظر آنے لگا، مرحوم کا سانحہ ارتحال کسی ایک خاندان اور گھرانے کا صدمہ نہیں ہے بلکہ پوری مسلم قوم کا صدمہ ہے ایک عالم کی موت عالم کی موت ہے خداوند قدوس نے مغفور کو جن کمالات اور خصوصیات سے نوازا تھا ایسی ہستیاں قرنوں میں پیدا ہوتی ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدور پیدا

مرحوم نے زندگی بھر اسلام کی جس حکیمانہ انداز میں ترجمانی فرمائی اور دار العلوم جیسے دینی ادارے کی جو نصف صدی سے زیادہ خدمت کی اسکا حقیقی صلہ دنیا کیا دے گی اسکا صلہ تو خداوند قدوس ہی عطا فرمائینگے۔ انشاء اللہ۔

ہم اس موقع پر آپ کو کیا تسلی دیں درحقیقت آج ہر دیندار مسلمان انکی جدائی پر تسلی کا محتاج ہے اللہ تعالی ہم سبکو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اعلی مراتب سے نوازے

دارالعلوم فلاح دارین کے طلبہ، مدرسین وکارکنان نے مدرسہ کھلتے ہی آج قرآن مجید پڑھکر ایصال ثواب کیا اور تعزیتی تجویز پاس کی اور دعائے مغفرت مانگی، مرحوم کو دارالعلوم فلاح دارین کے ساتھ خصوصی لگاؤ اور محبت تھی اسکو کبھی بھلایا نہیں جاسکتا۔

ہم اس موقع پر آپکے غم میں برابر کے شریک ہیں ہماری طرف سے اپنے سب ہی بھائی بہنوں کی تعزیت کرنے کی درخواست ہے۔

ترکیسر کی جامع مسجد میں عام شہریوں کی طرف سے بھی ایک تعزیتی اجلاس کیا گیا اور دعائے مغفرت کی گئی۔

والسلام

منجانب ذوالفقار احمد غفرلہ

مہتمم دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر ضلع سورت گجرات (الہند)

۲۵/ جولائی ۱۹۸۳ء

محترم المقام حضرت مولانا محمد سالم صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱۷/ جولائی ۱۹۸۳ء کو دوپہر میں یہ خبر پورے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ حضرت مہتمم صاحب کا وصال ہوگیا، اناللہ الخ ہمارے شہر میں ہر کس وناکس کا چہرہ مغموم ہی نظر آتا تھا۔

نورانی مسجد میں ایصال ثواب کیلئے شہریوں کی جانب سے قرآن خوانی وجلسہ تعزیت کا بندوبست کیا گیا تھا حضرتؒ کے مداحوں سے مسجد پُر تھی۔ ہمارے شہر میں ابھی تک دفعہ ۱۴۴ لگی ہوئی ہے جلسوں پر پابندی رہتی ہے۔

حضرت مہتمم صاحبؒ کی ممتاز دینی خدمات نصف صدی سے زائد عرصہ پر محیط ہیں آپؒ اس دور زوال میں علمائے سلف کے جانشین اتقیاء واولیاء کے سرتاج تھے۔ انکی زریں خدمات کو دنیائے عالم خصوصاً اور عالم اسلام عموماً کبھی فراموش نہیں کرسکتے۔

محترم! آپ ہی نہیں میں ہی نہیں بلکہ ساری ملت مغموم ہے ہم اراکین بزم طیب اراکین انجم کلب اس صدمہ وافسوس میں برابر کے شریک ہیں ۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالی قاری صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور تمام ہی متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین

فقط والسلام

عبدالستار نور محمد

آخری گلی نیا پورہ مالیگاؤں

محترم المقام زیدت معالیکم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ کرے کہ مزاج شریف بہر در پر سکون ہوں۔

مؤرخہ ۱۷/ جولائی ۱۹۸۳ء کو بذریعہ ریڈیو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کی وفات حسرت آیات کی ناگاہ اطلاع جانکاہ ملی، جس سے قلب وجگر کو صدمہ عظیم پہنچا۔ اور انا للہ الخ پڑھتے ہوئے جامعہ عربیہ اشرفیہ نیا بھوج پور اور قصبہ کی جامع مسجد میں ایصال ثواب اور دعا مغفرت کا اہتمام وانتظام کیا گیا۔

حضرت قاری صاحبؒ کی ناگاہ وفات بلاشبہ پوری دنیائے انسانیت کیلئے ایک سخت حادثہ فاجعہ ہے جنکی خالی جگہ پر کرنا دشوار ترین ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ جنکی قابل قدر بے پناہ صلاحیتیں پون صدی سے اپنی عظیم علمی، ادبی، فکری، اسلامی نشو نما کیساتھ ہمیشہ سرگرم عمل رہیں۔ موصوف کی قابلیت کی رفعت مندانہ کیفیات اور قاسمی استدلال کی جولانیاں، نرم ونازک شستہ زبان، معرکۃ الاراء بصیرت افروز بیانات، تصنیف وتالیف کے اندر دریا کوزہ میں بند کرنے کے مرادف لطائف علمیہ سے پوری دنیا متاءثر اور واقف کار ہے ملک وبیرون ملک میں یکساں طور پر موصوف کی مسلمہ جامع شخصیت فقیہہ العصر، جید عالم، فخر الاماثل کی حیثیت سے جانی پہچانی جاتی تھی۔ موصوف کی مقبولیت اور

محبوبیت سے کون ہے جو واقف نہیں۔ ع

خدا رحمت کرے اس صادق پاکیزہ طینت پر

آج پوری امت ماتم کناں ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کے پاس تعزیت نامہ پیش کیا جائے جبکہ پوری امت خود ہی مستحق تعزیت ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کی دینی ملی عمارت جن ستونوں پر قائم ہے حیف ان میں سے سب سے مستحکم اور مضبوط ستون گر گیا۔ اللھم اغفر لہٗ وارحمہٗ وعافہٗ واعف عنہٗ وادخلہٗ الجنۃ واعذہٗ من عذاب القبر ومن عذاب النار۔

دعا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالی جملہ متعلقین اور اعزہ کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

جامعہ عربیہ اشرفیہ نیا بھوج پور آپ تمام کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

والسلام

عبد الجلیل عفی عنہ

نائب مہتمم جامعہ عربیہ اشرفیہ نیا بھوج پور (بہار)

برادر اعظم صاحب سلام مسنون

محترم والد صاحب کے ارتحال کی خبر اچانک ملی، بے حد افسوس وملال ہوا، انکی ذات والا صفات ہم سب کیلئے ایک مشفق، بزرگ اور سرپرست کی تھی۔ اللہ تعالی ان کو عالی درجات سے نوازے آمین، انھوں نے ساری زندگی تبلیغ اسلام اور خدمت دین کا اہم فریضہ انجام دیا عالم اسلام میں انکی عظمت، شہرت اور علمیت ایک مسلمہ حقیقت ہے ساری زندگی تعمیری امور انجام دیتے رہے یقیناً وہ دنیا وآخرت میں کامیاب وکامران رہے آپ کو ان کی جدائی کا جو صدمہ ہوا ہوگا اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے اس غم کے موقع

پر مجھے بھی اپنا شریک غم کرلیں، خدا حافظ۔

والسلام

مخلص احتشام بن حسن

انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مولانا قاری محمد طیب صاحب کے سانحہ ارتحال پر

دار العلوم تاج المساجد بھوپال میں تعزیتی جلسہ اور ایصال ثواب

۱۹/ جولائی ۱۹۸۳ء، عالم اسلام کے ممتاز عالم اور دار العلوم دیوبند کے سابق مہتمم قاری محمد طیب صاحبؒ کے سانحہ وفات پر دار العلوم تاج المساجد بھوپال میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔ جسمیں طلبہ واساتذہ دار العلوم نیز اسٹاف دار العلوم نے شرکت کی، جلسہ میں قاری محمد طیب صاحب کی زندگی اور خدمات کا ذکر کیا گیا، خصوصا دار العلوم دیوبند کے عہدہ اہتمام پر رہتے ہوئے مرحوم نے جو طویل عرصہ تک ناقابل فراموش خدمت کی اسپر روشنی ڈالی گئی۔ قران خوانی کے ذریعہ ایصال ثواب کے بعد مرحوم کی مغفرت اور پسماندگان کیلئے صبر جمیل کی دعا کی گئی۔

نائب مہتمم دار العلوم تاج المساجد بھوپال

مکرمی ومحترمی مولانا محمد سالم صاحب قاسمی رئیس جامعہ دینیات!

ہدیہ خلوص والاحترام

ادارہ آپکے غم میں برابر کا شریک ہے آپ سے گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل مراسلہ کو دیوبند کے کسی مقامی اخبار میں برائے اشاعت دیدیں نوازش ہوگی خدا کرے آپ بخیر ہوں دیگر دیگر کا یہ لاحقہ سے یاد فرما کر مخلص ڈاکٹر شمشاد ادیب

مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ کی وفات پر...... تعزیتی جلسہ

مورخہ ۲۳/ جولائی مدرسہ قائم العلوم متصل شاہی جامع مسجد قصبہ ضلع سلطانپور

چلکانہ ضلع بعد نماز عشاء زیر صدارت ماسٹر محمد افضال صاحب ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا جس میں مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کو خراج عقیدت پیش کیا گیا جلسہ کی شروعات قاری محمد ایوب صاحب واقف خطیب جامع مسجد اور حافظ اسلام الدین صاحب نے تلاوت کلام پاک سے کی قاری محمد ایوب صاحب واقف نے دنیائے اسلام کے نامور عالم دین اور بلند پایہ فکر مولانا کی وفات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ کی وفات سے علمی و دینی حلقوں میں زبردست خلاء پیدا ہوگیا ہے اس کے بعد ڈاکٹر شمشاد ادیب صاحب نے مرحوم کی شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ حضرتؒ جی نہ صرف علم دین کا ایک بلند پایہ ستون تھے بلکہ عالم کی روشنی کا ایک بلند مینار بھی تھے مرحوم ایک صاحب قلم مصنف اور صاحب فکر عالم تھے دارالعلوم سے موصوف کو دلی لگاؤ تھا ساٹھ سال تک آپ نے شب وروز اس ادارے کی خدمت کی آپ قدیم وجدید علوم کے تمام گوشوں سے واقف تھے موصوف نہایت صالح منکسر المزاج صوفیانہ وضع قطع اور بلند اخلاق وعادات کے انسان تھے حضرت جی کے اس اچانک سانحہ ارتحال سے دارالعلوم دیوبند اور عالم اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے آپ نے جس محنت لگن اور خلوص ونیک نیتی کے ساتھ دارالعلوم کو ایک بین الاقوامی ادارہ بنایا مستقبل کا مورخ ہرگز بھی آپ کے اس جذبہ ایثار وخلوص کو فراموش نہیں کرسکتا۔

قاری محمد ایوب صاحب واقف اور مدرسہ قائم العلوم کے طلباء واساتذہ اور حاضرین جلسہ نے ختم شریف اور ایصال ثواب میں انتہائی عقیدت کے ساتھ حصہ لیا اور مدرسہ قائم العلوم ایک روزہ تعطیل کا بھی اعلان کیا گیا۔

اللہ تعالی مرحوم کو بلند مقامات سے نوازے اور دینی وعلمی حلقوں میں جو خلا پیدا ہوا ہے اسے پر فرمادے۔

ایک عالی دماغ تھا نہ رہا ❁ ملک میں اک چراغ تھا نہ رہا

سوگوار احقر عبدالمجید
مہتمم مدرسہ قائم العلوم سلطانپور چلکانہ سہارنپور
۲۶/ جولائی ۱۹۸۳ء

عزیز محترم نور اللہ قلبک وقلوبنا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خیروعافیت طرفین مطلوب امید ہے مزاج بخیر ہوگا گزشتہ کل شام کو بذریعہ ریڈیو والد بزگوار کے انتقال پرملال کی وحشت ناک اطلاع پاکر دلی صدمہ ہوا۔ اناللہ الخ۔ اللہ تعالی کے امر میں کوئی دم زدن مجال نہیں بجز صبر ورضا وتسلیم کے اور کیا ہوسکتا ہے۔ مرحوم سے مخلوق کو جو افادہ استفادہ حاصل ہوا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ ایک مخلوق یتیم ہوچکی آپکی نیک اطوار زندگی علم وعمل صبر واستقلال ہمارے لئے نمونہ ہی نہیں بلکہ باعث فخر رہے گا۔

موت العالم موت العالم کا حقیقی نقشہ آج آنکھوں کے سامنے آگیا۔ آپکے نظم وانتظام درس وتدریس وعظ ونصیحتوں کے دریا آج بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ آپکی زندگی الحمدللہ سراپائے منت تھی آپکے اوصاف حمیدہ پر جس قدر عرض کیا جائے کم ہی کم ہے اللہ کریم مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور ہم پسماندگان خورد وکلاں کو صبر جمیل کی لازوال دولت سے مالا مال فرمائے ہم ادرہ مجلس خدام الدین کے تمامی نفر آپ کے غم میں پورے شریک ہیں وبس۔

والسلام گھر میں سب سے بعد سلام مسنونہ صبر واستقلال ہمت چند حرف میری طرف سے گزارش کردیں۔

عبدالحق غفرلہ
ابوسعد خدام الدین خادم مجلس

مکرم جناب مولانا محمد سالم صاحب و برادران، دیوبند السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے انتقال پر ملال پر اہلیان بھٹکل نہایت محزون ہیں، حضرت قاری صاحبؒ کی وفات حسرت آیات پر جامعہ اسلامیہ بھٹکل نے بھی بڑا درد و تکلیف محسوس کیا یہ خبر آتے ہی پہلے جمعہ کو شہر کی چاروں جامع مسجدوں میں جمعہ کی نماز کے بعد غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی اور عصر بعد جامع مسجد قدیم بھٹکل میں مرحوم کی ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی ہوئی اور دعائیں کی گئیں۔

جامعہ کی مجلس شوریٰ نے جو تجویز تعزیت منظور کیا ہے آپ کی معلومات کیلئے درج ذیل ہے۔

جامعہ اسلامیہ بھٹکل کی مجلس شوریٰ کا یہ اجلاس مفکر اسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے انتقال پر ملال پر اپنے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے حضرت مولاناؒ نصف صدی سے زیادہ کا حصہ اسلام کے ایک زبردست خادم عالم دین کے شیدائی اور ایک مجاہد کی حیثیت سے گذارا، ایشیاء کی سب سے بڑی دینی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند بحیثیت مہتمم کے آپ کا علم آپ کی فراست اور آپ کی خدمت حاصل تھی آپ علم دین کے ایک بے مثال خادم تھے آپ کی ذات گرامی لاکھوں انسانوں کیلئے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنی رہی بھٹکل اور اہلیان بھٹکل سے بھی آپ کا گہرا لگاؤ تھا آپ اپنی زندگی میں دو مرتبہ بھٹکل تشریف لاکر دو ہفتے گزارے ہیں اور آپ کے خیر و برکت علم دین کا پرتو آج بھی بھٹکل میں موجود ہے حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ذات گرامی اور زندگی کیساتھ اسلام کی قدریں اور علم دین کی شمعیں روشن تھیں اللہ مسلمانوں کو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا بدل عطا کرے آمین۔ حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں داخل فرما کر جنت الفردوس کا اعلیٰ مقام عطا فرمائے آپکی لغزشوں کو درگزر فرمائے اور دنیا میں آپ کے فیض کو عام کرے۔

جامعہ کا یہ اجلاس حضرت مولانا مرحوم کے خاندان کے ایک ایک فرد اور دارالعلوم

دیوبند سے اپنی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور یقین دلاتا ہے کہ مولانا مرحوم کے جدائی کے غم میں جامعہ اسلامیہ کا ایک ایک رکن شریک ہے، اللہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے

والسلام

ناظم جامعہ اسلامیہ بھٹکل

آج مورخہ ۱۸/ جولائی کو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی وفات حسرت آیات کی خبر ملی فوراً ہی مدرسہ کی جانب سے قرآن خوانی کا انتظام کیا گیا نیز مندرجہ ذیل تجویز پاس کر کے تعطیل کر دی گئی۔

تجویز: جملہ اساتذہ وطلبا مدرسہ احمدیہ حنفیہ فیض آباد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ وبرد اللہ مضجعہ کی وفات حسرت آیات پر انتہائی محزون ومغموم ہیں آج سارا عالم اس عالم جلیل سے محروم ہو گیا جس کو اللہ رب العزت نے علمی وروحانی دنیا کا ایک پیکر اعظم بنا کر بھیجا تھا جسکی زندگی کا لمحہ لمحہ حیات جاودانی کی دعوت دیتا تھا۔

آپ کی موت، موت العالم موت العالم، کا مصداق ہے حضرت کے اعزہ ومتوسلین ہی تعزیت کے قابل نہیں بلکہ سارا عالم اس قابل ہے کہ اسکی تعزیت کی جائے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے حضرت موصوف کو اپنی رضا کا اعلیٰ سے اعلیٰ مقام جنت الفردوس میں عطا فرمائے اور آپکی قبر پر اپنے کرم کی موسلا دھار بارش برسائیں اور جملہ اعزا ومتوسلین متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور علمی وروحانی دنیا کو موصوف کا نعم البدل مرحمت فرمائیں۔

فیض اللہ غفرلہٗ مہتمم مدرسہ احمدیہ مغل پورہ فیض آباد

مورخہ ۱۸/ جولائی مطابق ۷/ شوال المکرّم

آج مورخہ ۷/شوال المکرم مطابق ۱۸/ جولائی ۱۹۸۳ء کو مدرسہ شمس العلوم کا ایک خصوصی اجلاس طلب کیا گیا جس میں تمام ممبران مجلس شوریٰ واساتذہ کرام نے شرکت فرمائی اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کے سانحہ ارتحال پر ایک تعزیتی قرارداد منظور کی گئی اور بعدہٗ حضرت مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی گئی اور مدرسہ کی تعزیتی تعطیل کی گئی مدرسہ اور اسکے متعلقین اس افسوس ناک سانحہ پر مولانا کے پسماندگان سے پوری دلی ہمدردی کے ساتھ اظہار تعزیت کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور انکے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

عاشق حسین	محمد اقبال	مبارک حسین	محمد رفیق بقلم خود
جمیل احمد	محمد حنیف	محمد صدیق	محمد حسین
محمد ادریس	محمد الیاس	محمد عمر	محمد یوسف قاسمی
عبدالجلیل	حاجی جمیل احمد	محمد یامین قاسمی	محمد اسحاق
حافظ محمد حنیف	محمد ایوب	مولوی ادریس	حاجی جمیل احمد کاشی پوری

مکرم ومحترم زیدت معالیکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اخبارات اور ریڈیو کے ذریعہ حضرت مہتمم صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی وفات حسرت آیات کی خبر پر ہم لوگوں کو قلبی صدمہ ہوا۔ جامعہ فاروقیہ کھلنے پر تمام مدرسین وطلبا نے مجتمع ہو کر ایصال ثواب کیا اور مہتمم صاحب کیلئے دعاء مغفرت کی گئی اور حضرات اساتذہ نے آپ کی خدمات جلیلہ پر خراج عقدت پیش کیا اللہ رب العزت سے ہم دست بدعا ہیں کہ مہتمم صاحب کو جنت الفردوس عطا فرمائے آمین اور پسمانگان متعلقین ومتوسلین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

شبیر احمد قاسمی رصدر المدرسین جامعہ فاروقیہ صبرحد جونپور (یوپی)

آج مورخہ ۲۴/ جولائی ۱۹۸۳ء مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے حال میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے سانحہ ارتحال پر ایک تعزیتی جلسہ زیر صدارت مولانا سید محمد صدرالحق صاحب پرنسپل مدرسہ منعقد ہوا قاری محمد اکرم حسین کی تلاوت کلام پاک سے جلسہ کا آغاز ہوا۔ طلباء میں سے مسٹر ایم فیض، محمد افتخار احمد، محمد طاہر حسین، عبدالحنان جوہر، محمد طیب، اور عبدالباقی نے انکی خدمات پر روشنی ڈالی اور اساتذہ مدرسہ میں سے نمائندہ کی حیثیت مولانا سید محمد معظم حسن قاسمی اور مولانا محمد صدر عالم صاحب نے مولانا قاری محمد طیب صاحب کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو سراہا حسب ذیل تجویز جلسہ میں منظور کی گئی۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کا انتقال ,,موت العالم موت العالم،، کے مصداق ہے انکی وفات کی وجہ سے عالم اسلام میں ایک خلاء پیدا ہو گیا ہے۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند عالم اسلام کے ایک متبحر عالم، مفکر، خطیب، حکیم، عظیم مصنف اور منارہ رشد و ہدایت تھے۔ وہ حضرت نانوتویؒ کے فلسفہ اور حضرت تھانویؒ کے دعوت وارشاد دونوں ہی کے جامع تھے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انھوں نے ازہر الہند دارالعلوم دیوبند کو بام عروج پر پہنچایا۔ یہ انکے دور اہتمام کا روشن کارنامہ ہے۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب جید عالم زہد و تقویٰ اور رشد و ہدایت دونوں ہی کے جامع تھے انکی زندگی مکمل تاریخ ہے وہ تاریخ اسلام میں ایک عظیم شخصیت کے حامل تھے یہی نہیں بلکہ وہ تاریخ عالم اسلام کے ایک گوہر نایاب تھے انکے تذکرہ کے بغیر تاریخ عالم اسلامی کا ایک باب نامکمل ہے دعا ہے اللہ ہمیں بدل عطا کرے اور انکے درجات بلند کرے اور انکے پسماندگان کو صبر جمیل اور ازہر الہند دارالعلوم دیوبند کو رکانت سے محفوظ رکھے اور شب و روز اسکی ترقی عطا کرے۔

آخیر میں دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

اس سے قبل نوری مسجد میں صبح سات بجے سے نو بجے تک قرآن خوانی کی گئی اور ایصال ثواب کیا گیا۔

سید محمد صدر الحق۔ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ

مشرقی یوپی کی مشہور ترین درسگاہ جامعہ مفتاح العلوم مئو کی تاریخی مسجد شاہی کٹرہ کے وسیع صحن میں، جامعہ کے منتظمین و اساتذہ کی طرف سے مورخہ ۹/شوال ۱۴۰۳ھ یوم چہارشنبہ بعد نماز ظہر ایک تعزیتی جلسہ بسلسلہ سانحہ ارتحال حکیم الاسلام الحاج مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند انعقاد پذیر ہوا جلسہ کی صدارت کے فرائض مہتمم جامعہ مفتاح العلوم و سابق وزیر حکومت اتر پردیش عالیجناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نعمانی مدظلہ نے انجام دیئے جلسہ میں جامعہ کے طلباء اساتذہ اور منتظمین کے علاوہ معززین شہر اور دیگر مدارس کے طلباء و اساتذہ نے بھی کثیر تعداد میں شرکت کی اور ایشیاء کی عظیم ترین شہرہ آفاق دینی درسگاہ دارالعلوم کی جامع کمالات عالمی شخصیت حکیم الاسلام جناب الحاج قاری محمد طیب صاحب کے سانحہ ارتحال پر ایسے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا نیز مرحوم کی عدیم المثال دینی و ملی خدمات کو سراہا اور خراج عقیدت پیش کیا۔

اس جلسہ میں مولانا ظہیر الدین صاحب قاسمی استاذ جامعہ نے اپنے تاثرات و جذبات کا اظہار فرماتے ہوئے مرحوم کی زندگی کے مختلف پہلو اور گوناگوں سرگرمیوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ پھر مولانا شمیم صاحب استاذ جامعہ نے مرحوم کی زندگی کے بعض مخفی گوشوں پر روشنی ڈالی بعدہ جناب مولانا شوکت علی صاحب مولوی بدرالدین صاحب مفتاحی و اقبال احمد الاعظمی استاذ جامعہ اور مولانا ضیاء الحسن صاحب ندوی استاذ ندوۃ العلماء لکھنؤ وغیرہم نے اپنے جذبات اور تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کی طویل دینی و ملی خدمات کو سراہا اور آپ کی وفات کو پوری ملت اسلامیہ کیلئے نقصان عظیم قرار دیا جسکی تلافی بظاہر ناممکن ہے۔

جلسہ کی اختتامی تقریر جامعہ کے قدیم استاذ جناب حضرت مولانا احمد اللہ صاحب قاسمی نے فرمائی مولانا موصوف نے تمام حاضرین مجلس سے مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کی درخواست کی نیز مرحوم کے جملہ معتقدین، مریدین، ومتعلقین خصوصا اہل وعیال کیلئے اللہ رب العزت سے صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور مرحوم کو اعلی علیین میں جگہ عنایت فرمانے کی دعا فرمائی اور جلسہ برخاست ہوا۔

مختار احمد مفتاحی

جامعہ مفتاح العلوم (شاہی مسجد)

مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڈھ

محترم المقام حضرت مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون

حضرت حکیم الاسلامؒ کی وفات حسرت آیات ہندوستان کے تمام مسلمانوں کیلئے ایک حادثہ جانکاہ ہے ابتداءً وفات کی خبر پر یقین نہیں آیا مگر بعد میں تصدیق ہوتے ہی تعزیت کا ٹیلی گرام کردیا تھا مدرسہ کھلنے پر جلسہ تعزیت رکھا گیا جس میں ایصال ثواب کیلئے قرآن کی عمومی تلاوت ہوئی اور حضرت کے اوصاف وکمالات اور حیات طیبہ کے بارے میں کچھ عرض کیا گیا اور دعاء مغفرت ورفع درجات پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

دعا ہے کہ خداوند کریم پسماندگان کو صبر جمیل عنایت فرمائے اور بھرپور غیبی نصرت وتائید سے نوازے اور ملت اسلامیہ کے لئے بھی خیر کی صورت پیداء فرمائے آپ سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

اسلام احمد

خادم مدرسہ اسلامیہ عربیہ دار العلوم چھاپی

ضلع بناس کانٹھا شمالی گجرات

محترم ومکرم استاذ حدیث وواعظ وقت حضرت مولانا محمد سالم صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون! خدمت اقدس میں عرض یہ ہے کہ ہم لوگ یہاں پر خیر وعافیت سے ہیں اور آنجناب کے مزاج عالی بھی بخیر ہونگے دیگر عرض یہ ہے کہ چند روز پہلے ہم کو ایک خبر نے بے انتہا حسرت میں ڈالدیا اور افسوس اور غموں کے دریا میں ڈبودیا اور وہ خبر ہے حکیم الاسلام فخر الاماثل مہتمم دارالعلوم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کا اس درفانی سے دار بقاء کی جانب تشریف لے جانا اور انکے اس دنیا سے تشریف لیجانے سے سارے عالم کے احساس رکھنے والے انسانوں کو افسوس ہوا ہوگا کیونکہ حضرت کی خدمت اور حضرت کا فیض شرق وغرب میں پھیلا ہوا ہے اس خبر سے ہم کو بھی بہت زیادہ افسوس ہوا اور ہم مدرسہ سراج العلوم کے اراکین وطلباء نے مل کر ختم کلام پاک کر کے ایصال ثواب کیا اور دعا کی کہ خدا موصوف کی قبر کو نور سے منور فرمائے اور موصوف کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

موسیٰ آدم ایسات مہتمم مدرسہ سراج العلوم مقام مٹواڑ
پوسٹ کھاریل وایا نوساری ضلع بلساڑ گجرات

مکرم ومحترم جناب حضرت مولانا سالم صاحب دامت فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی۔ کل بعد نماز ظہر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ وبرد اللہ مضجعہ کی وفات حسرت آیات کی خبر ملی۔ فوراً ہی طلباء اور اساتذہ اور شہری حضرات نے مل کر قرآن کریم کی تلاوت کے بعد ایصال ثواب کیا اور حضرت مولانا عبد الجبار صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مدرسہ شاہی نے حضرت والد کے مختصر حالات وکمالات بیان کئے اسکے بعد دعاء مغفرت کی گئی اور اعلان کیا گیا کہ کل صبح آٹھ بجے قرآن خوانی کے بعد

ایصال ثواب کیا جائے گا اور جلسہ تعزیت ہوگا چنانچہ آج وقت مقررہ پر تلاوت کے بعد ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کی گئی اور جلسہ تعزیت ہوا یہ حادثہ آپ اور ہم سب متوسلین کے لئے بڑا ہے اللہ تعالی آپ اور ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت موصوف کو اعلی علیین میں جگہ نصیب فرمائے دعوات صالحہ میں فراموش نہ فرمائیں۔

والسلام

محمد عمر عفی عنہ نائب مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

لائنس کلب دیوبند کے سبھی اراکین کو حضرت قاری محمد طیب صاحب کے اچانک وصال سے انتہائی صدمہ پہنچا ہے انکے اس ناگہانی حادثہ وفات سے اس ملک کو جو نقصان پہنچا ہے صدیوں تک اسکی تلافی نہیں ہو سکے گی اور معاشرہ انکے کارناموں کو صدیوں تک یاد رکھے گا ہم سب اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ انکو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے نیز انکے پسماندگان کو اس صدمے کو برداشت کرنے کی قوت عطا کرے۔

لائن آدیش کمار جین۔لائنس کلب دیوبند

بنارس ۱۸/ جولائی آج بعد نماز عشاء محمود منزل مدن پورہ میں انجمن محمود المدارس (جامعہ اسلامیہ) مدن پورہ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے جلسہ میں حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب قاسمیؒ کی وفات پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے مختلف مقررین نے موصوف کی تبحر علمی ذکاوت وذہانت تقویٰ وطہارت تواضع وانکساری اور تقریر وتحریر نیز درس وتدریس کے ذریعہ دین وملت کی خدمات کا ذکر جمیل کیا اور انکو خراج عقدت پیش کیا۔

جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا اور اختتام دعائے مغفرت اور ایصال ثواب پر، آخر میں ایک تعزیتی تجویز پیش کی گئی جو بالاتفاق منظور ہوئی۔

تجویز کا متن درج ذیل ہے۔

تجویز انجمن محمود المدارس (جامعہ اسلامیہ) مدن پورہ وارانسی کا یہ تعزیتی جلسہ حضرت حکیم السلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ کے سانحہ ارتحال پر اپنے قلبی غمناک تائثر کا اظہار کرتا ہے۔

جلسہ حضرت مرحوم کی طویل ترین دینی ملی خدمات کا بالعموم اور دارالعلوم دیوبند کے مسند اہتمام کے تعلق سے موصوف کی نمایا کارکردگی کا بالخصوص اعتراف کرتا ہے،

جلسہ موصوف کے انتقال کو پوری ملت اسلامیہ ہند وپاک کے لئے اور خصوصا متعلقین دارالعلوم دیوبند کے لئے عظیم اور نا قابل تلافی سانحہ قرار دیتا ہے۔

یہ جلسہ مرحوم کے جملہ اہل خانہ متعلقین منتسبین اور تلامذہ کی خدمت میں جذبات تعزیت پیش کرتا ہے اور بارگاہ رب العزت میں دست بدعاہیکہ مولائے کریم مرحوم کو انکی خدمات کا اجر جذیل مرحمت فرمائے اور خصوصی رحمت اور مغفرت سے نوازے۔

مرسلہ

ابو قاسم نعمانی غفرلہ

جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس الہند

جامعہ عربیہ نور الاسلام میرٹھ میں حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب کی وفات پر یہ تعزیت نامہ ۲۴/ جولائی ۱۹۸۳ء بروز جمعہ جامعہ عربیہ نور الاسلام میرٹھ میں ایک عظیم الشان جلسہ تعزیت بروفات حضرت حکیم الاسلام خلیفہ حضرت حکیم الامت منعقد ہوا جس میں شہر کے علماء عمائدین نے خصوصی طور پر شرکت فرما کر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا اور ساتھ ہی ایک تجویز تعزیت پاس کی گئی۔

مسلمانان میرٹھ کا یہ جلسہ عام حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب کے سانحہ ارتحال پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے نا صرف ملک بلکہ تمام عالم

اسلام کے لئے ناقابل تلافی نقصان تصور کرتا ہے حضرت حکیم الاسلام کی شخصیت اسلاف اور بزرگان کرام کا آخری نور تھی علم ومعرفت کا روشن ستارہ تھا جو ۱۷/ جولائی ۱۹۸۳ء ۱۱/ بجے دن دیوبند میں ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا لاکھوں سوگواروں نے نماز جنازہ میں شرکت کی یہ جلسہ محسوس کرتا ہے کہ حضرتؒ نے علم ومعرفت کے جونشانات چھوڑے ہیں اہل دنیا ان سے برابر فیض حاصل کرتے رہیں گے نیز یہ جلسہ حضرت مولانا محمد سالم صاحب مدظلہٗ ومولانا محمد اسلم صاحب ومحمد اعظم صاحب صاحبزادگان حضرت حکیم الاسلام کے لئے دعاگو ہے کہ اللہ تعالی انکو صبر جمیل عطافرمائے اور بارگاہ الہی میں دست بدعا ہے کہ حضرتؒ کی روح کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطافرمائے اور تمام پسماندگان خلفائے معتقدین منتسبین کو انکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطافرمائے۔ آمین

سوگوار عبدالعزیز القاسمی مدرس جامعہ نورالاسلام شاہ پیر میرٹھ

عیدالفطر کی تعطیل کے بعد مدرسہ کھلنے پر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کی اچانک وفات پر قرآن خوانی اور ایصال ثواب کیا گیا اس موقعہ پر طلبا ومدرسین کے علاوہ عہدےداران وبستی کے دیگر افراد بھی شریک تھے صدر مدرس صاحب نے دعا کرائی اور فرمایا کہ حضرت قاری صاحب کی وفات سے ملک میں جو خلا پیدا ہوگیا ہے اسکی تلافی ناممکن ہے دیگر حضرات نے فرمایا کہ ہم متعلقین کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں اور اپنے گہرے رنج والم کا اظہار کرتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہیں کہ خدا مرحوم کو جنت میں اعلی مرتبہ عطافرمائے اور متعلقین کو صبر جمیل۔

فقط

مہتمم مدرسہ شمس العلوم ہرسواڑہ نجیب آباد ضلع بجنور یوپی

محترم المقام مولانا محمد سالم صاحب مدفیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

روزنامہ قومی آواز ۱۸/ جولائی کے شمارہ میں حکیم الاسلام حضرت الحاج قاری محمد طیب صاحب مرحوم کے سانحہ ارتحال کی خبر پڑھی جس سے بڑا رنج ہوا۔ حضرت مرحوم کی وفات تنہا ایک فرد کی وفات نہیں ہے بلکہ عالم کی وفات ہے حضرت کے وصال سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے اسکو عالمی سطح پر محسوس کیا جائے گا۔ حضرت مرحوم نے اپنی زندگی میں بے شمار دینی خدمات انجام دیں ہیں دارالعلوم دیوبند کے نصف صدی کے اہتمام میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں دارلعلوم کو ایشیا کا مرکزی ادارہ ہونے کا شرف آپ ہی کے دور اہتمام میں ہوا ہے دارالعلوم آپکی زندۂ جاوید یادگار ہے یہاں مدرسہ میں وصال کی خبر پاتے ہی ایصال ثواب کا اہتمام کرایا گیا اور مجلس تعزیت میں اساتذہ مدرسہ نے حضرت کی وفات پر گہرے رنج والم کا اظہار کیا اور آپ کی وفات کو عالمی نقصان قرار دیا اور دعا کی گئی کہ باری عزاسمہٗ مرحوم کو اپنا قرب خاص عطا فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل مرحمت فرمائے۔

شریک غم

احقر عبدالرشید مظاہری

مدرسہ فیضان رحیمی مرزاپور پول ضلع سہارنپور یوپی

عزیز المحترم مخدوم زادہ جناب مولانا محمد سالم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

ووفقتدیاہ کما یحب ویرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس ہفتہ میں شہر سے باہر جنگل میں جہاں مدرسہ کی جانب دارالعلوم تعمیر ہو رہا ہے۔ گیا ہوا تھا۔ واپسی پر حادثہ عظیمہ حضرت محترم مولانا قاری محمد طیب صاحب کی

وفات حسرت آیات کی خبر معلوم ہوئی۔دل ودماغ پرغم کے بادل چھاگئے آنکھوں کے نیچے اندھیرا ہوگیا زبان پر یہ الفاظ جاری ہوگئے۔

کون اب ہم کو بتائے گا رموز دین حق
آہ وہ مرد مجاہد نکتہ داں جاتا رہا

یہ حادثہ ایک گھر ایک خاندان ایک ملک کا حادثہ نہیں بلکہ پوری امت پورے عالم کا حادثہ ہے! ان موت العالم واللہ موت العالم۔ایسی باکمال ہستیاں دیر دیر سے آیا کرتیں ہیں۔

کہیں صدیوں میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

مشیت ایزدی میں صبر کے سوا چارہ نہیں انا للہ وانا الیہ راجعون مولا کی مرضی پر راضی رہنا ہی شایان بندگی ہے اللہ رب العزت حضرتؒ کو بے شمار رحمتوں ومغفرتوں سے نوازے جنت الفردوس میں درجات عالیہ مرحمت فرمائے۔

اور آپ حضرات اور جملہ پسماندگان ہم سب کو صبر جمیل وصراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور انتھک خدمت دین متین کے بارے میں انکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے آمین اس بار چند ماہ قبل جب کانپور تشریف لائے تھے تو غایت محبت کی وجہ سے تشریف لاتے ہی احقر کو یاد فرمایا اور اطلاع فرمائی۔اللہ رب العزت کا ہزار شکر واحسان ہے کہ حضرتؒ کی واپسی تک تقریباً ہر وقت حاضری کا شرف حاصل رہا، اللہ رب العزت اپنے فضل سے حضرت والا کی انتہائی شفقت ومحبت کا اجر عظیم عطا فرمائے اور اس درجہ خدام نوازی کا صلہ جنت الفردوس میں درجات عالیہ سے عطا فرمائے آمین

احقر کی طبیعت بھی بہت مضمحل رہتی ہے۔ضعف زیادہ ہوگیا ہے، چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے میں بہت زحمت ہوتی ہے۔دعائے خیر کا طالب ہے کہ جو انفاس ہیں انمیں اللہ رب العزت اپنی اطاعت وفرمانبرداری اپنے حبیب پاک کی سنتوں کی پیروی میں

گزرواکر خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے ۔مولائے کریم نے پون صدی سے زیادہ موقعہ عنایت فرمایا مگر افسوس کہ اوقات عزیز غفلت میں گذر گئے۔

دردا کہ بجز گناہ نہ کردم کارے

بخشندہ ہر گنہ بیامرز مرا

ہم سب اسی حادثہ عظیمہ کے غم میں تمام اولاد واحفاد واعزا واقربا کے ساتھ تہ دل سے شریک ہیں گھر میں مدرسہ میں ایصال ثواب کیا گیا مسجد چھلی پارلہ میں تلاوت کلام پاک کر کے ایصال ثواب کیا گیا۔اللہ رب العزت اپنے فضل سے قبول فرمائے۔اور حضرتؒ کو مراتب عالیہ عطا فرمائے۔خاندان قاسمی نیز دوسرے خاندانوں میں حضرتؒ کا بدل پید افرما کرامت کے اس نقصان عظیم کی تلافی فرمائے۔آمین! وماذلك على الله بالعزيز۔

گھر کے افراد مدرسہ کے اساتذہ وطلبا سلام مسنون ودرخواست دعا پیش کرتے ہیں اور حضرتؒ کے لئے رفع درجات وپسماندگان کے لئے صبر جمیل وصراط مستقیم پر استقامت کے لئے دعا کرتے ہیں۔

فقط والسلام

دعا گوودعاجو

احقر ظفر الدین عفی عنہ مدرسہ عربیہ قلی بازار کانپور

۱۳/شوال ۱۴۰۳ھ ۲۴/ جولائی ۱۹۸۳ء

آج کا یہ اجتماع حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس اللہ سرہٗ مدیر دار العلوم دیوبند کے سانحہ ارتحال پر اپنے رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔حضرت حکیم الاسلام کی شخصیت نہ صرف ہندوستان کیلئے بلکہ پورے عالم اسلام کیلئے ایک بے بدل سعادت تھی۔

اس پرفتن دور میں حضرت قاری صاحب کی شخصیت امت مسلمہ کیلئے مشعل راہ تھی اور مصلحین ومرشدین کے زمرہ میں قائدانہ حیثیت کی حامل تھی اس کیلئے ایسی جامع

شخصیت کا ہم سے رخصت ہو جانا اس صدی کا عظیم سانحہ ہے اور نا قابل تلافی نقصان مگر حکم الٰہی پر صابر وشاکر رہنا ہمارا ایمان ہے۔

اس سے ہم لوگ ان کے پسماندگان اور متعلقین کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور بارگاہ ایزدی میں دعا گو ہیں کہ اللہ تعالی مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے اور عالم اسلام کو حضرت کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین!

نیاز احمد غفرلہ ناظم مدرسہ عربیہ مصباح العلوم کوپا گنج اعظم گڈھ (یوپی)

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے وصال کی خبر سنکر دلی صدمہ ہوا۔ مرحوم طویل عرصے تک دارالعلوم دیوبند کے مہتمم رہے۔ قوم اور مدرسہ کو تمام زندگی فیضیاب کرتے رہے۔ ہم لوگ ایک جید عالم اور متقی بزرگ کی سرپرستی سے محروم ہو گئے ہیں۔

خدا مرحوم کو جنت کے اعلی درجات سے نوازے پسماندگان اور ساری قوم کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ایصال ثواب کے بعد ادارہ بند کر دیا گیا۔

شریک غم

پرنسپل اور اسٹاف ممبران انڈسٹریل مسلم گرلز انٹر کالج سہارنپور

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کا سانحہ ارتحال

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی وفات حسرت آیات کی خبر بذریعہ آل انڈیا ریڈیو ۶/شوال المکرم ۱۴۰۳ھ بروز یکشنبہ موصول ہوئی جس سے ہم تمام مدرسین وارباب اہتمام کو دلی صدمہ پہنچا۔

قاری صاحب مرحوم کی عالم اسلام میں ایک عظیم شخصیت تھی جو جملہ علوم وفنون

کے اندر یکتائے روزگار تھے، فن خطابت کے بہترین شہسوار تھے، تصنیف وتالیف میں اک اہم مقام رکھتے تھے۔

حضرت مرحوم بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کے پوتے اور مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ کے صاحبزادے تھے۔

حضرت موصوف ۵۸/ برس تک اس عظیم یونورسٹی دارالعلوم دیوبند کے منصب اہتمام پر فائز رہے اور آپ کے دور اہتمام میں دارالعلوم نے ہر اعتبار سے کافی ترقی کی، آپ تقویٰ وطہارت کے پیکر اور پاکیزہ کردار کے مالک تھے۔ آپ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے خلیفہ مجاز تھے۔

حضرت مرحوم تقسیم ہند کے بعد پاکستان جا چکے تھے، لیکن شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی بھرپور کوششوں اور تگ ودو نے آپ کو دوبارہ ہندوستان لاکر دارالعلوم دیوبند کے منصب اہتمام پر فائز کیا۔ حضرت مرحوم نے اپنی عمر کے حصہ میں ایک عظیم کارنامہ انجام دیا جو اجلاس صد سالہ کے نام سے موسوم ہے۔ حضرت والا کی عمر ۸۸ برس تھی۔

ہم تمام لوگ دعا گو ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ حضرت مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرماوے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے آمین۔

(مندرجہ بالا تجویز زیر صدارت حضرت مولانا محمد صفات اللہ صاحب مہتمم مدرسہ مدنی دارالقرآن مئو عمل میں آئی)

مشتاق احمد الاعظمی خادم مدرسہ مدنی دارالقرآن مئو ۲۱ جولائی ۱۹۸۳ء

مخدومی ومکرمی جناب حضرت مولانا محمد سالم صاحب ومحمد اسلم صاحب ومحمد اعظم صاحبان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱۷/ جولائی ہندوستان ریڈیو کے ذریعہ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب

صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر سنکر مبہوت زدہ گیا ایسے وقت میں ایک ولی کامل عالم باعمل کا سایہ امت مسلمہ کے سر سے اٹھ جانا ایک عظیم سانحہ ہے مشیت الٰہی کے سامنے کسی کو چارہ کار نہیں۔ حضرت حکیم الاسلام اپنے رب سے جا ملے اور ہمیں غمگین و بے سہارا چھوڑ گئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

دار العلوم عربیہ اسلامیہ۔ مدرسہ فیض القرآن کھانڈر پھلہ اور جامعہ اسلامیہ ساکر اور شہر کی اکثر مسجدوں میں قرآن خوانی کر کے ایصال ثواب کیا گیا ہم سب اس رنج وغم میں آپ سب کے ساتھ شریک ہیں۔

والسلام

حکیم محمد علی غفرلہ ابن حاجی عبد الغفورؒ دار العلوم العربیہ الاسلامیہ جودھپور (راجستھان)

محترم المقام ولائق صد احترام مولانا محمد سالم صاحب　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ ہر طرح بخیر ہو کر خواہان خیر ہوں۔ حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کے انتقال پر ملال کی خبر پڑھ کر بیحد صدمہ ہوا ہے اور رہے گا۔ حضرت کے انتقال سے دنیا اسلام کے علماء کرام کی صف میں جو خلاء پیدا ہو گیا ہے اس کا پر ہونا مشکل ہے میں میرا مدرسہ اور مدرسہ کے سارے اساتذہ آپ کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اخیر میں اس کے سواء اور کیا لکھوں کہ اللہ رب العزت مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ و مقام عطا فرمائے اور ساتھ ہی ساتھ آپ لوگوں کو صبر جمیل عطا کرے۔ قرآن خوانی جاری ہے اور بخشا جا رہا ہے۔

فقط والسلام

ناظم مسعود عالم مدرسہ تعلیم القرآن محلہ قاضی پور شہر بلیا۔ یوپی

کل من علیها فان ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام

آہ۔ دنیائے اسلام کی مایہ ناز شخصیت سلسلۂ قاسمیہ کی آخری کڑی جلیل القدر جید عالم حضرت شیخ الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب ؒ ناظم اعلیٰ دارالعلوم دیوبند کی وفات حسرت آیات کی خبر ریڈیو سے پاتے ہی مسلمانان قصبہ کوپاگنج بالخصوص متعلقین ومتوسلین پرغم واندوہ کی فضا چھاگئی۔ سوگواری کے عالم میں ہر چہرہ اداس ونمناک نظر آنے لگا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

خطیب اعلیٰ جامع مسجد شاہی کوپاگنج حضرت مولانا نثار احمد صاحب دامت فیوضہم نے پورے قصبہ میں بعد نماز عصر منشی ثناء اللہ صاحب مرحوم والی املی باغ کی بڑی مسجد میں قرآن خوانی وفاتحہ خوانی ہونے کا اعلان کرادیا۔ مسلمانان قصبہ بالخصوص اساتذہ وحفاظ وکارکنان مدرسہ امداد العلوم وجمیع طلبہ جلسہ قرآنی میں جمع ہوکر حضرت والا موصوف مرحوم کے ایصال ثواب میں حصہ لیا بعد قرآن خوانی نہایت الحاح وزاری کے ساتھ دعاء مغفرت ہوئی اللہ رب العزت اپنے جوار رحمت میں لیکر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

دیگر مساجد ومدارس میں بھی قرآن خوانی کا سلسلہ رہا۔ رب المغفور پسماندگان قاری صاحب ؒ موصوف وجمیع مسلمانان ہند کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مسلمانان قصبہ اس رنج وغم میں پسماندگان مولانا مرحوم کیساتھ برابر کے شریک ہیں۔

مہتمم امداد العلوم کوپاگنج اعظم گڈھ (یوپی)

مولانا عبد الباری صاحب کوپاگنج

محترم المقام جناب مولانا محمد سالم صاحب زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وہ نہیں تو بزم میں بزم کی شان بھی نہیں

پھولوں میں دلکشی نہیں چاند میں، چاندنی نہیں

حضرت حکیم الاسلام علامہ قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت

آیات کی خبر نے دنیاء اسلام کے اندر غم وحسرت کی ایک لہر دوڑا دی ہے۔ ان کے فیضان علوم وحکمت سے براہ راست فیض یافتگان اور بالواسطہ انکے علوم کے خوشہ چین لاکھوں کروڑوں بندگان خدا کے قلوب یاس وحسرت سے اندوہ گیں ہوگئے ہیں ۔کیوں نہ ہوں! مادر علمی دارالعلوم دیوبند کا دیرینہ مخلص خادم اپنے ہزاروں علمی فرزندوں کو یتیم بنا کر اپنے مربی حقیقی سے جاملے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمارے بنگلا دیش کے اندر اکثر علماء وفضلاء انکے علوم کے خوشہ چین ہیں خصوصاً سا ٹ کے تمام تر علماء وشیوخ حضرت کے علوم سے مستفید ہیں۔ بنابریں حضرت کی سانحہ وفات کی خبر یہاں پہنچتے ہی جابجا مدارس اور علمی مراکز میں تعزیتی جلسے منعقد ہوئے۔

ہمارے درگاہ حضرت شاہ جلالؒ کے جامع مسجد میں گزشتہ ۱۷/شوال بروز جمعرات سلہٹ ضلع کے مشاہیر علماء و بزرگان دین اور طلباء مدارس وعمائدین شہر کا اس سلسلے میں ایک اجتماع ہوا جس میں قرآن کریم کی بہت ختمیں اور حضرت کی زندگی کا اہم پہلو دارالعلوم دیوبند کے خدمات عالیہ کا تذکرہ اور آخر میں دعائیں کی گئیں۔

ہم پسماندگان کو صبر جمیل اور حضرت کی رفع درجات کی خصوصی دعائیں کرتے ہیں ۔اللہ تبارک وتعالی ہم یتیموں اور بے نواؤں کو بھی صبر جمیل کی توفیق عنایت فرمائیں۔ آمین! آخر میں ایک قصیدہ انکی تعزیت میں زیر قلم ہے۔

بن گیا ہے آج کیوں ماتم کدہ سارا جہاں
جسکو دیکھو مضطرب بے چین ومضطر بیقرار
آہ وزاری کی صدا ہرسمت سے آتی ہے کیوں
ہرجگہ یہ نالہ فریاد کیوں ہے بار بار
ہرطرف سے آرہی کیوں آہ ونالہ کی صدا
طالب علم وعمل میں آج کیوں ہے انتشار

ہم سے رخصت لے چکے ہیں جانجاں طیب ما
بے نوا ہیں آج سے ہم سب کے سب ہیں بے قرار
روز وشب صبح مساء امداد کی بس یہ دعا
وہ رہیں غرقاب بحر رحمت پروردگار

عرض گزار بندہ محمد اکبر علی

امام مسجد جامع و مہتمم مدرسہ قاسم العلوم درگاہ حضرت شاہ جلال سلہٹ

ننگ احباب محمد امداد الحق غفرلہ

نائب مہتمم وخویدالحدیث مدرسہ مذکور

برادر محترم۔ زیدت معالیکم۔

سلام مسنون۔ مزاج گرامی۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے انتقال پرملال کی اطلاع ملتے ہی باب العلوم کی فضاء اندوہناک ہوگئی۔ تمام اساتذہ وطلباء غم میں ڈوب گئے اور آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ اس حادثہ پر باب العلوم میں ایک یوم کی تعطیل کا اعلان کر دیا گیا اور فوراً ہی اجتماعی طور پر ایصال ثواب کیا گیا۔

حضرت قاری صاحب عالم اسلام کے ایک منفرد عالم دین اور روحانی پیشوا تھے وہ خطیب بے بدل اور صاحب طرز مصنف اور دین کے بے لوث خادم تھے ہر پیچیدہ موڑ پر انھوں نے ملت کی رہنمائی کی دارالعلوم دیوبند کو علمی، روحانی اور مادی اعتبار سے پروان چڑھایا اور تاحیات اس کی تعمیر وترقی میں سرگرم رہے۔

انکا انتقال ملت کیلئے ایک عظیم نقصان قرار دیا جا سکتا ہے اب حضرت کی جگہ کا پر ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ اللہ تعالی مرحوم کو خلد بریں میں جگہ عطا کرے اور پسماندگان کو

صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

افتخار احمد قاسمی

صدر مدرس مدرسہ باب العلوم ملارنہ ڈونگر، ضلع سوائی مادھوپور

مکرمی و معظمی جناب حضرت مولانا محمد سالم صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون! عرض تحریر یہ ہے کہ زیر اہتمام انجمن تبلیغ الاسلام میلاد کمیٹی بمقام مدرسہ فیض العلوم محمود آباد۔

بسلسلہ وفات جناب حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند قرآن خوانی ہوئی اس کے بعد ایک تعزیتی جلسہ جسمیں حضرت مولانا سلیم الدین صاحب قاسمی وحضرت مولانا مرزا عبدالماجد صاحب وحضرت مولانا الطاف حسین صاحب۔ وسرپرست مدرسہ جناب حاجی ذاکر علیؒ صاحب نے حضرت مولانا مرحوم کی حالات زندگی پر روشنی ڈالی۔ جلسہ کے اختتام پر انجمن کے نشرواشاعت کے سکریٹری جناب طیب عثمانی نے نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ اور ہزاروں لوگوں نے رنج وغم کا اظہار کیا، اسکے بعد حضرت مولانا مرحوم کیلئے دعاء مغفرت وپسماندگان کیلئے صبر جمیل کی دعا کی گئی۔ نیز جلسہ عام نے باتفاق رائے یہ طے کیا کہ اس کی اطلاع تمام اخباروں میں دیدیجائے اور ایک کاپی حضرت کو بھی روانہ کردیجائے۔ وہ پیش خدمت ہے۔

فقط والسلام

محمد فاروق جنرل سکریٹری انجمن تبلیغ الاسلام میلاد کمیٹی۔

محمود آباد ضلع سیتاپور (یوپی)

جانا تو اس کو تھا ہی وہ آخر چلا گیا جنت کی سمت ایک مسافر چلا گیا

کیسے بھلا یا جائیگا یہ سانحہ عظیم — دنیا سے دیکھو طیب وطاہر چلا گیا

طیب عثمانی محمود آباد

حضرت مہتمم صاحب کے انتقال پر علی گڑھ میں ایصال ثواب وجلسہ تعزیت

حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ مہتمم دار العلوم دیو بند کے سانحہ ارتحال پر علی گڑھ میں صف ماتم بچھ گئی۔ انتقال کی خبر سنتے ہی مفتی زاہد علی خاں صاحب نے حضرتؒ اور دار العلوم دیو بند سے نسبت رکھنے والے حضرات کو جمع کیا اور انھیں اس سانحہ سے مطلع کیا۔ اسکے بعد جامع مسجد سرائے رحمانی میں اجتماعی طور پر ایصال ثواب کیا گیا جسمیں کئی قرآن پاک ختم ہوئے۔ اسکے علاوہ جلسہ تعزیت میں مفتی صاحب موصوف نے حضرت حکیم الاسلام کے حالات، کارنامے اور مذہبی تشخص پر روشنی ڈالی اور اپنے خصوصی تعلق کا ذکر کیا۔ نیز یہ دعا کی گئی کہ باری تعالیٰ ہم سب کو حضرت کے اخلاق وکردار کی مکمل طور سے اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے اسی دعا پر جلسہ تعزیت ختم ہوا۔

فقط والسلام جماعت دیو بند میں اتحاد وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

معراج احمد

کنو ینر انجمن اصلاح المسلمین سرائے رحمٰن علی گڑھ

کا پی قومی آواز دہلی۔ الجمعیۃ۔

بخدمت محترم المقام حضرت مولانا محمد سالم صاحب ادام اللہ ظلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل دوپہر کو ریڈیو سے حکیم الاسلام حضرت مہتمم صاحبؒ کے وصال کی جانکاہ اور دردانگیز اطلاع ملی۔ حضرت والا کی ذات بابرکات واقعی ایسی عظیم تھی جس کی مثال اب عالم اسلام میں نہیں ہے۔ اور آپ کی اس رحلت پر جتنا غم کیا جائے تھوڑا ہے۔

خبر کے ساتھ ہی جامعہ ریاض الاسلام سرونج ایک تعزیتی نشست ہوئی اور قرآن

خوانی کرائی گئی ہمارے دل بھی حضرت کے وصال کے غم سے شکستہ ہیں۔جامعہ کے طلباء اور اراکین وخدام آنجناب کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہیں کہ پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔اور حضرت کے درجات کو بلند سے بلندتر فرمائے آمین ثم آمین۔

الراقم: احقر العباد: صغیر احمد خاں

خادم مدرسہ جامعہ اسلامیہ عربیہ ریاض الاسلام ولی منزل سرونج مدھیہ پردیش (الہند)

مخدومی ومحترمی جناب مولانا محمد سالم صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پرسوں ۷/شوال ۱۴۰۳ھ کو محترم مرحوم والد صاحب کی وفات حسرت آیات کا حال معلوم ہوکر باعث حزن وملال ہوا، اللہ تعالیٰ کی جناب میں دست بدعا ہوں کہ مولائے کریم آنمرحوم کو جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور متعلقین کو صبر جمیل سے نوازے آمین۔یہاں مدرسہ میں انکے ایصال ثواب کے لیے ختم قرآن کیا گیا اور دعاء مغفرت کی گئی حقیقت یہ ہے کہ والدین کا سایہ خواہ کسی بھی سن کو پہنچ جائے اولاد کیلئے باعث صد رحمت اور موجب خیر وبرکت ہوتا ہے اور انکے اٹھ جانے سے اولاد ایک بہت بڑی نعمت سے محروم ہوجاتی ہے جس کی تلافی بڑی سے بڑی نعمت سے بھی نہیں ہوسکتی اس لئے آپ جس قدر بھی اس نعمت اور دولت کے اٹھ جانے سے محزون ومغموم ہوں کم ہے تاہم یہ بھی ایک مسلمہ امر ہے کہ گزشتنی اور گوزشتنی ہے اس منزل سے سبھی کو گزرنا ہے آج انکی کل ہماری باری ہے تعزیت عرفی سے تو آپ سب بزرگ صاحب علم وفضل مستغنی ہیں مجھ جیسے بے مایہ کو اس سلسلہ میں عرض کرنا لقمان حکیم کو حکمت سکھانا ہے البتہ اس قدر عرض کرنا چنداں مضائقہ نہیں ہے کہ آں مرحوم اور آنجناب دونوں صاحب نصیب ہیں آنمرحوم کی خوش نصیبی یہ ہے کہ آپ جیسا صاحب علم وعمل فرزند ملا اور آپ کی سعادت یہ

ہے کہ آنمرحوم کی عمر طویل عطا ہوئی، صاحب علم وفضل وعمل، جس میں زیادہ سے زیادہ انکی خدمت کے مواقع، اور دعائیں حاصل کرنے کی توفیق ہوتی رہی، پھر از روئے حدیث ایک صاحب علم وعمل کی برکت سے خاندان کے دس مستحقین نار کی نجات موعود ہے تو مرحوم کا نام اس خدمت میں سرفہرست ہوگا، جو مستحقین جنت نعیم ہونگے، خصوصا جب کہ وہ خود بھی اعمال صالح کی دولت سے مالا مال تھے تو انکی مغفوریت میں کیا شبہ ہے جو پسماندگان کیلئے باعث صد تسلی وطمانینت ہے۔ بہر حال یہ ناکارہ آپ کے ہر اندوہناک سانحہ میں شریک ہے اور داعی ہے کہ مولائے کریم اپنی شان کریمی سے آنمرحوم کے ساتھ عفو درگزر ورحمت ورفت کا معاملہ فرمائے اور آپ اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل کی دولت سے نوازے آمین۔

شریک رنج وغم

محمد اشرف عفی عنہ

مدرسہ عربیہ نوارنی قصبہ انچولی ضلع میرٹھ

آج بتاریخ ۱۸/ جولائی ۱۹۸۳ء بروز دوشنبہ اساتذہ عملہ اور طلبا کا ایک تعزیتی جلسہ مدرسہ نور العلوم بہرائچ کے وسیع ہال میں زیر صدارت حضرت مہتمم صاحب مدرسہ ہذا منعقد ہوا۔ جسمیں حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی گئی اور مندرجہ ذیل تجاویز پاس کی گئیں۔ جلسہ دعاء مغفرت پر ختم ہوا۔

سارے عالم اسلام کے قلوب کو رنج والم سے بیچین کردینے والی یہ غمناک خبر ریڈیو سے معلوم ہوئی کہ حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کا ظلال قدس ہمارے سروں سے اٹھالیا گیا۔

حضرتؒ کی دینی وملی خدمات جلیلہ ناقابل احصار ہیں۔ آپ کی حکیمانہ تصانیف وتقاریر مسلمانان عالم کیلئے ہمیشہ مشعل راہ رہیں گی موصوف نے دارالعلوم کی نصف صدی سے زائد قیادت کی۔ دارالعلوم کے علوم معارف اور ہمہ جہت ترقیات تاابد آپ کی مرہون منت رہیں گی۔

مرحوم کا سایہ نہ ہونے کی وجہ سے ایسا خلاء پیدا ہوگیا ہے جسکا پر ہونا مشکل ہی نہیں بلکہ محال معلوم ہورہا ہے۔ موت العالم موت العالم کا جانکان صدمہ عالم اسلام کو برداشت کرنا پڑرہا ہے۔

اللہ جل مجدہٗ حضرت قدس سرہٗ کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے اور بال بال مغفرت اور کروٹ کروٹ سکون وسکینہ سے پوری طرح سرفراز فرمائے آمین۔ اور حضرت کے پسماندگان کو صبر جمیل ارزاں کرے۔

سلیم احمد

نائب مہتمم مدرسہ مسعودیہ نورالعلوم بہرائچ

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بحمد للہ بعافیت ہوں۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا حادثہ جانکاہ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کی رحلت کی خبر ممبئی میں ملی دل پر بڑا گہرا صدمہ ہوا سننے کے بعد چند لمحے تک ذہن سن سا ہوکر رہ گیا تھا۔ میں نے اسی وقت تہیہ کرلیا تھا کہ مدرسہ پہنچ کر تعزیتی جلسہ اور تمام طلبہ واساتذہ سے مل کر ختم کلام پاک اور دعاء مغفرت اور ایصال ثواب کرونگا۔ ۱۸/شوال کو مدرسہ آیا داخلہ شروع ہوگیا اب ۲۹/شوال ۱۴۰۳ھ کو مدرسہ میں قرآن خوانی ہوئی تقریبا ایک سودو ختم کلام پاک پڑھے گئے پھر تعزیتی جلسہ منعقد کیا گیا مرحوم کی روح پاک کو ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کی اللہ تعالی قبول فرمائے آمین ثم آمین۔ حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ کی بال بال مغفرت فرمائے انکی

قبر کو اپنے انوار سے بھر دے جوار رحمت میں جگہ دے۔ حضرت آقا ﷺ کا قرب نصیب فرمائے۔ پسماندگان کو خصوصا سارے عالم عموما صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ انکے مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ آپ کو آپ کے متعلقین کو مرحوم و مغفور کے حق صدقہ جاریہ بنائے آمین ثم آمین۔

ہم تمام لوگ آپکے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ پرسان احوال و دیگر متعلقین اور بچوں سے سلام مسنون عرض ہے اور دعاء کی درخواست ہے۔

فقط والسلام

محمد ازہر

مہتمم مدرسہ حسینیہ حسین آباد کڈرو رانچی بہار انڈیا

مکرمی ومحترمی حضرت مولانا محمد سالم صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۲۳/ جولائی مدرسۃ المساکین بہادر گنج میں نمونہ اسلاف حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کا انتقال پر ملال پر ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں صدر مدرسہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب ندوی نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ نمونہ اسلاف حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب۔ ایک عظیم اور باکمال انسان تھے۔ ۵۸ سال تک آپ نے دارالعلوم دیوبند کی نظامت کے فرائض انجام دیئے اور اسکا شہرہ اقصاء عالم میں پہنچایا جو بلاشبہ انکی زندگی کا ایک ایسا عظیم کارنامہ ہے جو قیامت تک انکو زندہ جاوید رکھنے کے لئے کافی ہے۔

صدر جلسہ کی تقریر کے بعد مولانا ضیاء الاسلام صاحب قاسمی اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحب وغیرہم نے تقریریں کیں اور حضرت قاری صاحبؒ کی زندگی کے حالات بیان کیئے اور لوگوں سے انکے لئے ایصال ثواب کی اپیل کی۔ پھر حضرت قاری صاحب مرحوم کی دعاء مغفرت کے بعد جلسہ کا اختتام ہوا۔ اللہ تعالی مرحوم کو اپنی رحمت خاصہ سے

نوازے اور آپکے متوسلین و متعلقین کو صبر جمیل بخشے۔آمین!

حبیب الرحمٰن قاسمی
مہتمم مدرسۃ المساکین بہادر گنج
ضلع غازی پور (یوپی)

برادر محترم مولانا محمد سالم صاحب قاسمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہاں الحمدللہ سب خیریت ہے، ۴/۵/ روز پیشتر آپ کو ایک خط لکھا تھا اس سے پہلے وہ سپرد ڈاک کرتا کل اخبار میں سانحہ عظیم کی خبر پڑھی۔انا اللہ وانا الیہ راجعون۔کیوں کہ یہ خبر صرف ایک ہی اخبار میں چھپی تھی اس لیے یہ خیال ہو رہا تھا کہ یہ خبر غلط ہوسکتی ہے اور دل بھی یہی چاہ رہا تھا کہ یہ خبر غلط ہو لیکن شام تک اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ حضرت مہتمم صاحبؒ ہم لوگوں سے جدا ہو کر مالکِ حقیقی سے جا ملے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جملہ متعلقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائیں اور حضرت مہتمم صاحبؒ کے درجات بلند فرمائیں۔آمین ثم آمین!!

حضرتؒ کی ذات گرامی سے جدائی کا صدمہ آپ حضرات کے لیے خصوصاً اور جملہ عقیدت مندوں کے لیے ایک صدمہ عظیم ہے۔ان کے متعلقین کے لیے ایک ایسا خلا پیدا ہوا ہے جس کا پر ہونا ممکن نہیں لیکن حکم ربی۔ہم سب نے ہی آگے پیچھے وہاں جانا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کا ایمان پر خاتمہ فرمائیں آمین۔

اب ہم سب کا کیا فرض ہے اس سے آپ بخوبی واقف ہیں، کل رات کو مسجد کولوٹولہ کلکتہ میں حضرت مولانا حکیم محمد زماں صاحب نے حضرت مہتمم صاحبؒ کی زندگی پر روشنی ڈالی اور اپنے دلی جذبات کا اظہار کیا اور آج صبح کو بعد نماز فجر مسجد میں ایصال ثواب کے واسطے ختم قرآن ہوا، مقصد ان باتوں سے یہی ہے کہ ہم سب لوگوں پر انکا اب یہ حق ہے کہ ہم لوگ زیادہ سے زیادہ ایصالِ ثواب پہنچا کر ان کے درجات کی بلندی کے

لیے دعا کرتے رہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین!!

حضرتؒ کی خدمت میں ۳/۴ رموقعوں پر چند گھنٹوں کی صحبت میسر آئی اور ان چند گھنٹوں کی صحبت سے جو دلی تعلق قائم ہوا یہ تحریر اسی جذبہ کے زیر اثر ہے۔

جملہ عزیز و اقارب کی خدمت میں سلام مسنون اور تعزیت پہنچا دیں میں کسی لائق تو نہیں لیکن اپنا چھوٹا بھائی سمجھتے ہوئے میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ضرور یاد فرمائیں۔

فقط والسلام

محمد یوسف منیجر

دار الاشاعت کولوٹولہ کلکتہ

۱۹/۷/۱۹۸۳ء

لا اله الا الله محمد رسول الله

فکر ولی اللہی کے چلتے پھرتے عنوان، حجۃ الاسلامؒ کے علوم کے شارح، شیخ الہندؒ کے جذبے اور خیال کے حامل، امام العصرؒ کے علوم وکمالات کے ترجمان، اکابر دارالعلوم کے زہد وتقویٰ، فضل وکمال اور بلند اخلاق وکردار کے نمونے، حق وصداقت کے پیکر، صبر ورضا کے کوہِ گراں، امانت ودیانت کی نورانی شخصیت، مظلومیت کی ایک کرب انگیز داستان کے مرکز، اہتمام وانتظام کی مثالی ہستی، دیوبندیت کی آخری نشانی، علمی بصیرت، فقہی مہارت، تحقیقی عظمتوں کے بلند وبالا مینار، خطابت وبیان کا حسین مجسمہ، سلوک وتصوف کی روشن قندیل، بیعت وارشاد کا مقدس چراغ، وعظ وتلقین کی پاکیزہ کڑی، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی زندگی کے ہر گوشے تک رسائی کی ایک کوشش، ان کی خدمات کو اجاگر کرنے کی ایک سعی، ان کے کارناموں کو جاننے کا ایک جذبہ، ان کی ساٹھ سالہ عظیم مساعی کا ایک جائزہ، ہر سطر، ہر صفحہ، ہر ورق، حقائق، صداقتوں اور سچائیوں سے لبریز، اس مردِ مومن کے حالات اور واقعات کا ذکر جو زندگی کے آخری چند سالوں میں بے چینی، بے قراری، کرب اور دلآزاری کے زخموں سے چور تھا، جس نے اتنے زخم کھائے کہ وقت رو پڑا آسمان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے مگر ظالموں نے اس کے جسم کو لہو لہان کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

حکیم الاسلامؒ دارالعلوم دیوبند کی ایک مظلوم شخصیت: ایک آئینہ ہے ایک ایسا آئینہ جس میں کوئی چہرہ دھندلا نہیں، کوئی واقعہ ادھورا نہیں سب کچھ کھلا ہوا اور صاف شفاف ہے۔

(مؤلف)

IDARA ANWARUL QURAN DEOBAND
247554 DISTT SAHARANPUR U.P.